من یرد اللہ بہ خیرا یفقہہ فی الدین
فتاویٰ دار العلوم وقف دیوبند
حسب ہدایت
حضرت مولانا محمد سفیان قاسمی صاحب دامت برکاتہم
مہتمم دار العلوم وقف دیوبند
زیر نگرانی
مولانا ڈاکٹر محمد شکیب قاسمی صاحب
نائب مہتمم وڈائریکٹر حجۃ الاسلام اکیڈمی دار العلوم وقف دیوبند
ترتیب
لجنۃ ترتیب الفتاویٰ
جلد چہارم
کتاب الصلاۃ
باب اوقات الصلاۃ، باب الاذان والاقامۃ
باب صفۃ الصلاۃ
ناشر
حجۃ الاسلام اکیڈمی
دار العلوم وقف دیوبند

فتاویٰ دار العلوم وقف دیوبند

جلد (۴)

فتاویٰ دارالعلوم وقف دیوبند

جلد (۴)

ترتیب : لجنۃ ترتیب الفتاویٰ

طبع اولیٰ: ۱۴۴۴ھ - ۲۰۲۲ء

باهتمام: حجۃ الاسلام اکیڈمی، دارالعلوم وقف دیوبند، سہارنپور، یوپی، الہند

Composed By: Noor Graphics, Deoband

Hujjat al-Islam Academy
Al Jamia Al-Islamia Darul Uloom Waqf Deoband
Eidgah Road, P.O.247554 Deoband
Distt. Saharanpur U.P. INDIA
Tel: +91-1336-222752. Mob: +91-9897076726
Email: hujjatulislamacademy2013@gmail.com
hujjatulislamacademy@dud.edu.in
Website: www.dud.edu.in
Printed at: Markazi Publications, New Delhi
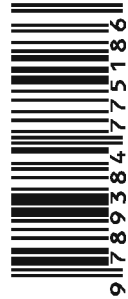
مَن يُّرِدِ اللّٰہُ بِہٖ خَیْراً یُّفَقِّہْہُ فِی الدِّیْنِ

فتاویٰ دار العلوم وقف دیوبند

حسبِ ہدایت

حضرت مولانا محمد سفیان قاسمی صاحب دامت برکاتہم

مہتمم دار العلوم وقف دیوبند

زیرِ نگرانی

مولانا ڈاکٹر محمد شکیب قاسمی صاحب

نائب مہتمم وڈائریکٹر حجۃ الاسلام اکیڈمی دار العلوم وقف دیوبند

ترتیب

لجنۃ ترتیب الفتاویٰ

(جلد چہارم)

کتاب الصلاۃ

باب اوقات الصلاۃ، باب الاذان والاقامۃ

باب صفۃ الصلاۃ

ناشر

حجۃ الاسلام اکیڈمی

دار العلوم وقف دیوبند

تفصیلات

نام کتاب : فتاویٰ دارالعلوم وقف دیوبند (جلد چہارم)

حسبِ ہدایت : حضرت مولانا محمد سفیان قاسمی صاحب دامت برکاتہم

زیر نگرانی : مولانا ڈاکٹر محمد شکیب قاسمی صاحب

ترتیب : لجنۃ ترتیب الفتاویٰ:

جناب مولانا مفتی محمد احسان صاحب قاسمی

جناب مولانا ڈاکٹر محمد شکیب قاسمی صاحب

جناب مولانا مفتی محمد امانت علی صاحب قاسمی

جناب مولانا مفتی محمد عارف صاحب قاسمی

جناب مولانا مفتی محمد عمران صاحب گنگوہی

جناب مولانا مفتی محمد اسعد صاحب قاسمی

جناب مولانا مفتی محمد حسنین ارشد صاحب قاسمی

صفحات : ۴۵۸

تعداد : ۱۰۰۰

طباعت : ۱۴۴۴ھ-۲۰۲۲ء

ناشر : حجۃ الاسلام اکیڈمی، دارالعلوم وقف دیوبند

اجمالی فہرست

تفصیلی فہرست

عنوان	صفحہ نمبر
كتاب الصلاة	۲۵

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتاب الصلاۃ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب الصلاۃ

عمداً بے وضو نماز پڑھنے والا کافر ہے یا نہیں؟

(۱) **سوال:** ایک شخص محدِث ہے اور عمداً حالتِ حدث میں نماز پڑھتا ہے تو آیا وہ کافر ہو جاتا ہے یا مسلم رہتا ہے؟ اگر کافر ہو جاتا ہے تو کیوں کر؟ جب کہ تارک صلوٰۃ عمداً عندالاحناف کافر نہیں ہے اور اگر کافر ہوگا تو کیسا کافر ہوگا اس کے اوپر دنیا میں کفر کے احکام جاری ہوں گے؟ جیسے کہ وہ فوراً ہی مرگیا اور لوگوں کو اس کا علم ہوگیا تو کیا اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے اور مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے؟ جب کہ اس کا عقیدہ درست ہے اور زبان سے ارکان اسلام کا انکار نہیں کرتا ہے؟

فقط: والسلام

المستفتی: محمد صادق جمال، رام پور

الجواب وباللہ التوفیق: کوئی شخص صحیح اسلامی عقیدہ کا حامل ہو، شہادتین اور ارکان وواجبات اسلام نیز فرائض پر اعتقاد رکھتا ہو، آخرت وتقدیر کو برحق سمجھتا ہو تو وہ مسلمان ہے۔ عمداً حالت حدث میں نماز پڑھنے کے دو معنی ہیں؛ اگر اعتقاد یہ ہے کہ وضو نماز کی صحت کے لیے لازم اور ضروری نہیں ہے، تو اس شخص پر کفر عائد ہو جائے گا؛ اس لیے کہ نماز کے لیے وضو کا ہونا قرآن مقدس سے ثابت ہے [(۱)] اور اگر اعتقاد یہ ہے کہ نماز کے لیے وضو تو ضروری ہے اس کا پختہ عقیدہ ہے اس کے باوجود بغیر وضو نماز پڑھ لی تو یہ شخص انتہائی گناہگار ہے، گناہ کبیرہ کا مرتکب ہے؛ البتہ شرعاً کافر نہیں

(۱) ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ﴾ (سورة المائدة:٦)

ہے اس لیے کہ یہ عملاً نافرمانی ہے، اعتقاد اس کا صحیح ہے،(۱) اس شخص پر توبہ لازم ہے۔ مذکورہ شخص کی جو بھی مراد ہو کس نظریہ سے اس نے ایسا کیا ہے؟ اس سے معلوم کر لیا جائے کہ شریعت کا قاعدہ ہے اگر کسی شخص کے کفر میں ننانوے احتمال ہوں اور ایک احتمال عدم کفر کا ہو یعنی اسلام کا ایک احتمال ہو تو احتمال اول کو ترک کر کے دوسرے احتمال ہی کو اختیار کیا جائے گا؛ پس بغیر تعیین کے کفر کا فتویٰ نہیں دیا جائے گا؛ البتہ یہ شخص بلاشبہ گناہ کبیرہ کا مرتکب ہے۔(۲)

فقط: واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد احسان غفرلہ (۲/۴/۱۴۱۶ھ)
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:
سید احمد علی سعید
مفتی اعظم دارالعلوم وقف دیوبند

رکعات کی تعیین کہاں سے ثابت ہے؟

(۲) **سوال**: نماز پانچ وقت فرض ہے، لیکن یہ رکعات کی تعیین کہ فجر میں دو رکعت فرض ہے اور دو رکعت سنت ہے، ظہر میں چار رکعت فرض اور چار رکعت سنت ہے، عصر میں چار رکعت فرض اور چار سنت غیر مؤکدہ ہے، مغرب میں تین رکعت فرض اور دو سنت اور دو نفل ہے، عشاء میں کل سترہ رکعت ہے یہ کہاں سے ثابت ہے؟

فقط: والسلام

المستفتی: عبدالوہاب، سنت کبیر نگر، یوپی

الجواب وباللہ التوفیق: یہاں دو مسئلے الگ الگ ہیں پہلے فرض نمازوں کی رکعات کی تعداد، پھر سنت رکعات کی تعداد۔ فرض نمازوں میں جو رکعات کی تعداد ہے وہ تواتر عملی سے ثابت ہے؛ اس لیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے سے آج تک اسی پر عمل ہوتا آرہا ہے۔ حضرت جبرئیلؑ

---

(۱) به ظهر أن تعمد الصلاة بلا طهر غير مكفر، كصلاته لغير القبلة أومع ثوب نجس وهو ظاهر المذهب كما في الخانية. (ابن عابدين، الدر المختار مع رد المحتار، ''كتاب الطهارة'': ج۱، ص: ۱۸۵، ۱۸۶)

(۲) في الخلاصة وغيرها إذا كان في المسئلة وجوه توجب التكفير ووجه واحد يمنعه فعلى المفتي أن يميل إلى الوجه الذي يمنع التكفير تحسينا للظن بالمسلم. (ابن عابدين، الدر المختار مع رد المحتار، ''كتاب الجهاد'' باب المرتد، مطلب مايشك أنه ردة لايحكم بها'': ج ۶، ص: ۳۵۸)

نے دو دن جو امامت کی اس کی رکعات کی تعداد یہی مذکور ہے۔ اس کے علاوہ بعض روایات میں صراحتاً بھی فرض نمازوں کی تعداد مذکور ہے؛ چناں چہ ایک روایت میں ہے:

”عن أبي مسعود الأنصاري رضي الله عنه قال: جاء جبرائيل إلى النبي صلى الله عليه وسلم فقال: قم فصل وذلك لدلوك الشمس حين مالت فقام رسول الله صلى الله عليه وسلم فصلى الظهر أربعا ثم أتاه حين كان ظله مثله فقال: قم فصل فقام فصلى العصر أربعا ثم أتاه حين غربت الشمس فقال له: قم فصل فقام فصلى المغرب ثلاثا ثم أتاه حين غاب الشفق. فقال له: قم فصل فقام فصلى العشاء الآخرة أربعا ثم أتاه حين طلع الفجر وأسفر الفجر فقال له: قم فصل! فقام فصلى الصبح ركعتين“[1]

سنتوں کی جو تعداد ہے اس کا ثبوت بھی روایات سے ہے۔ بعض روایات میں بارہ رکعت پڑھنے کی بڑی فضیلت آئی ہے یہ بارہ رکعات سنت مؤکدہ کہلاتی ہیں جن کی تفصیل درج ذیل ہے: ۲/رکعات فجر سے پہلے، ۴/رکعات ظہر سے پہلے اور ۲/رکعات ظہر کے بعد، ۲/رکعات مغرب کے بعد ۲/رکعات عشاء کے بعد۔

”عن أم حبيبة رضي الله عنها قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من صلى في يوم وليلة ثنتي عشرة ركعة بني له بيت في الجنة أربعا قبل الظهر وركعتين بعدها وركعتين بعد المغرب وركعتين بعد العشاء وركعتين قبل الفجر صلاة الغداة“[2]

اس کے علاوہ متعدد روایات ہیں جن سے انفرادی طور پر سنت مؤکدہ اور غیر مؤکدہ رکعات کی تعداد کا پتہ چلتا ہے؛ چناں چہ فجر کی دو رکعت کے سلسلے میں روایت ہے:

”عن عائشة رضي الله عنها قالت: لم يكن النبي صلى الله عليه وسلم على

---

(۱) أخرجه البيهقي في سننه، ”باب عدد ركعات الصلوات الخمس“: ج۱ص:۳۶۱. رقم:۱۷۶۳

(۲) أخرجه الترمذي، في سننه، ”أبواب الصلوة، باب ماجاء في من صلى في يوم وليلة ثنتى عشرة ركعة“: ج۱ص:۹۴، رقم:۴۱۵.

شيء من النوافل أشد تعاهدا منه على ركعتي الفجر‘‘(۱)

ظہر کی چھ رکعت سنت مؤکدہ کے بارے میں روایت ہے:

’’عن أم حبيبة رضي الله عنها قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من صلى قبل الظهر أربعا وبعدها أربعا حرمه الله تعالى على النار‘‘(۲)

اس میں ظہر کے بعد چار رکعت کا تذکرہ ہے جس میں دوسنت مؤکدہ اور دوسنت غیر مؤکدہ ہے۔ عصر کی چار رکعت سنت غیر مؤکدہ کے سلسلے میں روایت ہے:

’’عن ابن عمر رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: رحم الله إمرأ صلى قبل العصر أربعا‘‘(۳)

مغرب کی سنت مؤکدہ کے بارے میں روایت ہے:

’’عن ابن عمر رضي الله عنه قال من ركع بعد المغرب أربع ركعات كان كالمعقب غزوة بعدغزوة‘‘(۴)

عشا سے پہلے کی چار رکعت سنت اور عشاء کے بعد چار رکعت سنت کے سلسلے میں روایت ہے:

’’عن سعيد بن جبير رضي الله عنهما كانوا يستحبون أربع ركعات قبل العشاء الأخرة‘‘(۵)

اسی طرح تین رکعت وتر اور دو رکعت بعد الوتر کے سلسلے میں روایت ہے:

’’عن عائشة رضي الله عنها أن النبي صلى الله عليه وسلم كان يؤتر بثلاث يقرأ في أول ركعة بسبح اسم ربك الأعلى وفي الثانية قل يا أيها الكافرون وفي

---

(۱) أخرجه البخاري، في صحيحه،’’كتاب التهجد، باب تعاهد ركعتي الفجر ومن سمّاها تطوعًا‘‘: ج ۱، ص:۱۵۶، رقم ۱۱۶۹؛ وأخرجه مسلم، في صحيحه،’’كتاب صلوة المسافرين وقصرها“ باب استحباب ركعتي سنة الفجر والحث عليهما الخ‘‘: ج ۱، ص:۲۵۱، رقم:۷۲۴.

(۲) أخرجه الترمذي، في سننه،’’أبواب الصلوة: باب آخر من سنن الظهر‘‘: ج ۱، ص:۹۸، رقم:۴۲۷.

(۳) أخرجه الترمذي، في سننه،’’أبواب الصلوة: باب ما جاء في الأربع قبل العصر‘‘: ج ۱، ص:۹۸، رقم:۴۳۰.

(۴) أخرجه عبدالرزاق، في مصنفه،’’كتاب الصلوة: باب الصلاة فيمابين المغرب والعشاء‘‘: ج ۳، ص:۴۵، رقم، ۴۷۲۸.

(۵) المروزي، مختصر قيام الليل،’’يصلي بين المغرب والعشاء أربع ركعات‘‘: ص:۸۵.

الثالثة قل هو الله أحد والمعوذتين"[۱]

"عن أم سلمة رضي الله عنها أن النبي صلى الله عليه وسلم كان يصلي بعد الوتر ركعتين"[۲]

الجواب صحیح:
محمد احسان غفرلہ، محمد عارف قاسمی
محمد عمران گنگوہی، محمد اسعد جلال، محمد حسنین ارشد قاسمی
مفتیان دارالعلوم وقف دیوبند

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: امانت علی قاسمی
مفتی دارالعلوم وقف دیوبند
(۱۴۴۳/۴/۲۱ھ)

شب معراج میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنی رکعتیں پڑھائیں؟

(۳) **سوال:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین:
شب معراج میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنی رکعتیں نماز پڑھائی تھیں؟ اور مقتدی کس ترتیب سے کھڑے تھے۔

فقط: والسلام
المستفتی: قاری عزیز الرحمٰن، مظفرنگر

الجواب وباللہ التوفیق: آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام انبیاء کو بیت المقدس میں دو رکعت نماز پڑھائی۔

انبیاء علیہم السلام جب صفیں درست کر چکے تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو امامت کے لیے آگے بڑھا دیا اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت کے قریب حضرت ابراہیم علیہ السلام کھڑے تھے اور داہنی جانب حضرت اسماعیل علیہ السلام کھڑے تھے اور بائیں

(۱) أخرجه أبو جعفر، في شرح معاني الآثار، "كتاب الصلوة، باب الوتر": ج۱،ص:۲۰۰؛رقم:۱۶۹۵۔

(۲) أخرجه الترمذي، في سننه، "أبواب الوتر، باب ماجاء لا وتران في ليلة": ج۱،ص:۱۰۸،رقم:۴۷۱؛ وأخرجه ابن ماجة، في سننه، "أبواب إقامة الصلوات والسنة فيها، ماجاء في الوتر، باب ما جاء في الركعتين بعد الوتر جالساً": ج۱،ص:۸۳،رقم:۱۱۹۵۔

جانب حضرت اسحاق علیہ السلام کھڑے تھے پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام پھر تمام انبیاء علیہم السلام کھڑے ہوئے تھے۔[۱]

فقط: واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد احسان غفرلہ (۱۴۱۹/۳/۲۲ھ)

نائب مفتی دار العلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:

خورشید عالم غفرلہ

مفتی دار العلوم وقف دیوبند

کیا تارک نماز کے گھر کو آگ لگائی جاسکتی ہے؟

(۴) **سوال**: زید مستقل تارک نماز ہے، تو کیا اس کے گھر کو آگ لگائی جاسکتی ہے جب کہ حدیث میں موجود ہے؟

فقط: والسلام

المستفتی: جمشید عالم، سہارنپور

الجواب وباللہ التوفیق: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے شخص کے گھر میں آگ لگانے کے ارادہ کا اظہار فرمایا تھا؛ لیکن آگ نہیں لگائی؛ اس لیے آگ لگانا تو جائز نہیں ہے؛ البتہ اس کو مناسب طریقہ پر سمجھایا جائے اور نماز کی ترغیب دی جائے۔[۲]

فقط: واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد احسان غفرلہ (۱۴۱۹/۱۲/۱۹ھ)

نائب مفتی دار العلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:

خورشید عالم غفرلہ

مفتی دار العلوم وقف دیوبند

---

(۱) فحانت الصلوٰة فأممتهم. (أخرجه مسلم، في صحيحه، ''كتاب الإيمان: باب الإسراء برسول الله صلى الله عليه وسلم: ج۱، ص: ۹۶، رقم: ۲۷۸)

ولعل المراد بها صلوة التحية أو يراد بها صلوة المعراج. (ملا علي قاري، مرقاة المفاتيح، ''كتاب الفضائل والشمائل: باب في المعراج الأول'': ج۱۰، ص: ۵۷۱، رقم: ۵۸۶۶)

(۲) عن أبي هريرة رضي الله عنه: أن رسول الله عليه وسلم قال: والذي نفسي بيده، لقد هممت أن آمر بحطب ليحطب، ثم آمر بالصلاة فيؤذن لها، ثم آمر رجلاً فيؤم الناس، ثم أخالف إلى رجالٍ فأحرق عليهم بيوتهم، والذي نفسي بيده، لو يعلم أحدهم: أنه يجد عرقاً سميناً، أو مرمأتين حسنتين، لشهد العشاء. (أخرجه البخاري، في صحيحه، ''كتاب الأذان: باب وجوب صلاة الجماعة، ج۱، ص: ۸۹ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر:)

نمازیوں کو برا بھلا کہنے والے کا حکم:

(۵) **سوال**: ایک شخص عالم نہیں ہے؛ مگر اکثر نمازیوں کو کچھ نہ کچھ کہتا ہی رہتا ہے، اپنے آپ کو بہت ہی قابل سمجھتا ہے اور لایعنی باتیں کرتا رہتا ہے، ایسے شخص کے لیے کیا حکم ہے؟

فقط: والسلام

المستفتی: شریف احمد، ہریدوار

الجواب وباللہ التوفیق: خوامخواہ کسی کو کچھ کہنا جس سے دوسروں کو تکلیف ہوتی ہو، جائز نہیں ہے، اس پر ضروری ہے جو مسائل صحیح معلوم نہیں ہیں ان کو بیان نہ کرے ورنہ سخت گنہگار ہوگا۔ (۱)

فقط: واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد عمران دیوبندی غفرلہ (۲۴/۵/۱۴۱۵ھ)

نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:

سید احمد علی سعید

مفتی اعظم دارالعلوم وقف دیوبند

(پچھلے صفحہ کا حاشیہ:) أخرجه ابن ماجه، في سننه، أبواب المساجد والجماعات، التغليظ في التخلف عن الجماعة'': ج۱،ص:۵۷،رقم:۶۴۴)

قال في شرح المنية: والأحكام تدل على الوجوب من أن تاركها بلا عذر يعزر وترد شهادته ويأثم الجيران، بالسكوت عنه. (ابن عابدين، رد المحتار، ''كتاب الصلوة: باب الإمامة، مطلب شروط الإمامة الكبرىٰ'': ج۲،ص:۲۸۷،زکریا دیوبند)

وعن جابر رضي الله...... فقال النبي صلى الله عليه وسلم: يا بني سلمة: دياركم تكتب آثاركم، دياركم تكتب آثاركم. (ملا علي قاري،مرقاة المفاتيح، ''كتاب الصلوة، باب المساجد ومواضع الصلاة'':ج۲،ص:۳۷۷،فیصل بک ڈپو دیوبند)

(۱)وعن ابن مسعود رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: سباب المسلم فسوق وقتاله كفر. (أخرجه مسلم،في صحيحه،''كتاب الإيمان:سباب المسلم فسوق وقتاله كفر'':ج۱،ص:۵۸،رقم:۶۴)

﴿وَلَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهٖ فَاُولٰٓئِكَ مَا عَلَيْهِمْ مِّنْ سَبِيْلٍ﴾(سورة الشورى:۴۱)

﴿وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ﴾(سورة الشورى:۴۳)

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: المستبان ما قالا فعلى البادئ ما لم يعتد المظلوم. (أخرجه مسلم، في صحيحه،''كتاب البر والصلة والأدب: باب النهي عن السباب'':ج۲،ص:۳۲۱رقم:۲۵۸۷)(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر:)

قیام کرنے والے کو مسجد میں نماز پڑھنے سے روکنا:

(۶) **سوال**: اگر کوئی شخص اپنے گاؤں کی مسجد میں جمعہ کی نماز نہ پڑھتا ہو اور نہ بقیہ نماز پڑھتا ہو اور وجہ اس کی یہ ہے کہ گاؤں کے لوگوں نے اس کو کہا ہے کے اگر تم قیام کرو گے، تو ہم مسجد میں نماز نہیں پڑھنے دیں گے، اس بناء پر وہ جمعہ کی نماز دوسری جگہ جا کر پڑھتا ہے اور بقیہ نمازیں اپنے گھر ہی پر پڑھتا ہے اب یہ شخص چاہتا ہے کہ دوسری مسجد بنالوں، تو ایسا کرنا ازروئے شریعت کیسا ہے؟

فقط: والسلام

المستفتی: عبدالقیوم، رہتاس

الجواب وباللہ التوفیق: اگر قیام سے مراد وہ قیام ہے، جو بریلوی حضرات کرتے ہیں، تو وہ بدعت اور قابل ترک ہے؛ اس سے اجتناب ضروری ہے، لیکن اس بدعتی کو مسجد میں نماز پڑھنے سے روکنا درست نہیں ہے۔[1] ﴿وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ أَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ وَسَعٰى فِيْ خَرَابِهَا﴾[2] گھر میں نماز پڑھنے سے فرض ذمہ سے ساقط ہو جاتا ہے، لیکن مسجد میں نماز پڑھنے کے ثواب سے محروم رہتا ہے جو کہ عظیم خسارہ ہے؛ اس لیے مذکورہ شخص بدعات وخرافات سے توبہ کرے اور مسجد میں نماز پڑھنے کا اہتمام کرے تا کہ حدیث میں وارد شدہ وعید سے بچ سکے۔[3]

صورت مسئول عنہا میں اگر مسجد میں جانے سے اس کو روکا گیا، تو اس کو دوسری جگہ جمعہ پڑھنے کے لیے جانا درست ہے اور اس مجبوری میں گھر میں پنج وقتہ نماز پڑھنے کی بھی گنجائش ہے۔ اور صورت

﴿وَاِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا﴾ (سورة الحجرات:۹)

﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ﴾ (سورة الحجرات:۱۰)

﴿فَمَنْ عُفِيَ لَهٗ مِنْ اَخِيْهِ شَيْءٌ فَاتِّبَاعٌ بِالْمَعْرُوْفِ وَاَدَآءٌ اِلَيْهِ بِاِحْسَانٍ﴾ (سورة البقرہ:۱۷۸)

(۱) منصوب على العلية أي كراهة أن يذكر وسعي في خرابها بالتعطيل عن ذكر الله فإنهم لما منعوا من أن يعمره بالذكر فقد سعوا في خرابها. (ثناء الله پاني پتي، التفسير المظهري، ''سورۃ البقرۃ:۱۱۴''، ج۱،ص:۱۱۶)

(۲) سورة البقرة:۱۱۴۔

(۳) عن أبي هريرة رضي الله عنه، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لقد هممت أن امر ......فيجمعوا حزما من حطب ثم آتى قوما يصلون في بيوتهم ليست بهم علة فأحرقها عليهم. (أخرجه أبو داود، في سننه، "كتاب الصلوة: باب التشديد في ترك الجماعة": ج۱،ص:۸۱، رقم:۵۴۹، مکتبہ اشرفی دیوبند)

مسئول عنہا میں دوسری مسجد کا بنانا بھی درست ہے۔[۱]

فقط: واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: سید احمد علی سعید (۲۸/۶:۱۴۰۸ھ)

مفتی اعظم دارالعلوم وقف دیوبند

شیعہ کی مسجد میں نماز پڑھنا:

(۷) **سوال**: شیعہ کی مسجد میں سنی نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟ شیعاؤں کو سلام کرنا کیسا ہے؟ ہندوؤں کو نمستے کرنا کیسا ہے؟

فقط: والسلام

المستفتی: مولانا عبدالکریم، مظفرنگر

الجواب وباللہ التوفیق: شیعہ حضرات کی چوں کہ بہت سی اقسام ہیں؛ اس لیے ان کو مطلقاً خارج اسلام قرار نہیں دیا جا سکتا جب تک کہ ان کے عقائد کفریہ نہ ہوں تب تک ان کو مسلمان ہی کہا جائے گا اور مسلمان جیسا بھی ہو سلام اس کو کیا جائے گا اور ان کی مساجد میں نماز بھی درست ہوگی؛[۱] البتہ ہندوؤں کو نمستے نہ کیا جائے؛ بلکہ ایسا لفظ اختیار کرلیا جائے کہ جو ان کے یہاں سلام کے لیے استعمال ہوتا ہو اور ہمارے یہاں مذہبی اعتبار سے غلط نہ ہوتا ہو، جیسا کہ آداب کا جملہ ہے کہ اس سے ان کو سلام کیا جا سکتا ہے۔[۲]

فقط: واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد عمران دیوبندی غفرلہ (۱۸/۵:۱۴۰۸ھ)

نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:

سید احمد علی سعید

مفتی اعظم دارالعلوم وقف دیوبند

---

(۱) عن جابر بن عبد اللّٰه أن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم قال: أعطيت خمسا لم يعطهن أحد قبلي، نصرت بالرعب مسيرة شهر وجعلت لي الأرض مسجداً وطهوراً فأيما رجل من أمتي أدركته الصلوٰة فليصل الخ.
(أخرجه البخاري، في صحيحه، ''كتاب التيمم'': ج۱، ص:۴۸، رقم:۳۳۵)

(۲) عن ابن عمر رضي اللّٰه عنه، قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: من تشبه بقوم فهو منهم. (أخرجه أبوداود، في سننه، ''كتاب اللباس: باب في لبس الشهرة'': ج۲، ص:۵۵۹، رقم:۴۰۳۳)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی نماز قضاء ہوئی یا نہیں؟

(۸) **سوال**: آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی نماز قضاء ہوئی یا نہیں؛ کیوں کہ ہمارے یہاں ایک عالم نے وعظ میں فرمایا تھا کہ ایک مرتبہ نماز قضاء ہوئی ہے کیا یہ صحیح ہے؟ بحوالہ تحریر فرمائیں۔ اور کیا اس واقعہ سے نبوت پر کوئی اعتراض ہوسکتا ہے؟

فقط: والسلام
المستفتی: عبدالستار، سہارنپور

الجواب وباللہ التوفیق: بے شک ایسا واقعہ پیش آیا تھا کہ آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز سونے کی بنا پر قضا ہوگئی تھی؛ اس لیے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بشر ہیں اور مخلوق ہیں خالق نہیں ہیں اور نیند نہ آنا خدا ہی کی صفت ہے ﴿لا تأخذه سنة ولا نوم﴾[1] پس مذکورہ واقعہ سے ذرہ برابر شان نبوت پر حرف نہیں آتا؛ کیوں کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ اللہ کوئی سستی یا غفلت یا بے پرواہی نہیں کی تھی۔ واقعہ یہ پیش آیا کہ آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرات صحابہؓ کے ہمراہ سفر میں تھے اخیر رات میں ایک منزل پر قیام فرمایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرات صحابہؓ سے فرمایا کہ ہم کو بیدار کرنے کی ذمہ داری کون لیتا ہے؟ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں لیتا ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو بیدار کرنے کا ذمہ دار بنا کر تھوڑی دیر آرام کی غرض سے لیٹ گئے، حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے بیدار رہنے کی کوشش کی، مگر ان کی بھی آنکھ لگ گئی اور نتیجۃً سب کی نماز قضا ہوگئی، اس واقعہ میں بہت سی حکمتیں اور مصلحتیں تھیں۔ قضاء نماز کی ادائیگی کا مسئلہ امت کے لیے اور اس کے ادا کرنے کا طریقہ اور اس کا عملی نمونہ امت کے سامنے پیش کرنا تھا، چناں چہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جماعت کے ساتھ نماز قضا فرمائی اور حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا: ''یاأیها الناس إن الله قبض أرواحنا، ولو شاء لردها إلینا في حین غیر هذا'' اور

---

(۱) سورۃ البقرہ: ۲۵۵.

فرمایا[1] کہ جب کسی کی نماز چھوٹ جائے تو سوکر اٹھتے ہی اور یاد آتے ہی فوراً نماز ادا کرے۔

الجواب صحیح: فقط: واللہ اعلم بالصواب

خورشید عالم غفرلہ **کتبہ:** محمد احسان غفرلہ (۱۲/۲؍۱۴۱۸ھ)

مفتی دارالعلوم وقف دیوبند نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

مسجد میں سب سے پہلے آنے والے کا ثواب:

(۹) **سوال:** اگر کوئی شخص نماز کے لیے مسجد میں سب سے پہلے داخل ہو، تو اس کو ثواب زیادہ ملے گا یا نہیں؟

فقط: والسلام

المستفتی: کریم الدین، سہرسہ

الجواب وباللہ التوفیق: جو سب سے پہلے آئے گا سب سے زیادہ ثواب کا مستحق ہوگا، جیسا کہ یوم جمعہ میں نماز جمعہ کے لیے سب سے پہلے آنے والے کا ثواب حدیث میں ہے۔

”عن أبي هريرة رضي الله عنه، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم، قال: من اغتسل يوم الجمعة غسل الجنابة ثم راح فكأنما قرّب بدنةً ومن راح في الساعة الثانية فكأنما قرّب بقرة ومن راح في الساعة الثالثة فكأنما قرّب كبشا أقرن ومن راح في الساعة الرابعة فكأنما قرب دجاجة ومن راح في الساعة الخامسة فكأنما قرّب بيضة فإذا خرج الإمام حضرت الملائكة يستمعون الذكر“[2]

الجواب صحیح: فقط: واللہ اعلم بالصواب

خورشید عالم غفرلہ **کتبہ:** محمد عارف قاسمی (۲/۲۸: ۱۴۲۰ھ)

مفتی دارالعلوم وقف دیوبند نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

---

(۱) أخرجه المالك، في الموطأ ”كتاب الصلاة، باب النوم عن الصلاة“: ج۱، ص: ۱۴، رقم: ۲۶.

وعن أبي هريرة رضي الله عنه، ...... قال من نسي الصلوٰة فليصلها إذا ذكرها فإن الله تعالىٰ قال: أقم الصلوٰة لذكري، رواه مسلم. (أخرجه مسلم، في صحيحه، ”كتاب المساجد ومواضع الصلاة: قضاء الصلوٰة الفائتة واستحباب تعجيل قضائها“: ج۱، ص: ۲۳۸، رقم: ۶۸۰)

(۲) أخرجه أبو داؤد، في سننه، ”كتاب الطهارة: باب في الغسل للجمعة“: ج۱، ص: ۵۱، رقم: ۳۵۱، ط: نعیمیہ دیوبند

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

نماز کی فرضیت سے قبل مسلمان کیا عبادت کرتے تھے؟

(۱۰) **سوال**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان کرام درج ذیل مسئلہ کے بارے میں: نماز کی فرضیت سے قبل مسلمان کیا عبادت کرتے تھے؟ اور نماز کی فرضیت کب ہوئی؟ ابتدائے اسلام میں نماز کی فرضیت سے قبل نماز پڑھی جاتی تھی یا نہیں؟ نیز پانچوں نمازوں کی فضیلت کے سلسلے میں اگر کوئی حدیث ہوتو اس کی بھی رہنمائی فرمائیں۔

فقط: والسلام
المستفتی: محمد شمس الہدیٰ، گڈا، جھارکھنڈ

الجواب وباللہ التوفیق: نماز دین اسلام کے بنیادی ارکان میں سے ہے۔ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان کے بعد اہم ترین رکن ہے اور اہلِ علم کا اس بات پر اجماع ہے کہ نماز کا حکم ابتداءِ اسلام میں آگیا تھا، تاہم پنج وقتہ نماز کی فرضیت معراج کے موقع پر ہوئی، قرآن وسنت اور اجماع امت کی رو سے نماز کی ادائیگی کے پانچ اوقات ہیں، واقعہ معراج سے قبل بعض حضرات کا قول ہے کہ صبح وشام دو وقت اور دو رکعت والی نمازیں تھیں۔

رہی بات کہ ابتداء اسلام سے قبل نماز کا طریقہ کیا تھا؟ اس حوالے سے جمہور کی رائے یہی ہے کہ موجودہ نماز کا ہی طریقہ تھا، تاہم رکعات کی تعداد میں فرق تھا، اور پانچ نمازوں کے بجائے ایک صبح کی نماز (جو طلوعِ شمس سے قبل ادا کی جاتی تھی) اور دوسری شام کی نماز جو غروب کے آس پاس ادا کی جاتی تھی۔ بعض اہلِ علم کی رائے یہ ہے کہ معراج سے قبل نماز کا مروجہ طریقہ نہیں تھا، بلکہ دعا کی ایک شکل تھی، جسے صلاۃ کا نام دیا گیا تھا، تاہم اس رائے کو جمہور محققین نے احادیثِ کثیرہ کی بنا پر رد کیا ہے؛ راجح وہی ہے جو جمہور کی رائے ہے۔

مزید تفصلات ابن رجب کی فتح الباری شرح البخاری میں دیکھی جاسکتی ہیں:

"وقال قتادة: كان بدء الصلاة ركعتين بالغداة وركعتين بالعشي. وإنما أراد

(پچھلے صفحہ کا حاشیہ:) وعن أبي هريرة رضي الله عنه، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إذا كان يوم الجمعة وقفت الملائكة على باب المسجد يكتبون الأول فالأول الخ. (أخرجه البخاري، في صحيحه، "كتاب الجمعة: باب الاستماع إلى الخطبة": ج۱ص:۱۲۷،رقم:۸۸۷)

هؤلاء:أن ذلك كان فرضا قبل افتراض الصلوات الخمس ليلة الإسراء الخ''(۱)

امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح کا آغاز جس روایت سے کیا ہے، جو حدیثِ ہرقل کے نام سے مشہور ہے، اس میں ہے کہ جب ہرقل بادشاہ نے ابوسفیان (جو اس وقت مسلمان نہیں ہوئے تھے) سے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں جواب میں جو امور بتلائے ان میں سے ایک نماز کا بھی تذکرہ تھا:

فقال له:(ماذا يأمركم؟)قلت:يقول:اعبدوا الله وحده ولاتشركوا به شيئا واتركوا ما يقول آباؤكم؛ويأمرنا بالصلاة والصدق والعفاف والصلة.(۲)

''قال الحافظ ابن رجب رحمه الله:وهو يدل على أن النبي كان أهم ما يأمر به أمته الصلاة، كما يأمرهم بالصدق والعفاف، واشتُهر ذلك حتى شاع بين الملل المخالفين له في دينه،فإن أبا سفيان كان حين قال ذلك مشركاً،وكان هرقل نصرانياً. ولم يزل منذ بُعث يأمر بالصدق والعفاف،ولم يزل يصلي أيضاً قبل أن تفرض الصلاة. انتهى''(۳)

''قال الحافظ ابن حجر رحمه الله:ذهب جماعة إلى أنه لم يكن قبل الإسراء صلاة مفروضة، إلا ما وقع الأمر به من صلاة الليل من غير تحديد،وذهب الحربي إلى أن الصلاة كانت مفروضةً ركعتين بالغداة وركعتين بالعشي، وذكر الشافعي عن بعض أهل العلم أن صلاة الليل كانت مفروضةً، ثم نسخت بقوله تعالى: ﴿فَاقْرَأُوا مَا تَيَسَّرَ مِنهَ﴾(سورة المزمل:۲۰)فصار الفرض قيام بعض الليل،ثم نسخ ذلك بالصلوات الخمس). انتهى''(۴)

''أصل وجوب الصلاة كان في مكة في أول الإسلام؛لوجود الآيات المكية التي نـزلت في بداية الرسالة تحث عليها.وأما الصلوات الخمس بالصورة المعهودة

---

(۱)ابن رجب،فتح الباري شرح البخاري،''كتاب الصلاة:باب كيف فرضت الصلاة ليلة الإسراء'':ج۲،ص:۱۰۴۔(شاملہ)

(۲)أخرجه البخاري، في صحيحه،''باب كيف كان بدء الوحي إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم'':ج۱،ص:۴،رقم:۷.

(۳)ابن رجب،فتح الباري شرح البخاري،''كتاب الصلاة:باب كيف فرضت الصلاة ليلة الإسراء'':ج۲،ص:۱۰۱.(شاملہ)

(۴)ابن رجب،فتح الباري شرح البخاري،''كتاب الصلوة: باب وجوب الصلاة في الثياب'':ج۱،ص:۵۵۴،رقم:۳۵۰.(شاملہ)

فإنها فرضت ليلة الإسراء والمعراج. قال الإمام الشافعي رحمه الله: سمعت من أثق بخبره وعلمه يذكر أن الله أنزل فرضا في الصلاة، ثم نسخه بفرض غيره، ثم نسخ الثاني بالفرض في الصلوات الخمس. قال الشافعي: كأنه يعني قول الله عز وجل: ﴿يَاأَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ ۝ قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلاً ۝ نِّصْفَهٗ اَوِانْقُصْ مِنْهُ قَلِيْلاً ۝﴾ (المزمل: ۱-۳) ثم نسخها في السورة معه بقول الله جل ثناؤه: ﴿إِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ أَنَّكَ تَقُومُ أَدْنَى من ثُلُثَيِ اللَّيْلِ وَنِصْفَهُ﴾ (المزمل: ۲۰) إِلَى قَوْلِهِ: ﴿فَاقْرَءُوا ما تَيَسَّرَ من الْقُرْآنِ﴾، فنسخ قيام الليل أو نصفه أو أقل أو أكثر بما تيسر. وما أشبه ما قال بما قال. انتهى ''[۱]

اسی طرح پنج گانہ نماز کی فضیلت کے متعلق حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کے فضائل ومحامد کو بیان کرتے ہوئے اسے برائیوں اور صغیرہ گناہوں سے رہائی حاصل کرنے کا انتہائی موثر ذریعہ قرار دیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین پر نماز کی افادیت ایک بلیغ تمثیل کے ذریعے واضح کردی جسے حدیث مبارکہ کے الفاظ میں یوں بیان کیا گیا ہے۔

کیا تم دیکھتے ہو کہ اگر تم میں سے کسی کے دروازے کے سامنے نہر (بہہ رہی) ہو جس میں وہ ہر روز پانچ مرتبہ غسل کرے تو کیا اس کے جسم پر کچھ میل کچیل باقی رہ جائے گا انہوں نے عرض کیا اس پر کچھ میل باقی نہ رہے گا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہی پانچ نمازوں کی مثال ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے ذریعے گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔

''أرأيتم لو أن نهراً بباب أحدكم يغتسل فيه كل يوم خمساً ما تقول ذلك يبقى من درنه قالوا لا يبقى من درنه شيئاً قال فذلك مثل الصلوات الخمس يمحوا الله بها الخطايا''[۲]

قرآنِ کریم میں ہے:

(۱) الإمام الشافعي، الأم'': ج۱، ص: ۱۵۵؛ وأيضاً: الموسوعة الفقهية: ج۲۷، ص: ۵۲، كويت

(۲) أخرجه البخاري، في صحيحه، ''كتاب الصلوة: بـاب الصلوة الخمس كفارة'': ج۱، ص: ۱۹۷، رقم: ۵۰۵؛ وأخرجه مسلم، في صحيحه، ''كتاب الصلوة: باب المشي إلى الصلوة تمحى به'': ج۱، ص: ۲۴۷، رقم: ۶۶۷.

﴿وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ ؕ اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ ؕ﴾ (۱)
اور آپ دن کے دونوں کناروں میں اور رات کے کچھ حصوں میں نماز قائم کیجئے بے شک نیکیاں برائیوں کو مٹا دیتی ہیں۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ: ''تم گناہ کرتے رہتے ہو اور جب صبح کی نماز پڑھتے ہو تو وہ انہیں دھو دیتی ہے، پھر گناہ کرتے رہتے ہو اور جب نمازِ ظہر پڑھتے ہو تو وہ انہیں دھو دیتی ہے، پھر گناہ کرتے ہو اور جب نمازِ عصر پڑھتے ہو تو وہ انہیں دھو دیتی ہے، پھر گناہ کرتے رہتے ہو اور جب نمازِ مغرب پڑھتے ہو تو وہ انہیں دھو دیتی ہے، پھر گناہ کرتے رہتے ہو جب نمازِ عشاء پڑھتے ہو تو وہ انہیں دھوڈالتی ہے، پھر تم سو جاتے ہو اور بیدار ہونے تک تمہارا کوئی گناہ نہیں لکھا جاتا۔

''عن عبد الله بن مسعود عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: تحترقون تحترقون، فإذا صليتم الفجر غسلتها، ثم تحترقون تحترقون، فإذا صليتم الظهر غسلتها، ثم تحترقون تحترقون فإذا صليتم العصر غسلتها، ثم تحترقون تحترقون فإذا صليتم المغرب غسلتها ثم تحترقون تحترقون فإذا صليتم العشاء غسلتها، ثم تنامون، فلا يكتب عليكم شيء حتى تستيقظوا، لم يروه عن حماد بن سلمة مرفوعا إلا اللاحقي'' (۲)

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد حسنین ارشد قاسمی
نائب مفتی دار العلوم وقف دیوبند
(۱۴۴۳/۵/۲ھ)

الجواب صحیح:
محمد احسان غفرلہ، محمد عارف قاسمی، امانت علی قاسمی
محمد عمران گنگوہی، محمد اسعد جلال قاسمی
مفتیان دار العلوم وقف دیوبند

کیا نماز ورزش ہے؟

(۱۱) **سوال:** میرے کسی ساتھی نے سوال کیا کہ بتاؤ کون سا ایسا کام ہے جس میں سب سے اچھی ورزش ہوتی ہے اگر اس کے جواب میں کوئی کہہ دے کہ نماز میں سب سے اچھی ورزش ہوتی ہے، تو کیا یہ کہنا صحیح ہوگا؟ اگر کہہ دے تو نعوذ باللہ کیا نماز کو حقیر سمجھنا لازم آئے گا آپ اس کا جواب

(۱) سورۂ ہود: ۱۱۴۔
(۲) أخرجه الطبراني، في المعجم الصغير، ''من اسمه أحمد'': ج ۱، ص: ۹۱، رقم: ۱۲۱۔

اس طرح دیں کہ کسی بزرگ وغیرہ کا قول بھی اس کے متعلق آجائے تو بہتر ہوگا۔

فقط: والسلام
المستفتی: فاروق احمد، کریم نگر

الجواب وباللہ التوفیق: نماز ایک اہم عبادت ہے، اور نماز کی ادائیگی میں عبادت ہی کا پہلو پیش نظر رہنا چاہئے۔ تاہم یہ بھی مسلم ہے کہ نماز میں ورزش بھی بہت عمدہ ہے، یہ طبی طور پر تسلیم شدہ ہے، اس میں ماہرین طب کی بات معتبر ہے۔[۱]

فقط: واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد احسان غفرلہ (۲/۱۲: ۱۴۳۷ھ)
مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:
محمد اسعد جلال قاسمی
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

عورت اور مرد کی نماز میں کیا فرق ہے؟

(۱۲) **سوال:** مرد وعورت کی نماز میں کیا فرق ہے؟ براہ کرم وضاحت فرمائیں؟

فقط: والسلام
المستفتی: محمد عمیر، کشمیر

الجواب وباللہ التوفیق: مرد وعورت کی نماز میں درج ذیل اعمال میں فرق ہے:

(۱) مرد اپنے ہاتھوں کو کانوں تک اٹھائے گا اور عورت سینے تک ہاتھوں کو اٹھائے گی۔[۲]

(۲) مرد ناف کے نیچے ہاتھ باندھے گا اور عورت سینے پر ہاتھ باندھے گی۔[۳]

---

(۱) فلم يجعل قصده تشريكاً وتركاً للإخلاص بل هو قصد العبادة على حسب وقوعها لأن من ضرورتها حصول الحمية أو التداوي. (شرح الحموي على الأشباه، ''الفن الأول في القواعد الكلية، النوع الأول: القاعدة الثانية: الأمور بمقاصدها''،ص:۱۴۳، دارالکتاب دیوبند)

(۲) وروي ابن مقاتل أنها ترفع حذاء منكبيها: لأنه أستر لها وصححه في الهداية ولا فرق بين الحرة والأمة على الروايتين. (ابن نجيم، البحر الرائق، ''كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، فصل إذا أراد الدخول في الصلاة''، ج۱، ص:۵۳۲)

عن وائل بن حجر ،قال: جئت النبي صلى الله عليه وسلم......فقال لي رسول الله صلى الله عليه وسلم: يا وائل بن حجر ،إذا صليت فاجعل يديك حذاء أذنيك، والمرأة تجعل يديها (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر:)

(۳) عورت رکوع میں کم جھکے گی اور رکوع میں عورت انگلیاں مرد کی طرح کشادہ نہیں رکھے گی۔[1]

(۴) مرد سجدے کی حالت میں پیٹ کو رانوں سے اور بازو کو بغل سے جدا رکھے گا اور کہنیاں زمین سے علیحدہ رکھے گا، جب کہ عورت پیٹ کو رانوں سے اور بازو کو بغل سے ملائے رکھے گی اور کہنیاں زمین پر بچھا کر سجدہ کرے گی۔[2]

(۵) مرد جلسہ اور قعدہ میں اپنا دایاں پیر کھڑا کر کے بایاں پیر بچھا کر اس پر بیٹھ جائے گا جب کہ عورت اپنے دونوں پاؤں داہنی طرف نکال کر بائیں سرین پر بیٹھے گی۔[3]

فقط: واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد اسعد جلال غفرلہ (۱۴۳۸/۶/۱۲ھ)
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:
محمد احسان غفرلہ، محمد عارف قاسمی
مفتیان دارالعلوم وقف دیوبند

عیدگاہ اور قبرستان میں وقتیہ نماز پڑھنا کیسا ہے؟

(۱۳) **سوال:** (۱) عیدگاہ میں فرض نماز پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

(۲) قبرستان میں جہاں پر قبروں کے نشانات بھی نہیں ہیں وہاں پر نماز پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

(پچھلے صفحہ کا حاشیہ:) حذاء ثدييها. (للطبراني، المعجم الكبير: ج ۹، ص: ۱۴۴، رقم: ۱۷۴۹۷؛ مجمع الزوائد: ج ۹، ص: ۶۲۴، رقم: ۱۶۰۵؛ البدر المنير لابن الملقن: ج ۳، ص: ۴۶۳) (شاملہ)

(۳) بخلاف المرأة فإنها تضع على صدرها؛ لأنه أستر لها فيكون في حقها أولى. (ابن نجيم، البحر الرائق، ''كتاب الصلوة، باب صفة الصلاة'': ج ۱، ص: ۵۲۹)

(۱) والمرأة تنحني في الركوع يسيرا ولا تعتمد ولا تفرج أصابعها ولكن تضم يديها وتضع على ركبتيها وضعاً وتحني ركبتيها ولا تجافي عضديها. (جماعة من علماء الهند، الفتاوىٰ الهندية، ''كتاب الصلاة: الباب الرابع: في صفة الصلاة، الفصل الثالث في سنن الصلوٰة وآدابها'': ج ۱، ص: ۱۳۲)

ويكون الرجل مفرجا أصابعه، ناصباً ساقيه وإحناؤهما شبه القوس مكروه، والمرأة لا تفرج أصابعها. (حسن بن عمار، مراقي الفلاح، ''كتاب الصلوة: فصل في كيفية تركيب الصلوٰة'': ج ۱، ص: ۱۰۴)

(۲) والمرأة تنخفض في سجودها وتلزق بطنها) ش: أي تلصق بطنها (بفخذيها لأن ذلك) ش: أي الانخفاض والإلزاق (أستر لها) ش: أي لأن مبنى حالها على الستر. (العيني، البناية، ''كتاب الصلوة: باب قول سبحان ربي الأعلى في السجود: ج ۲، ص: ۲۴۹)

(۳) عن نافع عن ابن عمر رضي الله عنهما، أنه سئل: كيف كن النساء يصلين على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم؟ كن يتربعن، ثم أمرن أن يحتفزن. (جامع المسانيد از محمد بن محمود خوارزمي، ''مسند أبي حنيفة رواية الحصكفي'': ج ۱، ص: ۴۰۰، رقم: ۱۱۴) (شاملہ)

(۳) جس مسلمان نے کبھی نماز نہیں پڑھی اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی یا نہیں؟

فقط: والسلام

المستفتی: سمیع اللہ، لکھیم پور کھیری

الجواب وباللہ التوفیق: (۱) عیدگاہ کی مسجد میں فرض نماز ادا کی جاسکتی ہے اور احکام کے لحاظ سے عیدگاہ بھی مسجد کے حکم میں ہے۔(۱)

(۲) نماز کی جگہ اور سامنے اگر قبروں کے نشانات نہیں ہیں جگہ خالی اور برابر ہے تو ایسی جگہ نماز پڑھی جاسکتی ہے۔(۲)

(۳) جس شخص نے اپنی زندگی میں کوئی بھی نماز نہیں پڑھی ہے، لیکن وہ خدا اور رسول پر ایمان رکھتا

---

(۱) وفي الخلاصة والخانية السنة أن يخرج الإمام إلى الجبانة، ويستخلف غيره ليصلي في المصر بالضعفاء بناء على أن صلاة العيدين في موضعين جائزة بالاتفاق، وإن لم يستخلف فله ذلك. اهـ نوح. (ابن عابدين، رد المحتار، ''كتاب الصلاة، باب العيدين'': ج۳، ص:۴۹)

الخروج إلى الجبانة في صلاة العيد سنة وإن كان يسعهم المسجد الجامع، على هذا عامة المشايخ وهو الصحيح، هكذا في المضمرات. (جماعة من علماء الهند، الفتاویٰ الهندية، ''كتاب الصلاة: الباب السابع عشر في صلاة العيدين'': ج۱، ص:۲۱۱)

لا تكره في مسجد أعد لها وكذا في مدرسة ومصلى عيد لأنه ليس لها حكم المسجد في الأصح إلا في جواز الاقتداء وإن لم تتصل الصفوف. (أحمد بن محمد، حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، ''كتاب الصلاة: باب أحكام الجنائز، فصل السلطان أحق بصلاته'': ص:۵۹۵)

و أما المتخذ لصلاة جنازة أو عيد فهو مسجد في حق جواز الاقتداء لا في حق غيره (ابن عابدين، رد المحتار، ''كتاب الصلاة: باب البدعة، مطلب: البدعة خمسة أقسام'': ج۲، ص:۲۹۹)

واختلفوا أيضا في مصلى العيدين أنه هل هو مسجد والصحيح أنه مسجد في حق جواز الاقتداء، وإن لم تتصل الصفوف؛ لأنه أعد للصلاة حقيقة لا في حرمة دخول الجنب والحائض. (ابن نجيم، البحر الرائق، ''كتاب الصلاة: باب الجنائز، فصل السلطان أحق بصلاته'': ج۲، ص:۳۲۸)

(۲) ولا بأس بالصلاة فيها إذا كان فيها موضع أعد للصلاة وليس فيه قبر ولا نجاسة كما في الخانية ولا قبلته إلى قبر حلية. (ابن عابدين، رد المحتار، ''كتاب الصلاة، مطلب تكره الصلاة في الكنيسة'': ج۲، ص:۴۱)

ويكره أن تكون قبلة المسجد إلى المخرج أو إلى القبر لأن فيه ترك تعظيم المسجد، وفي الخلاصة هذا إذا لم يكن بين يدي المصلي وبين هذا الموضع حائل كالحائط وإن كان حائطاً لا يكره. (إبراهيم الحلبي، الحلبي الكبيري، ''كتاب الصلاة، مكروهات الصلاة'': ص:۳۵۳)

ہے تو وہ شخص بھی مسلمان ہے اور اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔(۱)

الجواب صحیح: فقط: واللہ اعلم بالصواب
سید احمد علی سعید **کتبہ:** محمد واصف غفرلہ (۱۴۰۶/۶/۱۲ھ)
مفتی اعظم دارالعلوم وقف دیوبند نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

زانی کی نماز وروزہ کا کیا حکم ہے؟

(۱۴) **سوال:** نمازی، باشرع وضع قطع والا شخص زنا کرتا ہے۔ اور فاحشہ سے ان کا تعلق ہے اس کی نماز روزہ کا کیا حکم ہے؟

فقط: والسلام
المستفتی: معرفت منشی افتخار صاحب

الجواب وباللہ التوفیق: زنا فحش کام ہے، ناجائز وحرام ہے، اس کو چھوڑنا اور توبہ و استغفار لازم ہے نماز وغیرہ مذکورہ شخص کی ادا ہو جاتی ہے۔(۲)

الجواب صحیح: فقط: واللہ اعلم بالصواب
خورشید عالم غفرلہ **کتبہ:** محمد احسان غفرلہ (۱۴۲۵/۷/۱۵ھ)
مفتی دارالعلوم وقف دیوبند نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

(۱)(وهي فرض على كل مسلم مات خلا) أربعة: (بغاة،وقطاع طريق)......(وكذا) أهل عصبة و (مكابر في مصر ليلا بسلاح وخناق) خنق غير مرة فحكمهم كالبغاة. (من قتل نفسه) ولو (عمدا يغسل ويصلى عليه) به يفتي وإن كان أعظم وزرا من قاتل غيره...... (لا) يصلى على (قاتل أحد أبويه) إهانة لهٗ، وألحقه في النهر بالبغاة. (ابن عابدين، رد المحتار، ''كتاب الصلاة: باب الجنازة، مطلب هل يسقط فرض الكفاية بفعل الصبي'': ج ۳، ص: ۱۰۷ تا ۱۰۹)

وشرطها إسلام الميت وطهارته ما دام الغسل ممكنا وإن لم يمكن بأن دفن قبل الغسل ولم يمكن إخراجه إلا بالنبش تجوز الصلاة على قبره للضرورة ولو صلى عليه قبل الغسل ثم دفن تعاد الصلاة لفساد الأولى هكذا في التبيين وطهارة مكان الميت ليست بشرط هكذا في المضمرات ويصلى على كل مسلم مات بعد الولادة صغيرا كان أو كبيرا ذكرا كان أو أنثى حرا كان أو عبدا إلا البغاة وقطاع الطريق ومن بمثل حالهم. (جماعة من علماء الهند، الفتاویٰ الهندية، ''كتاب الصلاة: الباب الحادي والعشرون في الجنائز، الفصل الخامس في الصلاة على الميت'': ج ۱، ص: ۲۲۴)

(۲) قال اللّٰه تبارك وتعالى: ﴿إِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَ عَمِلَ عَمَلاً صالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر:)

غیر مسلم کو نماز پڑھنے، روزہ رکھنے اور روزہ داروں کو کھانا کھلانے کا ثواب ملے گا یا نہیں؟

(۱۵)**سوال:** غیر مسلم پاک صاف ہوکر نماز پڑھے یا روزہ رکھے یا روزہ داروں کو کھانا کھلائے تو کیا حکم ہے؟ اس کو ثواب ملے گا یا نہیں، اور مسلمان کو غیر مسلم کے مال سے کھانا اور افطار کرنا درست ہے یا نہیں؟

فقط: والسلام
المستفتی: عبدالواحد پر قاضی

الجواب وباللہ التوفیق: اخروی ثواب کا مستحق ایمان کے ساتھ ہے بغیر ایمان قبول کیے نماز، روزہ یا روزہ داروں کو کھانا کھلانا مذکور شخص کے لیے باعث ثواب نہ ہوگا اور اگر مذکورہ شخص کی آمدنی کے حرام ہونے کا کوئی ثبوت نہیں تو پھر اس کے یہاں کھانا کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے لیکن افضل یہ ہے کہ روزہ افطار کرنے میں اجتناب کرے۔(۱)

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد احسان غفرلہ (۱۵/۱۰/۱۴۲۱ھ)
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:
خورشید عالم غفرلہ
مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

(پچھلے صفحہ کا حاشیہ:) سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ، وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا﴾ (سورة الفرقان:۷۰)
عن عبد الله بن مسعود رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: التائب من الذنب كمن لا ذنب له. (أخرجه ابن ماجه، في سننه، "كتاب الزهد، باب ذكر التوبة": ص:۳۱۳، رقم:۴۲۵۰؛ و ملا علي قاري، مرقاة المفاتيح، "كتاب الإيمان: باب الإعتصام بالكتاب والسنة، الفصل الأول": ج۱، ص:۳۶۱، رقم:۱۵۹)
واتفقوا على أن التوبة من جميع المعاصي واجبة وأنها واجبة على الفور، ولا يجوز تأخيرها، سواء كانت المعصية صغيرة أو كبيرة. (علامه آلوسي، روح المعاني، "سورة التحريم:۶۶": ج۱۴، ص:۱۵۹
عن أنس بن مالك رضي الله عنه أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: كان بني آدم خطاء، وخير الخطائين التوابون. أخرجه ابن ماجة، في سننه، "كتاب الزهد: باب ذكر التوبة": ص:۳۱۳.
(۱)وقال الحنفية: لا يمنع الذمي من دخول الحرم، ولا يتوقف جواز دخوله على إذن مسلم ولو كان المسجد الحرام،يقول الجصاص في تفسيرقوله تعالى: ﴿إِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر:)

رکوع کی ابتداء کب سے ہوئی؟

(۱۶) **سوال:** نماز کے اندر رکوع کی ابتداء کس زمانے سے ہوئی؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے جن نبیوں پر نماز فرض تھی اس میں رکوع کا یہی طریقہ تھا جواب ہے یا کوئی دوسرا طریقہ تھا؟

فقط: والسلام

المستفتی: اختر علی، بمبئی

الجواب وباللہ التوفیق: رکوع کا مروجہ طریقہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت سے رائج ہوا جس کی قرآن کریم کے ذریعہ تعلیم دی گئی ﴿وار کعوا مع الراکعین﴾ اور ﴿وار کعوا وسجدوا﴾ (الآیت) آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل دیگر انبیاء کرام کے یہاں بھی نمازوں میں رکوع کا ثبوت ملتا ہے؛ لیکن اس کیفیت کی تشریح نہیں کی گئی۔

﴿یٰمَرْیَمُ اقْنُتِیْ لِرَبِّكِ وَاسْجُدِیْ وَارْكَعِیْ مَعَ الرّٰكِعِیْنَ﴾[1]

﴿وَ اِذْ جَعَلْنَا الْبَیْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَاَمْنًا وَ اتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى وَ عَهِدْنَاۤ اِلٰۤی اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِیْلَ اَنْ طَهِّرَا بَیْتِیَ لِلطَّآئِفِیْنَ وَالْعٰكِفِیْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ﴾[2]

﴿اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ مِنْ ذُرِّیَّةِ اٰدَمَ وَمِمَّنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ وَّمِنْ ذُرِّیَّةِ اِبْرٰهِیْمَ وَ اِسْرَآءِیْلَ وَمِمَّنْ هَدَیْنَا وَاجْتَبَیْنَا اِذَا تُتْلٰی عَلَیْهِمْ اٰیٰتُ الرَّحْمٰنِ خَرُّوْا سُجَّدًا وَّبُكِیًّا﴾[3]

﴿رَبَّنَاۤ اِنِّیْۤ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ بِوَادٍ غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ عِنْدَ بَیْتِكَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا

(پچھلے صفحہ کا حاشیہ:) ﴿فَلَا یَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ﴾ یجوز للذمي دخول سائر المساجد. (الموسوعة الفقهية: ج ۱۷ ص: ۱۸۹، الکویت)

عن الحسن أن وفد ثقيف أتوا رسول الله صلى الله عليه وسلم فضربت لهم قبة في مؤخر المسجد لينظروا إلى صلاة المسلمين وإلى ركوعهم وسجودهم، فقيل: يا رسول الله! أتنزلهم المسجد وهم مشركون؟ فقال: إن الأرض لا تنجس، إنما ينجس وابن آدم (مراسيل أبو داؤد: ج ۱ ص: ۱۱، رقم: ۱۷) (شاملہ)

(۱) سورة آل عمران: ۴۳.

(۲) سورة البقرہ: ۱۲۵.

(۳) سورة مریم: ۵۸.

لِيُقِيمُوا الصَّلٰوةَ﴾(۱)

الجواب صحیح: فقط: واللہ اعلم بالصواب

خورشید عالم غفرلہ **کتبہ:** محمد احسان غفرلہ (۱۴۱۸/۵/۲۰ھ)

مفتیان دارالعلوم وقف دیوبند نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

غصہ میں نماز کی فرضیت کا زبان سے انکار کرنا:

(۱۷) **سوال:** نماز کے لیے بوقت صبح اٹھانے کے وقت اٹھانے والے نے اٹھانے سے پریشان ہوکر اٹھنے والے کو کہا کہ کیا نماز فرض نہیں ہے تو اٹھنے والے نے کہا کہ نہیں۔ جب کہ وہ شخص پکا نمازی ہے اور نماز فرض مانتا ہے کیا حکم ہے؟

فقط: والسلام

المستفتی: عبدالمجید، کشمیری

الجواب وباللہ التوفیق: صورت مذکورہ میں مذکورہ شخص کا عقیدہ بالکل درست ہے اور وہ نماز کو دل سے فرض مانتا ہے اور وہ نماز پڑھتا بھی ہے نیز اس کے کلام میں تاویل بھی ممکن ہے اس لیے وہ دائرۂ اسلام سے خارج نہیں ہوا؛ لیکن مذکورہ لفظ سے صراحت قرآن کا انکار ظاہر ہوتا ہے اس لیے مذکورہ شخص گناہ کبیرہ کا مرتکب ہے اس پر لازم ہے کہ توبہ واستغفار کرے اور آئندہ ایسے الفاظ سے پرہیز کرے۔

”لو قال لمريض:صل، فقال: والله لا أصلي أبداً ولم يصل حتى مات يكفر وقول الرجل: لا أصلي يحتمل أربعة أوجه: أحدها لاأصلي لأني صليت، والثاني: لا أصلي بأمرك فقد أمرني بها من هو خير منك،والثالث:لا أصلي فسقا مجانة فهذه الثلاثة ليست بكفر،والرابع:لا أصلي، إذ ليس يجب على الصلاة ولم أومر بها

(۱) سورۃ ابراهیم:۳۷۔

یکفر وأطلق وقال لا أصلي لا یکفر‘‘[1]

الجواب صحیح:
خورشید عالم غفرلہ
مفتیانِ دارالعلوم وقف دیوبند

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد احسان غفرلہ (۱۴۱۸/۵/۲۰ھ)
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

☆☆☆

(۱) جماعۃ من علماء الھند، الفتاویٰ الھندیۃ، ’’کتاب السیر: الباب التاسع في أحکام المرتدین، موجبات الکفر أنواع، ومنھا: مایتعلق بالصلاۃ والصوم والزکاۃ‘‘: ج۲، ص: ۲۸۰.

کتاب الصلاۃ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب أوقات الصلاة
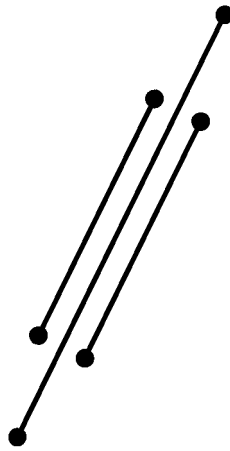
فصل اول: اوقات نماز کا بیان

فصل ثانی: مکروہ اوقات کا بیان

فصل اول:

اوقات نماز کا بیان

عصر و مغرب کی نماز کے درمیان کتنا وقفہ ہونا چاہئے؟

(۱) **سوال:** کیا عصر و مغرب کی نماز کے درمیان دو گھنٹہ کا وقفہ رکھنا ضروری ہے اور اس پر اصرار کرنے والا کیا بدعت کا مرتکب ہوگا؟

فقط: والسلام
المستفتی: بارہ مولہ کشمیر

الجواب وبالله التوفيق: سایہ دو مثل ہونے کے بعد (مفتی بہ قول کی رو سے) عصر کی نماز پڑھی جائے تو غروب شمس تک ایک گھنٹہ اور چند منٹ کا وقفہ رہتا ہے دو گھنٹہ کا نہیں۔ (۱)

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: سید احمد علی سعید (۷/۸/۱۴۰۷ھ)
مفتی اعظم دار العلوم وقف دیوبند

(۱) (وأول وقت العصر من ابتداء الزيادة على المثل أو المثلين) لما قدمناه من الخلاف (إلى غروب الشمس) على المشهور لقوله عليه السلام: من أدرك ركعة من العصر قبل أن تغرب الشمس فقد أدرك العصر، وقال الحسن بن زياد: إذا اصفرت الشمس خرج وقت العصر. (حسن بن عمار، مراقي الفلاح مع حاشية الطحطاوي، "كتاب الصلاة": ص:۱۷۷، مكتبه: شيخ الهند، ديوبند)

ووقت العصر: من صيرورة الظل مثليه غير فيء الزوال إلى غروب الشمس، هكذا في "شرح المجمع". (جماعة من علماء الهند، الفتاوىٰ الهندية، "كتاب الصلاة: الباب الأول، في المواقيت وما يتصل بها": الفصل الأول: في أوقات الصلاة، ج۱، ص:۱۰۷، مکتبہ: زکریا، دیوبند)

اشراق کا وقت:

(۲) **سوال:** طلوع آفتاب کے بعد (موجودہ دور میں) کتنی دیر کے بعد نماز اشراق پڑھی جاسکتی ہے؟

فقط: والسلام
المستفتی: محمد انظر، بارہ مولہ، کشمیر

الجواب وباللہ التوفیق: کامل طور پر طلوع شمس کے بعد سے اشراق کا وقت شروع ہوجاتا ہے۔ اور یہ وقت تقریباً پندرہ بیس منٹ ہوتا ہے۔[1]

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: سید احمد علی سعید (۸/۷/۱۴۰۷ھ)
مفتی اعظم دارالعلوم وقف دیوبند

وقت تنگ ہونے پر وقتیہ نماز پڑھے یا قضا؟

(۳) **سوال:** زید کی نماز قضاء ہوگئی وہ دوسرے وقت تک بھی اس کی قضاء نہ کرسکا اب وقت اتنا تنگ ہوگیا کہ اگر قضاء پڑھے تو وقتیہ نماز کا وقت ختم ہوجائے گا تو اس کو کون سی نماز پہلے پڑھنی چاہیے؟

فقط: والسلام
المستفتی: محمد ابراہیم، ارریہ

الجواب وباللہ التوفیق: پہلے وقتیہ نماز ادا کریں اس کے بعد فائتہ نماز پڑھیں، جیسا کہ علامہ حصکفی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے۔

(۱) ومن المندوبات: صلاة الضحیٰ: وأقلها ركعتان وأكثرها ثنتا عشرة ركعة ووقتها من ارتفاع الشمس إلى زوالها. (جماعة من علماء الهند، الفتاوى الهندية، ''كتاب الصلاة: الباب التاسع في النوافل'': ج۱، ص: ۱۷۲، مكتبہ: زكريا، ديوبند)

(و) ندب (أربع فصاعداً في الضحیٰ) على الصحيح من بعد الطلوع إلى الزوال ووقتها المختار بعد ربع النهار. (ابن عابدين، الدر المختار مع رد المحتار، ''كتاب الصلاة: باب الوتر والنوافل'': مطلب: سنة الضحی، ج۲، ص: ۴۶۵، مكتبہ: زكريا ديوبند)

وابتداؤه من ارتفاع الشمس إلى قبيل زوالها. (حسن بن عمار، مراقي الفلاح مع حاشية الطحطاوي، ''كتاب الصلاة: فصل في تحية المسجد وصلاة الضحیٰ وإحياء الليالي'': ص: ۳۹۵، مكتبہ: شیخ الہند، دیوبند)

''فلايلزم الترتيب إذا ضاق الوقت المستحب حقيقة إذ ليس من الحكمة تفويت الوقتية لتدارك الفائتة''(۱)

الجواب صحیح:
خورشید عالم غفرلہ
مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد احسان غفرلہ (۲۲/۳:۸/۱۴۱۸ھ)
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

رمضان میں مغرب کی نماز تاخیر سے پڑھنا:

(۴) **سوال:** عموماً رمضان شریف میں نماز مغرب میں روزہ داروں کی وجہ سے ۱۰/۱۵/ منٹ کی تاخیر کی جاتی ہے تاکہ سب کو نماز با جماعت مل جائے یہ درست ہے یا نہیں؟

چوں کہ اکثر لوگ مغرب کی اذان پر ہی روزہ کھولتے ہیں تو یہ تاخیر مغرب کی اذان کے بعد کی جاتی ہے۔ کہیں پر یہ بھی ہوتا ہے کہ گھنٹہ بجا کر افطار کرادیا جاتا ہے اور مغرب کی اذان کے فوراً بعد نماز پڑھ لی جاتی ہے اس میں کون سی صورت بہتر ہے؟

فقط: والسلام
المستفتی: محمد شاہد، دہرہ دون

الجواب وباللہ التوفیق: رمضان المبارک کے علاوہ عام دنوں میں اذانِ مغرب کے بعد فوراً جماعت کرنا افضل ہے اس میں اول وقت کی فضیلت بھی ہے اور تکثیر جماعت کی فضیلت کا

---

(۱) ابن عابدين، الدر المختار مع رد المحتار، ''كتاب الصلاة: باب قضاء الفوائت'': مطلب: في تعريف الإعادة، ج۲، ص:۵۲۴-۵۲۵، (مکتبہ: زکریا، دیوبند)

وفي الفتح: ويعتبر الضيق عند الشروع حتى لو شرع في الوقتية مع تذكر الفائتة وأطال حتى ضاق لا يجوز إلا أن يقطعها ثم يشرع فيها، ولو شرع ناسياً والمسألة بحالها فتذكر عند ضيقه جازت. (أيضًا: ج۲، ص: ۵۲۴، مکتبہ: زکریا، دیوبند)

ويسقط الترتيب عند ضيق الوقت........... ولو قدم الفائتة جاز وأثم..... ثم تفسير ضيق الوقت أن يكون الباقي منه ما لا يسع فيه الوقتية والفائتة جميعاً حتى لو كان عليه قضاء العشاء مثلاً، وعلم أنه لو اشتغل بقضائه ثم صلى الفجر تطلع الشمس قبل أن يقعد قدر التشهد، صلى الفجر في الوقت وقضىٰ العشاء بعد ارتفاع الشمس، كذا في التبيين. (جماعة من علماء الهند، الفتاوىٰ الهندية، ''كتاب الصلاة: الباب الحادي عشر في قضاء الفوائت''، ج۱، ص:۱۸۲، مکتبہ: زکریا، دیوبند)

ثواب حاصل ہوجاتا ہے؛ کیوں کہ اذان کے سنتے ہی سب لوگ جمع ہوجاتے ہیں۔

البتہ رمضان کے مہینہ میں چوں کہ روزہ دار نمازی روزہ افطار کر کے مسجد میں آتے ہیں جس میں کچھ وقت ضرور صرف ہوتا ہے پس جماعت میں دس پندرہ منٹ کی تاخیر کردی جائے تاکہ سب ہی نمازی افطار سے فارغ ہوکر جماعت میں شریک ہوسکیں کہ اس تاخیر کی وجہ سے تکثیر جماعت کی فضیلت اور ثواب حاصل ہوگا۔

ہمارے بزرگوں اور اسلاف اکابر علماء کرام کا معمول یہی ہے کہ ایام رمضان میں مغرب کی جماعت میں دس پندرہ منٹ کی تاخیر کرتے ہیں اور فجر کی جماعت میں تعجیل کرتے ہیں تاکہ تکثیر جماعت متحقق ہوجائے۔

البتہ اذانِ مغرب غروب کے فوراً بعد پڑھنی چاہیے کہ جہاں پر سائرن کی آواز یا گھنٹہ یا گولے کی آواز نہ پہونچے وہ لوگ اذان سن کر روزہ افطار کرلیں۔ اور جہاں گھنٹہ، سائرن، وغیرہ کا بہتر نظم ہو، تو وہاں اذان تاخیر سے دی جائے۔ [۱]

فقط: واللہ اعلم بالصواب

الجواب صحیح:
سید احمد علی سعید
مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

کتبہ: محمد عمران دیوبندی غفرلہ (۱۴۱۳/۹/۱۱ھ)
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

مغرب کا آخری وقت اور عشاء کا اول وقت کیا ہے؟

(۵) **سوال:** مغرب کی نماز کا وقت کب تک رہتا ہے اور وقت عشاء کب شروع ہوتا ہے؟

فقط: والسلام
المستفتی: محمد علی، دیوبند

---

(۱) وقال عليه الصلاة السلام: "إن أمتي لن يزالوا بخير ما لم يؤخروا المغرب إلى اشتباك النجوم" مضاهاة لليهود فكان تاخيرها مكروهاً "إلا في يوم غيم" وإلا من عذر سفر أو مرض أوحضور مائدة، والتأخير قليلاً لا يكره. (أحمد بن محمد، حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، "كتاب الصلاة": ج ص:۱۸۳، مکتبہ: شیخ الہند، دیوبند)

قوله:(يكره تنزيهاً) أفاد أن المراد بالتعجيل أن لا يفصل بين الأذان والإقامة بغير جلسة أو سكتة على الخلاف وأن ما في القنية من استثناء التأخير القليل محمولٌ على ما دون الركعتين وأن الزائد على القليل إلى اشتباك النجوم مكروه تنزيهاً وما بعده تحريماً إلا بعذر. (ابن عابدين، الدرالمختار مع رد المحتار، "كتاب الصلاة: مطلب في طلوع الشمس من مغربها": ج ۲، ص: ۲۹، مکتبہ: زکریا، دیوبند)

الجواب وباللہ التوفیق: غروب آفتاب سے لے کر تقریباً ایک سوا گھنٹے تک مغرب کی نماز کا وقت رہتا ہے، مگر احتیاطاً مغرب کی نماز جلد پڑھنی چاہیے، اور ڈیڑھ گھنٹے کے بعد وقت عشاء شروع ہو جاتا ہے۔[1]

فقط: واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد عمران دیوبندی غفرلہ (۷/۱/۱۴۱۵)
نائب مفتی دار العلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:
سید احمد علی سعید
مفتی دار العلوم وقف دیوبند

احناف کے یہاں عصر کا وقت کب ہوتا ہے؟

(۲) **سوال:** عصر کی نماز کا وقت حنفیہ کے یہاں کب سے شروع ہوتا ہے؟

فقط: والسلام
المستفتی: محمد علی، دیوبند

الجواب وباللہ التوفیق: احناف کے نزدیک مفتی بہ قول کے مطابق جب ہر چیز کا سایہ دو مثل ہو جائے تو اس وقت ظہر کا وقت ختم ہو جاتا ہے اور عصر کی نماز کا وقت شروع ہو جاتا ہے جس کو عام زبان میں کہتے ہیں کہ عصر کی نماز مثل ثانی پر پڑھنی چاہئے یہ عصر کی نماز کا وقتِ جواز ہے اور اصفرار شمس سے پہلے پہلے تک عصر کی تاخیر مستحب ہے اور اصفرار تک موخر کرنا مکروہ ہے، اگر کسی وجہ سے عصر کی نماز مثل اول پر پڑھ لے تو نماز ادا ہو جائے گی، اعادہ کی ضرورت نہیں اس لیے کہ صاحبینؒ

---

(۱) ووقت المغرب منه إلى غروب الشفق وهو الحمرة عند هما وبه قالت: الثلاثة وإليه رجع الإمام كما في شروح المجمع وغيرها. (ابن عابدین، الدر المختار مع در المحتار، ''كتاب الصلاة: مطلب في الصلاة الوسطى، ج۲،ص:۱۷)

وقال تلميذه العلامة قاسم في تصحيح القدوري: إن رجوعه لم يثبت. أيضًا.

ووقت المغرب منه إلى غيبوبة الشفق وهو الحمرة عندهما وبه يفتى. (جماعة من علماء الهند، الفتاوىٰ الهندية، ''كتاب الصلوة: الباب الأول: في المواقيت: الفصل الأول: في أوقات الصلاة، ج۱،ص:۱۰۷)

وأول وقت المغرب منه أي غروب الشمس إلى قبيل غروب الشفق (أحمد بن محمد، حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، ''كتاب الصلاة'': ص:۱۷۷، مكتبہ شیخ الہند، دیوبند)

کے نزدیک عصر کی نماز کا وقت مثل اول پر ہی شروع ہو جاتا ہے۔ (۱)

الجواب صحیح:
محمد احسان غفرلہ، محمد عارف قاسمی
محمد اسعد جلال قاسمی، محمد عمران گنگوہی، محمد حسنین ارشد قاسمی
مفتیان دار العلوم وقف دیوبند

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: امانت علی قاسمی
مفتی دار العلوم وقف دیوبند
(۵/۳/۱۴۴۳ھ)

زوال کا وقت کتنی دیر رہتا ہے؟

(۷) **سوال:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: زوال کے وقت کتنی دیر تک نماز مکروہ ہے؟

فقط: والسلام
المستفتی: عبد الرحیم، رنگون

الجواب وباللہ التوفیق: یہ وقت بہت معمولی ہوتا ہے آیا اور گیا اس کو قرار نہیں ہے اس لیے احتیاطاً پانچ منٹ کافی ہیں۔ (۲)

الجواب صحیح:
خورشید عالم غفرلہ
مفتی دار العلوم وقف دیوبند

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد احسان غفرلہ (۸/۳/۱۴۲۰ھ)
نائب مفتی دار العلوم وقف دیوبند

(۱) وقت العصر: من صيرورة الظل مثليه غير فيء الزوال إلى غروب الشمس، هكذا في شرح المجمع. (جماعة من علماء الهند، الفتاوىٰ الهندية، ''كتاب الصلاة: الباب الأول: في المواقيت'': الفصل الأول في أوقات الصلاة، ج ۱، ص: ۱۰۷، مکتبہ: زکریا، دیوبند)

وأول وقت العصر من ابتداء الزيادة على المثل أو المثلين لما قدمناه من الخلاف إلى غروب الشمس على المشهور. (أحمد بن محمد، حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، ''كتاب الصلاة''، ص: ۱۷۷، مکتبہ: شیخ الہند، دیوبند)

(۲) ولا يخفى أن زوال الشمس إنما هو عقيب انتصاف النهار بلا فصل وفي هذا القدر من الزمان لا يمكن أداء صلاة فيه فلعل المراد إنه لا تجوز الصلاة بحيث يقع جزء منها في هذا الزمان أو المراد بالنهار الشرعي وهو من أول طلوع الصبح إلى غروب الشمس وعلى هذا يكون نصف النهار قبل الزوال بزمان يعتد به. (ابن عابدين، الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الصلاة: مطلب: يشترط العلم بدخول الوقت: ج ۲، ص: ۳۱، مکتبہ: زکریا، دیوبند)

عذر کی وجہ سے عید کی نماز تاخیر سے کرنا:

(۸) **سوال**: حضرت مفتی صاحب: مسئلہ دریافت کرنا ہے کہ ہمارے گاؤں میں پکی سڑک ہے بارش ہونے کی وجہ سے عیدگاہ میں کیچڑ اس قدر ہو جاتی ہے کہ وہاں نماز پڑھنا ممکن نہیں ہوتا ہے ایسے ہی مسجد بھی اتنی بڑی نہیں ہے کہ وہاں عید کی نماز ہو سکے، اور اس وقت مسلسل بارش ہو رہی ہے جس بنا پر کئی الگ الگ جماعتیں کرنا بھی ممکن نہیں ہے، تو اس صورت میں عید یا بقر عید کی نماز میں تاخیر کرنا ہم سب کے لیے جائز ہے یا نہیں؟ براہ کرم شرعی رہنمائی فرمائیں۔

فقط: والسلام

المستفتی: محمد عثمان شاہ، علی نگر، آسام

الجواب وباللہ التوفیق: عیدین کی نماز میں تاخیر کرنے کے سلسلے میں تفصیل یہ ہے کہ: بارش یا کسی اور عذر کی وجہ سے عید الفطر کی نماز میں ایک دن تاخیر ہو جائے تو دوسرے دن ادا کر لینا جائز ہے اس کے بعد ادا نہیں کر سکتے جب کہ بقر عید کی نماز اگر دوسرے دن ادا نہ کر سکے تو تیسرے دن بھی ادا کر سکتے ہیں، جیسا کہ علامہ ابن عابدینؒ نے در مختار میں لکھا ہے:

”(وتؤخر بعذر) كمطر (إلى الزوال من الغد فقط)“[۱]

”وتؤخر صلاة عيد الفطر بعذر كأن غم الهلال وشهدوا بعد الزوال أو صلوها في غيم فظهر أنها كانت بعد الزوال فتؤخر إلى الغد فقط لأن الأصل فيها أن لا تقضى كالجمعة إلا أنا تركناه بما روينا من أنه عليه السلام أخرها إلى الغد بعذر ......الخ“[۲]

وفيه أيضاً:

”وتؤخر صلاة عيد الأضحى بعذر لنفي الكراهة وبلا عذر مع الكراهة

---

(۱) ابن عابدين، الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الصلاة: باب العيدين، مطلب: أمر الخليفة لايبقى بعد موته، ج۳، ص:۵۹.

(۲) أحمد بن محمد، حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح: ”كتاب الصلاة: باب أحكام العيدين من الصلاة وغيرها“: ص:۵۳۶.

لمخالفة المأثور إلى ثلاثة أيام"[۱]

الجواب صحیح: فقط: واللہ اعلم بالصواب

محمد احسان غفرلہ، محمد عارف قاسمی، امانت علی قاسمی

محمد اسعد جلال قاسمی، محمد عمران گنگوہی

مفتیان دار العلوم وقف دیوبند

کتبہ: محمد حسنین ارشد قاسمی

نائب مفتی دار العلوم وقف دیوبند

(۲۱/۴/۱۴۴۳ھ)

چھ مہینہ دن و رات والے علاقوں میں نماز کا حکم:

(۹) **سوال:** جس جگہ پر چھ ماہ کا دن اور چھ ماہ کی رات یا کم وبیش ہوتی ہے جیسا کہ ملک ناروے کے بعض حصوں میں ہے۔ وہاں نماز اور روزے کا کیا حکم ہوگا ان کی ادائیگی کس طرح ہوگی؟

فقط: والسلام

المستفتی: قاری زبیر، بلاس روڈ، ممبئی

الجواب وباللہ التوفیق: جن ممالک میں موسم گرما میں آفتاب غروب ہی نہ ہوتا ہو اور موسم سرما میں آفتاب طلوع ہی نہ ہوتا ہو اسی طرح وہ ممالک جہاں مسلسل چھ مہینے رات اور چھ مہینے دن رہتا ہو وہاں کے مسلمانوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ قریب ترین ملک جہاں فرض نمازوں کے اوقات جدا جدا ہوں وہاں کے اوقات نماز کے پیش نظر اپنی پنج وقتہ فرض نمازوں کے اوقات متعین کر لیں اور ہر چوبیس گھنٹے کے اندر پانچوں فرض نمازیں ادا کریں۔ مثلاً اگر قریب ترین معتدل علاقے میں نمازِ مغرب نو بجے ہوتی ہے اور عشاء ساڑھے دس بجے تو اِن میں بھی مغرب اور عشاء بالترتیب ۹ر بجے اور ساڑھے دس بجے پڑھی جائے؛ کیوں کہ اسراء ومعراج والی حدیث میں وارد ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اس امت پر ایک دن اور ایک رات میں پچاس نمازیں فرض کی ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رب سے امت کے لیے تخفیف کرواتے رہے یہاں تک کہ اللہ نے فرمایا: ''اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ایک دن اور رات میں اب یہ کل پانچ نمازیں ہیں اور ہر نماز دس کے برابر ہے گویا یہ پچاس نمازیں ہیں'' اسی طرح ایک حدیث میں آپ نے دجال کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ سورہ کہف

(۱) أحمد بن محمد، حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح: "كتاب الصلاة: باب أحكام العيدين من الصلاة وغيرها"، ص: ۵۳۸.

کی تلاوت کیا کرو یہ تمہیں دجال سے بچائے گی اس پر صحابہؓ نے پوچھا کہ دجال کتنے دن رہے گا آپ نے فرمایا چالیس دن ایک دن ایک سال کے برابر ہوگا ایک دن ایک مہینہ کے برابر ہوگا ایک دن ایک ہفتہ کے برابر ہوگا باقی دن عام دنوں کی طرح ہوں گے اس پر صحابہؓ نے سوال کیا یا رسول اللہ کیا ہمیں ایک دن کی نماز کافی ہوگی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں، بلکہ تم اندازا لگا کر نماز پڑھنا اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ جن علاقوں میں دن اور رات چھ مہینہ کا ہوتا ہے وہاں ایک دن کی نماز کافی نہیں ہوگی، بلکہ قریب ترین ممالک کو دیکھ کر نماز کے اوقات طے کئے جائیں گے۔(۱)

ذکر رسول الله صلى الله عليه وسلم الدجال، فقال: إن يخرج وأنا فيكم فأنا حجيجه دونكم، وإن يخرج ولست فيكم فامرؤ حجيج نفسه، والله خليفتي على كل مسلم، فمن أدركه منكم فليقرأ عليه بفواتح سورة الكهف، فإنها جواركم من فتنته قلنا: وما لبثه في الأرض؟ قال: أربعون يوما: يوم كسنة، ويوم كشهر، ويوم كجمعة، وسائر أيامه كأيامكم فقلنا: يا رسول الله، هذا اليوم الذي كسنة، أتكفينا فيه صلاة يوم وليلة؟ قال: لا اقدروا له قدره"(۲)

"وحاصله أنا لا نسلم لزوم وجود السبب حقيقة بل يكفي تقديره كما في أيام الدجال. ويحتمل أن المراد بالتقدير المذكور هو ما قاله الشافعية من أنه يكون وقت العشاء في حقهم بقدر ما يغيب فيه الشفق في أقرب البلاد إليهم والمعنى الأول أظهر، كما يظهر لك من كلام الفتح الآتي حيث ألحق هذه المسألة

---

(۱) قال الرملي في شرح المنهاج ويجري ذلك فيما لو مكثت الشمس عند قوم مده: اهـ.

قال في إمداد الفتاح قلت: وكذلك يقدر لجميع الآجال كالصوم والزكاة والحج والعدة وآجال البيع والسلم والإجارة وينظر ابتداء اليوم فيقدر كل فصل من الفصول الأربعة بحسب ما يكون كل يوم من الزيادة والنقص كذا في كتب الأئمة الشافعية ونحن نقول بمثله إذ اصل التقدير مقول به اجماعاً في الصلوات. (ابن عابدين، الدر المختار مع رد المحتار، "كتاب الصلاة مطلب: في طلوع من مغربها: ج ۱، ص: ۳۶۵)

(۲) أخرجه أبو داود، في سننه، "كتاب الملاحم: باب خروج الدجال": ج ۲، ص: ۵۹۳، رقم: ۴۳۲۱.

بمسألة أيام الدجال"(۱)

الجواب صحیح:
محمد احسان غفرلہ، محمد عارف قاسمی
محمد اسعد جلال قاسمی، محمد عمران گنگوہی، محمد حسنین ارشد قاسمی
مفتیان دار العلوم وقف دیوبند

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: امانت علی قاسمی
مفتی دار العلوم وقف دیوبند
(۱۴۴۳/۶/۹ھ)

عشا کا وقت شفق احمر کے بعد شروع ہوتا ہے یا شفق ابیض کے بعد؟

(۱۰) **سوال:** احناف کے یہاں وقت عشا کب شروع ہوتا ہے؟ اس کو کس طرح سمجھا جائے؟ غروب آفتاب کے کتنی دیر کے بعد عشاء کی نماز پڑھی جائے؟ میں نے سنا ہے کہ غروب شفق کے بعد عشاء کا وقت شروع ہو جاتا ہے، تو اس شفق سے کون سی شفق مراد ہے؟ شفق احمر یا ابیض؟

فقط: والسلام
المستفتی: رفیق احمد، محلہ مفتی سہارنپور

الجواب وبالله التوفيق: عشا کا وقت غروب شفق سے شروع ہوتا ہے، مگر شفق سے کون سی مراد ہے؟ اس میں اختلاف ہے لغت میں سرخی اور اس سرخی کے بعد کی سفیدی دونوں کو شفق کہتے ہیں۔ علامہ ابن رشد فرماتے ہیں: "**وسبب اختلافهم في هذه المسئلة اشتراك اسم الشفق في لسان العرب فإنه كما أن الفجر في لسانهم فجران كذلك الشفق شفقان: أحمر وأبيض**"(۲)

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ شفق سے وہ شفق (سفیدی) مراد لیتے ہیں جو سرخی کے غائب ہو جانے کے تھوڑی دیر تک رہتی ہے اور یہی راجح اور قابل عمل ہے۔ "**ألشفق البياض الذي بعد الحمرة**"(۳)

---

(۱) ابن عابدين، الدر المختار مع رد المحتار، "كتاب الصلاة: مطلب في فاقد وقت العشاء كأهل بلغار" ج۲،ص:۱۹.

(۲) ابن رشد، بداية المجتهد ونهاية المقتصد: ج۱،ص:۱۰۴. (شاملہ)

(۳) كتاب الأخيار: ج۱،ص:۳۹. (شاملہ)

حدیث شریف میں ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ میں عشا کب پڑھوں؟ تو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "حین أسود الأفق" یعنی جب آسمان کے کنارے سیاہ ہو جائیں اور حدیث مرفوع ہے "یصلي العشاء حین یسود الأفق"(۱) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آسمان کے کنارے سیاہ ہوجانے کے بعد نماز عشاء ادا فرمائی ہے، اسی کو حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے دلیل بنایا ہے اور اسی پر تمام احناف کا عمل ہے۔(۲)

فقط: واللہ اعلم بالصواب

الجواب صحیح: خورشید عالم غفرلہ
مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

کتبہ: محمد احسان غفرلہ (۲۸/۱۰/۱۴۱۸ھ)
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

تہجد کا وقت کب سے کب تک رہتا ہے؟

(۱۱)**سوال:** حضرات مفتیان کرام ایک مسئلہ دریافت کرنا ہے کہ: تہجد کا وقت کب سے شروع ہوتا ہے، اور کب تک رہتا ہے؟ مدلل جواب دے کر ممنون فرمائیں۔

فقط: والسلام

المستفتی: حافظ محمد افضال، سہارنپور

الجواب وباللہ التوفیق: مختار مذہب یہ ہے کہ تہجد کا وقت نصف شب کے بعد شروع

---

(۱)أخرجه أبو داود، في سننه، "كتاب الصلاة: باب في المواقيت": ج۱ص: ۵۷، رقم: ۳۹۴.

(۲)ووقت المغرب منه إلى غيبوبة الشفق وهو الحمرة عندهما وبه يفتى. (جماعة من علماء الهند، الفتاویٰ الهندية، "كتاب الصلاة: الباب الأول: في المواقيت وما يتصل بها، الفصل الأول: في أوقات الصلاة"، ج۱، ص: ۱۰۷)

فقال عروة سمعت بشير بن أبي مسعود يقول سمعت أبا مسعود الأنصارى يقول: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: نزل جبريل عليه السلام فأخبرني بوقت الصلاة فصليت معه ثم صليت معه ثم صليت معه ثم صليت معه ثم صليت معه يحسب بأصابعه خمس صلوات فرأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم يصلي المغرب حين تسقط الشمس ويصلي العشاء حين يسود الأفق. (أخرجه ابوداؤد في سننه، كتاب الصلاة: باب في المواقيت": ج۱ص: ۵۷، رقم: ۳۹۴)

ہوتا ہے خواہ اس سے پہلے سویا ہو یا نہ سویا ہو (سونا شرط نہیں ہے) ہاں سونے کے بعد اٹھ کر پڑھنا بہتر ہے۔ (۱)

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد احسان غفرلہ (۱۰/۱۱/۱۴۱۸ھ)
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:
خورشید عالم غفرلہ
مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

فجر کی نماز غلس میں پڑھے یا اسفار میں؟

(۱۲) **سوال:** فجر کی نماز میں لوگ دیر سے آتے ہیں اور اسفار میں جماعت میں لوگ زیادہ شریک ہوتے ہیں اور وقت کے فوراً بعد میں یعنی اندھیرے میں پڑھنے میں اتنے لوگ جماعت میں شریک نہیں ہو سکتے تو کیا حنفی حضرات بھی غلس میں جماعت کر سکتے ہیں یا نہیں؟

فقط: والسلام
المستفتی: نسیم احمد، منگلور

الجواب وباللہ التوفیق: فجر کی نماز غلس میں پڑھے یا اسفار میں پڑھے دونوں جائز ہیں؛ البتہ احناف کے نزدیک اسفار میں جماعت افضل ہے؛ اس لیے کہ اس وقت میں جماعت میں

---

(۱) عن الحجاج بن عمرو المازني قال: أيحسب أحدكم إذا قام من الليل يصلي حتى يصبح أنه قد تهجد إنما التهجد الصلاة بعد رقدة ثم الصلاة بعد رقدة تلك كانت صلاة رسول الله صلى الله عليه وسلم. (أخرجه الطبراني، في معجمه: ج۸،ص:۲۹۲، رقم: ۸۶۷۰) (شاملہ)

أن صلاة الليل المحثوث عليها هي التهجد وقد ذكر القاضي حسين من الشافعية أنه في الإصطلاح التطوع بعد النوم وأيد بما في معجم الطبراني من حديث الحجاج بن عمرو رضي الله عليه قال: بحسب أحدكم إذا قام من الليل يصلى حتى يصبح أنه قد تهجد إنما التهجد المرء يصلي الصلاة بعد رقدة. (ابن عابدين، رد المحتار على الدر المختار، "كتاب الصلاة: باب الوتر والنوافل، مطلب: في صلاة الليل، ج۲،ص:۴۶۷)

فإن التهجد ما كان بعد نوم قاله علقمة والأسود وإبراهيم النخعي وغير واحد وهو المعروف في لغة العرب وكذلك ثبتت الأحاديث عن رسول الله صلى الله عليه وسلم أنه كان يتهجد بعد نومه عن ابن عباس و عائشة وغير واحد من الصحابة رضي الله عنهم كما هو مبسوط في موضعه ولله الحمد والمنه. (ابن كثير، تفسير ابن كثير، "سورة بنى إسرائيل": ج۵،ص:۱۰۳)

کثرت ہوتی ہے اور رمضان کے ماہ میں چوں کہ لوگ اذان کے فوراً بعد آجاتے ہیں؛ اس لیے کثرت جماعت کی وجہ سے غلس میں احناف کے نزدیک بھی افضل ہوگی۔ (۱)

فقط: واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد احسان غفرلہ (۱۰/۱۱/۱۴۱۸ھ)
نائب مفتی دار العلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:
خورشید عالم غفرلہ
مفتی دار العلوم وقف دیوبند

طلوع آفتاب کا اعلان جائز ہے یا نہیں؟

(۱۳) **سوال**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: طلوعِ آفتاب کا اعلان جائز ہے یا نہیں؟

فقط: والسلام
المستفتی: محمد جمال الدین، سہارنپور

الجواب وباللہ التوفیق: لوگوں میں نماز کی طرف سے تساہل عام ہوتا جا رہا ہے طلوعِ آفتاب وغیرہ کے اوقات کا پورا خیال نہیں رہتا، اگر طلوعِ آفتاب کے وقت نماز پڑھی جائے، تو وہ نماز ادا نہیں ہوتی جب کہ نماز پڑھنے والا یہ سمجھتا ہے کہ میری نماز ادا ہوگئی ہے اس لیے نماز کو فساد

---

(۱) "يستحب الإسفار" و هو التأخير للإضائة بالفجر بحيث لو ظهر فسادها أعادها بقرائة مسنونة قبل طلوع الشمس لقوله صلى الله عليه وسلم: أسفروا بالفجر فإنه أعظم للأجر. (أحمد بن محمد، حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، "كتاب الصلاة: باب المواقيت": ج۱،ص:۱۸۰)

والإسفار بصلاة الفجر أفضل من التغليس بها في السفر والحضر والصيف والشتاء في حق جميع الناس إلا في حق الحاج بمزدلفة فإن التغليس بها أفضل في حقه. (الكاساني، بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع: كتاب الصلاة: الأوقات المستحبة، ج۱،ص:۳۲۲)

فلو اجتمع الناس اليوم أيضا في التغليس لقلنا به أيضا: كما في مبسوط السرخسي في باب التيمم أنه يستحب التغليس في الفجر والتعجيل في الظهر إذا اجتمع الناس. (الكشميري، فيض الباري، "كتاب مواقيت الصلاة: باب وقت الفجر": ج۲،ص:۱۷۷)

سے بچانے کے لیے اس اعلان میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ (۱)

الجواب صحیح:
خورشید عالم غفرلہ
مفتی دار العلوم وقف دیوبند

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد احسان غفرلہ (۴/۱۰: ۱۴۲۰ھ)
نائب مفتی دار العلوم وقف دیوبند

طلوعِ آفتاب کے وقت قضاء نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

(۱۴) **سوال:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین مفتیان کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: سورج طلوع کے وقت قضاء نماز پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

فقط: والسلام
المستفتی: محمد عظیم، مرادآباد

الجواب وباللہ التوفیق: سورج طلوع کے وقت کوئی بھی نماز ادا نہیں ہوتی، اس لیے قضاء بھی اس وقت پڑھنی جائز نہیں۔ (۲)

الجواب صحیح:
خورشید عالم غفرلہ
مفتی دار العلوم وقف دیوبند

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد احسان غفرلہ
نائب مفتی دار العلوم وقف دیوبند
(۵/۸: ۱۴۲۰ھ)

---

(۱) عن موسیٰ بن علي عن ابیه، قال: سمعت عقبة بن عامر الجهني يقول ثلاث ساعات كان رسول الله صلى الله عليه وسلم ينهانا أن نصلي فيهن أو أن نقبر فيهن موتانا حين تطلع بازغة حتى ترتفع وحين يقوم قائم الظهيرة حتى تميل الشمس وحين تضيف الشمس للغروب حتى تغرب. (أخرجه مسلم، في صحيحه: كتاب المساجد، ومواضع الصلاة: باب الأوقات التي نهي عن الصلاة فيها، ج۱، ص: ۲۳۵، رقم: ۸۳۱؛ وأحمد بن حنبل في مسند: ج۴، ص: ۱۵۲، رقم: ۱۷۴۱۵)؛ وعن ابن عمر أن رسول الله صلى الله عليه وسلم: قال لا يتحرى أحدكم فيصلي عند طلوع الشمس ولا عند غروبها. (أخرجه البخاري، في صحيحه ''كتاب مواقيت الصلاة: باب لاتتحرى الصلاة قبل غروب الشمس'' ج۱، ص: ۸۲، رقم: ۵۸۵)؛ وعن ابن عمر رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إذا طلع حاجب الشمس فأخرو الصلاة حتى ترتفع إذا غاب حاجب الشمس فأخرو الصلاة حتى تغيب. (أخرجه البخاري، في صحيحه، ''كتاب مواقيت الصلوة: باب الصلوة بعد الفجر حتى ترتفع الشمس'': ج۱، ص: ۸۲، رقم: ۵۸۳)

(۲) ثلاث ساعات لا تجوز فيها المكتوبة ولا صلاة الجنازة ولا سجدة التلاوة، (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر:)

فجر کا وقت کب تک رہتا ہے؟

(۱۵) **سوال:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: فجر کا وقت کب تک رہتا ہے؟ ”بینوا وتوجروا“

فقط: والسلام
المستفتی: محمد زبیر

الجواب وبالله التوفيق: فجر کا وقت طلوع آفتاب یعنی سورج کا کنارہ ظاہر ہونے پر ختم ہوتا ہے، اس سے پہلے باقی رہتا ہے۔ طلوع آفتاب کا وقت مساجد میں لگے ٹائم ٹیبل میں عموماً موجود ہوتا ہے، اس سے مدد لے سکتے ہیں۔[1]

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد اسعد جلال قاسمی
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند
(۲۷/۷: ۱۴۳۶ھ)

الجواب صحیح:
محمد احسان غفرلہ، محمد عارف قاسمی
محمد عمران گنگوہی
مفتیان دارالعلوم وقف دیوبند

(پچھلے صفحہ کا حاشیہ:) إذا طلعت الشمس حتى ترتفع وعند الانتصاف إلى أن تزول وعند إحمرارها إلى أن تغيب إلا عصر يومه ذلك فإنه يجوز أدائه عند الغروب. (جماعة من علماء الهند، الفتاوى الهندية، ”كتاب الصلاة: الباب الأول، في المواقيت وما يتصل بها، الفصل الثالث: في الأوقات التى لاتجوز فيها الصلاة وتكره فيها“: ج۱، ص: ۱۰۸، مکتبہ: زکریا، دیوبند)

ثلاثة أوقات لا يصح فيها شيء من الفرائض والواجبات التي لزمت في الذمة قبل دخولها أي الأوقات المكروهة أولها عند طلوع الشمس إلى أن ترتفع وتبيض قدر رمح أو رمحين. (أحمد بن محمد، حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، ”كتاب الصلاة، فصل في الأوقات المكروهة“: ص: ۱۸۵-۱۸۶، مكتبه: شيخ الهند، ديوبند)؛ ثلاثة يكره فيها التطوع والفرض وذلك عند طلوع الشمس ووقت الزوال وعند غروب الشمس إلا عصر يومه فإنها لا يكره عند غروب الشمس. (عالم بن علاء الحنفي، الفتاوىٰ التاتارخانيه، ”كتاب الصلاة: الفصل الأول، المواقيت، نوع آخر: في بيان الأوقات التى يكره فيها الصلاة“: ج۲، ص: ۱۳-۱۴، مکتبہ: زکریا، دیوبند)

(۱) وقت الفجر: من الصبح الصادق وهو البياض المنتشر في الأفق إلى طلوع الشمس. (جماعة من علماء الهند، الفتاوى الهندية، ”كتاب الصلاة: الباب الأول، في المواقيت وما يتصل بها“ الفصل الأول، في أوقات الصلاة: ج ۱، ص: ۱۰۷، مکتبہ: زکریا، دیوبند)؛ وآخره (إلى قبيل طلوع الشمس) لقوله عليه السلام وقت صلاة الفجر ما لم يطلع قرن الشمس الأول. (أحمد بن محمد، حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، ”كتاب الصلاة“: ص: ۱۷۵، مکتبہ: شیخ الہند، دیوبند)

وآخر وقت الفجر حين تطلع الشمس فإذا طلعت الشمس خرج وقت الفجر. (عالم بن علاء الحنفي، الفتاوىٰ التاتارخانية، ”كتاب الصلاة: الفصل الأول، في المواقيت“: ج۲، ص: ۴، مکتبہ: زکریا، دیوبند)

عصر کی نماز مثل اول پر پڑھنا:

(۱۶) **سوال:** سعودی عرب میں تمام وقت کی نمازیں اول وقت میں ہوتی ہیں، عصر کی نماز کا وقت حنفی مسلک کے مطابق اس وقت نہیں ہوتا جب یہاں نماز ہوتی ہے، تو کیا اس نماز کو باجماعت ادا نہ کر کے مؤخر کر کے حنفی وقت کے مطابق (انفرادی یا اجتماعی) ادا کی جا سکتی ہے؟

بقیہ نمازیں تو امام حرم کی اقتدا میں اول وقت میں ہی ادا کی جارہی ہیں۔

فقط: والسلام
المستفتی: محمد غلام رسول، کشمیر

الجواب وباللہ التوفیق: عصر کی نماز کا وقت احناف کے مفتی بہ قول کے مطابق مثلین کے بعد شروع ہوتا ہے؛ البتہ صاحبین کے نزدیک مثل اول کے بعد شروع ہو جاتا ہے، اگر چہ صاحبین کا قول مفتی بہ نہیں ہے تاہم ضرورت وحاجت کی وجہ سے اگر عصر کی نماز مثل اول میں پڑھ لے تو نماز درست ہو جاتی ہے، اس لیے کہ بعض مشائخ نے اس پر فتویٰ دیا ہے۔ حرمین کا مسئلہ خاص فضیلت کا حامل ہے، اس لیے حرمین میں عصر کی نماز جماعت کے ساتھ مثل اول پر ہی پڑھنی چاہئے جماعت ترک کر کے مثلین پر انفرادی یا اجتماعی طور پر پڑھنا مناسب نہیں ہے۔(۱)

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: امانت علی قاسمی
مفتی دار العلوم وقف دیوبند
(۹/۵/۱۴۴۳ھ)

الجواب صحیح:
محمد احسان غفرلہ، محمد عارف قاسمی
محمد اسعد جلال قاسمی، محمد عمران گنگوہی، محمد حسنین ارشد قاسمی
مفتیان دار العلوم وقف دیوبند

---

(۱) ووقت العصر: من صيرورة الظل مثليه غير فيء الزوال إلى غروب الشمس، هكذا في ''شرح المجمع''. (جماعة من علماء الهند، الفتاویٰ الهندية، ''كتاب الصلاة: الباب الأول، في المواقيت وما يتصل بها'' الفصل الأول، في أوقات الصلاة: ج۱، ص:۱۰۷، مکتبہ: زکریا، دیوبند)

وأما أول وقت العصر فعلى الإختلاف الذي ذكرنا في آخر وقت الظهر حتى روي عن أبي يوسف أنه قال: خالفت أبا حنيفة في وقت العصر، فقلت: أوله إذا زاد الظل على قامة اعتماداً على الآثار التي جائت وآخره حين تغرب الشمس عندنا. (الكاساني، بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع، ''كتاب الصلاة: فصل في شرائط الأركان، معرفة الزوال ووقت العصر'': ج۱، ص:۳۱۹، مکتبہ: زکریا، دیوبند)

احناف کے نزدیک اوقات مستحبہ کیا ہیں؟

(۱۷) **سوال**: حضرات علمائے دین شرع متین مسئلہ دریافت کرنا ہے کہ: احناف کے یہاں نمازوں میں اوقاتِ مستحبہ کیا ہیں؟ نیز احناف کے یہاں کون کون سی نمازوں میں تاخیر کرنا یا تعجیل کرنا افضل ہے؟ جواب مدلل دے کر ممنون فرمائیں۔

فقط: والسلام

المستفتی: محمد قمرالدین، دیناجپور

الجواب وبالله التوفيق: واضح رہے کہ احناف کے یہاں نمازوں میں اوقاتِ مستحبہ کے سلسلے میں تاخیر یا تعجیل مطلقاً نہیں ہے؛ بلکہ اس میں تفصیل ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ نماز فجر وقتِ اسفار میں پڑھنا افضل ہے؛ جب کہ ظہر کی نماز کے سلسلے میں کچھ تفصیلات ہیں۔ احناف کے نزدیک گرمیوں کے موسم میں ظہر کی نماز میں تاخیر کرنا اور سردیوں کے موسم میں تعجیل کر کے پڑھنا افضل ہے۔ عصر کی نماز گرمی اور سردی دونوں موسم میں تاخیر کر کے پڑھنا افضل ہے؛ ہاں عصر کی نماز میں اتنی تاخیر نہ ہو کہ سورج کا رنگ متغیر اور زرد ہو جائے، مغرب کی نماز میں ہمیشہ تعجیل افضل ہے۔ عشاء کی نماز کو رات کے تہائی حصہ تک مؤخر کر کے ادا کرنا حنفیہ کے نزدیک افضل ہے، تاہم آسمان اگر ابر آلود ہو، تو اس صورت میں عصر اور عشاء دونوں نمازوں کو مقدم یعنی تعجیل کر کے اور باقی نمازوں کو تاخیر کر کے پڑھنا افضل ہے جیسا کہ علامہ ابن عابدین نے لکھا ہے:

"(والمستحب) للرجل (الابتداء) في الفجر (بإسفار والختم به) هو المختار بحيث يرتل أربعين آية ثم يعيده بطهارة لو فسد. وقيل يؤخر جدا؛ لأن الفساد موهوم (إلا لحاج بمزدلفة) فالتغليس أفضل كمرأة مطلقا. وفي غير الفجر الأفضل لها انتظار فراغ الجماعة (وتأخير ظهر الصيف) بحيث يمشي في الظل (مطلقا) كذا في المجمع وغيره: أي بلا اشتراط، (و) تأخير (عصر) صيفا وشتاء توسعة للنوافل (ما لم يتغير ذكاء) بأن لا تحار العين فيها في الأصح (و) تأخير (عشاء إلى ثلث الليل والمستحب تعجيل ظهر شتاء) يلحق به الربيع، وبالصيف الخريف (و)

تعجیل (عصر وعشاء یوم غیم،و) (وتأخیر غیرهما فیه)"[۱]

الجواب صحیح:
محمد احسان غفرلہ، محمد عارف قاسمی، امانت علی قاسمی
محمد اسعد جلال غفرلہ، محمد عمران گنگوہی
مفتیان دارالعلوم وقف دیوبند

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد حسنین ارشد قاسمی
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند
(۲۲/۱۲/۱۴۴۲ھ)

آندھی طوفان کی وجہ سے حنفی امام کا جمع بین الصلا تین کرنا:

(۱۸)**سوال:** قطر میں اس وقت تیز آندھی وغیرہ چل رہی ہے؛ اس لیے یہاں کی مساجد میں جمع بین الصلا تین ہورہا ہے میں چوں کہ امام ہوں؛ اس لیے مجھے ایک وقت میں دونوں نمازیں پڑھانی پڑتی ہیں؛ اس لیے کہ یہ سرکاری حکم ہے جس کی پابندی ہمارے اوپر لازم ہے، مغرب کی نماز یہاں پندرہ منٹ بعد شروع ہوتی ہے اس طرح دس منٹ نماز میں لگتے ہیں پھر اس کے بعد عشاء کی نماز ہوتی ہے ایسی صورت میں میری عشاء کی نماز کا کیا حکم ہے کیا مجھے نماز قضاء کرنی ہوگی؟

فقط: والسلام
المستفتی: مولانا نفیس، مقیم حال قطر

الجواب وباللہ التوفیق: احناف کے یہاں جمع بین الصلا تین حقیقی حج کے موقع پر عرفہ اور مزدلفہ کے علاوہ جائز نہیں ہے؛ اس لیے اگر کسی نے ایسا کیا تو جو نماز وقت سے پہلے ہوئی ہے وہ فاسد ہوگی اور اس کی قضاء کرنی لازم ہوگی، صورت مسؤلہ میں چوں کہ آپ امام ہیں اور آپ کے ساتھ عذر ہے اور عذر کی صورت میں علامہ شامی نے جمع بین الصلا تین کی گنجائش دی ہے؛ اس لیے کہ اگر آپ کی نماز ہی درست نہ ہو، تو پھر سب کی نماز نہیں ہوگی اس لیے ایسی صورت میں بقول علامہ شامی جمع کی گنجائش ہے۔ آپ کی نماز ہوگئی ہے قضا کی ضرورت نہیں۔ حدیث شریف میں ہے:

"ما رأیت النبي صلی اللہ علیه وسلم صلی صلاة بغیر (لغیر) میقاتها إلا صلاتین جمع بین المغرب والعشاء وصلی الفجر قبل میقاتها"[۲]

---

(۱) ابن عابدین، الدر المختار مع رد المحتار، "کتاب الصلاة": ج۲،ص:۲۴-۲۹، مکتبہ زکریا، دیوبند۔
(۲) أخرجه البخاري، في صحیحه، "کتاب الصلاة: باب من یصلي الفجر بجمع": ج۱،ص:۱۶۶، رقم:۱۶۸۲۔

ترمذی کی حدیث ہے: ''من جمع بين الصلاتين من غير عذر فقد أتى بابا من أبواب الكبائر''(۱)

فتاوی شامی میں ہے: (ولا جمع بين فرضين في وقت بعذر) سفر ومطر..... وما رواه محمول على الجمع فعلاً لا وقتاً (فإن جمع فسد لو قدم) الفرض على وقته (وحرم لو عكس) أي أخره عنه (وإن صح) بطريق القضاء (إلا لحاج بعرفة ومزدلفة). ولا بأس بالتقليد عند الضرورة لكن بشرط أن يلتزم جميع ما يوجبه ذلك الإمام لما قدمنا أن الحكم الملفق باطل بالإجماع. وفي رد المحتار: ظاهره أنه عند عدمها لا يجوز، وهو أحد قولين. والمختار جوازه مطلقا ولو بعد الوقوع كما قدمناه في الخطبة ط. وأيضاً عند الضرورة لا حاجة إلى التقليد كما قال بعضهم: مستندا لما في المضمرات: المسافر إذا خاف اللصوص أو قطاع الطريق ولا ينتظره الرفقة جاز له تأخير الصلاة؛ لأنه بعذر، ولو صلى بهذا العذر بالإيماء وهو يسير جاز. لكن الظاهر أنه أراد بالضرورة ما فيه نوع مشقة. تأمل''(۲)

فقط: واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: امانت علی قاسمی

مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

(۹/۵/۱۴۴۳ھ)

الجواب صحيح:

محمد احسان غفرلہ، محمد عارف قاسمی، محمد عمران گنگوہی

محمد اسعد جلال قاسمی، محمد حسنین ارشد قاسمی

مفتیان دارالعلوم وقف دیوبند

جمعہ کے دن زوال کا وقت:

(۱۹) **سوال**: کا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام مسئلہ ذیل کے بارے میں:

کیا جمعہ کے دن زوال نہیں ہوتا ہے اگر ہوتا ہے تو حدیث سے مضبوط دلیل درکار ہے؟ مفصل

---

(۱) أخرجه الترمذي، في سننه،''أبواب الصلاة: باب ماجاء في الجمع بين الصلاتين'': ج۱،ص:۴۸، رقم:۱۸۸.

(۲) ابن عابدين، الدر المختار مع رد المحتار،''كتاب الصلاة: يشترط العلم بدخول الوقت'': ج۲،ص:۴۵ تا ۴۷، زکریا، دیوبند.

جواب دے کر عند اللہ ماجور اور عند الناس مشکور ہوں۔

فقط: والسلام

المستفتی: احقر عبد الحسیب، غازی آباد

الجواب وباللہ التوفیق: جمعہ کی نماز کا وقت وہی ہے جو ظہر کا وقت ہے اور جس طرح عام دنوں میں زوال کا وقت ہوتا ہے اسی طرح جمعہ میں بھی زوال کا وقت ہوتا ہے اور جمعہ کے دن بھی زوال (نصف النہار) کے وقت نماز مکروہ ہے۔ روایت سے ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن زوال کے بعد نماز پڑھتے تھے۔

”أن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يصلي الجمعة حين تميل الشمس“[1]

ابن بطال رحمۃ اللہ علیہ نے شرح بخاری میں اس پر اجماع نقل کیا ہے کہ جمعہ کا وقت وہی ہے جو ظہر کا وقت ہے۔

”وأجمع الفقهاء على أن وقت الجمعة بعد زوال الشمس إلا ما روي عن مجاهد أنه قال: جائز أن تصلي الجمعة في وقت صلاة العيد؛ لأنها صلاة عيد“[2]

ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فتح الباری میں اس پر تفصیلی کلام کیا ہے اور ثابت کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کی نماز زوال کے بعد ہی پڑھتے تھے اور جن روایتوں سے زوال کے سے پہلے پڑھنے کا وہم ہوتا ہے اس کا جواب بھی انہوں نے دیا ہے۔

”أن النبي صلى الله عليه وسلم كان يصلي الجمعة حين تميل الشمس فيه إشعار بمواظبته صلى الله عليه وسلم على صلاة الجمعة إذا زالت الشمس، وأما رواية حميد التي بعد هذا عن أنس رضي الله عنه كنا نبكر بالجمعة ونقيل بعد الجمعة فظاهره أنهم كانوا يصلون الجمعة باكر النهار لكن طريق الجمع أولى من

---

(۱) أخرجه البخاري، في صحيحه، ”كتاب الجمعة: باب ما جاء في وقت الجمعة، إذا زالت الشمس“: ج۱، ص: ۱۲۳، رقم: ۹۰۴، مکتبہ فیصل، دیوبند۔

(۲) ابن بطال أبو الحسن علي بن خلق بن عبد الملك، شرح صحيح البخاري لابن بطال، ”باب ما جاء في وقت الجمعة إذا زالت“: ج۲، ص: ۴۶۷. (شاملہ)

دعوى التعارض وقد تقرر فيما تقدم أن التبكير يطلق على فعل الشيء في أول وقته أو تقديمه على غيره وهو المراد هنا والمعنى أنهم كانوا يبدؤن بالصلاة قبل القيلولة بخلاف ما جرت به عادتهم في صلاة الظهر في الحر ''[1]

فقط: واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: امانت علی قاسمی

مفتی دار العلوم وقف دیوبند

(۴/۵ :۱۴۴۲ھ)

الجواب صحیح:

محمد احسان غفرلہ، محمد عارف قاسمی

محمد اسعد جلال قاسمی، محمد عمران گنگوہی، محمد حسنین ارشد قاسمی

مفتیان دار العلوم وقف دیوبند

طبی عملہ کے لیے جمع بین الصلاتین کا حکم:

(۲۰) **سوال:** کیا طبی عملہ کے لیے جمع بین الصلاتین کی اجازت ہے؟ اس وقت کرونا کی وجہ سے طبی عملہ کو بہت زیادہ کام کرنا پڑتا ہے اور بہت زیادہ احتیاط سے کام کرنا پڑتا ہے، اس پورے اوقات کار میں وضو کو بچانا بہت مشکل ہوتا ہے اور وضو کے لیے کپڑے کو تبدیل کرنا پڑتا ہے؛ اس لیے کہ بہت مخصوص کپڑے میں اس وقت وہ علاج ومعالجہ میں مصروف ہیں کیا ایسی مجبوری میں جمع بین الصلاتین کی گنجائش ہوسکتی ہے؟

فقط: والسلام

المستفتی: محمد عبد اللہ، ممبئی

الجواب وباللہ التوفیق: نماز کے سلسلے میں اصل تو یہی ہے کہ ہر نماز کو اس کے وقت میں ادا کیا جائے۔ ﴿اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا﴾[2]

حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے کہا تھا ''صلّ الصلاة لوقتها''[3] نماز کو اپنے وقت میں پڑھو؛ اس لیے اصل تو یہی ہے کہ نماز کو اپنے وقت میں ادا

(۱) ابن حجر العسقلاني، فتح الباري، ''كتاب الجمعة: باب وقت الجمعة'': ج ۲، ص: ۴۷۵، ۴۷۷، مکتبہ شیخ الہند، دیوبند۔

(۲) سورة النساء: ۱۰۳۔

(۳) عن أبي ذر رضي الله عنه، قال لي قال رسول الله: ''كيف أنت إذا كانت عليك أمراء يؤخرون الصلاة عن وقتها؟- أو- يميتون الصلاة عن وقتها؟'' قال: قلت: فما تأمرني؟ قال: ''صل الصلاة لوقتها، فإن أدركتها معهم، فصل، فإنها لك نافلة'' ولم يذكر خلف عن وقتها. (أخرجه مسلم، في صحيحه، ''كتاب المساجد (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر:)

کیا جائے؛ لیکن اگر مجبوری اور عذر ہو، تو احناف کے نزدیک جمع صوری کی اجازت ہے؛ اس لیے طبی عملہ اگر ہر نماز کو اپنے وقت میں پڑھنے میں دشواری محسوس کریں، تو وقتی طور پر جمع بین الصلاتین صوری کر سکتے ہیں اس طور پر ظہر کی نماز آخری وقت میں پڑھیں اور عصر کی نماز اول وقت میں، اسی طرح مغرب کی نماز آخری وقت میں اور عشاء کی نماز اول وقت میں پڑھ لیں نمازیں حقیقت میں اپنے اپنے وقت میں ہی پڑھی جائیں گی لیکن جمع کی سی صورت ہو جائے گی۔

''ولكن حملناه على الجمع الصوري حتى لا يعارض الخبر الواحد الآية القطعية وهو قوله تعالىٰ: ﴿حافظوا على الصلوات﴾ أي أدوها في أوقاتها..... وما قلناه هو العمل بالآية والخبر وما قالوه يؤدي إلى ترك العمل بالآية ''[1]

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: امانت علی قاسمی
مفتی دار العلوم وقف دیوبند
(۲۴/۱/۱۴۴۱ھ)

الجواب صحیح :
محمد احسان غفرلہ، محمد عارف قاسمی
محمد اسعد جلال قاسمی، محمد عمران گنگوہی، محمد حسنین ارشد قاسمی
مفتیان دار العلوم وقف دیوبند

احناف کے نزدیک عصر کی نماز میں کتنی تاخیر ہونی چاہیے؟

(۲۱) **سوال**: حضرات علمائے دین ومفتیان عظام پوچھنا یہ ہے کہ: علمائے احناف عصر کی نماز سردی اور گرمی دونوں موسم میں تاخیر سے پڑھنے کو افضل کہتے ہیں؛ لیکن یہ تاخیر کتنی ہونی چاہیے؟ اس سلسلے میں شرعی رہنمائی فرما دیں تا کہ عوام کے لیے آسانیاں پیدا ہو جائیں، امید ہے کہ مسئلہ کا

(پچھلے صفحہ کا حاشیہ:) ومواضع الصلاة: باب كراهية تاخير الصلاة عن وقتها، ج۱،ص:۲۳۰،رقم:۶۲۸)

عن عبد الله رضي الله عنه، قال: ما رأيت النبي صلى الله عليه وسلم صلى صلاة لغير ميقاتها، إلا صلاتين: جمع بين المغرب والعشاء، وصلى الفجر قبل ميقاتها. (أخرجه البخاري، في صحيحه،''كتاب المناسك: باب متى يصلي الفجر بجمع'':ج۱،ص:۲۲۸،رقم:۱۶۲۸،مکتبہ فیصل، دیوبند)

عن ابن عباس رضي الله عنه، عن النبي صلى الله عليه و سلم قال: من جمع بين الصلاتين من غير عذر فقد أتى بابا من أبواب الكبائر. (أخرجه الترمذي، في سننه،''ابواب الصلاة: باب ما جاء في الجمع بين الصلاتين'':ج۱،ص:۴۸،رقم:۱۸۸)

(۱) العيني، عمدة القاري شرح صحيح البخاري،''باب الجمع في السفر بين المغرب والعشاء'':ج۱۱،ص:۲۱۰. (شاملہ)

جواب مدلل دیں گے۔

فقط: والسلام
المستفتی: محمد رضوان اللہ، بنگلور

الجواب وبالله التوفيق: صورت مسئولہ کے سلسلے میں علامہ حصکفی نے لکھا ہے:

”وأخر العصر إلى اصفرار ذكاء“(۱)

مذکورہ عبارت کی روشنی میں یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ نماز عصر کو احناف کے یہاں تاخیر سے پڑھنا مستحب ہے؛ لیکن اتنی تاخیر کرنا کہ سورج زرد ہوجائے، فقہاء نے اس کو مکروہ تحریمی لکھا ہے؛ اس لیے سورج پر زردی کے آثار ظاہر ہونے سے قبل ہی عصر کی نماز سے فارغ ہوجانا چاہئے۔ جیسا کہ فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

”ويستحب تأخير العصر في كل زمان ما لم تتغير الشمس والعبرة لتغير القرص الخ“(۲)

فقط: واللہ اعلم بالصواب
كتبه: محمد حسنین ارشد قاسمی
نائب مفتی دار العلوم وقف دیوبند
(۲۲/۱۲/۱۴۴۲ھ)

الجواب صحيح:
محمد احسان غفرلہ، محمد عارف قاسمی، امانت علی قاسمی
محمد اسعد جلال قاسمی، محمد عمران گنگوہی
مفتیان دار العلوم وقف دیوبند

غروب آفتاب کے ایک گھنٹہ بعد عشاء کی نماز پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

(۲۲) **سوال:** غروب آفتاب کے ایک گھنٹہ کے بعد عشاء کی نماز پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

فقط: والسلام
المستفتی: مظفر حسین، کشمیری

---

(۱) ابن عابدين، الدر المختار مع رد المحتار، ”كتاب الصلاة: مطلب: في طلوع الشمس من مغربها، ج۲، ص:۲۷.

(۲) جماعة من علماء الهند، الفتاوىٰ الهندية، ”كتاب الصلاة: الفصل الثاني: في بيان فضيلة الأوقات“ ج۱، ص:۱۰۸.

الجواب وباللہ التوفیق: غروب کے ڈیڑھ گھنٹہ (شفق ابیض کے غروب ہونے کے بعد) عشاء کی نماز پڑھنی چاہئے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا یہی مسلک ہے۔ اور اگر کوئی مجبوری ہو تو ایک گھنٹہ (شفق احمر کے غروب کے) بعد بھی پڑھی جاسکتی ہے یہ صاحبین رحمہما اللہ کا مسلک ہے۔ اور اگر کوئی مجبوری نہ ہو تو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک پر عمل کرنا چاہئے۔[1]

الجواب صحیح:
خورشید عالم غفرلہ
مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد احسان غفرلہ (۲۶/۱۱/۱۴۱۹ھ)
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

نمازِ مغرب کا مستحب وقت کیا ہے؟

(۲۳) **سوال:** اکثر لوگوں کو مغرب کا مستحب وقت معلوم نہیں ہوتا آپ بتلائیں کہ وقت مستحب کب سے کب تک ہے؟ اور مکروہ وقت کب سے کب تک ہوتا ہے؟

فقط: والسلام
المستفتی: حافظ بشیر احمد، کرنال

الجواب وباللہ التوفیق: سورج کے غروب ہونے کے بعد آسمان کے کناروں پر جو سرخی رہتی ہے۔ اس کو شفق کہتے ہیں جب تک یہ سرخی موجود رہے جو تقریباً غروب سے ایک گھنٹہ تک رہتی ہے۔ اس وقت تک مغرب کی نماز ہوسکتی ہے۔[2] بعض لوگوں میں یہ مشہور ہے کہ ذرا سا اندھیرا

(۱) وأخر وقتها ما لم يغب الشفق أي الجزء الكائن قبيل غيبوبة الشفق من الزمان وهو أي المراد بالشفق هو البياض الذي في الأفق الكائن بعد الحمرة التي تكون في الأفق عند أبي حنيفة وقالا أي أبو يوسف ومحمد رحمهما الله وهو قول الأئمة الثلثة ورواية اسد بن عمرو عن أبي حنيفة أيضاً المراد بالشفق هو الحمرة نفسها لا البياض الذي بعدها. (إبراهيم الحلبي، حلبي كبيري: ص: ۲۰۰، مکتبہ، دارالکتاب، دیوبند؛ ابن عابدين، الدر المختار مع رد المحتار، "کتاب الصلاة، مطلب: في الصلاة الوسطى": ج ۲، ص: ۱۸، مکتبہ، زکریا، دیوبند)
(۲) أيضًا.

ہوا تو وقت مغرب ختم ہوگیا یہ غلط ہے البتہ قصداً نماز مغرب میں تاخیر کرنا مکروہ ہے۔[1] تاہم اگر شفق سرخ کے غروب ہونے سے پہلے پڑھ لے تو مغرب کی نماز ادا ہو جائے گی۔

الجواب صحیح: فقط: واللہ اعلم بالصواب

خورشید عالم غفرلہ — **کتبہ**: محمد احسان غفرلہ (۲۵/۱۲/۱۴۱۹ھ)

مفتی دارالعلوم وقف دیوبند — نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

عصر کے فرض سے پہلے نوافل پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

(۲۴)**سوال**: اذان عصر کے بعد سنت مستحبہ سے قبل یا بعد میں نوافل پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

فقط: والسلام

المستفتی: عبدالرحمٰن، دیوبند

الجواب وبالله التوفيق: اذان عصر کے بعد فرائض کے ادا کرنے سے پہلے عصر کی سنت مستحبہ اور دیگر نوافل ادا کر سکتے ہیں۔[2]

الجواب صحیح: فقط: واللہ اعلم بالصواب

سید احمد علی سعید — **کتبہ**: محمد عمران دیوبندی غفرلہ (۵/۴/۱۴۱۴ھ)

مفتی اعظم دارالعلوم وقف دیوبند — نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

عشاء کی نماز ۱۲ ربجے رات اداء ہوگی یا قضاء:

(۲۵)**سوال**: زید بعد نمازِ مغرب اکثر سو جاتا ہے اور نماز عشاء اکثر ۱۲ بجے یا ایک بجے

---

(۱) ويستحب أيضاً تعجيل المغرب في كل الأزمنة إلا يوم الغيم كما في الصحيحين. (إبراهيم الحلبي، حلبي كبيري: ص: ۲۰۵، دارالکتاب، دیوبند)

(۲) ويجوز التطوع قبل العصر. (فخر الدين حسن بن منصور، فتاویٰ قاضي خان: كتاب الصلاة، باب الأذان، ج۱، ص: ۴۹، زکریا دیوبند)

ويستحب أيضاً عند نا تاخير العصر في كل الأزمنة إلا يوم الغيم ما لم تتغير الشمس، وذلك ليتوسع وقت النوافل، إذا التنفل بعد أداء ها مكروه. (إبراهيم الحلبي، حلبي كبيري: ص: ۲۰۴)

رات میں ادا کرتا ہے اس کا یہ عمل کیسا ہے؟ یہ نماز وقت عشاء میں اداء شمار ہوگی یا نہیں؟

فقط: والسلام
المستفتی: آفاق احمد، دیوبند

الجواب وباللہ التوفیق: زید کی یہ نماز ادا ہے، قضاء نہیں ہے؛ کیوں کہ عشاء کا وقت طلوع فجر تک رہتا ہے؛ البتہ آدھی رات سے زیادہ تاخیر کرنا مکروہ ہے؛[1] اس لیے آدمی رات سے پہلے عشاء کی نماز پڑھ لیا کریں، تاکہ کراہت نہ ہو نیز عشاء اداء کرنے سے پہلے سونا مکروہ ہے۔

''عن أبي برزة رضي اللہ عنه، أن رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم کان یکره النوم قبل العشاء والحدیث بعدها''[2]

نیز زید کا ترک جماعت کرنا سخت گناہ ہے زید کو چاہئے کہ عشاء کی نماز با جماعت ادا کرے اور پھر سو جائے۔[3]

الجواب صحیح:
سید احمد علی سعید
مفتی اعظم دارالعلوم وقف دیوبند

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد عمران دیوبندی غفرلہ (۱۸/۱/۱۴۱۲ھ)
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

مغرب وعشاء میں کتنا وقفہ ہونا چاہئے؟

(۲۶) **سوال**: ہندوستان بہت بڑا ملک ہے یہاں پر نماز مغرب اور نماز عشاء میں کس قدر فصل ہونا چاہئے، برسات میں سفیدی یا سرخی ظاہر نہیں ہوتی، اذانِ عشاء کا وقت مغرب کے کتنی دیر

(۱) وتاخیرها إلی ما بعده أي بعد نصف اللیل إلی طلوع الفجر مکروه إذا کان بغیر عذر. (إبراهیم الحلبي، حلبي کبیري: ص: ۲۰۶)

(۲) أخرجه البخاري، في صحیحه، کتاب مواقیت الصلوۃ ''باب ما یکره من النوم قبل العشاء'': ج ۱، ص: ۸۰، رقم: ۵۶۸، مکتبہ فیصل، دیوبند۔

(۳) قال رسول اللہ ﷺ: من سمع المنادی فلم یمنعه من اتباعه عذر قالوا: وماالعذر؟ قال: خوف أو مرض لم تقبل منه الصلاة التی صلی. (أخرجه أبو داود، في سننه، کتاب الصلاۃ، في التشدید في ترک الجماعة، ج: ۱، ص: ۱۵۱)

بعد رکھنا چاہئے؟ شرعی حکم سے آگاہ فرمائیں۔

فقط: والسلام
المستفتی: سلامت علی، نوگزہ پیر، سہارنپور

الجواب وباللہ التوفیق: صورت مسئول عنہا میں بالعموم سورج کے غروب سے ڈیڑھ گھنٹہ بعد نماز عشاء کا وقت ہوتا ہے فی زمانہ اپنے علاقہ کے معتبر جنتریوں میں وقت دیکھ کر مقرر کرلیا جائے اس طرح سفیدی یا سرخی کے دیکھنے کی ضرورت ہی نہیں پڑے گی۔[1]

الجواب صحیح:　　　فقط: واللہ اعلم بالصواب
سید احمد علی سعید　　　**کتبہ:** محمد عمران دیوبندی غفرلہ (۱۹/۱/۲/۱۴۱ھ)
مفتی اعظم دارالعلوم وقف دیوبند　　　نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

شافعی مسجد میں حنفی عالم نماز عصر شافعی وقت میں پڑھا سکتا ہے یا نہیں؟

(۲۷) **سوال:** سوال یہ ہے کہ شافعی مسجد میں، وقت شافعی میں، نماز عصر حنفی عالم کا پڑھنا یا کبھی کبھی امام بن کر نماز پڑھا دینا کیسا ہے؟ نماز ہوگی یا نہیں؟

فقط: والسلام
المستفتی: محمد ابراہیم، کیرانوی

الجواب وباللہ التوفیق: افضل تو یہی ہے کہ ظہر کی نماز مثل اول میں پڑھے اور عصر کی دو مثل ہونے کے بعد پڑھے البتہ دفع نزاع اور رفع ضرر کی وجہ سے صاحبینؒ کے قول پر عمل کیا جاسکتا ہے یعنی ہر چیز کا سایہ ایک مثل ہونے کے بعد نماز عصر پڑھنا درست ہے۔ پس صورت مسئولہ

(۱) وقت المغرب منه إلى غيبوبة الشفق وهو الحمرة عندهما وبه يفتى هكذا في شرح الوقاية وعند أبي حنيفة الشفق هو البياض الذي يلى الحمرة هكذا في القدوري وقولهما أوسع للناس وقول أبي حنيفة رحمه الله أحوط ......وقت العشاء والوتر من غروب الشفق إلى الصبح.(جماعة من علماء الهند، الفتاوىٰ الهندية، "كتاب الصلاة، الباب الأول في مواقيت الصلاة وما يتصل بها": الفصل الأول في أوقات الصلاة: ج۱، ص: ۱۰۷، ۱۰۸)
ويقل رعاية أوقاتها أي بعدم ظهور الشمس أو التوقيت بالساعات الفلكية ونحو ذلك. (ابن عابدين، الدر المختار مع رد المحتار، "كتاب الصلاة، مطلب: يشترط العلم بدخول الوقت": ج۲، ص: ۲۹، مکتبہ زکریا، دیوبند)

عنہا میں مذکورہ حنفی امام کا ایک مثل بعد نماز عصر پڑھانا فرض کی ادائیگی کے لیے کافی ہے۔(۱)

الجواب صحیح: فقط: واللہ اعلم بالصواب

سید احمد علی سعید **کتبہ:** محمد عمران دیوبندی غفرلہ (۲۵/۲/۱۴۱۲ھ)

مفتی اعظم دار العلوم وقف دیوبند نائب مفتی دار العلوم وقف دیوبند

نمازوں کو مقررہ وقت سے تاخیر کر کے پڑھنا:

(۲۸) **سوال:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: امام صاحب روزانہ تمام نمازیں مقررہ وقت سے تاخیر کر کے پڑھاتے ہیں جس کی وجہ سے مقتدیوں کو دقت ہوتی ہے کیا امام صاحب کے لیے تاخیر کرنا درست ہے؟

فقط: والسلام

المستفتی: محمد جاوید صدیقی، دہلی

الجواب وباللہ التوفیق: نماز وقت مقررہ پر پڑھانی چاہئے اتفاقاً کبھی کچھ تاخیر ہوجائے تو کوئی حرج نہیں؛ لیکن تاخیر کی عادت بنا لینا قطعاً درست نہیں ہے اس سے مقتدیوں

---

(۱)وقد قال في البحر لا يعدل عن قول الإمام إلى قولهما أو قول أحدهما إلا لضرورة من ضعف دليل أو تعامل بخلافه كالمزارعة و إن صرّح المشايخ بأن الفتوىٰ على قولهما كما هنا قوله: (وعليه عمل الناس اليوم)أي في كثير من البلاد والأحسن مافي السراج عن شيخ الإسلام أن الاحتياط أن لا يؤخر الظهر إلى المثل وأن لا يصلى العصر حتى يبلغ المثلين ليكون مؤدّيا للصلاتين في وقتهما بالإجماع. (ابن عابدين، الدر المختار مع رد المحتار،''كتاب الصلاة، مطلب: في تعبده عليه السلام قبل البعثة'': ج ۲،ص: ۱۵، زکریا، دیوبند)

أول وقت الظهر إذا زالت الشمس وأخر وقتها عند أبي حنيفةؒ إذا صار ظل كل شيء مثليه سوى فيء الزوال وقالا إذا صار الظل مثله وهو رواية عن أبي حنيفةؒ. (المرغيناني،الهداية: كتاب الصلاة، باب المواقيت، ج۱، ص:۸۱،دار الکتاب، دیوبند)

وقت الظهر من الزوال إلى بلوغ الظل مثليه سوى الفيء كذا في الكافي ...... إلى أن قال...... الاحتياط أن يصلى الظهر قبل صيرورة الظل مثله ويصلى العصر حين يصير مثليه ليكون الصلاتان في وقتيهما بيقين. (جماعة من علماء الهند، الفتاوىٰ الهندية، ''الباب الأول في المواقيت وما يتصل بها، الفصل الأول في أوقات الصلاة'': ج۱،ص:۱۰۷، مکتبہ فیصل، دیوبند)

کو پریشانی ہوگی۔ (۱)

الجواب صحیح: فقط: واللہ اعلم بالصواب

خورشید عالم غفرلہ **کتبہ:** محمد احسان غفرلہ

مفتی دارالعلوم وقف دیوبند نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

مغرب کا وقت کب ختم ہوتا ہے؟

(۲۹) **سوال:** زید مغرب کے وقت کے بارے میں کہتا ہے کہ جب سورج کی روشنی ختم ہوجاتی ہے تب اس پر سرخی آجاتی ہے۔ جو کہ غروب کی دلیل ہے، سرخی آتے ہی مغرب کا وقت شروع ہوجاتا ہے اور سرخی جیسے ہی ختم ہوتی ہے مغرب کا وقت بھی ختم ہوجاتا ہے اور یہ حدیث دلیل میں پیش کرتے ہیں ''لقوله عليه السلام لا يزال أمتي بخير ما يعجلوا المغرب واخروا العشاء'' (قدوری، ص: ۲۰) وعن رافع بن خديج قال كنا نصلي المغرب مع رسول الله صلى الله عليه وسلم فينصرف احدنا وإنه ليبصر مواقع نبله'' (صحیح بخاری: ج ۱، ص: ۱۱۶، رقم: ۵۵۹) پس دریافت یہ کرنا ہے کہ مذکورہ بالا قول مع دلائل درست ہے یا نہیں اور قول صحیح کیا ہے؟

فقط: والسلام

المستفتی: محمد یحییٰ، مظفرنگر

الجواب وباللہ التوفیق: سورج غروب ہوتے ہی سورج کی روشنی ختم ہوجاتی ہے، مغرب کا وقت شروع ہوجاتا ہے پھر سرخی کے بعد ایک سفیدی ظاہر ہوجاتی ہے اس سفیدی کے ختم ہونے تک مغرب کا وقت باقی رہتا ہے۔ امام ابوحنیفہؒ کا یہ ہی مسلک ہے۔ علامہ ابن نجیم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ اسی پر فتویٰ ہے سوال میں جو مذکور ہے کہ سرخی ختم ہوتے ہی مغرب کا

(۱) فالحاصل أن التاخير القليل لإعانة أهل الخير غير مكروه. (ابن عابدين، رد المحتار على الدر المختار، ''كتاب الصلاة'': باب صفة الصلاة، مطلب: في إطالة الركوع للجائي، ج ۲، ص: ۱۹۹.

وقت ختم ہوجاتا ہے یہ صاحبین امام ابویوسف وامام محمد رحمہما اللہ کا مسلک ہے؛ لیکن احناف کے یہاں اس پر فتویٰ نہیں ہے۔(۱)

''ووقت المغرب إذا غربت الشمس وآخر وقتها ما لم يغب الشفق...... ولنا قوله عليه السلام أول وقت المغرب حين تغرب الشمس وآخر وقتها حين يغيب الشفق...... ثم الشفق هو البياض الذي في الأفق بعد الحمرة عند أبي حنيفة الخ''(۲)

الجواب صحیح: فقط: واللہ اعلم بالصواب

سید احمد علی سعید — **کتبہ:** محمد احسان غفرلہ (۱۴۱۶/۱۱/۸ھ)

مفتی اعظم دارالعلوم وقف دیوبند — نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

سردی اور گرمی میں اشراق کا وقت ایک رہتا ہے یا بدلتا رہتا ہے؟

(۳۰) **سوال:** اشراق کا وقت سورج کے طلوع کے ۲۰/منٹ بعد سے شروع ہوتا ہے تو کتنے منٹ تک باقی رہے گا اور سردی گرمی اور بارش میں یہ وقت ایک ہی رہتا ہے یا بدلتا رہتا ہے؟ دونوں سوالوں کا جواب عنایت فرمائیں؟

فقط: والسلام

المستفتی: محمد ابراہیم، مہاراشٹر

الجواب وباللہ التوفیق: آفتاب نکل جانے کے بعد مطلع سے ایک نیزہ کی مقدار اوپر آجائے تو اشراق کا وقت شروع ہوجاتا ہے یعنی سورج طلوع ہونے کے تقریباً ۲۰/منٹ بعد

---

(۱) فثبت أن قول الإمام هو أصح ومشى عليه في البحر مؤيدا له بما قدمناه عنه من أنه لا يعدل عن قول الإمام إلا لضرورة. (ابن عابدين، رد المحتار مع الدر المختار: ''كتاب الصلاة، مطلب: في الصلاة الوسطى'' ج۲، ص:۱۷، مکتبہ، زکریا، دیوبند)

(۲) المرغيناني، الهداية،''كتاب الصلاة، باب المواقيت'': ج۱، ص:۸۲،۸۱، ط: یاسر ندیم، اینڈ کمپنی، دیوبند۔

شروع ہو جاتا ہے، موسم کے اعتبار سے بدلتے سورج کے طلوع اور غروب کا وقت بدلتا رہتا ہے اس لیے اشراق کے اوقات بھی اسی اعتبار سے رہیں گے۔ وقت اشراق کے ایک گھنٹہ بعد تک اشراق پڑھی جا سکتی ہے۔ بعد میں چاشت کا وقت شروع ہو جاتا ہے۔ (۱)

فقط: واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: سید احمد علی سعید (۴/۱۱/۱۴۰۶ھ)

مفتی اعظم دار العلوم وقف دیوبند

عیدین کی نماز کا آخری وقت کیا ہے؟

(۳۱) **سوال**: عید کی نماز اپنے وقت پر نہیں پڑھی گئی طوفان آنے کی وجہ سے یا تیز بارش ہونے کی وجہ سے آدمی عید گاہ وقت پر نہیں جا سکا؛ لیکن دوپہر تک بارش ختم ہوگئی تو کیا دوپہر کے بعد عید کی نماز ادا کی جا سکتی ہے؟ یا اگلے روز پڑھی جا سکتی ہے یا نہیں؟

فقط: والسلام

المستفتی: عبد القادر، نیپال

---

(۱) ﴿يُسَبِّحْنَ بِالْعَشِيِّ وَالْإِشْرَاقِ﴾ أي وقت الإشراق، قال ثعلب: يقال شرقت الشمس إذا طلعت وأشرقت إذا أضائت وصفت فوقت الإشراق وقت ارتفاعها عن الأفق الشرعي وصفاء شعاعها. (علامه آلوسي، روح المعاني، ''سورة ص'': ج ۱۳، ص: ۱۶۷)

وعن أنس رضي الله عنه، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من صلى الفجر في جماعة ثم قعد يذكر الله حتى تطلع الشمس ثم صلى ركعتين كانت له كأجر حجة وعمرة. (أخرجه الترمذي، في سننه، ''أبواب السفر: باب ما ذكر مما يستحب من الجلوس في المسجد بعد صلاة الصبح حتى تطلع الشمس'': ج ۱، ص: ۱۳۰، رقم: ۵۸۶، مکتبہ، دار الکتاب، دیوبند)

وقال الطيبي: أي ثم صلى بعد أن ترتفع الشمس قدر رمح حتى يخرج وقت الكراهة، وهذه الصلاة تسمى صلاة الإشراق. (ملا علي قاري، مرقاة المفاتيح: ''كتاب الصلاة، باب الذكر بعد الصلاة، الفصل الثاني، ج ۳، ص: ۴۵، رقم: ۹۷۱، مکتبہ فیصل، دیوبند)

ما دامت العين لا تحار فيها فهي في حكم الشروق. (ابن عابدين، رد المحتار على الدر المختار، ''كتاب الصلاة، مطلب: يشترط العلم بدخول الوقت'': ج ۲، ص: ۳۰)

الجواب وباللہ التوفیق: عید کی نماز کا وقت آفتاب کے اونچا ہو جانے کے بعد سے زوال سے پہلے تک ہے اور مذکورہ صورت میں عید کا وقت چوں کہ نکل چکا ہے اس لیے یہ نماز اگلے دن اسی نماز کے وقت میں ادا کی جائے گی دو پہر بعد ادا کرنا جائز نہیں ہوگا۔[1]

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد عمران دیوبندی غفرلہ (۵/۷/۱۴۱۲ھ)
نائب مفتی دار العلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:
سید احمد علی سعید
مفتی اعظم دار العلوم وقف دیوبند

چاشت کا وقت اور رکعتیں:

(۳۲) **سوال:** کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: چاشت کی نماز کا وقت کیا ہے اور اس کی کتنی رکعتیں ہیں؟

فقط: والسلام
المستفتی: عبد الستار صاحب، دیوبند

الجواب وباللہ التوفیق: چاشت کی نماز کا وقت سورج طلوع ہونے سے زوال تک ہے؛ لیکن افضل یہ ہے کہ ایک چوتھائی دن گذرنے کے بعد پڑھے یعنی سورج طلوع ہونے اور زوال کے درمیان (ایک چوتھائی دن) سے شروع ہو کر زوال تک رہتا ہے؟ اس کی چار رکعتیں ہیں دو بھی پڑھ سکتے ہیں زیادہ پڑھنی چاہیں تو بارہ رکعت پڑھ سکتے ہیں۔ جیسا کہ درمختار میں ہے:

”وندب أربع فصاعداً في الضحیٰ علی الصحیح من بعد الطلوع إلی الزوال ووقتها المختار بعد ربع النهار وفي المنية أقلها ركعتان وأكثرها اثنتا عشر

(۱) خرج عبد الله بن بسر صاحب رسول الله صلى الله عليه وسلم مع الناس في يوم عيد فطر أو أضحى، فأنكر إبطاء الامام، فقال: إنا كنا قد فرغنا ساعتَنا هذه، وذلك حين التسبيح. (أخرجه أبو داؤد، في سننه: "كتاب الصلاة، باب صلاة العيدين، باب وقت الخروج إلى العيد"، ج۱، ص:۱۶۱، رقم:۱۱۳۵)

يستحب تعجيل الإمام الصلاة في أول وقتها في الأضحى وتأخيرها قليلا عن أول وقتها في الفطر بذلك كتب رسول الله صلى الله عليه وسلم إلى عمرو بن حزم وهو بنجران عجل الأضحى وأخر الفطر قيل ليؤدى الفطر ويعجل إلى التضحية. (أحمد بن محمد، حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، "كتاب الصلاة: باب الجمعة"، ص:۱۲۵)

وأوسطها ثمان وهو أفضلها كما في الذخائر الأشرفية لثبوته بفعله الخ‘‘(۱)

الجواب صحيح: فقط: واللہ اعلم بالصواب

خورشید عالم غفرلہ **کتبہ:** محمد احسان غفرلہ (۲۱/۳/۱۴۱۹ھ)

مفتی دارالعلوم وقف دیوبند نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

جمعہ کی نماز میں تعجیل افضل ہے یا تاخیر؟

(۳۳) **سوال:** حضرت مفتی صاحب: ہمارے یہاں جمعہ کا خطبہ ایک بجے ہے جب کہ بعض لوگوں کی رائے ہو رہی ہے کہ دو بجے خطبہ ہو، آپس میں اختلاف ہو رہا ہے، مسئلہ دریافت کرنا ہے کہ جمعہ کی نماز اول وقت میں ادا کی جائے یا دیر سے؟ اس مسئلہ میں حنفی مسلک میں افضل کیا ہے؟ براہ کرم جلد از جلد قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب دے کر مشکور فرمائیں۔

فقط: والسلام

المستفتی: محمد باقر علی، مرادآباد

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حنفی مسلک میں جمعہ کی نماز میں تعجیل کرنا افضل ہے البتہ نمازیوں کی تعداد اور سہولت کے پیش نظر باہم مشورہ سے کچھ تاخیر بھی ہو جائے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، واضح رہے کہ ظہر کی نماز موسم گرما میں تاخیر سے ادا کرنا مستحب ہے، جمعہ میں

---

(۱) ابن عابدين، رد المحتار على الدر المختار، ’’كتاب الصلاة: باب الوتر والنوافل، مطلب: سنة الضحى‘‘: ج۲،ص:۴۶۵.

عن أنس رضي الله عنه، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من صلى الفجر في جماعة ثم قعد يذكر الله حتى تطلع الشمس، ثم صلى ركعتين كانت له كأجر حجة وعمرة، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: تامة تامة تامة. (أخرجه الترمذي، في سننه: ’’أبواب الصلاة‘‘: باب ما ذكر مما مستحب من الجلوس في المسجد، ج۱،ص:۱۳۰، رقم:۵۸۶)

(و) ندب (أربع فصاعدا في الضحى) على الصحيح من بعد الطلوع إلى الزوال ووقتها المختار بعد ربع النهار. وفي المنية: أقلها ركعتان وأكثرها اثنتا عشر، وأوسطها ثمان وهو أفضلها كما في الذخائر الأشرفية، لثبوته بفعله وقوله عليه الصلاة والسلام. (ابن عابدين، رد المحتار على الدر المختار، ’’كتاب الصلوة: باب الوتر والنوافل‘‘ مطلب: سنة الضحى، ج۲،ص:۴۶۵)

تاخیر کرنا مستحب نہیں ہے بلکہ جمعہ میں تعجیل افضل ہے جیسا کہ احادیث سے بھی ثابت ہے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک روایت نقل کی ہے۔

”عن أنس بن مالك رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم، كان يصلي الجمعة حين تميل الشمس“(۱)

”(وجمعة كظهر أصلا واستحبابا) في الزمانين؛ لأنها خلفه“. وقال ابن عابدين رحمه الله: (واستحبابا في الزمانين) أي الشتاء والصيف، لكن جزم في الأشباه من فن الأحكام أنه لا يسن لها الإبراد .... وقال الجمهور: ليس بمشروع؛لأنها تقام بجمع عظيم،فتأخيرها مفض إلى الحرج ولا كذلك الظهر وموافقة الخلف لأصله من كل وجه ليس بشرط“(۲)

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد حسنین ارشد قاسمی
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند
(۹/۴/۱۴۴۳ھ)

الجواب صحیح:
محمد احسان غفرلہ، محمد عارف قاسمی امانت علی قاسمی
محمد اسعد جلال قاسمی، محمد عمران گنگوہی
مفتیان دارالعلوم وقف دیوبند

طلوع شمس کا وقت کیا ہے؟

(۳۴)**سوال**: طلوع شمس کا متعینہ وقت کتنا ہے، آج کے زمانہ کے اعتبار سے کتنے منٹ ہے؟

فقط: والسلام
المستفتی: محمد ارشد، دیوبند

الجواب وباللہ التوفیق: طلوع شمس کا وقت بہت کم اور معمولی ہوتا ہے احتیاطاً پانچ منٹ کافی ہیں اس سے زیادہ کی ضرورت نہیں ہے۔ الا یہ کہ گھڑیوں کے اختلاف کی وجہ سے دو چار

---

(۱) أخرجه البخاري، في صحيحه، ”كتاب الجمعة: باب وقت الجمعة إذا زالت الشمس“: ج ۱، ص: ۱۲۳، رقم: ۹۰۴، مکتبہ فیصل، دیوبند۔

(۲) ابن عابدين، رد المحتار على الدر المختار، ”كتاب الصلاة: مطلب: في طلوع من مغربها“: ج ۲، ص: ۲۵، ۲۶، مکتبہ زکریا، دیوبند۔

منٹ احتیاطاً مزید کردیے جائیں۔[1]

الجواب صحیح: فقط: واللہ اعلم بالصواب

خورشید عالم غفرلہ **کتبہ:** محمد احسان غفرلہ (۱۰/۵/۱۴۲۰ھ)

مفتی دار العلوم وقف دیوبند نائب مفتی دار العلوم وقف دیوبند

کن اوقات میں قضا نماز جائز ہے اور کن میں نہیں؟

(۳۵) **سوال:** حضرت مفتی صاحب: عرض ہے کہ میری زندگی میں کئی نمازیں مجھ سے چھوٹ گئی ہیں، میں چاہتی ہوں کہ اب ان نمازوں کی قضا کروں؛ اس لیے مسئلہ پوچھنا ہے کہ میں ان نمازوں کو کن اوقات میں قضاء کروں؟ اور میرے لیے کن اوقات میں قضاء کرنا جائز نہیں ہے؟

فقط: والسلام

المستفتیہ: محصنہ خاتون، بیکا، دربھنگہ

الجواب وباللہ التوفیق: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو تین اوقات میں نماز پڑھنے سے منع کیا ہے، ایک طلوع شمس کے وقت یہاں تک کہ سورج اچھی طرح نکل جائے دوسرے نصف النہار (زوال) اور تیسرا غروبِ آفتاب (سورج کے غروب) کے وقت، ان تینوں وقتوں کے علاوہ قضاء نمازوں کے لیے کوئی خاص وقت متعین نہیں ہے۔ آپ ان کے علاوہ باقی تمام اوقات میں جس وقت چاہیں قضاء نماز پڑھ سکتی ہیں، شریعت مطہرہ آپ کو اس کی اجازت دیتی ہے جیسا کہ علامہ کاسانی نے بدائع الصنائع میں تحریر فرمایا ہے۔

”ليس للقضاء وقت معين بل جميع الأوقات وقت له إلا ثلاثة: وقت طلوع الشمس ووقت الزوال ووقت الغروب، فإنه لا يجوز القضاء في هذه الأوقات لما مر

---

(۱) وقت الفجر من الصبح الصادق ..... إلى طلوع الشمس..... إذا طلعت الشمس حتى ترتفع. (جماعة من علماء الهند، الفتاوىٰ الهندية، ”كتاب الصلاة، الباب الأول في المواقيت ومايتصل بها: الفصل الأول و الفصل الثالث: ج۱، ص: ۱۰۷، زکریا، دیوبند)

ما لم ترتفع الشمس قدر رمح فهي في حكم الطلوع. (ابن عابدين، رد المحتار على الدر المختار، ”كتاب الصلاة، مطلب: يشترط العلم بدخول الوقت“: ج۲، ص: ۳۰، ۳۱، زکریا، دیوبند)

أن من شأن القضاء أن يكون مثل الفائت والصلاة في هذه الأوقات تقع ناقصة والواجب في ذمته كامل، فلا ينوب الناقص عنه''[۱]

''إن رسول الله صلى الله عليه وسلم نهى عن الصلاة في ثلاث ساعات: عند طلوع الشمس حتى تطلع ونصف النهار وعند غروب الشمس''[۲]

مراقی الفلاح میں ہے:

''ثلاثة أوقات لا يصح فيها شيء من الفرائض والواجبات التي لزمت في الذمة قبل دخولها، عند طلوع الشمس إلى أن ترتفع و عند استوائها إلى أن تزول وعند إصفرارها إلى أن تغرب''[۳]

خلاصہ: مذکورہ عبارتوں کی روشنی میں یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ تین اوقات کے علاوہ دیگر اوقات میں سے آپ کسی وقت بھی قضاء نماز پڑھ سکتی ہیں، ان تینوں اوقات میں ایسے فرائض وواجبات ادا کرنا درست نہیں، جو ان اوقات کے داخل ہونے سے قبل لازم ہو گئے تھے، جیسا کہ در مختار میں لکھا ہے:

''وجميع أوقات العمر وقت القضاء إلا الثلاثة المنهية''[۴]

''قوله: ''إلا الثلاثة المنهية'': وهي الطلوع والاستواء والغروب''[۵]

فقط: واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد حسنین ارشد قاسمی

نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

(۱۴۴۲/۱۲/۲۵ھ)

الجواب صحیح:

محمد احسان غفرلہ، محمد عارف قاسمی، امانت علی قاسمی

محمد اسعد جلال قاسمی، محمد عمران گنگوہی

مفتیان دارالعلوم وقف دیوبند

---

(۱) الكاساني، بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع، ''كتاب الصلاة، كيفية قضاء الصلوات'': ج۱، ص:۵۶۲، دارالکتاب، دیوبند.

(۲) سليمان بن أحمد الطبراني، المعجم الأوسط، '''': ج۵، ص:۵۳. (شاملہ)

(۳) حسن بن عمار، مراقي الفلاح شرح نور الايضاح، ''كتاب الصلاة: فصل في الأوقات المكروهة'': ج۱، ص: ۱۸۵-۱۸۶، دارالکتاب، دیوبند.

(۴) ابن عابدين، رد المحتار على الدر المختار، ''كتاب الصلاة: باب قضاء الفوائت، مطلب: في تعريف الإعادة'': ج۲، ص:۵۲۴، زکریا، دیوبند. (۵) أيضًا.

رمضان میں فجر کی نماز میں تعجیل کیوں کی جاتی ہے؟

(۳۶) **سوال:** احناف کے نزدیک فجر میں تاخیر مستحب ہے تو پھر رمضان میں تعجیل کیوں کی جاتی ہے؟ اس کی وجہ سے مقتدیوں کے درمیان اختلاف ہو رہا ہے اس صورت میں کیا کیا جائے؟ رہنمائی فرمائیں۔

فقط: والسلام
المستفتی: حافظ قربان علی

الجواب وبالله التوفیق: فجر کی نماز کے لیے وہی وقت بہتر ہے جس وقت عموماً نماز ہوتی ہے یعنی تاخیر سے جماعت ہونا افضل ہے؛ لیکن رمضان المبارک میں سحری کے بعد عام طور پر نیند آتی ہے اس کے بعد نماز کے وقت پر اٹھنا مشکل ہوتا ہے اور نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بعض لوگوں کی جماعت ہی نکل جاتی ہے؛ اس لیے اذان کے فوراً بعد نماز پڑھ لی جاتی ہے، اس صورت میں جماعت میں زیادہ لوگ شریک ہو جاتے ہیں اور یہ ہی مطلوب ہے، یہ صورت لوگوں کو سمجھا دی جائے کہ لوگوں کی جماعت میں زیادہ سے زیادہ شرکت ہونی چاہئے اس کے بعد باہمی مشورے سے جو صورت طے ہو اس پر عمل کیا جائے اگر پھر بھی اختلاف ہو تو جو رائے اکثر کی ہو اس پر عمل کیا جائے، رہا لوگوں کا برا کہنا تو اس کا خیال نہ کیا جائے ایسا کون ہے جس کو سبھی اچھا کہیں صبر سے کام لیا جائے یہ بھی باعث اجر ہے۔[1]

فقط: واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد احسان غفرلہ (۱۴۲۵/۱/۱۲ھ)
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:
خورشید عالم غفرلہ
مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

---

(۱) عن أنس بن مالك رضي الله عنه أن زيد بن ثابت حدثه أنهم تسحّروا مع النبي صلى الله عليه وسلم ثم قاموا إلى الصلوٰة قلت كم بينهما، قال قدر خمسين أو ستين يعني آية. (أخرجه البخاري، في صحيحه، ''كتاب الصلاة، باب وقت الفجر'': ج۱، ص:۸۱، رقم:۵۷۵، مکتبہ: نعیمیہ، دیوبند)

فلو اجتمع الناس اليوم أيضاً في التغليس لقلنا به أيضاً كما في مبسوط السرخسي في باب التيمم أنه يستحب التغليس في الفجر والتعجيل في الظهر إذا اجتمع الناس. (الكشميري، فيض الباري شرح البخاري، ''كتاب مواقيت الصلاة، باب وقت الفجر'': ج۲، ص:۱۷۷، رقم:۵۷۶، مکتبہ شیخ الہند، دیوبند)

قوله كنت اتسحر في أهلي ثم يكون سرعة بي أن أدرك صلاة الفجر مع رسول الله صلى الله عليه وسلم ولعل هذا التغليس كان في رمضان خاصة وهكذا ينبغي عندنا إذا اجتمع الناس وعليه العمل في دار العلوم بديوبند من عهد الأكابر. (الكشميري، فيض الباري شرح البخاري، ''كتاب مواقيت الصلاة، باب وقت الفجر'': ج۲، ص:۱۷۸، رقم:۵۷۷، مکتبہ: شیخ الہند، دیوبند)

ظہر کی نماز دھوپ میں اداء کرنا:

(۳۷) **سوال:** سردی کے موسم میں مسجد کے محراب کو چھوڑ کر صحن مسجد میں دھوپ میں ظہر کی نماز ادا کرنے کی عام عادت بن گئی ہے؛ اسی بنا پر ہم نے اپنی مسجد کے امام صاحب کو بھی مصلی اٹھا کر صحن مسجد میں دھوپ میں ظہر کی نماز ادا کرنے کو کہا؛ لیکن امام صاحب نے کہا کہ حضرت مفتی صاحب نے بتایا کہ بلا ضرورت شدیدہ محراب سے مصلیٰ اٹھانا جائز نہیں ہے، غلط ہے۔ ظہر میں نسبتاً سردی کم ہوتی ہے دوسرے اوقات سے اور عصر میں سردی زیادہ ہے ظہر سے عشاء میں سردی زیادہ ہے مغرب سے فجر میں سردی زیادہ ہے تمام اوقات سے ان اوقات میں کہاں جاؤ گے، بھائیو! شریعت کو اپنے تابع مت بناؤ؛ بلکہ خود شریعت کے تابع ہو جاؤ یہ کہہ کر امام صاحب نے اندر محراب میں ظہر کی نماز ادا کرائی؛ حالاں کہ مقتدی حضرات دھوپ میں نماز پڑھنے کے خواہش مند تھے اس بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

فقط: والسلام

المستفتی: حاجی صحافت، مظفرنگر

الجواب وباللہ التوفیق: اگر صحنِ مسجد مسجد کے اندر داخل ہے تو اس میں نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور اگر صحن کا حصہ مسجد شرعی سے باہر ہے تو اندر ہی پڑھنا اولیٰ ہے۔ تاہم بلا وجہ محراب چھوڑ کر ادھر ادھر جماعت مناسب نہیں ہے۔ (۱)

فقط: واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد اسعد جلال قاسمی (۲۸/۴/۱۴۴۰ھ)

نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:

محمد احسان غفرلہ، محمد عارف قاسمی

مفتیان دارالعلوم وقف دیوبند

---

(۱) وفناء المسجد له حكم المسجد. (البحر الرائق، ''كتاب الصلاة، باب الإمامة: ج۱، ص: ۶۳۵، مکتبہ دارالکتاب، دیوبند)

السنة أن يقوم في المحراب ليعتدل الطرفان، ولو قام في أحد جانبي الصف يكره، ولو كان المسجد الصيفي بجنب الشتوي وامتلأ المسجد يقوم الإمام في جانب الحائط ليستوي القوم من جانبيه. (ابن عابدين، رد المحتار، ''كتاب الصلاة: باب الإمامة، مطلب: هل الإساء ة دون الكراهة أو أفحش منها؟'': ج۲، ص: ۳۱۰؛ وهكذا في البحر الرائق، ''كتاب الصلاة: باب الإمامة'': ج۱، ص: ۶۳۵، مکتبہ زکریا دیوبند)

کیا طلوع آفتاب کے تین منٹ بعد تک نماز فجر پڑھ سکتے ہیں؟

(۳۸) **سوال**: بعض حضرات کا کہنا ہے کہ نماز آفتاب طلوع ہونے کے تین منٹ بعد بھی پڑھ سکتے ہیں لہٰذا قضا نماز کا بالکل صحیح وقت طلوع آفتاب کے کتنی دیر بعد ہے؟

فقط: والسلام

المستفتی: محمد ذیشان، رائے پور کلاں، سہارنپور

الجواب وباللہ التوفیق: فجر کی قضا نماز یا اشراق کی نماز اس وقت پڑھی جائے جب سورج پورے طور پر نکل جائے اور سورج کے پورے طور پر نکلنے میں ۱۵/۲۰ منٹ لگتے ہیں اس لیے ۲۰ منٹ کے بعد ہی نماز پڑھی جائے طلوع آفتاب کے وقت نماز پڑھنا منع ہے، اس لیے یہ کہنا غلط ہے کہ طلوع آفتاب کے دو تین منٹ بعد نماز پڑھ سکتے ہیں۔ (۱)

فقط: واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد اسعد جلال قاسمی (۱۴۳۶/۳/۱۹ھ)
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:
محمد احسان غفرلہ محمد عمران گنگوہی
مفتیان دارالعلوم وقف دیوبند

اشراق کی نماز کا وقت کیا ہے؟

(۳۹) **سوال**: اشراق کی نماز طلوع آفتاب کے کتنی دیر بعد پڑھنی چاہئے؟

فقط: والسلام

المستفتی: محمد راشد، سہارنپوری

الجواب وباللہ التوفیق: احتیاطاً پندرہ بیس منٹ پر عمل کرنا چاہئے؛ کیوں کہ طلوع

---

(۱) قال الطيبي: المراد وقت الضحىٰ وهو صدر النهار حين ترتفع الشمس وتلقى شعاعها. (ملا علي قاري، مرقاة المفاتيح: "كتاب الصلاة، باب صلاة الضحى": ج ۳، ص: ۳۵۱، فیصل پبلیکیشنز)

وكره تحريماً صلاة......مع شروق، قوله مع شروق وما دامت العين لا تحار فيها فهي في حكم الشروق كما تقدم في الغروب أنه الأصح كما في البحر، أقول: ينبغي تصحيح ما نقلوه عن الأصل للإمام محمد من أنه ما لم ترتفع الشمس قدر رمح فهي في حكم الطلوع. (الحصكفي، رد المحتار، "كتاب الصلاة، مطلب: يشترط العلم بدخول الوقت": ج ۲، ص: ۳۰، ۳۱، مکتبہ: زکریا، دیوبند)

آفتاب پورے طور ہو جانے کے بعد اشراق کا وقت شروع ہو جاتا ہے۔

’’قال العلامة سراج أحمد في شرح الترمذي له إن المتعارف في أول النهار صلاتان الأولى بعد طلوع الشمس وارتفاعها قدر رمح أو رمحين، ويقال لها صلاة الإشراق، والثانية عند ارتفاع الشمس قدر ربع النهار إلى ما قبل الزوال ويقال لها صلاة الضحىٰ واسم الضحىٰ في كثير من الأحاديث شامل لكليهما و قد ورد في بعضها لفظ الإشراق أيضاً‘‘(۱)

’’عن أنس رضي الله عنه، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من صلىٰ الفجر في جماعة ثم قعد يذكر الله تعالىٰ حتى تطلع الشمس ثم صلى ركعتين كانت له كأجر حجة وعمرة قال: قال رسول لله صلى الله عليه وسلم تامة تامة تامة‘‘(۲)

’’عن أبي الدرداء وأبي ذر رضي الله عنهما قالا: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: عن الله تبارك وتعالىٰ أنه قال يا ابن آدم لاتعجزني في من أربع ركعات من أول النهار اكفك آخره‘‘(۳)

الجواب صحیح:
خورشید عالم غفرلہ
مفتی دار العلوم وقف دیوبند

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد احسان غفرلہ
نائب مفتی دار العلوم وقف دیوبند

تہجد کا وقت صحیح کیا ہے؟

(۴۰) **سوال:** حضرت عشاء کے فوراً بعد بھی تہجد پڑھ سکتے ہیں؟ لیکن معلوم یہ کرنا ہے کہ نماز تہجد کا صحیح وقت کون سا ہے؟

فقط: والسلام
المستفتی: عبد القدیر، آسامی

(۱) ظفر أحمد العثماني، إعلاء السنن، كتاب الصلاة: ج۷، ص: ۲۴۔

(۲) أخرجه الترمذي، في سننه، ’’باب ما ذكر مما يستحب من الجلوس في المسجد بعد صلاة الصبح حتى تطلع الشمس‘‘: ج۱، ص: ۱۳۰، رقم: ۵۸۶، مکتبہ نعیمیہ، دیوبند۔

(۳) البغوی، مشکوٰۃ المصابیح، ’’كتاب الصلوة، باب صلوة الضحىٰ، الفصل الثاني‘‘: ج۱، ص: ۱۱۵، ۱۱۶، رقم: ۱۳۱۳۔

الجواب وباللہ التوفیق: تہجد کی نماز کا وقت عشاء کی نماز کے بعد سے صبح صادق تک ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے صحاح میں روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ وسلم نے تہجد ابتدائی شب میں بھی، نصف شب میں بھی اور آخری شب میں بھی پڑھی ہے۔ زندگی میں زیادہ تر نصف شب میں اور آخری شب میں پڑھی ہے مگر آخر زندگی میں زیادہ تر آخری شب میں پڑھنا ہوتا تھا، رات میں جتنی تاخیر سے تہجد پڑھی جاتی ہے اتنی ہی رحمتیں اور برکتیں زیادہ ہوتی ہیں اور سدس آخر یعنی رات کا آخری چھٹا حصہ تمام حصوں سے زیادہ افضل ہے۔ (۱)

فقط: واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد احسان غفرلہ (۱۶/۵/۱۴۱۹ھ)
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:
خورشید عالم غفرلہ
مفتیان دارالعلوم وقف دیوبند

جنتریوں میں اختلاف کا کیا حل ہے؟

(۴۱) **سوال:** اوقات صلوٰۃ کے لیے جو جنتریاں ہیں ان میں اختلاف ہے، ہمارے علاقے میں رائج جنتریوں کے اعتبار ہمارے یہاں ہر وقت نماز وافطار ۱۳ منٹ کے بعد میں ہوتا ہے آپ کی کیا تحقیق ہے؟ ہم کس پر عمل کریں؟

فقط: والسلام
المستفتی: سراج الدین، حیدرآبادی

الجواب وباللہ التوفیق: صورت مسئولہ میں قدیم نقشہ جات کے مطابق جو عمل پہلے سے چلا آرہا ہے وہ جید ومعتمد علماء اور ماہرین وتجربہ کار مفتیان کرام کی تحقیق پر مبنی ہے جو ہر لحاظ

---

(۱) وروي الطبراني مرفوعا: .... وما كان بعد صلاة العشاء فهو من الليل.... قلت:.... غير خاف أن صلاة الليل المحثوث عليها هي التهجد....، وأيد بما في معجم الطبراني من حديث الحجاج بن عمرو رضي الله تعالى عنه قال: بحسب أحدكم إذا قام من الليل يصلى حتى يصبح أنه قد تهجد، إنما التهجد المرء يصلى الصلاة بعد رقدة.... أقول: الظاهر أن حديث الطبراني الأول بيان لكون وقته بعد صلاة العشاء، حتى لو نام ثم تطوع قبلها لا يحصل السنة، فيكون حديث الطبراني الثاني مفسرا للأول.... ولأن التهجد إزالة النوم بتكلف مثل؛ تأثم: أي تحفظ عن الإثم؛ نعم صلاة الليل وقيام الليل أعم من التهجد. (ابن عابدين، رد المحتار على الدر المختار، "كتاب الصلاة: باب الوتر و النوافل، مطلب في صلاة الليل": ج۲، ص: ۴۶۷، زکریا بکڈپو، دیوبند)

سے راجح اور قابل اعتماد ہے چناں چہ علماء کا اس پر اتفاق اور زمانہ دراز سے اس پر عمل ہے اس لیے اس کے مطابق عمل جاری رکھنا چاہئے اور بعض حضرات کی منفردانہ رائے یا تحقیق کی وجہ سے اس کو چھوڑنا درست نہیں ہے۔ البتہ اگر کوئی قابل ذکر تحقیق سامنے آئے تو اس کو مفصل تحریر کر کے سوال کرلیا جائے۔ (۱)

فقط: واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد احسان غفرلہ (۱۸/۴/۱۴۲۳ھ)
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:
خورشید عالم غفرلہ
مفتیان دارالعلوم وقف دیوبند

طلوع آفتاب اور صبح صادق کے درمیان کتنا وقفہ ہوتا ہے؟

(۴۲) **سوال:** ہندوستان میں طلوعِ آفتاب اور صبح صادق میں کس قدر وقفہ ہوتا ہے؟ نیز مغرب اور عشاء میں کس قدر وقفہ ہوتا ہے؟ رہنمائی فرمائیں۔

فقط: والسلام
المستفتی: اسرار احمد، بیگوسرائے

الجواب وباللہ التوفیق: ہندوستان میں بالعموم صبح صادق اور طلوعِ آفتاب میں ڈیڑھ گھنٹہ کا فرق ہوتا ہے اور اتنا ہی فرق مغرب اور عشاء میں ہوتا ہے؛ البتہ ہندوستان کے علاوہ یہ فرق کم اور زیادہ بھی ہوسکتا ہے۔ (۲)

فقط: واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد عمران دیوبندی غفرلہ (۱۸/۸/۱۴۱۱ھ)
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:
سید احمد علی سعید
مفتی اعظم دارالعلوم وقف دیوبند

---

(۱) ومحل الاستحباب ما إذا لم يشك في بقاء الليل، فإن شك كره الأكل في الصحيح كما في البدائع أيضاً. (ابن عابدين، رد المحتار، ''كتاب الصوم، باب ما يفسد الصوم ومالا يفسده'': ج ۳، ص: ۴۰۰، ط: مکتبہ: زکریا، دیوبند)

ويكره تأخيره إلى وقت يقع فيه الشك، هندية. (أحمد بن محمد، حاشية الطحطاوي على المراقي: ص: ۶۸۳، دارالکتاب، دیوبند)

(۲) (من) أول (طلوع الفجر الثاني) وهو البياض المنتشر المستطير لا المستطيل (إلى) قبيل (طلوع ذكاء) بالضم غير منصرف اسم الشمس قوله: (وهو البياض إلخ) لحديث مسلم والترمذي واللفظ له لا يمنعكم من سحوركم أذان بلال ولا الفجر المستطيل ولكن الفجر المستطير فالمعتبر الفجر الصادق (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر:)

عصر کی نماز کے تاخیر سے استحباب پر دلائل:

(۴۳) **سوال**: کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام مسئلہ ذیل کے بارے میں:

عصر کی تاخیر احناف کے یہاں مستحب ہے جب کہ شوافع کے یہاں تعجیل مستحب ہے، نماز کا وقت آنے پر فورا نماز ادا کرنی چاہیے پھر تاخیر کی کیا وجہ ہے؟ کیا عصر کی نماز تاخیر سے ادا کرنا احادیث سے ثابت ہے؟ برائے کرم تفصیل سے جواب عنایت فرمائیں اوران احادیث کی نشاندہی کردیں۔

فقط: والسلام

المستفتی: ریحان الاسلام، بنگال

الجواب وبالله التوفيق: امام شافعی، امام مالک اور امام احمد رحمہم اللہ تعجیل عصر کو مستحب کہتے ہیں، سایہ ایک مثل ہوجائے تو فورا نماز عصر پڑھ لو، امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اصفرارِ شمس سے پہلے پہلے تک عصر کی تاخیر کو مستحب کہتے ہیں؛ البتہ اصفرارِ شمس تک نماز کو موخر کرنا مکروہ ہے۔ یہ تاخیر اس وقت مستحب ہے جب آسمان میں بادل نہ ہو اگر آسمان میں بدلی ہو تو تاخیر مستحب نہیں ہے۔ عصر کی نماز تاخیر سے پڑھنا احادیث سے ثابت ہے امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ روایت نقل کی ہے:

”أم سلمة، قالت: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم أشد تعجيلا للظهر منكم، وأنتم أشد تعجيلا للعصر منه“(۱)

حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں: کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تم لوگوں سے زیادہ ظہر میں جلدی کرنے والے تھے اور تم لوگ عصر کی نماز میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ جلدی کرنے والے ہو۔ ایک روایت طبرانی رحمۃ اللہ علیہ، بیہقی رحمۃ اللہ علیہ اور دار قطنی میں رافع بن خدیج کی ہے وہ کہتے ہیں:

(پچھلے صفحہ کا حاشیہ:) وهو الفجر المستطير في الأفق: أي الذي ينتشر ضوئه في أطراف السماء لا الكاذب وهو المستطيل الذي يبدو طويلا في السماء كذنب السرحان أي الذئب ثم يعقبه ظلمة الخ. (ابن عابدين، رد المحتار، ”كتاب الصلاة، مطلب: في تعبده عليه السلام قبل البعثة“: ج۲،ص:۱۴)

(۱) أخرجه الترمذي، في سننه، أبواب الصلوات ” باب ماجاء في تاخير صلاة العصر“: ج۱،ص:۴۲، رقم:۱۶۱، دارالکتاب، دیوبند۔

"أن رسول الله صلى الله عليه وسلم: كان يأمر بتأخير العصر"[۱]

اسی طرح طبرانی وغیرہ میں ہے کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ عصر کی نماز تاخیر کر کے پڑھتے تھے۔

(أن ابن مسعود رضي الله عنه، كان يؤخر العصر"[۲]

روایتوں میں آتا ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل کی اتباع میں پیش پیش تھے، جب یہ متبع سنت ہیں تو ان کا دیر سے عصر پڑھنا دلیل ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی تاخیر سے پڑھتے تھے۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے موطأ میں تاخیر عصر پر ایک استدلال کیا ہے۔ فرماتے ہیں: عصر کے معنی ہی لغت میں تاخیر کے آتے ہیں "سمى العصر عصرا لانها تعصر أي تؤخر" عصر کا نام عصر اس لیے رکھا گیا کہ عصر کے معنی لغت میں تاخیر کے آتے ہیں تو اگر تاخیر کردی جائے تو معنی لغوی کی بھی رعایت ہو جائے گی؛ کیوں کہ شرعی افعال کے ناموں میں لغوی معنی کی رعایت پائی جاتی ہے۔

دوسری بات: یہ سب مانتے ہیں کہ عصر کے بعد نفل نماز پڑھنا ممنوع ہے اگر عصر جلدی سے پڑھ لی جائے تو نفل پڑھنے کا موقع نہیں ملے گا اور اگر عصر کی نماز تاخیر سے پڑھی جائے تو زیادہ سے زیادہ نفل پڑھنے کا موقع ملے گا اس لیے کثرت نفل کا تقاضا ہے کہ عصر کی نماز کو مؤخر کیا جائے۔

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: امانت علی قاسمی
مفتی دار العلوم وقف دیوبند
(۱۴۴۳/۵/۱۵ھ)

الجواب صحیح:
محمد احسان غفرلہ، محمد عارف قاسمی
محمد اسعد جلال قاسمی، محمد عمران گنگوہی، محمد حسنین ارشد قاسمی
مفتیان دار العلوم وقف دیوبند

جنتری کے حساب سے نماز کا وقت طے کرنا:

(۴۴) **سوال:** کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام: ہمارے یہاں مسجد میں تاج

---

(۱) الطبراني، في المعجم الكبير "باب عبد الله بن رافع بن خديج": ج ۳، ص: ۸۵، رقم: ۴۳۷۶؛ وسنن دارقطني، "كتاب الصلاة، باب ذكر بيان المواقيت واختلاف الروايات في ذلك": ج۲، ص: ۳۶۱، رقم: ۹۷۸؛ و سنن الكبرى للبيهقي، "كتاب الصلاة، باب تعجيل صلاة العصر": ج۳، ص: ۲۷۰، رقم: ۲۰۸۴.

(۲) الطبراني، في المعجم الكبير، ج۳، ص: ۱۲۲، رقم: ۹۲۷۹.

اسلامی جنتری نئی دہلی کے حساب سے نماز کا وقت طے کیا جاتا ہے اور آج کل وقت انٹرنیٹ کے ذریعہ ملایا جاتا ہے جو کہ نئی دہلی کا ہوتا ہے اور میں اتر پردیش کے ضلع سیتاپور کا رہنے والا ہوں نئی دہلی اور سیتاپور کے وقت میں فرق ہے ہمارے یہاں مغرب کی اذان جنتری میں جو وقت ہے (آج تاریخ ۳۱/۱۰/۲۰۲۱ء کو وقت ۵:۲۹ پر ہے) جیسے ہی وقت ہوا ہمارے وقت پر اذان ہو جاتی ہے معلوم یہ کرنا ہے کہ ہمارے یہاں کتنے منٹ رک کر اذان دی جائے آج کل کئی جنتریاں چل رہی ہیں اور کون سی جنتری صحیح ہے اس کی بھی وضاحت فرمادیں جس کے حساب سے نماز ادا کی جائے اور نئی دہلی اور سیتاپور کے وقت میں کتنا فرق ہے اس کی بھی تصدیق کردیں تاکہ اتنی تاخیر کرلی جائے۔

فقط: والسلام

المستفتی: محمد رمضان، سیتاپور

الجواب وباللہ التوفیق: آج کے ترقی یافتہ دور میں فلکیات کے نظام پر کافی ریسرچ ہوئی ہے اور بہت کام کیا گیا ہے اور اب پوری دنیا میں نماز کا وقت جاننے کے لیے انٹرنیٹ پر معلومات جمع ہیں، یہاں تک کہ نظام شمسی کے اعتبار سے پورے سال کا ٹائم ٹیبل بھی معلوم کیا جاسکتا ہے۔ انٹرنیٹ پر موجود ٹائم ٹیبل اسی طرح موبائل ایپ کے ٹائم ٹیبل پر اعتماد کیا جاسکتا ہے جب کہ نیٹ سے مربوط ہو۔ دائمی کلینڈر ہر علاقہ کے طول البلد اور عرض البلد کے لحاظ سے طے کیا جاتا ہے، اس لیے آپ کے علاقہ میں جو جنتری ہو اس کو نیٹ پر موجود ٹائم ٹیبل سے چیک کرلیں اور اس پر اعتماد کریں تو کوئی حرج نہیں ہے۔ تاریخ اور لوکیشن دونوں ڈال کر چیک کریں تاکہ صحیح وقت معلوم ہوسکے۔[1]

فقط: واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد اسعد جلال قاسمی

نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

(۲۷/۱۰/۱۴۴۳ھ)

الجواب صحیح:

محمد احسان غفرلہ، محمد عارف قاسمی

محمد عمران گنگوہی، محمد حسنین ارشد قاسمی

مفتیان دارالعلوم وقف دیوبند

(۱) ﴿إِنَّ الصَّلَاةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتَاباً أى مكتوبا مَوْقُوتاً﴾ (سورة النساء:۱۰۳)

إِنَّ الصَّلَاةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتَاباً أي مكتوبا مفروضا مَوْقُوتاً محدود الأوقات لا يجوز إخراجها عن أوقاتها في شيء من الأحوال فلا بدّ من إقامتها سفرا أيضاً. (علامه آلوسي، روح المعاني، ”سورة النساء:۹۴“: ج۳، ص:۱۳۲)

اوقات صلوٰۃ کے لیے صلوتک (Salatuk) ایپ سے مدد لینا:

(۴۵) **سوال:** کیا فرماتے ہیں علمائے کرام:

موجودہ دور میں جو اوقات نماز کا ایپ ''صلاتک'' یا پریر ٹائم وغیرہ نام سے موجود ہے اس کا حکم کیا ہے؟ آیا اس ایپ وغیرہ کے ذریعہ اوقات نماز کا اعتبار کیا جائے یا نہیں؟

فقط: والسلام
المستفتی: محمد ارشد، نیپال

الجواب وباللہ التوفیق: صلاتک ایپ ہم نے استعمال کیا ہے، اور دائمی کلینڈر سے اس کو چیک کیا تو بہت مناسب ایپ لگا؛ اس لیے اس ایپ کو استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور اوقات صلوۃ میں اس پر اعتبار کیا جا سکتا ہے؛ البتہ اس طرح کے تمام ایپ نیٹ سے مربوط ہوتے ہیں، اس ایپ کو کھولنے سے پہلے موبائل کا انٹرنیٹ اور لوکیشن (Location) بھی چیک کرلیں تا کہ صحیح وقت کی معرفت حاصل ہو سکے۔ (۱)

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد اسعد جلال قاسمی
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند
(۲۹/۱/۱۴۴۳ھ)

الجواب صحیح:
محمد احسان غفرلہ، محمد عارف قاسمی
محمد عمران گنگوہی، محمد حسنین ارشد قاسمی
مفتیان دارالعلوم وقف دیوبند

مغرب کی نماز، اذان کے تین منٹ بعد کھڑی کرنا:

(۴۶) **سوال:** کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام وعلماء عظام مسئلہ ذیل کے بارے میں:

بعض مساجد میں مغرب کی اذان کے فورا بعد نماز کھڑی نہیں ہوتی ہے؛ بلکہ دو تین منٹ کا فاصلہ ہوتا ہے اور بعض لوگ اس درمیان نماز بھی پڑھتے ہیں سوال یہ ہے کہ مغرب کی نماز اور اذان

---

(۱) ﴿إِنَّ الصَّلَاةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتَاباً أی مکتوبا مَوْقُوتاً﴾ (سورة النساء:۱۰۳)

إِنَّ الصَّلَاةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتَاباً أي مكتوبا مفروضا مَوْقُوتاً محدود الأوقات لا يجوز إخراجها عن أوقاتها في شيء من الأحوال فلا بدّ من إقامتها سفرا أيضاً. (علامه آلوسي، روح المعاني ''سورة النساء:۱۰۳'': ج۴، ص:۲۰۲)

کے درمیان 2، 3 منٹ کا وقفہ کرنا شرعاً کیسا ہے؟ جائز ہے یا ناجائز ہے یا مستحب ہے؟ کرنا چاہیے یا نہیں کرنا چاہیے؟ مفصل و مدلل جواب عنایت فرمائیں؟

فقط: والسلام
المستفتی: محمد عامر، مظفر نگر

الجواب وباللہ التوفیق: عام نمازوں میں اذان واقامت کے درمیان مناسب فاصلہ ضروری ہے تاکہ لوگ کھانے پینے اور قضائے حاجت سے فارغ ہوسکیں، پھر روایت میں ہے کہ ہر اذان واقامت کے درمیان نماز ہے؛ اس لیے اتنا فاصلہ ہونا چاہیے کہ اذان واقامت کے درمیان سنت پڑھ سکیں جہاں تک مغرب کا تعلق ہے تو مغرب کی نماز میں بالاتفاق تعجیل مستحب ہے، اور حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تک میری امت مغرب میں تعجیل کرے گی خیر پر رہے گی؛ اس لیے مغرب کی نماز میں اتنا فاصلہ نہیں ہونا چاہیے جتنا کہ دیگر نمازوں میں ہوتا ہے، تاہم وصل یعنی اذان کے فوراً بعد اقامت درست نہیں ہے معمولی فاصلہ ہونا چاہیے۔ اس فصل کی تحدید میں امام صاحب رحمہ اللہ کا قول یہ ہے کہ ایک سکتہ کے بقدر وقفہ کرے، اور موذن بیٹھے نہیں، اور ایک سکتہ کی مقدار امام صاحبؒ کے نزدیک ایک بڑی آیت یا تین چھوٹی آیات کے بقدر ہے، اور ایک روایت کے مطابق تین خطوات چلنے کے بقدر۔ اور صاحبین رحمہما اللہ کے نزدیک دو خطبوں کے درمیان جلسہ کے بقدر وقفہ کرنا کافی ہے، یعنی ان کے بقول مؤذن اتنی مقدار بیٹھے گا کہ زمین پر تمکن حاصل ہوجائے اور اس میں طوالت نہ ہو۔ اور خود امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا عمل بھی یہی تھا کہ مغرب کی اذان اور نماز کے درمیان وہ بیٹھتے نہیں تھے۔ اور یہ اختلاف افضلیت میں ہے؛ اس لیے مغرب کی اذان اور اقامت کے درمیان بیٹھنا امام صاحبؒ کے نزدیک بھی جائز ہے اور نہ بیٹھنا اور تین آیتوں کے بقدر کھڑے کھڑے فصل کرنا صاحبین رحمہما اللہ کے نزدیک بھی جائز ہے۔

حاصل یہ ہے کہ عام حالت میں مغرب کی نماز میں تعجیل افضل ہے، مغرب کی نماز اور اذان میں صرف ایک بڑی آیت یا تین مختصر آیات کی تلاوت کے بقدر وقفہ کرکے نماز پڑھ لینی چاہیے، اور جتنی دیر میں دو رکعت ادا کی جاتی ہیں (یعنی تقریباً 2 منٹ) یا اس سے زیادہ تاخیر کرنا خلافِ اولیٰ

ہے، اور بغیر عذر کے اتنی تاخیر کرنا کہ ستارے چمک جائیں مکروہِ تحریمی ہے۔ البتہ عذر کی وجہ سے تاخیر مکروہ نہیں ہے، جیسا کہ مرض وسفر کی بنا پر مغرب کو آخر وقت تک مؤخر کرنا اور عشاء کو اول وقت میں پڑھنا درست ہے۔ اسی طرح اگر کہیں اس قدر تاخیر سے نماز کھڑی ہو رہی ہو تو اذان کے بعد دو رکعت نماز بھی پڑھ سکتے ہیں اس میں کوئی حرج نہیں ہے؛ لیکن باضابطہ سنت پڑھنے کے لیے وقفہ کرنا مکروہ ہے؛ اس لیے کہ یہ مغرب کی نماز میں تاخیر کا باعث ہے۔

''قال في الجامع الصغير: ويجلس بين الأذان والإقامة إلا في المغرب، وهذا قول أبي حنيفة، وقال أبو يوسف ومحمد رحمهما الله: يجلس في المغرب أيضاً جلسةً خفيفةً، يجب أن يعلم بأن الفصل بين الأذان والإقامة في سائر الصلوات مستحب. والأصل في ذلك قوله عليه السلام لبلال: اجعل بين أذانك وإقامتك مقدار ما يفرغ الآكل من أكله، والشارب من شربها ''(۱)

''ويجلس بين الأذان والإقامة، إلا في المغرب، وهذا عند أبي حنيفة رحمه الله، وقالا: يجلس في المغرب أيضاً جلسةً خفيفةً؛ لأنه لا بد من الفصل، إذ الوصل مكروه، ولا يقع الفصل بالسكتة؛ لوجودها بين كلمات الأذان، فيفصل بالجلسة كما بين الخطبتين، ولأبي حنيفة رحمه الله أن التأخير مكروه، فيكتفى بأدنى الفصل احترازاً عنه، والمكان في مسألتنا مختلف، وكذا النغمة، فيقع الفصل بالسكتة، ولا كذلك الخطبة. وقال الشافعي: يفصل بركعتين اعتباراً بسائر الصلوات، والفرق قد ذكرناه. قال يعقوب: رأيت أبا حنيفة رحمه الله تعالى يؤذن في المغرب ويقيم، ولا يجلس بين الأذان والإقامة، وهذا يفيد ما قلناه''(۲)

''(قوله: إلى اشتباك النجوم) ظاهره أنها بقدر ركعتين لايكره مع أنه يكره أخذاً من قولهم بكراهة ركعتين قبلها. واستثناء صاحب القنية القليل يحمل على ما هو الأقل من قدرهما توفيقاً بين كلام الأصحاب...... واعلم أن التاخيربقدر ركعتين

---

(۱) محمود بن احمد المرغيناني المحيط البرهاني في الفقه النعماني، ''كتاب الصلاة، في الفصل بين الأذان والإقامة'': ج۱، ص:۳۴۶۔

(۲) العيني، البناية شرح الهداية، ''كتاب الصلاة، باب الأذان'': ج۲، ص:۱۰۲، ۱۰۴۔

مکروہ تنزیهاً وإلی اشتباك النجوم تحریماً"(۱)

الجواب صحیح:
محمد احسان غفرلہ، محمد عارف قاسمی،
محمد اسعد جلال غفرلہ، محمد عمران گنگوہی، محمد حسنین ارشد قاسمی
مفتیان دار العلوم وقف دیوبند

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: امانت علی قاسمی
نائب مفتی دار العلوم وقف دیوبند
(۲۴/۴/۱۴۴۳ھ)

(۱) أحمد بن محمد، حاشیة الطحطاوي علی مراقي الفلاح، "کتاب الصلاۃ": ج۱ص:۱۷۸، ط: قدیمی.

فصل ثانی

مکروہ اوقات کا بیان

غروب آفتاب کے وقت نماز عصر پڑھنا:

(۴۷) **سوال**: سنا ہے کہ غروب آفتاب کے وقت اس دن کی عصر کی نماز پڑھی جا سکتی ہے، کیا یہ صحیح ہے؟ جب کہ طلوع، غروب اور استواء شمس کے وقت نماز پڑھنا جائز نہیں ہے؟

فقط: والسلام

المستفتی: حافظ عبدالستار، سہارنپور

الجواب وباللہ التوفیق: اصل ضابطہ شرعیہ تو یہی ہے کہ ان تینوں اوقات میں کوئی بھی نماز جائز نہیں، مگر فقہاء نے اس دن کی عصر کی نماز بوقت غروب بھی پڑھنے کی اجازت دی ہے، لیکن اس کی عادت بنا لینا اچھا نہیں ہے، کیوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو منافق کی نماز قرار دیا ہے۔[1]

"(وغروب، إلا عصر يومه) فلا يكره فعله لأدائه كما وجب بخلاف الفجر والأحاديث تعارضت فتساقطت كما بسطه صدر الشريعة (قوله: وغروب) أراد به التغير كما صرح به في الخانية حيث قال عند إحمرار الشمس إلى أن تغيب،(قوله إلا عصر يومه) قيد به لأن عصر أمسه لا يجوز وقت التغير لثبوته في الذمة كاملا الخ وعن أنس رضي الله عنه، قال: سمعت رسول الله يقول تلك صلوٰة المنافق يجلس يرقب الشمس حتى إذا كانت بين قرني الشيطان قام ينقر أربعاً لا يذكر الله فيها إلا قليلاً.

وعند إحمرارها إلى أن تغيب إلا عصر يومه ذلك فإنه يجوز أداؤه عند الغروب"[1]

فقط: واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد احسان غفرلہ (۱۴۱۸/۱/۳۰ھ)
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:
خورشید عالم غفرلہ
مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

---

(۱) جماعة من علماء الهند، الفتاوى الهندية، "كتاب الصلاة، الباب الأول في المواقيت ومايتصل بها": الفصل الثالث: في بيان الأوقات التي لاتجوز فيها الصلاة وتكره فيها، ج ۱، ص: ۱۰۸؛ وابن عابدين، رد المحتار، "كتاب الصلاة، مطلب: يشترط العلم بدخول الوقت": ج ۲، ص: ۳۲، ۳۳.

عصر کے بعد نماز جنازہ، قضا، فرض یا نفل ادا کرنا:

(۴۸) **سوال**: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں:
عصر ومغرب کے درمیان سجدہ تلاوت، نماز جنازہ، قضاء فرض یا نفل ادا کرنا جائز ہے یا نہیں؟

فقط: والسلام
المستفتی: محمد رضوان، جامع مسجد دہلی

الجواب وباللہ التوفیق: عصر ومغرب کے درمیان تغیر شمس سے قبل سجدہ تلاوت، نماز جنازہ، فرض اور وتر کی قضاء جائز ہے، نوافل وسنن ممنوع ہیں اور تغیر شمس کے وقت یہ سب چیزیں ممنوع ہیں۔

’’تسعة أوقات يكره فيها النوافل وما في معناها لا الفرائض. هكذا في النهاية والكفاية فيجوز فيها قضاء الفائتة وصلاة الجنازة وسجدة التلاوة. كذا في فتاوى قاضي خان. ومنها ما بعد صلاة العصر قبل التغير. هكذا في النهاية‘‘[1]

’’ثلاث ساعات لا تجوز فيها المكتوبة ولا صلاة الجنازة ولا سجدة التلاوة إذا طلعت الشمس حتى ترتفع وعند الانتصاف إلى أن تزول وعند إحمرارها إلى أن تغيب إلا عصر يومه ذلك فإنه يجوز أداؤه عند الغروب‘‘[2]

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: امانت علی قاسمی
مفتی دار العلوم وقف دیوبند
(۱۱/۳/۱۴۴۱ھ)

الجواب صحیح:
محمد احسان غفرلہ، محمد عارف قاسمی
محمد اسعد جلال قاسمی، محمد عمران گنگوہی
مفتیان دار العلوم وقف دیوبند

زوال سے کتنی دیر پہلے اور کتنی دیر بعد تک نماز موقوف رکھنی چاہئے؟

(۴۹) **سوال**: زوال سے کتنی دیر پہلے اور کتنی دیر بعد تک نماز موقوف رکھنی چاہئے شرعی حکم کیا ہے؟

فقط: والسلام
المستفتی: عبد الوہاب، مظفر نگر

---

(۱) جماعة من علماء الهند، الفتاویٰ الهندية، ’’كتاب الصلاة، الباب الأول: في المواقيت وما يتصل بها‘‘: الفصل الثالث في بيان الأوقات التي لا تجوز فيها الصلاة وتكره فيها‘‘: ج۱، ص:۱۰۹. (۲) أيضاً، ص:۱۰۸.

الجواب وباللہ التوفیق: زوال کے وقت سے پانچ منٹ پہلے اور پانچ منٹ بعد تک نماز موقوف رکھیں، گھڑی کو صحیح ٹائم کے ساتھ ملا کر رکھیں۔

"وفي شرح النقاية للبرجندي وقد وقع في عبارات الفقهاء أن الوقت المكروه هو عند انتصاف النهار إلى أن تزول الشمس."(۱)

الجواب صحیح: فقط: واللہ اعلم بالصواب

خورشید عالم غفرلہ **کتبہ:** محمد احسان غفرلہ (۱۴۱۹/۶/۲۳ھ)

مفتی دار العلوم وقف دیوبند نائب مفتی دار العلوم وقف دیوبند

کن اوقات میں نماز پڑھنا ممنوع ہے؟

(۵۰) **سوال:** ایک شخص نے کہا کہ طلوعِ شمس، غروبِ شمس اور زوال کے وقت نماز پڑھنا حرام ہے کیا یہ صحیح ہے؟ اگر کسی نماز کی اجازت غروبِ شمس کے وقت ہے تو وہ کون سی نماز ہے؟

فقط: والسلام

المستفتی: ندیم اختر، سہرساوی

الجواب وباللہ التوفیق: طلوع شمس، غروب اور استواء (زوال) ان تینوں اوقات میں نماز پڑھنا جائز نہیں، البتہ غروب شمس کے وقت اس روز کی عصر کی نماز (اگر کسی وجہ سے رہ گئی ہو)

---

(۱) ابن عابدین، رد المحتار على الدر المختار، "کتاب الصلاة: مطلب يشترط العلم بدخول الوقت": ج۲، ص:۳۱.

عند الانتصاف إلى أن تزول. (جماعة من علماء الهند، الفتاویٰ الهندية، "كتاب الصلاة: الباب الأول في المواقيت وما يتصل بها: الفصل الثالث: في بيان الأوقات التي لا تجوز فيها الصلاة وتكره فيها": ج۱، ص: ۱۰۸، مکتبہ: فیصل، دیوبند)

وفي القنية واختلف في وقت الكراهة عند الزوال فقيل من نصف النهار إلى الزوال لرواية أبي سعيد عن النبي صلى الله عليه وسلم أنه نهي عن الصلاة نصف النهار حتى تزول الشمس. (ابن عابدين، رد المحتار على الدر المختار، "كتاب الصلاة: مطلب يشترط العلم بدخول الوقت": ج۲، ص:۳۱، زکریا، دیوبند)

پڑھنا جائز ہے دوسری کسی نماز کی اجازت نہیں ہے۔[۱]

الجواب صحیح: فقط: واللہ اعلم بالصواب
خورشید عالم غفرلہ **کتبہ:** محمد احسان غفرلہ(۲۶/۷/۱۴۱۹ھ)
مفتی دار العلوم وقف دیوبند نائب مفتی دار العلوم وقف دیوبند

زوال کے وقت نماز جنازہ پڑھنا:

(۵۱)**سوال:** حضرات مفتیان کرام مسئلہ دریافت کرنا ہے کہ: زوال کے وقت نمازِ جنازہ پڑھنا کیسا ہے؟ شرعی رہنمائی فرما کر ممنون فرمائیں۔

فقط: والسلام
المستفتی: رشید الدین، چنڈی گڑھ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر اسی وقت جنازہ آیا ہو، تو پڑھ سکتے ہیں مکروہ نہیں ہے۔ پہلے آیا ہو تو تاخیر کر کے زوال کے وقت پڑھنا ممنوع ہے۔[۲]

الجواب صحیح: فقط: واللہ اعلم بالصواب
خورشید عالم غفرلہ **کتبہ:** محمد احسان غفرلہ(۲۷/۸/۱۴۱۹ھ)
مفتی دار العلوم وقف دیوبند نائب مفتی دار العلوم وقف دیوبند

---

(۱) کره تحريماً وكل ما لا يجوز مكروه صلاة مطلقا ولو قضاء أو واجبة أو نفلا أو على جنازة وسجدة تلاوة وسهو لا شكر قنية، مع شروق.... واستواء وغروب. (ابن عابدين، رد المحتار على الدر المختار، ''كتاب الصلوٰة:مطلب يشترط العلم بدخول الوقت'': ج۲،ص:۳۰ تا۳۲)

ثلاث ساعات لا تجوز فيها المكتوبة، ولا صلاة الجنازة، ولا سجدة التلاوة، إذا طلعت الشمس حتى ترتفع، وعند الانتصاف إلى أن تزول، وعند إحمرارها إلى أن تغيب إلا عصر يومه ذلك. (جماعة من علماء الهند، الفتاوىٰ الهندية، ''كتاب الصلاة، الباب الأول في المواقيت ومايتصل بها'': الفصل الثالث: في بيان الأوقات التي لا تجوز فيها الصلاة، ج۱،ص:۱۰۸، مکتبہ: فیصل، دیوبند)

(۲) وسجدة تلاوة وصلاة جنازة تليت الآية في كامل وحضرت الجنازة قبل لوجوبه كاملاً فلا يتأدى ناقصاً فلو وجبتا فيها لم يكره فعلهما أي تحريماً. وفي التحفة: الأفضل أن لا تؤخر الجنازة. (ابن عابدين، رد المحتار، ''كتاب الصلاة: يشترط العلم بدخول الوقت'': ج۲،ص:۳۴)

أما لو وجبتا في هذ الوقت وأديتا فيه جاز، لأنها أديت ناقصة كما وجبت.... وفي صلاة الجنازة التأخير مكروه. (جماعة من علماء الهند، الفتاوىٰ الهندية، ''كتاب الصلاة: الباب الأول في المواقيت وما يتصل بها، الفصل الثالث: في بيان الأوقات التي لا تجوز فيها الصلاة'': ج۱،ص:۱۰۸)

فجر کے بعد قضائے عمری اور سجدہ تلاوت کا حکم:

(۵۲) **سوال:** مفتی صاحب: سلام مسنون، پوچھنا ہے کہ:
فجر اور عصر کی نماز کے بعد سجدہ تلاوت قضاء عمری اور دیگر قضا نمازیں پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟
''بینوا وتوجروا''

فقط: والسلام
المستفتی: محمد شفیع، گجراتی

الجواب وباللہ التوفیق: صبح صادق کے بعد سے طلوع آفتاب تک اور عصر کی نماز کے بعد سے غروب آفتاب تک نفل پڑھنا مکروہ تحریمی ہے؛ البتہ ان دونوں وقتوں میں قضائے عمری پڑھنا اور سجدہ تلاوت کرنا درست وجائز ہے؛ لیکن سورج نکلنے اور غروب ہونے کے وقت قضاء نماز پڑھنا بھی مکروہ ہے۔ (۱)

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: سید احمد علی سعید (۲۶/۱/۱۴۱۶ھ)
مفتی اعظم دار العلوم وقف دیوبند

زوال کے وقت نفل پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

(۵۳) **سوال:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں:

---

(۱) تسعة أوقات يكره فيها النوافل ومافي معناها لا الفرائض، هكذا في النهاية والكفاية. فيجوز فيها قضاء الفائتة وصلاة الجنازة وسجدة التلاوة، كذا في فتاویٰ قاضي خان، منها: ما بعد طلوع الفجر قبل صلاة الفجر.... ومنها: ما بعد صلاة الفجر قبل طلوع الشمس.... ومنها: ما بعد صلاة العصر قبل التغير. (جماعة من علماء الهند، الفتاویٰ الهندية، ''كتاب الصلاة، الباب الأول في المواقيت وما يتصل بها: الفصل الثالث: في بيان الأوقات التى لاتجوز الصلاة فيها الصلاة وتكره فيها'': ج۱،ص:۱۰۹، زکریا، دیوبند)

ولو سنة الفجر، بعد صلاة فجر وصلاة عصر ولو المجموعة بعرفة لا يكره قضاء فائتة ولو وترا أو سجدة تلاوة وصلاة جنازة وكذا الحكم من كراهة نفل وواجب لغيره لا فرض وواجب لعينه بعد طلوع فجر سوى سنته......وفيه جواب عما أورده من أن قوله عليه السلام: لا صلاة بعد العصر حتى تغرب الشمس ولا صلاة بعد الفجر حتى تطلع الشمس، رواه الشيخان يعم النفل وغيره. (ابن عابدين، رد المحتار، ''كتاب الصلاة: يشترط العلم بدخول الوقت'': ج۲،ص:۳۷، زکریا، دیوبند)

جمعہ کے دن زوال کے وقت نفل نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

فقط: والسلام

المستفتی: جمال الدین، دیوبند

الجواب وباللہ التوفیق: استواء شمس (نصف النہار) کے وقت کوئی بھی نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے اس وقت کو عام لوگ زوال سے تعبیر کرتے ہیں۔[1]

فقط: واللہ اعلم بالصواب

الجواب صحیح: سید احمد علی سعید، مفتی اعظم دارالعلوم وقف دیوبند

کتبہ: محمد عمران دیوبندی غفرلہ (۱۸/۱/۱۴۱۲ھ)، نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

عصر کے بعد نفل نماز پڑھ لی، تو اداء ہوئی یا نہیں؟

(۵۴) **سوال:** مفتی صاحب! اگر کسی شخص نے عصر کی نماز کے بعد نفل نماز پڑھ لی تو وہ نماز ہوئی یا نہیں؟

فقط: والسلام

المستفتی: نیر عالم، گڈا

الجواب وباللہ التوفیق: عصر کی نماز پڑھنے کے بعد نفل وسنت نماز پڑھنا مکروہ ہے چوں کہ فرض عصر کی ادائیگی کے بعد غروب آفتاب تک کا پورا وقت فرض میں شمار ہوتا ہے پس اگر نفل نماز پڑھی جائے گی تو اعلیٰ کو چھوڑ کر ادنیٰ پر اکتفاء کرنا لازم آئے گا، اس لیے نوافل کو مکروہ قرار دیا ہے

(۱) وكره تحريماً وكل ما لا يجوز مكروه صلاة مطلقا ولو قضاء أو واجبة أو نفلاً أو على جنازة وسجدة تلاوة وسهو لا شكر، قنية. مع شروق، واستواء. (ابن عابدين، رد المحتار، ’’كتاب الصلاة: يشترط العلم بدخول الوقت‘‘: ج ۲، ص: ۳۰، ۳۱، زکریا، دیوبند)

ثلاث ساعات لا تجوز فيها المكتوبة ولا صلاة الجنازة ولا سجدة التلاوة، إذا طلعت الشمس حتى ترتفع، وعند الانتصاف إلى أن تزول، وعند إحمرارها إلى أن تغيب، إلا عصر يومه ذلك، فإنه يجوز أداؤه عند الغروب ...... والتطوع في هذه الأوقات يجوز ويكره. (جماعة من علماء الهند، الفتاوىٰ الهندية، ’’كتاب الصلاة: الباب الأول في المواقيت وما يتصل بها‘‘ الفصل الثالث: في بيان الأوقات التي لاتجوز فيها الصلاة وتكره فيها، ج ۱، ص: ۱۰۸، زکریا، دیوبند)

لیکن اگر کسی نے نفل نماز پڑھی، تو کراہت کے ساتھ نفل ادا ہوگئی۔[۱]

فقط: واللہ اعلم بالصواب

الجواب صحیح:
سید احمد علی سعید
مفتی اعظم دار العلوم وقف دیوبند

کتبہ: محمد عمران دیوبندی غفرلہ (۱۴۱۲/۳/۱۳ھ)
نائب مفتی دار العلوم وقف دیوبند

مکروہ اوقات میں پڑھی گئیں قضا نمازیں واجب الاعادہ ہیں یا نہیں؟

(۵۵) **سوال:** ایک شخص نے مکروہ اوقات میں قضا نماز پڑھی اور یہ نماز مکروہ اوقات میں غلطی سے پڑھی گئی تو جتنی نمازیں مکروہ اوقات میں پڑھی گئی ہیں وہ ادا ہوں گی یا نہیں؟ ان کے دہرانے کی ضرورت ہے یا نہیں؟ ''بینوا وتوجروا''

فقط: والسلام
المستفتی: محمد عتیق، بلند شہر

الجواب وباللہ التوفیق: اوقات ثلاثہ میں پڑھی ہوئی قضاء نمازیں واجب الاعادہ ہیں[۲]؛ کیوں کہ ان تین اوقات میں ہر قسم کی نماز ممنوع ہے[۳] خواہ فرض نماز ہو یا نفل، اداء نماز ہو یا قضا، جیسا کہ فتاویٰ عالمگیری میں لکھا ہے:

---

(۱) والتطوع في هذه الأوقات يجوز ويكره، كذا في الكافي وشرح الطحاوي حتى لو شرع في التطوع عند طلوع الشمس أو غروبها......ولو أتمه خرج عن عهدة ما لزمه بذلك الخ.... وقد أساء ولا شيء عليه، كذا في شرح الطحاوى. (جماعة من علماء الهند، الفتاوىٰ الهندية، ''كتاب الصلاة: الباب الأول في المواقيت وما يتصل بها'': الفصل الثالث: في بيان الأوقات التي لاتجوز الصلاة وتكره فيها، ج۱، ص: ۱۰۸، ۱۰۹)

وينعقد نفل بشروع فيها بكراهة التحريم. (ابن عابدين، رد المحتار، ''كتاب الصلاة'': مطلب: يشترط العلم بدخول الوقت، ج۱، ص: ۳۴، زكريا ديوبند)

(۲) ولو قضى فيها فرضا أي صلوٰة مفروضة يعيدها أي يلزمه إعادتها لعدم صحتها لما قدمناه من أنها وجبت بسبب كامل فلا تتأدى بالسبب الناقص. (إبراهيم الحلبي، الحلبي الكبيري: ص: ۲۰۸)

(۳) وكره تحريماً وكل ما لا يجوز مكروه صلاة مطلقا ولو قضاء أو واجبة أو نفلاً أو على جنازة وسجدة تلاوة وسهو لا شكر، قنية مع شروق...... وسجدة تلاوة وصلاة جنازة تليت الآية في كامل وحضرت الجنازة قبل لوجوبه كاملاً فلا يتأدى ناقصا فلو وجبتا فيها لم يكره فعلهما أي تحريماً وفي التحفة: الأفضل أن لا تؤخر الجنازة. (ابن عابدين، رد المحتار، ''كتاب الصلاة'': مطلب: يشترط العلم بدخول الوقت، ج۲، ص: ۳۰-۳۵)

”ثلاث ساعات لا تجوز فیها المکتوبة ولا صلاة الجنازة ولا سجدة التلاوة“[1]

الجواب صحیح: فقط: واللہ اعلم بالصواب

سید احمد علی سعید **کتبہ:** محمد عمران دیوبندی غفرلہ (۱۴۱۲/۳/۲۷ھ)

مفتی اعظم دار العلوم وقف دیوبند نائب مفتی دار العلوم وقف دیوبند

زوال، طلوع اور غروبِ شمس کے وقت نماز پڑھنا کیوں مکروہ ہے؟

(۵۶) **سوال:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: زوالِ شمس طلوعِ شمس اور غروبِ شمس کے وقت نماز پڑھنا کیوں مکروہ ہے؟

فقط: والسلام

المستفتی: مشرف علی، مسجد بلال، دیوبند

الجواب وباللہ التوفیق: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مذکورہ اوقات میں نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے اور حدیث میں ہے کہ ”إن الشمس تطلع بین قرني الشیطان“[2] کہ سورج شیطان کے دو سینگوں کے درمیان طلوع ہوتا ہے اس وقت نماز پڑھنے سے شیطان کی عبادت کا شائبہ پیدا ہوتا ہے نیز ان اوقات میں مشرکین شیطان کی پرستش کرتے ہیں؛ لہٰذا اس تشبہ سے بچنے کا حکم فرما کر ان اوقات میں نماز پڑھنے کو منع قرار دیا۔

”لا تجوز الصلوٰة عند طلوع الشمس ولا عند قیامها في الظهیرة ولا عند غروبها لحدیث عقبة بن عامر قال ثلثة أوقات نهانا رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم أن نصلي وأن نقبر فیها موتانا عند طلوع الشمس حتی ترتفع وعند زوالها حتی تزول

---

(۱) جماعة من علماء الهند، الفتاویٰ الهندیة، ”کتاب الصلاة، الباب الأول في المواقیت ومایتصل بها“: الفصل الثالث: في بیان الأوقات التي لا تجوز فیها الصلاة وتکره فیها: ج۱، ص:۱۰۸.

(۲) أخرجه ابن ماجه، في سننه، ”کتاب الصلاة: إقامة الصلاة والسنة فیها، باب: ما جاء في الساعات التي تکره فیها الصلاة“: ص:۸۸، رقم:۱۲۵۳.

وحین تضیف للغروب حتی تغرب"[۱]

الجواب صحیح:
سید احمد علی سعید
مفتی اعظم دار العلوم وقف دیوبند

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد احسان غفرلہ (۱۵/۶/۱۴۳۱ھ)
نائب مفتی دار العلوم وقف دیوبند

زوال کے وقت عیدین کی نماز پڑھنا:

(۵۷) **سوال:** حضراتِ علمائے دین! زوال کے وقت عید الفطر اور عید الاضحی کی نماز اور خطبہ پڑھ لیا تو نماز اور خطبہ ہوئے یا نہیں؟

فقط: والسلام
المستفتی: عبد الحنان، سمستی پور

الجواب وباللہ التوفیق: عید الفطر اور اسی طرح عید الاضحیٰ کی نماز کا وقت زوال سے پہلے تک رہتا ہے اور زوال کے وقت ختم ہو جاتا ہے؛ لہٰذا بوقت زوال نماز اور خطبہ درست نہیں ہوں گے۔[۲]

الجواب صحیح:
سید احمد علی سعید
مفتی اعظم دار العلوم وقف دیوبند

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد عمران دیوبندی غفرلہ
نائب مفتی دار العلوم وقف دیوبند

---

(۱) المرغیناني، الهداية، "كتاب الصلاة: فصل في الأوقات التي تكره فيها الصلوٰة": ج۱، ص: ۸۴، ۸۵.

(۲) وابتداء وقت صلاة العيدين من ارتفاع الشمس إلى قبيل زوالها وتوخر صلاة عيد الفطر بعذر كالمطر ونحوه إلى الغد فقط وتؤخر صلاة عيد الاضحى بعذر إلى ثلثة أيام. (أحمد بن محمد، طحطاوي على المراقي، "أحكام العيدين": ص: ۵۳۲-۵۳۸)

وقد وقع في عبارات الفقهاء أن الوقت المكروه هو عند انتصاف النهار إلى أن تزول الشمس، ولا يخفى أن زوال الشمس إنما هو عقيب انتصاف النهار بلا فصل، وفي هذ القدر من الزمان لا يمكن أداء صلاة فيه، فلعل المراد أنه لا تجوز الصلاة بحيث يقع جزء منها في هذا الزمان الخ. (ابن عابدين، رد المحتار، "كتاب الصلاة: مطلب يشترط العلم بدخول الوقت": ج ۲، ص: ۳۱، زکریا، دیوبند)

فجر کے بعد نفل نماز پڑھنا:

(۵۸)**سوال**: نماز فجر کے بعد طلوعِ شمس سے پہلے نفل نماز پڑھنا اور ایسے ہی نماز عصر کے بعد غروب شمس سے پہلے نفل نماز پڑھنا کیسا ہے؟

فقط: والسلام
المستفتی: محمد جانی، دیوبند

الجواب وبالله التوفيق: فجر کی نماز کے بعد طلوعِ آفتاب مکمل ہونے سے پہلے اور ایسے ہی عصر کی نماز کے بعد غروبِ آفتاب سے پہلے نفل نماز پڑھنا ممنوع ہے جو حضرات ایسا کرتے ہیں ان کو چاہئے کہ ان دو اوقات کے بعد نفل نماز پڑھیں۔(۱)

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد احسان غفرلہ (۱۴۱۹/۵/۶ھ)
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:
خورشید عالم غفرلہ
مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

---

(۱)عن أبي هريرة رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم نهى عن بيعتين و عن لبستين و عن صلاتين نهى عن الصلاة بعد الفجر حتى تطلع الشمس وبعد العصر حتى تغرب الشمس الخ (أخرجه البخاري، في صحيحه، ''كتاب مواقيت الصلاة، باب الصلاة، بعد الفجر حتى ترتفع الشمس'': ج۱، ص:۸۲، رقم:۵۶۳)

عن ابن عمر رضي الله عنه، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: لا صلاة بعد الفجر إلا سجدتين. ...... وهو ما أجمع عليه أهل العلم: كرهوا أن يصلي الرجل بعد طلوع الفجر إلا ركعتي الفجر ومعنى هذا الحديث إنما يقول لا صلاة بعد طلوع الفجر إلا ركعتي الفجر. (أخرجه الترمذي، في سننه، أبواب الصلاة، ''باب ما جاء لا صلاة بعد طلوع الفجر إلا ركعتين'': ج۱، ص:۹۶، رقم:۴۱۹)

عن يسار مولى عبد الله بن عمر رضي الله عنه، قال: رآني ابن عمر وأنا أصلي بعد ما طلع الفجر، فقال: يا يسار كم صليت؟ قلت: لا أدري، قال: لا دريت إن رسول الله صلى الله عليه وسلم خرج علينا ونحن نصلي هذه الصلاة فقال: ألا ليبلغ شاهدكم غائبكم، ان لا صلاة بعد الصبح إلا سجدتان. (أخرجه أحمد، في مسنده مسند عبد الله بن عمر رضي الله عنهما: ج۱۰، ص:۷۳، رقم:۵۸۱۱)

تسعة أوقات يكره فيها النوافل وما في معناها لا الفرائض. هكذا في النهاية والكفاية، فيجوز فيها قضاء الفائتة وصلاة الجنازة وسجدة التلاوة. كذا في فتاوى قاضي خان. منها: ما بعد طلوع الفجر قبل صلاة الفجر. كذا في النهاية والكفاية، يكره فيه التطوع بأكثر من سنة الفجر. ومنها: ما بعد صلاة العصر قبل التغير. هكذا في النهاية والكفاية، لو افتتح صلاة النفل في وقت مستحب ثم أفسدها (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر:)

اوقات مکروہہ میں نماز جنازہ اور سجدہ تلاوت کا حکم:

(۵۹) **سوال:** حضرت مفتی صاحب! ہمارے یہاں ایک صاحب فرماتے ہیں اوقات مکروہہ میں یعنی طلوعِ آفتاب یا غروبِ آفتاب کے وقت اگر کوئی شخص سجدہ تلاوت کرتا ہے یا نماز جنازہ پڑھتا ہے تو پڑھنا جائز ہے کیا ان کا یہ کہنا صحیح ہے؟ ان وقتوں میں سجدہ تلاوت کرنا اور نماز جنازہ کا پڑھنا ازروئے شریعت جائز ہے یا نہیں؟ یا اس میں کوئی تفصیل ہے؟ ''بینوا وتوجروا''

فقط: والسلام

المستفتی: محمد توفیق عالم، دہلی

الجواب وباللّٰہ التوفیق: واضح رہے کہ مذکورہ مسئلے میں قدرے تفصیل ہے: اگر اوقاتِ مکروہہ ہی میں سجدہ تلاوت واجب ہو جائے یا جنازہ تیار ہو جائے تو اس صورت میں مکروہ اوقات میں سجدہ تلاوت کرنا یا نماز جنازہ پڑھنا بلا کراہت جائز ہے؛ لیکن نماز جنازہ پہلے سے تیار ہو یا سجدہ تلاوت پہلے سے واجب ہو چکا ہو تو ایسی صورت میں اوقاتِ مکروہہ میں سجدہ تلاوت کرنا یا نماز جنازہ کا پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔

''عن علي رضي اللّٰه عنه: أن النبي صلی اللّٰه علیه وسلم قال له: یا علي! ثلاث لاتؤخرها: الصلاۃ إذا آنت، والجنازۃ إذا حضرت، والأیم إذا وجدت لها كفوًا ''[1]

(پچھلے صفحہ کا حاشیہ:) فقضاها بعد صلاۃ العصر قبل مغیب الشمس لا یجزیه هكذا في محیط السرخسي، ومنها: ما بعد غروب الشمس قبل صلاۃ المغرب. (جماعة من علماء الهند، الفتاویٰ الهندیة، ''كتاب الصلاۃ: الباب الأول في المواقیت وما یتصل بها، الفصل الثالث، في بیان الأوقات التي لا تجوز فیها الصلاۃ وتكره فیها'': ج۱، ص: ۱۰۹، مکتبہ: رشیدیہ دیوبند)

(وكره نفل) قصدا ولو تحیة مسجد (وكل ما كان واجبا) لا لعینه بل (لغیره) وهو ما یتوقف وجوبه علی فعله (كمنذور، وركعتي طواف) وسجدتي سهو (والذي شرع فیه) في وقت مستحب أو مكروه (ثم أفسده و) لو سنة الفجر (بعد صلاۃ فجر و) صلاۃ (عصر). (ابن عابدین، رد المحتار، ''كتاب الصلاۃ: مطلب یشترط العلم بدخول الوقت'': ج۲، ص: ۳۶، ۳۷)

(۱) أخرجه الترمذي، في سننه، ''أبواب الصلوۃ، باب ما جاء في الوقت الأول من الفضل'': ج۱، ص: ۴۳، رقم: ۱۷۱.

فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

’’إذا وجبت صلاة الجنازة وسجدة التلاوة في وقت مباح وأخرتا إلى هذا الوقت فإنه لا يجوز قطعا أما لو وجبتا في هذا الوقت وأديتا فيه جَاز‘‘(۱)

علامہ حصکفی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے:

’’(وكره) تحريماً ...... (صلاة) مطلقاً (ولو) قضاءً أو واجبةً أو نفلًا أو (على جنازة وسجدة تلاوة وسهو) (مع شروق) (واستواء) ...... (وغروب، إلا عصر يومه) فلايكره فعله لأدائه كما وجب‘‘(۲)

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد حسنین ارشد قاسمی
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند
(۲۲/۱۲/۱۴۴۲ھ)

الجواب صحیح:
محمد احسان غفرلہ، محمد عارف قاسمی، امانت علی قاسمی
محمد اسعد جلال قاسمی، محمد عمران گنگوہی
مفتیان دارالعلوم وقف دیوبند

نمازِ فجر کی قضا طلوعِ آفتاب کے کتنی دیر بعد کرنی چاہئے؟

(۶۰) **سوال:** حضرات علمائے دین ومفتیان عظام! نماز فجر کی قضاء طلوعِ آفتاب کے کتنی دیر کے بعد کرنی چاہئے؟ اگر کسی نے اس وقت میں نماز پڑھ لی اور وہ وقت طلوعِ آفتاب کا ہے تو اس کی نماز ہوئی یا نہیں؟ اس کی پڑھی ہوئی نماز کا اعادہ کرنا ضروری ہے یا نہیں؟ مدلل جواب دے کر ممنون فرمائیں۔

فقط: والسلام
المستفتی: محمد رحمت اللہ، ممبئی

الجواب وباللہ التوفیق: صورت مسئولہ میں جب آفتاب طلوع ہو جائے اور زردی زائل ہو جائے یعنی سورج کم از کم ایک نیزہ کی مقدار بلند ہو جائے جس کا اندازہ فقہاء کرام نے تقریباً دس منٹ سے لگایا ہے اور سورج میں اتنی روشنی آجائے کہ نظر اس پر ٹھہر نہ سکے تو مکروہ وقت ختم

---

(۱) جماعة من علماء الهند، الفتاوىٰ الهندية، ’’كتاب الصلاة: الباب الأول في المواقيت وما يتصل بها، الفصل الثالث: في بيان الأوقات التي لا تجوز فيها الصلاة‘‘: ج۱، ص:۱۰۸۔

(۲) ابن عابدین، ردالمحتار، ’’كتاب الصلاة: مطلب يشترط العلم بدخول الوقت‘‘: ج۲، ص:۳۰-۳۳۔

ہوجاتا ہے اس کے بعد پڑھی جانے والی نماز درست ہوجاتی ہے؛ البتہ بہتر ہے کہ جب سورج دو نیزے کی مقدار بلند ہوجائے یعنی سورج طلوع ہونے سے بیس منٹ کے بعد نماز پڑھی جائے۔ نیز طلوع آفتاب کے وقت پڑھی گئی نفل نماز تو کراہتِ تحریمی کے ساتھ ادا ہوجاتی ہے؛ البتہ اگر فرض یا واجب نماز پڑھی گئی تو اعادہ لازم ہے۔

”وقت الفجر من الصبح الصادق وهو البياض المنتشر فی الأفق إلی طلوع الشمس“(۱)

”ثلاثة أوقات لا يصح فيها شيء من الفرائض والواجبات التي لزمت في الذمة قبل دخولها أي الأوقات المكروهة أولها عند طلوع الشمس إلى أن ترتفع وتبيض قدر رمح أو رمحين“(۲)

”والإسفار بالفجر مستحب سفرا وحضرا للرجال“(۳)

”ثلاث ساعات لاتجوز فيها المكتوبة ولا صلاة الجنازة ولا سجدة التلاوة، إذا طلعت الشمس حتى ترتفع، وعند الانتصاف إلى أن تزول، وعند إحمرارها إلى أن تغيب إلا عصر يومه ذلك، فإنه يجوز أداؤه عند الغروب. هكذا في فتاوى قاضي خان قال الشيخ الإمام أبو بكر محمد بن الفضل: ما دام الإنسان يقدر على النظر إلى قرص الشمس فهي في الطلوع. كذا في الخلاصة. هذا إذا وجبت صلاة الجنازة وسجدة التلاوة في وقت مباح وأخرتا إلى هذا الوقت، فإنه لا يجوز قطعا، أما لو وجبتا في هذا الوقت وأديتا فيه جاز؛ لأنها أديت ناقصة كما وجبت. كذا في السراج الوهاج وهكذا في الكافي والتبيين، لكن الأفضل في سجدة التلاوة تأخيرها وفي صلاة الجنازة التأخير مكروه. هكذا في التبيين ولايجوز فيها قضاء الفرائض

---

(۱) جماعة من علماء الهند، الفتاوىٰ الهندية، ”كتاب الصلاة، الباب الأول في المواقيت ومايتصل بها، الفصل الأول: في أوقات الصلاة“: ج۱،ص:۱۰۷.

(۲) أحمد بن محمد، حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، ”كتاب الصلاة، فصل في الأوقات المكروهة“: ج۱،ص:۱۸۵،۱۸۶.

(۳) حسن بن عمار، مراقي الفلاح شرح نور الايضاح، ”كتاب الصلاة“: ص:۷۱.

والواجبات الفائتة عن أوقاتها كالوتر. هكذا في المستصفى والكافي"[1]

الجواب صحیح: فقط: واللہ اعلم بالصواب

محمد احسان غفرلہ، محمد عارف قاسمی، امانت علی قاسمی **کتبہ:** محمد حسنین ارشد قاسمی

محمد اسعد جلال قاسمی، محمد عمران گنگوہی نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

مفتیان دار العلوم وقف دیوبند (۲۰ رصفر المظفر: ۱۴۴۳ھ)

فجر کی نماز کے دوران سورج طلوع ہو جائے تو کیا کرے؟

(۶۱) **سوال:** ایک شخص نماز فجر ادا کر رہا تھا، ایک رکعت پوری کر چکا تھا، دوسری رکعت شروع کی تو معلوم ہوا کہ سورج طلوع ہو رہا ہے اب وہ اپنی نماز پوری کرے یا چھوڑ دے؟ "بینوا وتوجروا"

فقط: والسلام

المستفتی: اسلام الدین، ہریدوار

الجواب وباللہ التوفیق: اگر وقت میں اتنی گنجائش ہے کہ جلدی کے ساتھ دوسری رکعت ادا کر سکتا ہے تو بہت جلدی دوسری رکعت ادا کرے اور اگر اتنی گنجائش نہیں ہے تو نماز کو چھوڑ دے اور سورج طلوع ہونے کے بعد قضا کرے، اگر نماز کے دوران ہی سورج طلوع ہو گیا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔[2]

الجواب صحیح: فقط: واللہ اعلم بالصواب

سید احمد علی سعید **کتبہ:** محمد عمران دیوبندی غفرلہ (۱۷/۱۰/۱۴۴۱ھ)

مفتی اعظم دار العلوم وقف دیوبند نائب مفتی دار العلوم وقف دیوبند

سورج کے زردی مائل ہونے سے پہلے قضاء نماز پڑھنا:

(۶۲) **سوال:** نماز عصر کی ادائیگی کے بعد سورج غروب ہونے سے پہلے قضاء نماز

---

(۱) جماعة من علماء الهند، الفتاویٰ الهندية، "كتاب الصلاة، الباب الأول في المواقيت وما يتصل بها، الفصل الثالث: في بيان الأوقات التي لاتجوز فيها الصلاة وتكره فيها": ج۱،ص:۱۰۸۔

(۲) قوله بخلاف الفجر الخ، أي فإنه لا يؤدي فجر يومه وقت الطلوع لأن وقت الفجر كله كامل فوجبت كاملة فتبطل بطروّ الطلوع الذي هو وقت فساد. (ابن عابدين، رد المحتار، "كتاب الصلاة": مطلب: يشترط العلم بدخول الوقت، ج۲،ص:۳۳، زکریا، دیوبند)

پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

فقط: والسلام
المستفتی: مولوی نثار احمد، اودھ

الجواب وباللہ التوفیق: عصر کی نماز سے لے کر غروب آفتاب تک ہر طرح کے نوافل ادا کرنا ممنوع ہے، البتہ اگر کوئی عصر کے بعد قضاء نمازوں میں سے کوئی نماز ادا کرنا چاہتا ہے سورج کی زردی مائل ہونے سے پہلے تک قضاء نماز پڑھ سکتا ہے، سورج کی زردی مائل ہونے کے بعد سے لے کر غروب آفتاب تک آج کی عصر کے علاوہ کوئی نماز ادا نہیں کر سکتا ہے۔ (۱)

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: امانت علی قاسمی
مفتی دارالعلوم وقف دیوبند
(۴/۸/۱۴۴۳ھ)

الجواب صحیح:
محمد احسان غفرلہ، محمد عارف قاسمی، محمد اسعد جلال قاسمی
محمد عمران گنگوہی، محمد حسنین ارشد قاسمی
مفتیان دارالعلوم وقف دیوبند

عصر کی نماز کے دوران غروب آفتاب ہو گیا:

(۶۳) **سوال**: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام:

غروب آفتاب کے بعد اگر عصر کی نماز ادا کی نیت سے پڑھی تو کیا نماز ہو جائے گی؟ میں عصر کی نماز ادا کی نیت سے پڑھ رہا تھا، تیسری رکعت میں تھا کہ مغرب کی اذان شروع ہو گئی، تو کیا میری نماز

---

(۱) تسعة أوقات يكره فيها النوافل وما في معناها لا الفرائض ...... فيجوز فيها قضاء الفائتة وصلاة الجنازة وسجدة التلاوة ...... ومنها: ما بعد صلاة العصر قبل التغير. (جماعة من علماء الهند، الفتاویٰ الهندية، ''كتاب الصلاة: الباب الاول في المواقيت وما يتصل بها : الفصل الثالث: في بيان الأوقات التي لاتجوز فيها الصلاة وتكره فيها، ج۱، ص:۱۰۹، زکریا دیوبند)

يجوز قضاء الفائتة وصلاة الجنازة وسجدة التلاوة في هذا الوقت بلا كراهة. (ابن عابدين، رد المحتار، ''كتاب الصلاة'': مطلب يشترط العلم بدخول الوقت، ج۲، ص:۳۸)

وجميع أوقات العمر وقت القضاء إلا الثلاثة المنهية. (الحصكفي، الدر المختار مع رد المحتار، ''كتاب الصلاة، باب قضاء الفوائت'': ج۲، ص:۵۲۴، زکریا دیوبند)

ہوگئی۔ اور فجر کی نماز میں سورج نکل جائے تو کیا حکم ہے؟ وضاحت فرمائیں۔

فقط: والسلام

المستفتی: احمد وارث، سہارن پور

الجواب وبالله التوفيق: غروب آفتاب کا وقت، مکروہ وقت ہے، لیکن اس دن کی نماز عصر پڑھنے کی گنجائش ہے۔ اگر عصر کی نماز پڑھتے ہوئے آفتاب غروب ہوگیا، تو مکروہ وقت ختم ہوکر اب صحیح وقت شروع ہوگیا، اس لیے نماز درست ہوجائے گی۔ فجر کے وقت کا مسئلہ اس سے مختلف ہے، یعنی اگر کسی نے فجر کی نماز شروع کی اور دوران نماز آفتاب طلوع ہوگیا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ کیوں کہ صحیح وقت میں اس نے نماز شروع کی اور اب مکروہ وقت ہوگیا، اس لیے نماز درست ہوجائے گی۔

”وكره صلاة إلى قوله إلا عصر يومه وفي الشرح: فلايكره فعله لأدائه كماوجب بخلاف الفجر“[1]

”والصلاة منهي عنها في هذا الوقت وقد وجبت عليه ناقصة وأداها كما وجبت بخلاف الفجر إذا طلعت فيها الشمس؛ لأن الوجوب يتضيق بآخر وقتها ولا نهي في آخر وقت الفجر وإنما النهي يتوجه بعد خروج وقتها فقد وجبت عليه الصلاة كاملة فلا تتأدى بالناقصة فهو الفرق والله أعلم“[2]

فقط: واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد اسعد جلال قاسمی

نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

(۱۸/۴/۱۴۴۳ھ)

الجواب صحیح:

محمد احسان غفرلہ، محمد عارف قاسمی

محمد عمران گنگوہی، محمد حسنین ارشد قاسمی

مفتیان دارالعلوم وقف دیوبند

(۱) ابن عابدین، رد المحتار، ”كتاب الصلاة“: مطلب: يشترط العلم بدخول الوقت، ج۲، ص:۳۰-۳۳۔

(۲) الكاساني، بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع، ”كتاب الصلاة، فصل في حكم هذه الصلوات إذا فسدت“: ج۱، ص:۵۶۲.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب الاذان والإقامة

(اذان واقامت کا بیان)
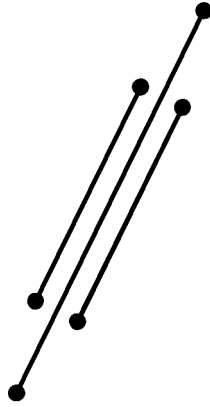
فصل اول: اذان کا بیان

فصل ثانی: فاسق کی اذان کا بیان

فصل ثالث: اقامت کا بیان

فصل رابع: اذان واقامت کے متفرقات کا بیان

فصل اول:

اذان کا بیان

کیا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اذان یا اقامت کہی تھی؟

(۱) **سوال:** کیا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اذان دی تھی یا اقامت کہی تھی؟ اگر حدیث سے ثابت ہو تو حوالہ تحریر کریں؟

اگر اذان واقامت کو ملا دیا جائے تو کیسا ہے؟ یعنی اگر ساتھ ساتھ ہی کہہ دیں تو کوئی حرج تو نہیں ہے؟

فقط: والسلام
المستفتی: منشی نور حسین، روڑکی، ہردوار

الجواب وباللہ التوفیق: ایک صحابیؓ کی روایت ہے: کہ میں ایک سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا اور بارش شدید تھی، جب نماز کا وقت ہوگیا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سواری پر ہی اذان دی اور اقامت کہی اور نماز پڑھائی۔(۱)

اذان کو اقامت کے ساتھ ملا دینا مکروہ ہے، مطلب یہ ہے کہ دونوں کے درمیان میں اگر فاصلہ

---

(۱) عن عمرو بن عثمان بن يعلى بن مرة عن أبيه عن جده أنهم كانوا مع النبي صلى الله عليه وسلم في سفر فانتهوا إلى مضيق فحضرت الصلوٰة فمطروا، السماء من فوقهم والبلة من أسفل منهم فأذن رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو على راحلته وأقام فتقدم على راحلته فصلى بهم يؤمي إيماءً يجعل السجود أخفض من الركوع. (أخرجه الترمذي، في سننه، ''أبواب الصلاة، باب ما جاء في الصلاة على الدابة في الطين والمطر'': ج۱، ص:۹۴، رقم:۴۱۱، کتب خانہ نعیمیہ، دیوبند)

عن عبيد الله بن أبي رافع عن ابيه قال: رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم أذن في أذن الحسن بن علي حين ولدته فاطمة بالصلوٰة، هذا حديث صحيح والعمل عليه. (أخرجه الترمذي، في سننه، ''أبواب الأضاحي، باب الأذان في أذن المولود'': ج۱، ص:۲۷۸، رقم:۱۵۱۴، کتب خانہ نعیمیہ، دیوبند)

نہ ہوتو مکروہ ہے، مغرب کی اذان واقامت اس سے مستثنیٰ ہے، اس میں صرف ایک سکتہ کا وقفہ ہے۔ [۱]

فقط: واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: سید احمد علی سعید (۱۴۱۳/۵/۱۰ھ)

مفتی اعظم دارالعلوم وقف دیوبند

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اذان دینے والے کتنے تھے اور کہاں کہاں اذان دیتے تھے؟

(۲) **سوال**: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اذان دینے والے کتنے تھے اور کون کون تھے اور کہاں کہاں اذان کے لیے مقرر تھے؟

فقط: والسلام

المستفتی: محمد افتخار، بستوی

الجواب وباللہ التوفیق: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں چار مؤذن تھے۔

(۱) حضرت بلال بن رباح رضی اللہ عنہ (۲) حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ یہ دونوں تو مدینہ منورہ میں اذان دیتے تھے۔

(۳) حضرت سعد القرظ رضی اللہ عنہ مسجد قبا میں اذان دیتے تھے۔

(۴) حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ میں اذان دیتے تھے۔ [۲]

فقط: واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد احسان غفرلہ (۱۴۱۹/۱۱/۲۲ھ)

نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:

خورشید عالم غفرلہ

مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

---

(۱) (ویفصل بین الأذان والإقامة) لکراهة وصلهما. (أحمد بن محمد، حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، ''کتاب الصلاة، باب الأذان''، ص: ۱۹۸، مکتبہ: شیخ الہند، دیوبند)

(۲) أما مؤذنوه فأربعة: اثنان بالمدينة: بلال بن رباح، وأمه حمامة، مولى أبي بكر الصديق، وهو أوّل من أذن لرسول الله صلى الله عليه وسلم، ولم يؤذن بعده لأحد من الخلفاء، إلّا أنّ عمر لما قدم (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر:)

امام ومؤذن میں سے کس کا درجہ بڑا ہوتا ہے؟

(۳) **سوال:** کیا فرماتے ہیں علماء دین مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں امام ومؤذن میں سے کس کا درجہ عہدے کے اعتبار سے بڑا ہوتا ہے؟

فقط: والسلام

المستفتی: حافظ محمد اکرم، مالیرکوٹلہ، پنجاب

الجواب وباللہ التوفیق: امام ومؤذن میں امام کا درجہ بڑا ہوتا ہے۔ روایت میں ہے کہ مالک بن حویرث اپنے چچازاد بھائی کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تعلیم کے لیے آئے تھے اور جب وہ دونوں جانے لگے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب نماز کا وقت ہوجائے تو تم دونوں اذان واقامت کہنا اور امامت کے سلسلے میں فرمایا کہ: جو تم میں بڑا ہو وہ امامت کرے۔ معلوم ہوا کہ امام کا درجہ بڑا ہوتا ہے۔ نیز امامت کی ذمہ داری زیادہ بڑی ہوتی ہے؛ کیوں کہ امام تمام مقتدیوں کی نماز کا ضامن ہوتا ہے؛ اس لیے امام کے لیے مسائل امامت سے واقفیت بھی ضروری ہوتی ہے جب کہ مؤذن کے لیے اس طرح کی کوئی شرط نہیں ہے۔

’’عن مالك بن الحويرث،قال:قدمت على رسول الله صلى الله عليه وسلم أنا

(پچھلے صفحہ کا حاشیہ:)الشام حين فتحها أذّن بلال،فتذكّر النبي صلى الله عليه وسلم،قال أسلم مولى عمر بن الخطاب:فلم أر باكيًا أكثر من يومئذ،وتوفي سنة سبع عشرة،أو ثمان عشرة أو عشرين بداريا بباب كيسان، وله بضع وستون سنة،وقيل:دفن بحلب، وقيل:بدمشق،وعمرو بن أم مكتوم القرشي الأعمى،وهاجر إلى المدينة قبل النبي صلى الله عليه وسلم،وأذّن له عليه الصلاة والسلام بقباء،سعد بن عائذ أو ابن عبد الرحمن المعروف بسعد القرظ وبالقرظي، مولى عمّار، بقى إلى ولاية الحجّاج على الحجاز، وذلك سنة أربع وسبعين،وبمكة أبو محذورة،واسمه:أوس الجمحي المكي،أبوه:معير بكسر الميم وسكون وفتح التحتانية، مات بمكة سنة تسع وخمسين،وقيل:تأخّر بعد ذلك. (أبو عبد الله بن عبد الباقي،الزرقاني المالكي، شرح الزرقانيؒ، ’’الفصل السابع:في مؤذنيه وخطبائه وحدائه وشعرائه‘‘:ج۵،ص:۷۳،۷۴(شاملہ)

وابن عم لي، فقال لنا: إذا سافرتما فأذنا وأقيما، وليؤمكما أكبركما''[1]

الجواب صحیح: فقط: واللہ اعلم بالصواب

محمد احسان غفرلہ، محمد عارف قاسمی **کتبہ:** امانت علی قاسمی

محمد اسعد جلال غفرلہ، محمد عمران گنگوہی، محمد حسنین ارشد قاسمی مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

مفتیان دارالعلوم وقف دیوبند (۱۵/۵/۱۴۴۲ھ)

فجر کی اذان میں ''الصلوٰۃ خیر من النوم'' کہنے کا حکم:

(۴) **سوال:** حضرت مفتی صاحب! اذان دیتے ہوئے اذان کے الفاظ اگر مؤذن سے چھوٹ جائیں یا بھولے سے رہ جائیں تو اس صورت میں اذان ہوگی یا نہیں؟ اس اذان سے پڑھی جانے والی نماز میں کوئی خرابی تو لازم نہیں آئے گی؟ نیز ''الصلوٰۃ خیر من النوم'' جو فجر کی اذان میں پڑھی جاتی ہے یہ کہنا شرعی طور پر کیسا ہے؟ شریعت کی روشنی میں رہنمائی فرمائیں۔

فقط: والسلام

المستفتی: فضل اللہ، دہلی

الجواب وباللہ التوفیق: اگر مؤذن سے اذان دینے کے وقت کوئی کلمہ چھوٹ جائے اور یاد نہ رہے تو ایسی صورت میں دوبارہ اذان دینے کی ضرورت نہیں ہے، اذان ہوگئی اس اذان سے پڑھی جانے والی نماز میں کوئی خرابی لازم نہیں آئے گی تاہم اگر اذان کے درمیان ہی چھوٹا ہوا کلمہ یاد آجائے تو وہ کلمہ دہرالے اور مؤذن وہیں سے آخر تک اذان کے کلمات کا اعادہ کرے۔ نیز فجر کی اذان میں ''الصلوٰۃ خیر من النوم'' کہنا مستحب ہے اگر یہ کلمہ بھی فجر کی اذان میں چھوٹ جائے تو اذان کا اعادہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے، اذان ہو جائے گی اور اس سے پڑھی جانے والی نماز بھی درست ہوگی۔

---

(۱) أخرجه الترمذي، في سننه، ''أبواب الصلاة، باب ماجاء في الأذان في السفر'': ج۱، ص:۵۰، رقم: ۲۰۵.
عن مالك بن حويرث قال أتيت النبي صلى الله عليه وسلم في نفر من قومي فأقمنا عنده عشرين ليلة، وكان رحيمًا رفيقًا فلمّا رأى شوقنا إلى أهلينا قال: ارجعوا، فكونوا فيهم وعلموهم وصلوا فإذا حضرت الصلاة فليؤذن لكم أحدكم وليؤمكم أكبركم. (أخرجه البخاري، في صحيحه ''كتاب الأذان، باب من قال ليؤذن في السفر مؤذن واحد'': ج۱، ص:۸۷، رقم:۶۲۸)

”ویقول:ندباً بعد فلاح أذان الفجر:”الصلاة خير من النوم“مرتين“(۱)

”(قال: وإذا قدم المؤذن في أذانه أو إقامته بعض الكلمات على بعض فالأصل فيه أن ما سبق أداؤه يعتد به حتى لايعيده في أذانه)وما يقع مكررًا لايعتد به فكأنه لم يكرر“(۲)

”وإذا قدّم المؤذن في أذانه وإقامته بعض الكلمات على البعض، نحو أن يقول: أشهد أن محمدًا رسول الله قبل قوله: أشهد أن لا إله إلا الله،فالأفضل في هذا أن ما سبق أوانه لايعتد به حتى يعيده في أوانه وموضعه؛ لأن الأذان شرعت منظومةً مرتباً، فتؤدى على نظمه وترتيبه. وإن مضى على ذلك جازت صلاتهم“(۳)

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد حسنین ارشد قاسمی
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند
(۱۲/۲۵: ۱۴۴۲ھ)

الجواب صحیح:
محمد احسان غفرلہ، محمد عارف قاسمی
محمد اسعد جلال قاسمی، محمد عمران گنگوہی
مفتیان دارالعلوم وقف دیوبند

مؤذن کیسا ہونا چاہئے،اس کے لیے کیا شرطیں ہیں؟

(۵) **سوال:** مؤذن کیسا ہونا چاہئے،مؤذن ہونے کی کیا کیا شرطیں ہیں؟

فقط: والسلام
المستفتی: عبدالرحیم، کشمیری

الجواب وبالله التوفيق: مؤذن نیک اور دیندار،متبع سنت اوراذان کے طریقے سے واقف اور بلند آواز ہونا چاہئے؛ کیوں کہ مؤذن اللہ تعالیٰ کی طرف سے منادی اور کامیابی کے لیے پکارنے والا ہے پس مؤذن جتنا دیندار ہوگا اس کا اچھا اثر لوگوں پر ہوگا۔(۴)

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد عمران دیوبندی غفرلہ (۱۴۱۲/۴/۱۶ھ)
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:
سید احمد علی سعید
مفتی اعظم دارالعلوم وقف دیوبند

---

(۱) ابن عابدين، رد المحتار، ”كتاب الصلاة، باب الأذان“: مطلب في أول من بنى المنائر (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر:)

مؤذن کی فضیلت:

(۶) **سوال**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل کے بارے میں:
میں تقریباً ۱۸ر سال سے اپنے محلّہ کی مسجد میں اذان دیتا ہوں پوچھنا ہے کہ شریعت مطہرہ میں اذان دینے والے کی کیا فضیلت ہے؟ نیز کئی سال ہوئے میں نے ایک عالم دین سے سنا تھا کہ اگر کوئی مؤذن سات سال تک اذان دیتا ہے تو اللہ تبارک وتعالیٰ اس مؤذن کو جہنم سے خلاصی عطاء فرماتے ہیں، کیا مذکورہ بات قرآن وحدیث میں مذکور ہے؟ اگر موجود ہے تو دلیل کے ساتھ جواب دے کر مشکور ہوں۔

فقط: والسلام
المستفتی: محمد نور اللہ، دھنباد

الجواب وباللہ التوفیق: اذان شعائر دین میں سے ہے۔ اذان کا احترام اور محبت ہر مومن کا ایمانی تقاضا ہے۔ اذان دینے والے کی فضیلت بھی احادیث مبارکہ میں متعدد جگہ آئی ہے مسلم شریف کی حدیث ہے: جب قیامت کے دن مؤذن اٹھیں گے تو ان کی گردنیں سب سے بلند ہوں گی۔ ''المؤذنون أطول الناس أعناقا یوم القیامة''(۱)

(پچھلے صفحہ کا حاشیہ:) للأذان، ج۲،ص:۵۴.

(۲) السرخسي، المبسوط، ''کتاب الصلاة، باب الأذان'': ج۱،ص:۲۸۵.

(۳) أبو المعالي برهان الدین المرغیناني، المحیط البرهاني في الفقه النعماني، ''کتاب الصلاة، نوع آخر في تدارك الخلل الواقع به'': ج۱،ص:۳۴۸.

(۴) ویستحب أن یکون المؤذن صالحاً، أي متقیا لأنه أمین في الدین عالماً بالسنة في الأذان وعالماً بدخول أوقات الصلاة لتصحیح العبادة. (أحمد بن اسماعیل، حاشیة الطحطاوي علی مراقي الفلاح، ''کتاب الصلاة: باب الأذان'': ص:۱۹۷، شیخ الہند، دیوبند)

ثم اعلم أنه ذکر في الحاوي القدسي من سنن المؤذن: کونه رجلاً عاقلاً صالحاً عالماً بالسنن والأوقات مواظباً علیه محتسباً ثقة متطهراً مستقبلاً. (ابن عابدین، رد المحتار، ''کتاب الصلاة: باب الأذان'': مطلب في المؤذن إذا کان غیر محتسب في أذانه، ج۲،ص:۶۲، زکریا دیوبند)

(۱) أخرجه مسلم، في صحیحه، ''کتاب الصلاة، باب فضل الأذان، وهرب الشیطان عند سماعه، ج۱،ص: ۱۶۷، رقم:۳۸۷.

مذکورہ حدیث کی تشریح میں علامہ نوویؒ نے لکھا ہے: لمبی گردن کا مطلب ہے کہ مؤذن میدان حشر میں سب سے ممتاز اور منفرد نظر آئیں گے، ایک روایت ہے: مؤذن کی آواز جہاں تک پہونچتی ہے سب چیزیں اس آواز کو سنتی ہیں اور مؤذن کے لیے دعائے مغفرت کرتی ہیں۔

"عن أبي هريرة سمعه من فم رسول الله صلى الله عليه وسلم، يقول: المؤذن يغفرله مد صوته ويشهد له كل رطب ويابس"(۱)

نیز آپ نے جو باتیں عالم دین سے سن رکھی ہیں وہ حدیث کا مضمون ہے، امام ترمذیؒ کی ایک روایت ہے:

"عن ابن عباس رضي الله عنه قال:قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من أذن محتسبا سبع سنين كتب له براء ة من النار"(۲)

ایسے ہی امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے مسند احمد میں ایک روایت نقل کی ہے کہ تین قسم کے لوگ قیامت کے دن مشک کے ٹیلے پر ہونگے جسے دیکھ کر تمام اولین وآخرین رشک کریں گے۔

اول: ایسا غلام جو اللہ اور اپنے آقاء کے حقوق ادا کرتا ہو، **دوم:** وہ امام جس سے ان کے مقتدی راضی ہوں، **سوم:** وہ مؤذن جو پانچوں وقت کی اذان دیتا ہو۔

ایک روایت میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے مؤذن کے لیے خاص طور پر مغفرت کی دعاء فرمائی ہے۔

ان احادیثِ مبارکہ کے علاوہ اور بھی کئی روایتیں کتبِ احادیث میں موجود ہیں جو مؤذن کی فضیلت کے سلسلے میں وارد ہوئی ہیں۔

"عن ابن عمر رضي الله عنهما قال:قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:ثلاثة على كثبان المسك يوم القيامة: رجل أم قوما وهم به راضون، ورجل يؤذن في كل

---

(۱)أخرجه النسائي، في سننه، "كتاب الأذان، باب رفع الصوت بالأذان" ج۱،ص:۷۵،رقم:۶۴۵.

(۲)أخرجه ابن ماجه في سننه، "كتاب الصلاة، أبواب الأذان والسنة فيها": ص:۵۳،رقم:۷۲۷.

یوم ولیلة خمس صلوات الخ"[1]

الجواب صحیح:
محمد احسان غفرلہ، محمد عارف قاسمی
محمد اسعد جلال قاسمی، محمد عمران گنگوہی
مفتیان دارالعلوم وقف دیوبند

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد حسنین ارشد قاسمی
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند
(۷/۳/۱۴۴۳ھ)

بنیان پہن کر اذان دینا:

(۷) **سوال**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: بنیان پہن کر اذان دینا درست ہے یا نہیں؟ کیا بنیان پہن کر اذان دینے کے بعد دوبارہ اذان دینا لازم ہے؟

فقط: والسلام
المستفتی: اکرام، سہارنپور

الجواب وباللہ التوفیق: صورت مسئولہ میں بنیان پہن کر اذان دینا جائز ہے، اس صورت میں اذان ہو جائے گی، قابل اعادہ نہیں ہوگی۔ البتہ بلا عذر ایسا نہیں کرنا چاہئے متقیوں والا مہذب لباس پہن کر اذان دینی چاہیے[2]

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: سید احمد علی سعید (۱۰/۶: ۱۴۰۸ھ)
مفتی اعظم دارالعلوم وقف دیوبند

اذان ثانی کا جواب دینا ضروری ہے یا نہیں؟

(۸) **سوال**: اذان ثانی کا جواب دینا جائز ہے یا نہیں؟ جب کہ فرمایا گیا "إذا خرج الإمام فلا صلوة ولا کلام"

فقط: والسلام
المستفتی: زاہد الرحمٰن، کٹیہار

(۱) أخرجه أحمد في مسند عبدالله بن عمر رضي الله عنهما، ج۸، ص: ۲۱۷، رقم: ۴۷۹۹۔
(۲) (ويستحب أن يكون المؤذن صالحاً) أي متقياً لأنه أمين في الدين (عالماً بالسنة) (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر:)

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جمعہ کے دن اذان ثانی کا جواب زبان سے نہیں دینا چاہئے؛ البتہ دل میں جواب دے دے تو درست ہے، ’’وينبغي أن لا يجيب بلسانه اتفاقا في الأذان بين يدى الخطيب‘‘(۱)

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: سید احمد علی سعید (۲۳/۵/۱۴۰۸ھ)
مفتی اعظم دارالعلوم وقف دیوبند

تلاوت قرآن افضل ہے یا اذان کا جواب دینا:

(۹) **سوال**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان عظام مسئلہ ذیل کے بارے میں: زید کا کہنا ہے کہ جب اذان ہورہی ہو تو اس وقت تلاوت قرآن کو موقوف کر کے اذان کا جواب دیا جائے جب کہ احقر اس بات کا قائل ہے کہ اذان کے وقت تلاوت کو موقوف کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ سوال پوچھنا یہ ہے کہ اذان کے وقت تلاوت کو موقوف کرنا کیا ضروری ہے؟ اور اذان کا جواب دینا از روئے شریعت کیا حکم ہے؟ مکمل ومدلل جواب دے کر ممنون فرمائیں۔

فقط: والسلام
المستفتی: محمد انس قاسمی، دربھنگہ

(پچھلے صفحہ کا حاشیہ:) في الأذان وعالماً بدخول (أوقات الصلاة) لتصحيح العبادة (و) أن يكون (على وضوء) لقوله عليه السلام لا يؤذن إلا متوضئ (مستقبل القبلة) كما فعله الملك النازل (إلا أن يكون راكباً) لضرورة سفرو وحل ويكره في الحضر راكباً في ظاهر الرواية. (أحمد بن محمد، حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، ’’كتاب الصلاة، باب الأذان‘‘: ص: ۱۹۷، مکتبہ: شیخ الہند، دیوبند)

من سنن المؤذن كونه رجلاً عاقلاً صالحاً عالماً بالسنن والأوقات مواظباً عليه محتسباً ثقة متطهراً الخ. (ابن عابدين، رد المحتار، ’’كتاب الصلاة: باب الأذان، مطلب في المؤذن إذا كان غير محتسب في أذانه‘‘: ج ۲، ص: ۶۲، مکتبہ: زکریا، دیوبند)

(۱) ابن عابدين، رد المحتار، ’’كتاب الصلاة، باب الأذان‘‘: مطلب في كراهة تكرار الجماعة في المسجد، ج ۲، ص: ۷۰۔

وينبغي أن يقال لا تجب يعني بالقول بالإجماع للأذان بين يدي الخطيب وتجب بالقدم بالاتفاق للأذان الأول يوم الجمعة لوجوب السعي بالنص. (أحمد بن محمد، حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، ’’كتاب الصلاة: باب الأذان‘‘: ص: ۲۰۲، مکتبہ: شیخ الہند، دیوبند)

الجواب وباللہ التوفیق: اذان کا جواب دینا مستحب ہے اور اذان کے وقت قرآن کی تلاوت موقوف کر کے اذان کا جواب دینا کتب فقہ میں افضل لکھا ہے؛ کیوں کہ اذان کے بعد تلاوت قرآن پاک دوبارہ ہوسکتی ہے؛ لیکن اذان ہوجانے کی صورت میں جواب دینے کا موقع پھر دوبارہ نہیں ملے گا۔ صاحب مراقی الفلاح نے لکھا ہے کہ تلاوت موقوف کر کے اذان کا جواب دینا ہی بہتر اور افضل طریقہ ہے۔

"أمسك حتى عن التلاوة ليجيب المؤذن ولو في المسجد وهو أفضل"(۱)

فتاوی عالمگیری میں لکھا ہے:

"ولو كان في القراءة ينبغي أن يقطع ويشتغل بالاستماع والإجابة كذا في البدائع"(۲)

درمختار میں ہے:

"من سمع الأذان بأن يقول بلسانه كمقالته...... فيقطع قراءة القرآن لو كان يقرأ بمنزله ويجيب لو أذان مسجده ...... قال في الفتح أي مؤذن يجيب باللسان استحبابا أو وجوبا والذي ينبغي إجابة الأول سواء كان مؤذن مسجده أو غيره"(۳)

خلاصہ: مذکورہ عبارتوں سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ اذان کے وقت تلاوت قرآن کریم کو موقوف کر کے اذان کا جواب دینا افضل ہے، جیسا کہ فتاویٰ عالمگیری اور درمختار وغیرہ میں تفصیل سے مذکور ہے۔

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد حسنین ارشد قاسمی
نائب مفتی دار العلوم وقف دیوبند
(۲۲/۱۲/۱۴۴۲ھ)

الجواب صحیح:
محمد احسان غفرلہ، امانت علی قاسمی، محمد عارف قاسمی
محمد اسعد جلال قاسمی، محمد عمران گنگوہی
مفتیان دار العلوم وقف دیوبند

---

(۱) حسن بن عمار، مراقي الفلاح شرح نور الإيضاح، "كتاب الصلاة، باب الأذان": ص: ۷۹.

(۲) جماعة من علماء الهند، الفتاویٰ الهندية، "كتاب الصلاة، الباب الثاني في الأذان"، الفصل الثاني: في كلمات الأذان والإقامة و كيفيتهما": ج ۱، ص: ۱۱۴.

(۳) ابن عابدين، رد المحتار، "كتاب الصلاة، باب الأذان، مطلب: في كراهة تكرار الجماعة في المسجد": ج ۲، ص: ۶۵-۶۹.

لاؤڈ اسپیکر پر اذان دینا:

(۱۰) **سوال:** موجودہ حالات میں اذان میں اسپیکروں کو استعمال کرنا کیسا ہے؟ اکثر مساجد میں اسپیکر لگے ہوئے ہیں جن سے آوازوں میں خلل واقع ہوتا رہتا ہے بجائے خوبصورتی کے تکبیرات خلط ملط ہوتی رہتی ہیں شرعاً کیا حکم ہے؟

فقط: والسلام
المستفتی: محمد علی صاحب، بلیا

الجواب وباللہ التوفیق: افضل اور بہتر تو یہی ہے کہ بلا ضرورت آلۂ مکبر الصوت استعمال نہ کریں؛ لیکن اگر واقعی ضرورت ہو، مسجد بھی بڑی ہو اور محلّہ بھی بڑا ہو نمازی بھی زیادہ ہوں اور مکبروں کے تکبیر کہنے میں تکلیف ہوتی ہو یا اس کا انتظام نہ ہو سکتا ہو تو اس صورت میں اس کے استعمال سے نماز میں کوئی نقص نہیں آئے گا۔ (۱)

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد عمران دیوبندی غفرلہ (۲۸/۷/۱۴۱۳ھ)
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:
سید احمد علی سعید
مفتی اعظم دارالعلوم وقف دیوبند

نابالغ بچوں کا اذان دینا:

(۱۱) **سوال:** نابالغ بچوں کا مسجد کے مائک میں اذان پڑھنا، ایسے ہی بالغ آدمی کا بغیر وضو کے اذان پڑھنا کیسا ہے؟

فقط: والسلام
المستفتی: قاری فیاض، سہارنپور

الجواب وباللہ التوفیق: سمجھدار نابالغ کی اذان درست ہے اور وہ نابالغ بچے جو

(۱) وینبغي أن یؤذن علی المئذنة أو خارج المسجد، ولا یؤذن في المسجد...... والسنة أن یؤذن في موضع عالٍ یکون أسمع بجیرانه ویرفع صوته ولا یجهد نفسه. (جماعة من علماء الهند، الفتاویٰ الهندیة، ''کتاب الصلاة: الباب الثاني، في الأذان'': الفصل الثاني: في کلمات الأذان ...... بقیہ حاشیہ آئندہ صفحہ پر......

سمجھدار نہ ہوں ان کا اذان پڑھنا درست نہیں، بالغ آدمی بے وضو اذان پڑھے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے کہ وضو اذان کے لیے شرط نہیں ہے، مگر اس کی عادت بنالینا اچھا نہیں۔[1]

الجواب صحیح: فقط: واللہ اعلم بالصواب

خورشید عالم غفرلہ **کتبہ:** محمد احسان غفرلہ (۱۴۱۸/۵/۲۹ھ)

مفتی دارالعلوم وقف دیوبند نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

مؤذن ''اللہ اے اکبر'' کہتا ہے اذان ونماز درست ہوئی یا نہیں؟

(۱۲) **سوال:** مؤذن ''اللہ اکبر'' کے بجائے ''اللہ اے اکبر'' کہتا ہے، تو اذان درست ہوئی یا نہیں؟ اور اس کے بعد نماز پڑھی گئی، تو وہ ادا ہوئی یا نہیں؟

فقط: والسلام

المستفتی: محمد ایوب چودھری، سہارنپور

الجواب وباللہ التوفیق: کلمات اذان کی ادیگی صحیح کرنی چاہیے، اس طرح پڑھنا اچھا نہیں؛ تاہم اذان درست ہوگئی اور نماز پر اس کا کوئی اثر نہیں ہوگا۔[2]

الجواب صحیح: فقط: واللہ اعلم بالصواب

خورشید عالم غفرلہ **کتبہ:** محمد احسان غفرلہ (۱۴۱۸/۴/۲۱ھ)

مفتی دارالعلوم وقف دیوبند نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

......گذشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ...... والإقامة و كيفيتهما، ج۱، ص:۱۱۲، مکتبہ: زکریا، دیوبند)

ولأن الأوقات إعلام في حق الخواص والأذان إعلام في حق العوام. (أحمد بن محمد، حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، ''كتاب الصلاة: الباب الثاني: في الأذان''، ص:۱۹۱، ۱۹۲، مکتبہ: شیخ الہند، دیوبند)

أنه يجب يعني يلزم الجهر بالأذان لإعلام الناس. فلو أذن لنفسه خافت لأنه الأصل في الشرع كما في كشف المنار. (ابن عابدين، رد المحتار، ''كتاب الصلاة: مطلب في الجوق''، ج۱، ص:۳۹۰).

(۱)(ويجوز) بلا كراهة أذان صبي مراهق وعبد .... وكذا يعاد (أذان إمرأة ومجنون ومعتوه وسكران وصبي لا يعقل) لا إقامتهم لما مر. (ابن عابدين، رد المحتار، ''كتاب الصلاة: باب الأذان'': مطلب في المؤذن إذا كان غير محتسب في أذانه، ج۲، ص:۵۹-۶۱، زکریا، دیوبند)

أذان الصبي العاقل صحيح من غير كراهة في ظاهر الرواية ولكن أذان البالغ أفضل وأذان الصبي الذي لا يعقل لا يجوز ويعاد. (جماعة من علماء الهند، الفتاوىٰ الهندية، ...... بقیہ حاشیہ آئندہ صفحہ پر......

﴿إذا نودي﴾ سے کون سی اذان مراد ہے؟

(۱۳)**سوال**: سورۃ جمعہ کی آیت: ۹ تا ۱۱ر کے مطابق اذان اول کو سمجھا جائے یا اذان دوم کو ظاہر ہے کہ خرید و فروخت احاطہ مسجد میں نہیں ہوتی آبادی یا بازار میں ہوتی ہے، عام طور پر آدھا گھنٹہ یا پون گھنٹہ نماز جمعہ سے قبل مساجد میں اذان ہوتی ہے ہر سننے والا اس اذان کو جمعہ کی اذان سمجھتا ہے۔

فقط: والسلام

المستفتی: نور عالم علوی، خادم ادارہ احیاء السنہ لکھنؤ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سورہ جمعہ کی آیت ﴿إِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوۃِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ﴾ سے مراد اکثر مفسرین اور فقہا نے اذان اول کو لیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں جمعہ میں صرف ایک اذان ہوتی تھی، اس وقت ﴿نُوْدِیَ﴾ کا خطاب اسی اذان سے تھا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ لوگوں کو مسجد میں آنے میں تاخیر ہوتی ہے اور لوگوں سے ''سعی إلی الجمعه'' کا وجوب ترک ہو رہا ہے، اس لیے انہوں نے منبر پر اذان سے پہلے زوال کے بعد مقام زوراء میں اذان کو جاری کیا اس طرح دو اذان ہونے لگیں، پہلی اذان زوراء کے پاس تاکہ لوگ اس اذان کو سن کر جلدی مسجد میں آجائیں پھر دوسری اذان لوگوں کے آنے کے بعد مسجد میں منبر کے سامنے دی جاتی تھی چوں کہ پہلی اذان کا مقصد ہی ہے کہ لوگ اذان سن کر ''سعی إلی الجمعه'' میں مشغول

...... گذشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ...... ''کتاب الصلاة: الباب الثاني في الأذان، الفصل الأول: في صفته وأحوال المؤذن'': ج۱، ص: ۱۱۰، مکتبہ: زکریا، دیوبند)

(۲) وبفتح راء أكبر والعوام يضمونها، روضة، لكن في الطلبة معنى قوله عليه الصلاة والسلام ''الأذان جزم'' أي مقطوع المد. فلا تقول: آللّٰه أكبر، لأنه استفهام وإنه لحن شرعي، أو مقطوع حركة الآخر للوقف فلا يقف بالرفع لأنه لحن لغوي. (الحصكفي، الدر المختا مع رد المحتار، ''كتاب الصلاة: باب الأذان'': ج۲، ص: ۵۱-۵۲، مکتبہ: زکریا، دیوبند)

والمد في أول التكبير كفر، وفي آخره خطأ فاحش، كذا في الزاهدي ويرتب بين كلمات الأذان والإقامة كما شرع، كذا في محيط السرخسي...... فالأفضل في هذا أن ما سبق على أوانه لا يعتد به حتى يعيده في أوانه وموضعه وإن مضىٰ على ذلك جازت صلاته. (جماعة من علماء الهند، الفتاوىٰ الهندية، ''كتاب الصلاة: الباب الثاني في الأذان، الفصل الثاني في كلمات الأذان والإقامة وكيفيتهما'': ج۱، ص: ۱۱۳، مکتبہ: زکریا، دیوبند)

ہوجائیں اور خرید وفروخت ترک کردیں تاکہ سعی الی الجمعہ میں مخل نہ ہو، اس لیے عموماً حضرات فقہاء نے بھی ﴿نُوْدِیَ﴾ سے مراد اذان اول ہی کو لیا ہے۔

''وکره البيع عند أذان الجمعة والمعتبر الأذان بعد الزوال، كذا في الكافي''(۱)

''وإذا أذن المؤذنون الأذان الأول ترك الناس البيع والشراء وتوجهوا إلى الجمعة ''لقوله تعالى: ﴿فَاسْعَوْا إِلَى ذِكْرِ اللَّهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ﴾ (سورة الجمعة:۹) وإذا صعد الإمام المنبر جلس وأذن المؤذنون بين يدي المنبر بذلك جرى التوارث ولم يكن على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم إلا هذا الأذان ولهذا قيل هو المعتبر في وجوب السعي وحرمة البيع والأصح أن المعتبر هو الأول إذا كان بعد الزوال لحصول الإعلام به''(۲)

تاہم موجودہ ماحول میں جب کہ اذان اول اور اذان ثانی کے درمیان کا وقفہ بعض جگہوں پر بہت زیادہ رہتا ہے، بعض جگہوں پر ایک گھنٹہ پہلے اذان ہوجاتی ہے اور ایک ایک گھنٹے اور بعض جگہ آدھا گھنٹے تک اردو تقریر ہوتی ہے ایسی صورت میں ''سعی إلى الجمعه'' کے مقصد کی طرف نظر ہونی چاہیے اذان اول کی طرف نہیں، اس لیے اتنا پہلے کام بند کرنا اور خرید وفروخت ترک کرنا ضروری ہوگا کہ اگر کام بند نہ کیا گیا اور خرید وفروخت کو جاری رکھا تو ''سعی إلى الجمعه'' میں خلل ہوگا اور خطبہ سے پہلے پہونچنا دشوار ہوگا۔

اگر کسی جگہ اذان ایک گھنٹہ پہلے ہوتی ہو اور وہ شخص پندرہ منٹ میں تیار ہوسکتا ہے تو خطبہ سے پندرہ منٹ پہلے خرید وفروخت بند کرنا لازم ہوگا اور اگر کسی جگہ اذان اول اور خطبہ کے درمیان صرف پندرہ بیس منٹ کا فاصلہ رہتا ہو تو ان کے حق میں کراہت کا تعلق اذان اول سے ہی ہوگا۔ اس لیے کہ خرید وفروخت سے ممانعت کی علت سعی الی الجمعہ میں خلل ہے۔

وسيذكر الشارح في آخر البيع الفاسد أنه لا بأس به لتعليل النهي بالإخلال

---

(۱) جماعة من علماء الهند، الفتاوىٰ الهندية: ''كتاب البيوع، الباب العشرون في البياعات المكروهة والأرباح الفاسدة'': ج۳،ص:۱۹۸.

(۲) المرغيناني، هداية، ''كتاب الصلاة، باب الجمعة'': ج۱،ص:۱۷۱،۱۷۲.

بالسعي، فإذا انتفى انتفى، (قوله: وفي المسجد) أو على بابه، بحر (قوله: وفي الأصح) قال في شرح المنية: واختلفوا في المراد بالأذان الأول، فقيل: الأول باعتبار المشروعية،وهو الذي بين يدي المنبر؛ لأنه الذي كان أولاً في زمنه عليه الصلاة والسلام وزمن أبي بكر وعمر حتى أحدث عثمان الأذان الثاني على الزوراء حيث كثر الناس. والأصح أنه الأول باعتبار الوقت،وهو الذي يكون على المنارة بعد الزوال،اهـ. والزوراء بالمد: إسم موضع في المدينة، (قوله: صحة إطلاق الحرمة)قلت:سيذكر المصنف في أول كتاب الحظر والإباحة كل مكروه حرام عند محمد،وعندهما إلى الحرام أقرب، اهـ. نعم قول محمد رواية عنهما، كما سنذكره هناك إن شاء الله تعالى، وأشار إلى الاعتذار عن صاحب الهداية حيث أطلق الحرمة على البيع وقت الأذان مع أنه مكروه تحريماً،وبه اندفع ما في غاية البيان حيث اعترض على الهداية بأن البيع جائز،لكنه يكره كما صرح به في شرح الطحاوی؛لأن النهي لمعني في غيره لا يعدم المشروعية''(۱)

''الأذان المعتبر الذي يجب السعي عنده ويحرم البيع الأذان عند الخطبة لا الأذان قبله، لأن ذلك لم يكن في زمن النبي صلى الله عليه وسلم وذكر شمس الأئمة الحلواني،وشمس الأئمة السرخسي أن الصحيح المعتبر هو الأذان الأول بعد دخول الوقت، وفي المنافع: سواء كان بين يدي المنبر أو على الزوراء، وبه كان يفتى الفقيه أبو القاسم البلخي رحمه الله،وقال الحسن بن زياد رحمه الله: الأذان على المنارة هو الأصل''(۲)

الجواب صحیح:	فقط: واللہ اعلم بالصواب
محمد احسان غفرلہ،محمد عارف قاسمی	**کتبہ:** امانت علی قاسمی
محمد اسعد جلال قاسمی،محمد عمران گنگوہی،محمد حسنین ارشد قاسمی	مفتی دار العلوم وقف دیوبند
مفتیان دار العلوم وقف دیوبند	(۱۴۴۳/۵/۱۵ھ)

(۱)ابن عابدين، رد المحتار''كتاب الصلاة، باب الجمعة، مطلب: في حكم المرقى بين يدى الخطيب'': ج ۳،ص:۳۸. ......بقیہ حاشیہ آئندہ صفحہ پر......

کمپیوٹر کے ذریعہ اذان نشر کرنے کا حکم:

(۱۴) **سوال:** کیا فرماتے ہیں علماء دین مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں:
(۱) ایک محلے کی سات مسجدوں کا صرف ایک ہی مسجد کی اذان پر اکتفاء کرنا کیسا ہے؟
(۲) بغیر مؤذن کے کمپیوٹرائز اذان کا کیا حکم ہے؟

فقط: والسلام
المستفتی: محمد ابوبکر، ڈوڈہ، کشمیر

الجواب وباللہ التوفیق: (۱) جن مساجد میں باجماعت نماز ہوتی ہے وہاں ہر ایک مسجد میں علاحدہ علاحدہ اذان دینا سنت ہے، کئی مسجدوں کے لیے ایک اذان پر اکتفا کرنا خلاف مسنون ہے۔
(۲) کمپیوٹر کے ذریعہ جو اذان کی آواز سنائی دیتی ہے وہ صدائے بازگشت کے حکم میں ہے جس کا اعتبار نہیں ہے؛ اس لیے کمپیوٹرائز اذان سے اذان کی سنیت ادا نہ ہوگی یہ ایسے ہی ہے جیسے کوئی کمپیوٹر اور ٹیپ ریکارڈر کے ذریعہ آیت سجدہ سنے تو اس پر سجدہ واجب نہیں ہوتا؛ اس لیے کہ صدائے بازگشت ہے۔

”لا تجب بسماعه من الصدى هو ما يجيبك مثل صوتك في الجبال والصحارى و نحوهما كما في الصحاح“[۱]

”وروي ابن أبي مالك عن أبي يوسف عن أبي حنيفة في قوم صلوا في المصر في منزل أو في مسجد منزل، فأخبروا بأذان الناس وإقامتهم أجزأهم. وقد أساء وا

......گذشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ......

(۲) وقال مفتي الحنيفة السلطنة السنية الفاضل سعد الله حلبي المعتبر في تعلق الأمر يعتبر قوله تعالیٰ الآتي (فاسعوا) هو الأذان الأول في الأصح عندنا لأن حصول الإعلام به لا الأذان بين يدي المنبر ......أما كون الثاني لا إعلام فيه فلا يضر لأن وقته معلوم تخميناً ولو أريد ما ذكر وجب بالأول السعي وحرم البيع وليس كذلك. (علامه آلوسي، روح المعاني، ”سورة الجمعة: ۹-۱۱“: ج ۱۵، ص: ۱۴۶)

والصحيح أن السعي وترك البيع ونحوه يجب بالأذان الأول لعموم، قوله تعالى: ﴿إِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ﴾ وصدقه على الأذان الأول أيضاً. (قاضي ثناء الله پاني پتی، تفسير مظهري، ”سورة الجمعة: ۹“: ج ۹، ص: ۲۷۵، زکریا، دیوبند)

(۱) ابن عابدين، رد المحتار، ”كتاب الصلاة: باب سجود التلاوة“: ج ۲، ص: ۵۸۳، مکتبہ: زکریا، دیوبند۔

بتركهما، فقد فرق بين الجماعة والواحد؛ لأن أذان الحي يكون أذانا للأفراد ولا يكون أذانا للجماعة"(۱)

"قال ابن المنذر:فرض في حق الجماعة في الحضر والسفر،وقال مالك:يجب في مسجدالجماعة،وفي"العارضة":وهو على البلد وليس بواجب في كل سجدة، ولكنه يستحب في مساجد الجماعات أكثر من العدد"(۲)

"وإذا قسّم أهل المحلّة المسجد وضربوا فيه حائطا ولكل منهم إمام على حدة ومؤذنهم واحد لا بأس به والأولى أن يكون لكل طائفة مؤذن"(۳)

فقط: واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: امانت علی قاسمی

مفتی دار العلوم وقف دیوبند

(۱۷/۴/۱۴۴۱ھ)

الجواب صحیح:

محمد احسان غفرلہ، محمد عارف قاسمی

محمد اسعد جلال قاسمی، محمد عمران گنگوہی

مفتیان دار العلوم وقف دیوبند

عورت کی اذان؟

(۱۵) **سوال:** (۱) اگر عورت اذان کہہ دے تو صحیح ہو جائے گی یا نہیں؟

(۲) وہ کون کون ہیں جن کی اذان معتبر نہیں مانی جاتی اور اعادہ ضروری ہوتا ہے؟

فقط: والسلام

المستفتی: محمد صالح، میرٹھ

الجواب وباللہ التوفیق: (۱) اگر عورت اذان کہہ دے تو وہ اذان طریقہ مسنونہ کے مطابق ادا نہیں ہوگی۔ بنابریں دوبارہ کسی مرد کا اذان کہنا مستحب ہوگا۔

---

(۱) الكاساني،بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع،"كتاب الصلاة: فصل في بيان محل وجوب الأذان": ج۱،ص:۳۷۸.

(۲) العيني،البنايه شرح الهداية،"كتاب الصلاة: باب الأذان" حكم الأذان": ج۲،ص:۷۷، مکتبہ نعیمیہ، دیوبند.

(۳) ابن نجيم،البحر الرائق "كتاب الصلاة، فصل استقبال القبلة بالفرج في الخلاء": ج۲،ص:۳۸.

(۲) ۱۲؍سال سے کم عمر کا بچہ، جنبی، مدہوش، مجنون، عورت، اگر اذان کہہ دیں تو اعادہ کرنا ہوگا یعنی کوئی مرد دوبارہ اذان کہے۔ (۱)

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: سید احمد علی سعید (۱۰/۵:۱۴۱۳ھ)
مفتی اعظم دارالعلوم وقف دیوبند

متعدد اذانوں میں سے کس کا جواب دینا ضروری ہے؟

(۱۶) **سوال:** ہمارے علاقے میں بہت سی مساجد ہیں جہاں پر یکے بعد دیگرے اذان ہوتی ہیں، تو کس مسجد کی اذان کا جواب دینا ضروری ہے؟

فقط: والسلام
المستفتی: منشی محمد رمضان، محلہ عالی، سہارنپور

الجواب وباللہ التوفیق: محلہ کی مسجد کی اذان ہو یا کسی دوسرے محلہ کی جس اذان کی آواز پہلے کان میں پڑے اس کا جواب دینا ضروری ہے۔ باقی اذانوں کا جواب ضروری نہیں ہے البتہ افضل ہے کہ ان کا بھی جواب دیا جائے۔ (۲)

---

(۱) وکره أذان المرأة فيعاد ندباً، كذا في الكافي. (جماعة من علماء الهند، الفتاویٰ الهندية، ’’كتاب الصلاة: الباب الثاني، في الأذان‘‘: الفصل الأول: في صفته وأحوال المؤذن، ج۱، ص:۱۱۰، مکتبہ: زکریا دیوبند)

وأنه يكره أذان المرأة والصبي العاقل ويجزى حتى لا يعاد لحصول المقصود وهو الإعلام وروي عن الإمام أنه تستحب إعادة أذان المرأة ...... وذكر في البدائع أيضا أن أذان الصبي الذي لا يعقل لا يجزى ويعاد لأن ما يصدر لا من عقل لا يعتد به كصوت الطيور. (ابن عابدين، رد المحتار، ’’كتاب الصلاة: باب الأذان، مطلب في المؤذن إذا كان غير محتسب في أذانه‘‘: ج۲، ص:۶۲، مکتبہ: زکریا دیوبند)

ويكره بل لا يصح أذان صبي لا يعقل...... وأذان المرأة لأنها إن خفضت صوتها أخلت بالإعلام وإن رفعته ارتكبت معصية لأنه عورة. (أحمد بن محمد، حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، ’’كتاب الصلاة: باب الأذان‘‘: ص:۱۹۹-۲۰۰، مکتبہ: شیخ الہند دیوبند)

ويعاد أذان جنب ندباً لا إقامته وكذا يعاد أذان إمرأة ومجنون و معتوه وسكران وصبي لا يعقل. (ابن عابدين، رد المحتار، ’’كتاب الصلاة: باب الأذان، مطلب في المؤذن إذا كان غير محتسب في أذانه‘‘: ج۲، ص:۶۰-۶۱، مکتبہ: زکریا، دیوبند)

(۲) وإذا تعدد الأذان يجيب الأول ولا يجيب في الصلاة. (حسن بن عمار، مراقي الفلاح شرح نور الإيضاح: ’’كتاب الصلاة، باب الأذان‘‘ ج۱، ص:۸۰)

''وإذا تعدد الأذان يجيب الأول، مطلقاً سواءٌ كان مؤذن مسجده أم لا لأنه حيث سمع الأذان ندبت له الإجابة ثم لا يتكرر عليه في الأصح ذكره الشهاب في شرح الشفاء''(۱)

الجواب صحیح:
خورشید عالم غفرلہ
مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد احسان غفرلہ (۳۰/۷/۱۴۱۸ھ)
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

اذان کے جواب دینے کا حکم:

(۱۷)**سوال:** حضرت مفتی صاحب ایک مسئلہ دریافت کرنا ہے کہ اذان کا جواب دینا از روئے شریعت کیسا ہے؟ یعنی سنت ہے، واجب ہے، یا مستحب؟ فقہ کی کتابوں میں اور شریعت مطہرہ میں اس کا کیا حکم ہے؟

فقط: والسلام
المستفتی: محمد زید عالم، چمپارن

الجواب وباللہ التوفیق: اذان کا جواب دینا مستحب ہے، جیسا کہ علامہ ابن عابدین نے ردالمحتار میں لکھا ہے کہ اذان کا جواب دینا مستحب ہے:

''قال في الفتح:.... أي مؤذن يجيب باللسان استحبابا أو وجوباً والذي ينبغي إجابة الأول سواء كان مؤذن مسجده أو غيره''(۲)

الجواب صحیح:
محمد احسان غفرلہ، امانت علی قاسمی، محمد عارف قاسمی
محمد اسعد جلال قاسمی، محمد عمران گنگوہی
مفتیان دارالعلوم وقف دیوبند

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد حسنین ارشد قاسمی
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند
(۱۲/۱۰/۱۴۴۲ھ)

---

(۱)أحمد بن محمد، حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، باب الأذان: ج۱، ص: ۲۲۰
(قوله: ولو تكرر) أى بأن أذن واحد بعد واحد، أما لو سمعهم في آن واحد من جهات فسيأتي.
(قوله: أجاب الأول) سواء كان مؤذن مسجده أو غيره بحر عن الفتح بحثا. ......بقیہ حاشیہ آئندہ صفحہ پر......

جمعہ کے خطبہ کے لیے مؤذن کے علاوہ کسی اور شخص کا اذان دینا:

(۱۸) **سوال**: کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام مندرجہ ذیل مسئلہ کے بارے میں:
اگر کسی نے جمعہ کی اذان دی تو جمعہ کے خطبہ کی اذان اس کے علاوہ کوئی دوسرا شخص دے سکتا ہے یا نہیں؟

فقط: والسلام
المستفتی: سہیل احمد، علی گڑھ

الجواب وباللہ التوفیق: کوئی دوسرا شخص بھی اذان ثانی دے سکتا ہے؛ لیکن افضل ہے کہ مؤذن خود اذان دے؛ نیز مؤذن کے موجود ہوتے ہوئے اس کی اجازت کے بغیر کسی دوسرے شخص نے اقامت کہہ دی جب کہ اس سے مؤذن کو تکلیف ہوتی ہو، تو مکروہ ہے، ہاں اگر مؤذن کی صراحتاً یا دلالۃً اجازت سے کوئی دوسرا شخص اذان ثانی یا خطبہ دے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ (۱)

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد اسعد جلال قاسمی
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند
(۲۴/۵: ۱۴۳۸ھ)

الجواب صحیح:
محمد احسان غفرلہ، محمد عارف قاسمی
محمد عمران گنگوہی
مفتیان دارالعلوم وقف دیوبند

......گذشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ...... ويفيده ما في البحر أيضا عن التفاريق: إذا كان في المسجد أكثر من مؤذن أذنوا واحدا بعد واحد، فالحرمة للأول اهـ. لكنه يحتمل أن يكون مبنيا على أن الإجابة بالقدم، أو على أن تكراره في مسجد واحد يوجب أن يكون الثاني غير مسنون، بخلاف ما إذا كان من محلات مختلفة. تأمل. ويظهر لي إجابة الكل بالقول لتعدد السبب وهو السماع كما اعتمده بعض الشافعية. (ابن عابدين: رد المحتار: "كتاب الصلاة، باب الأذان، مطلب في كراهة تكرار الجماعة في المسجد": ج۲،ص:۶۶،۶۷)

(۲) ابن عابدين، رد المحتار، "كتاب الصلاة، باب الأذان، مطلب في كراهة تكرار الجماعة في المسجد": ج۲،ص:۷۰.

(۱) ومنها (أي ومن صفات المؤذن) أن يكون مواظباً على الأذان لأن حصول الإعلام لأهل المسجد بصوت المواظب أبلغ من حصوله بصوت من لا عهد لهم بصوته فكان أفضل. (الكاساني، بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع: "كتاب الصلاة، فصل الأذان، في بيان سنن صفات المؤذن": ج۱،ص:۳۷۳)

(أقام غير من أذن بغيبته) أي المؤذن (لا يكره مطلقا) وإن بحضوره كره إن لحقه وحشة. (ابن عابدين، رد المحتار مع الدر المختار، "كتاب الصلاة، باب الأذان، مطلب في المؤذن إذا كان غير محتسب في أذانه": ج۲،ص:۶۴)

گھر پر جماعت کے لیے اذان واقامت ضروری ہے یا نہیں؟

(۱۹) **سوال**: گھر پر جماعت کرنے کے لیے اذان وتکبیر ضروری ہے یا نہیں؟

فقط: والسلام
المستفتی: محمد آفاق، دیوبند

الجواب وباللہ التوفیق: گھر میں نماز پڑھنے والوں کے لیے اذان واقامت ضروری نہیں ہے تاہم اذان واقامت کے ساتھ نماز ادا کی جائے تو بہتر ہے تاکہ گھر کی نماز بھی مسجد کی جماعت کی ہیئت پر ہو جائے؛ لیکن اگر اذان واقامت کو ترک کر دیا تو کوئی حرج نہیں، کیوں کہ مسجد محلّہ کی اذان واقامت کافی ہے، تاہم اقامت کا اہتمام پھر بھی کرنا چاہیے۔

شامی میں ہے ''**لکن لا یکرہ ترکہ بمصلی في بیتہ في المصر لأن أذان الحي یکفیہ کما سیأتي**''(۱)

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد احسان غفرلہ (۱۲/۳؍۱۴۱۸ھ)
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:
خورشید عالم غفرلہ
مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

فجر کی اذان میں ''الصلوٰۃ خیر من النوم'' بھول جائے، تو کیا حکم ہے؟

(۲۰) **سوال**: اگر فجر کی اذان میں ''الصلوٰۃ خیر من النوم'' چھوڑ دے یعنی بھول جائے، تو کیا حکم ہے؟

فقط: والسلام
المستفتی: عبدالمجید، بنگلہ دیش

---

(۱) حصکفي، الدر المختار، ''کتاب الصلاۃ، باب الأذان''، ج۱، ص: ۳۸۴.

(بخلاف مصل) ولو بجماعۃ (وفی بیتہ بمصر) أو قریۃ لھا مسجد؛ فلا یکرہ ترکھما إذ أذان الحی یکفیہ لأن أذان المحلۃ وإقامتھا کأذانہ وإقامتہ. (ابن عابدین، رد المحتار علی الدر المختار، ''کتاب الصلاۃ، باب الأذان، مطلب في المؤذن إذا کان غیر محتسب في أذانہ'': ج۲، ص: ۶۳، زکریا، دیوبند)

فإن صلی في بیتہ في المصر یصلي بأذان وإقامۃ ''لیکون الأداء علی ھیئۃ الجماعۃ'' وإن ترکھما جاز، لقول ابن مسعود رضي اللہ عنہ أذان الحي یکفینا. (المرغیناني، الھدایۃ في شرح بدایۃ المبتدي، ''کتاب الصلاۃ'': ج۱، ص: ۹۲)

الجواب وباللہ التوفیق: اگر اذان کے درمیان یاد آیا جائے، تو جو کلمہ چھوٹا ہے وہاں سے آخر تک کلمات اذان کہہ کر اذان کو پورا کرے اور اگر اذان پورا کرنے کے بعد یاد آجائے، تو غلطی درست کر کے آخر تک کلمات کا اعادہ کرے اور اگر کافی وقت گزرنے کے بعد یاد آئے، تو دوبارہ اعادہ کرنا ضروری نہیں ہے۔ عالمگیری میں ہے:

''ویرتب بین کلمات الأذان والإقامة کما شرع کذا في محیط السرخسي وإذا قدم في أذانه أو في إقامته بعض الکلمات علی بعض نحو أن یقول أشهد أن محمد رسول اللّٰه، قبل قوله: أشهد أن لا إله إلا اللّٰه، فالأفضل في هذا أن ما سبق علی أوانه لا یعتد به حتی یعیده في أوانه وموضعه وإن مضیٰ علی ذلك جازت صلاته کذا في المحیط''(۱)

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد احسان غفرلہ (۱۴/۸/۱۴۱۸ھ)
نائب مفتی دار العلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:
خورشید عالم غفرلہ
مفتی دار العلوم وقف دیوبند

''حي علی الصلاۃ'' کی جگہ میں ''صلوا فی بیوتکم'' کہنا:

(۲۱) **سوال:** کیا اذان میں ''حي علی الصلاۃ'' کی جگہ ''صلو ا في بیوتکم'' کہا جا سکتا ہے جیسا کہ آج کل کورونا کی وجہ سے عرب کی اذانوں میں سننے کو مل رہا ہے؟

فقط: والسلام
المستفتی: محمد عبداللہ، ممبئی

الجواب وباللہ التوفیق: بعض روایات میں ''حي علی الصلاۃ'' کی جگہ ''صلو في بیوتکم'' پڑھنا ثابت ہے؛ لیکن حضرات محدثین کی رائے ہے کہ اس جملہ کا اضافہ اذان کے بعد کیا

---

(۱) جماعة من علماء الهند، الفتاوی الهندیة، ''کتاب الصلاة: الباب الثاني، في الأذان'': الفصل الثاني في کلمات الأذان والإقامة: ج۱، ص: ۱۱۳، مکتبہ: فیصل، دیوبند۔

ویقول ندباً بعد فلاح أذان الفجر: الصلاة خیر من النوم مرتین قوله: بعد فلاح الخ فیه رد علی من یقول: إن محله بعد الأذان بتمامه وهو اختیار الفضلي. (ابن عابدین، رد المحتار، ''کتاب الصلاة، باب الأذان، مطلب في أول من بنی المنائر للأذان'': ج۲، ص: ۵۴، زکریا، دیوبند)

جائے اذان کے اندر نہیں۔ علامہ بدر الدین عینی رحمۃ اللہ علیہ نے عمدۃ القاری میں لکھا ہے کہ: اذان میں شامل نہیں کرنا چاہیے؛ بلکہ اذان کے بعد کہنا چاہیے تاکہ اذان اپنی ہیئت پر باقی رہے؛ اسی طرح انھوں نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ اذان کے درمیان اور اذان کے بعد دونوں طرح کی اجازت ہے۔ (۱)

دوسری بات یہ ہے کہ ہمارے یہاں لوگ عربی نہیں جانتے ہیں؛ اس لیے ''صلوا في بیوتکم'' کہنے کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا، پھر لوگوں کو مسئلہ معلوم نہیں ہوتا ہے؛ اس لیے عام لوگوں میں بحث کا ایک موضوع بن جائے گا اور بسا اوقات انتشار کا سبب ہوگا؛ اس لیے بہتر یہ ہے کہ اذان مکمل دی جائے اور اذان کے بعد اردو میں یا مقامی زبان میں یہ کہہ دیا جائے کہ گھر پر نماز پڑھ لیں۔ (۲)

عرب میں ان کی زبان عربی ہے اور مؤذن سرکاری ہوتے ہیں اس لیے وہاں بحث کا موضوع نہیں بنتا اور انتشار پیدا نہیں ہوتا ہے۔

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: امانت علی قاسمی
مفتی دار العلوم وقف دیوبند
(۱۴۴۱/۲/۲۴ھ)

الجواب صحیح:
محمد احسان غفرلہ، محمد عارف قاسمی
محمد اسعد جلال غفرلہ، محمد عمران گنگوہی
مفتیان دار العلوم وقف دیوبند

نماز کی اذان کے علاوہ دیگر اذانوں کا حکم:

(۲۲) **سوال**: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین درج ذیل مسئلہ کے بارے میں:

اذان سننے کے بعد جواب دینا کیا ضروری ہے؟ شریعت اس سلسلے میں کیا حکم دیتی ہے؟ نیز نماز

---

(۱) وقوله ثم يقول يشعر بأن القول به كان بعد الأذان، فإن قلت قد تقدم في باب الكلام في الأذان أنه كان في أثناء الأذان، قلت يجوز كلا هما وهو نص الشافعي أيضاً في الأم ولكن الأولى أن يقال: بعد الأذان. (ملا علي قاري، عمدة القاري، ''كتاب الصلاة، باب هل يتبع المؤذن فاه وههنا'': ج۵، ص:۱۴۶) (شاملة)

(۲) حدثنا يحيٰ عن عبيد الله بن عمر قال: حدثني نافع قال: أذن ابن عمر في ليلة باردة بضجنان ثم قال صلوا في رحالكم وأخبرنا أن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يأمر مؤذنًا يؤذن ثم يقول على إثره ألا صلوا في الرحال في الليلة الباردة أو المطيرة في السفر. (أخرجه البخاري، في صحيحه، ''كتاب الأذان، باب الأذان للمسافر إذا كانوا جماعة'': ج۱، ص:۸۸، رقم:۶۳۲)

کے علاوہ جو اذانیں دی جاتی ہیں مثلاً آندھی طوفان کے وقت جو اذان دی جاتی ہے اس کا کیا حکم ہے؟ کیا عام اذانوں کی طرح ان اذانوں کا جواب دینا ضروری ہے؟ نیز اذان کا جواب کس طرح دیں گے؟ مفصل و مکمل جواب دینے کی زحمت گوارہ فرمائیں۔

فقط: والسلام

المستفتی: محمد کامران، دہلی

الجواب وباللہ التوفیق: شریعت اسلامیہ میں اذان کا جواب دینا مستحب ہے اور اذان سننے کے بعد جماعت کے لیے جانا واجب ہے؛ جیسا کہ درمختار میں ہے:

''من سمع الأذان بأن يقول بلسانه كمقالته......فيقطع قراءة القرآن لو كان يقرأ بمنزله ويجيب لو أذان مسجده ...... قال في الفتح أي مؤذن يجيب باللسان استحبابا أووجوبا والذي ينبغي إجابة الأول سواء كان مؤذن مسجده أو غيره''(۱)

مرد ہو یا عورت جو کوئی اذان کی آواز سنے اسے چاہئے کہ مؤذن جو الفاظ کہے ان ہی کو دہرائے لیکن جب مؤذن ''**حي على الصلوٰة**'' اور ''**حي على الفلاح**'' کہے تو سننے والا ''**لاحول ولا قوة إلا بالله**'' کہے گا؛ جیسا کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک روایت نقل کی ہے:

''عن أبي سعيد الخدري أن رسول الله صلى الله عليه وسلم، قال: إذا سمعتم النداء فقولوا مثل ما يقول المؤذن: وأيضاً: قال يحي وحدثني بعض إخواننا: أنه قال: لما قال حي على الصلوٰة قال: لا حول ولا قوة إلا بالله وقال: هكذاسمعنا نبيكم صلى الله عليه وسلم يقول''(۲)

مذکورہ عبارتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ نماز کی اذان کے علاوہ دیگر اذانیں جو دی جاتی ہیں ان اذانوں کا جواب دینا بھی مستحب ہے اس لیے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے مطلقاً اذان سننے والے کو جواب دینے کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے۔

(۱) ابن عابدين، رد المحتار، ''كتاب الصلاة، باب الأذان، مطلب في كراهة تكرار الجماعة في المسجد'': ج۲،ص:۶۵-۷۰.

(۲) أخرجه البخاري، في صحيحه، ''كتاب الأذان، باب ما يقول إذا سمع المنادى'': ج۱،ص:۸۶،رقم۶۱۱، ۶۱۳.

درمختار میں ہے کہ: کیا نماز کی اذان کے علاوہ دیگر اذانوں مثلاً بچے کی پیدائش کی اذان کا بھی جواب دیا جائے گا؟ پھر اس کا جواب خود دیا کہ میں نے اس مسئلہ پر اپنے ائمہ میں سے کسی کی تصریح نہیں دیکھی مگر ظاہر ہے کہ دیگر اذانوں کا جواب بھی دیا جائے گا۔

''هل يجيب اذان غير الصلوٰة كالأذان للمولود ؟لم أره لأئمتنا والظاهر نعم''[۱]

الجواب صحیح: فقط: واللہ اعلم بالصواب

محمد احسان غفرلہ، محمد عارف قاسمی، امانت علی قاسمی

محمد اسعد جلال غفرلہ، محمد عمران گنگوہی

مفتیان دارالعلوم وقف دیوبند

کتبہ: محمد حسنین ارشد قاسمی

نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

(۲۲/۱۲/۱۴۴۲ھ)

ننگے سر اور بلا وضو اذان دینا:

(۲۳)**سوال:** مؤذن صاحب کو اکثر دیکھا گیا کہ وہ جلدی میں ننگے سر اذان پڑھتے ہیں اور غالباً وضو بھی نہیں کرتے بس مزاج میں جلدی ہے، تو ننگے سر یا بے وضو اذان ہو جاتی ہے یا نہیں؟

فقط: والسلام

المستفتی: محمد اشفاق، کھتولی

الجواب وباللہ التوفیق: اگر جلدی کی وجہ سے ننگے سر یا بے وضو اذان پڑھ دی گئی تو وہ اذان ادا ہوگئی، اعادہ کی ضرورت نہیں ہے؛ البتہ جان بوجھ کر ایسا نہ کرے اور اگر کوئی شخص عادت ہی بنا لے کہ ہمیشہ بے وضو اذان دیتا رہے، تو یہ کراہت سے خالی نہیں۔

''قال: أبوهريرة لا ينادي بالصلاة إلا متوضئ''[۲]

''واختلف أهل العلم فى الأذان علىٰ غير وضوء فكرهه بعض أهل العلم وبه

(۱)ابن عابدين، رد المحتار، ''كتاب الصلاة: باب الأذان، مطلب في كراهة تكرار الجماعة في المسجد'': ج۲،ص:٦٦.

(۲)أخرجه الترمذي، في سننه، ''أبواب الصلاة:باب ما جاء في كراهية الأذان بغير وضوء'': ج۱،ص:۵۰،رقم: ۲۰۱، کتب خانہ نعیمیہ دیوبند.

يقول الشافعي وإسحاق، ورخص في ذلك بعض أهل العلم وبه يقول: سفيان وابن المبارك وأحمد.

ويكره أذان جنب وإقامته وإقامة محدث لا أذانه على المذهب‘‘[۱]

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد عمران دیوبندی غفرلہ (۱۹/۱/۱۴۱۲ھ)
نائب مفتی دار العلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:
سید احمد علی سعید
مفتی اعظم دار العلوم وقف دیوبند

دوکان، مکان، جنگل میں نماز پڑھنے کے لیے اذان پڑھنی چاہیے یا نہیں؟

(۲۴) **سوال:** اپنی نماز اگر دوکان یا مکان یا جنگل میں ادا کرے، تو اذان کہنی چاہیے یا نہیں؟

فقط: والسلام
المستفتی: ابرار احمد، بنگلوری

الجواب وباللہ التوفیق: دوکان، مکان میں محلّہ کی مسجد کی اذان کافی ہے، جنگل میں جہاں اذان کی اواز نہیں پہونچتی با جماعت نماز پڑھتے وقت اذان مسنون ہے۔

’’بخلاف مصل ولو بجماعة في بيته بمصر، أو قرية لها مسجد فلا يكره تركهما إذ أذان الحي يكفيه......قوله لها مسجد أي فيه أذان وإقامة......قوله إذا أذان الحي يكفيه لأن أذان المحلة وإقامتها كأذانه وإقامته لأن المؤذن نائب أهل المصر كلهم‘‘[۲]

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد عمران دیوبندی غفرلہ (۱۷/۱/۱۴۱۲ھ)
نائب مفتی دار العلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:
سید احمد علی سعید
مفتی اعظم دار العلوم وقف دیوبند

---

(۱) ابن عابدین، رد المحتار، ’’کتاب الصلاة: باب الأذان، مطلب في المؤذن إذا كان غير محتسب في أذانه‘‘: ج ۲، ص: ۶۰، زکریا دیوبند۔

(۲) ابن عابدین، رد المحتار، ’’کتاب الصلاة: باب الأذان، مطلب في المؤذن إذا كان غير محتسب‘‘: ج ۲، ص: ۶۳، زکریا دیوبند۔ ......بقیہ حاشیہ آئندہ صفحہ پر......

’’حي علی الفلاح‘‘ چار مرتبہ پڑھ دیا تو اذان کا اعادہ ہوگا یا نہیں؟

(۲۵) **سوال:** اذان میں ’’حي علی الصلاۃ‘‘ بھول گیا یا ’’حي علی الفلاح‘‘ چار مرتبہ پڑھ دیا اس صورت میں اذان کا اعادہ ضروری ہے یا نہیں؟

فقط: والسلام

المستفتی: ایم مبارک حسین خان، بمبئی

الجواب وباللہ التوفیق: اس صورت میں اذان کا اعادہ کرلیا جائے، تو اچھا ہے؛ لیکن ضروری نہیں۔ اگر اعادہ نہ کیا گیا، تو مقصد اذان پورا ہوجائے گا اس لیے کوئی حرج نہیں۔ (۱)

فقط: واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد عمران دیوبندی غفرلہ (۹/۲/۱۴۱۲ھ)

نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:

سید احمد علی سعید

مفتی اعظم دارالعلوم وقف دیوبند

دس سالہ بچہ اذان پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟

(۲۶) **سوال:** کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: دس یا

......گذشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ......ولو صلی في بیته في قریة إن کان في القریة مسجد فیه أذان وإقامة فحکمه حکم من صلی في بیته في المصر وإن لم یکن فیها مسجد فحکمه حکم المسافر......وإن کان في کرم أو ضیعة یکتفي بأذان القریة أو البلدة إن کان قریباً و إلا فلا. وحد القریب أن یبلغ الأذان إلیه منها. وإن أذنوا کان أولیٰ......وإن صلوا بجماعة في المفازة وترکوا الأذان لا یکره، وإن ترکوا الإقامة یکره. (جماعة من علماء الهند، الفتاویٰ الهندیة، ’’کتاب الصلاة: الباب الثاني: في الأذان‘‘: الفصل الأول: في صفته وأحوال المؤذن: ج۱، ص:۱۱۱، زکریا دیوبند)

(۱) ولو قدم فیهما مؤخراً أعاد ما قدم فقط ولا یتکلم فیهما اصلا ولو رد سلام فإن تکلم استأنفه، وفي الشامیة: قوله أعاد ما قدم فقط، کما لو قدم الفلاح علی الصلاة یعیده فقط أي ولا یستأنف الأذان من أوله. (ابن عابدین، رد المحتار، ’’کتاب الصلاة: باب الأذان‘‘: مطلب في أول من بنی المنائر للأذان، ج۲، ص:۵۶)

ویترتب بین کلمات الأذان والإقامة...... وإذا قدم في أذانه أو في إقامته بعض الکلمات علی بعض...... فالأفضل في هذا أن ما سبق علی أوانه لا یعتد به حتی یعیده في أوانه وموضعه، وإن مضی علی ذلك جازت صلاته، کذا في المحیط. (جماعة من علماء الهند، الفتاویٰ الهندیة، ’’کتاب الصلاة: الباب الثاني: في الأذان، الفصل الثاني: في کلمات الأذان والإقامة وکیفیتهما‘‘: ج۱، ص:۱۱۳، زکریا دیوبند)

گیارہ سال کا بچہ اذان پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟ ''بینوا وتوجروا''

فقط: والسلام
المستفتی: ظریف احمد، لکھنؤ

الجواب وباللہ التوفیق: یہ کوئی خلاف شرع بات نہیں ہے؛ کیوں کہ نابالغ، ہوشیار اذان کو اچھی طرح صحیح طریقہ پر پڑھنے والے بچے کی اذان درست اور جائز ہے۔ (۱)

الجواب صحیح: فقط: واللہ اعلم بالصواب

سید احمد علی سعید
مفتی اعظم دار العلوم وقف دیوبند

کتبہ: محمد عمران دیوبندی غفرلہ (۴/۴/۱۴۱۲ھ)
نائب مفتی دار العلوم وقف دیوبند

ٹیپ ریکارڈ سے دی گئی اذان درست ہے یا نہیں؟

(۲۷) **سوال:** کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کسی مسجد میں اگر ٹیپ ریکارڈر سے اذان دی جائے تو اذان صحیح ہوئی یا نہیں؟ مدلل جواب دے کر مشکور فرمائیں۔

فقط: والسلام
المستفتی: ابوبکر، مدناپوری

الجواب وباللہ التوفیق: ریکارڈ شدہ اذان کو سنا دینے سے اذان کی سنت ادا نہیں ہوگی؛ اس لیے ایسا کرنا کافی نہیں ہے۔

''وذکر في البدائع أیضاً أن أذان الصبي الذي لا یعقل لا یجزی ویعاد: لأن

---

(۱) أذان الصبي العاقل صحیح من غیر کراهة في ظاهر الروایة، ولکن أذان البالغ أفضل. (جماعة من علماء الهند، الفتاویٰ الهندیة، ''کتاب الصلاة: الباب الثاني في الأذان'': الفصل الأول: في صفته وأحوال المؤذن، ج ۱، ص: ۱۱۰، زکریا دیوبند)

قوله وقیل الذي یعقل أیضاً: ظاهر الروایة صحته بدون کراهة لأنه من أهل الجماعة کما في السراج والبحر. (أحمد بن محمد، حاشیة الطحطاوي علی مراقي الفلاح، ''کتاب الصلاة: باب الأذان'' ص: ۱۹۹، شیخ الهند دیوبند)

ویجوز بلا کراهة أذان صبي مراهق وعبد. (الحصکفي، الدر مع الرد، ''کتاب الصلاة: باب الأذان، مطلب في أذان الجوق'': ج ۲، ص: ۵۹، زکریا دیوبند)

ما يصدر لا عن عقل لا يعتد به كصوت الطيور......هو أن المقصود الأصلي من الأذان في الشرع الإعلام بدخول أوقات الصلاة ثم صار من شعار الإسلام في كل بلدة أو ناحية من البلاد الواسعة على ما مر،فمن حيث الإعلام بدخول الوقت وقبول قوله لا بد من الإسلام والعقل والبلوغ والعدالة''(۱)

الجواب صحیح: فقط:واللہ اعلم بالصواب

سید احمد علی سعید **کتبہ:** محمد عمران دیوبندی غفرلہ(۱۶/۴/۱۴۱۲ھ)

مفتی اعظم دارالعلوم وقف دیوبند نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

اذان کے بعد کی دعا:

(۲۸)**سوال:** حضرت مفتی صاحب: ایک مسئلہ دریافت کرنا ہے کہ اذان کے بعد کون سی دعا پڑھنی چاہئے؟ نیز اذان واقامت کے مابین دعا کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ جواب دے کر ممنون فرمائیں۔

فقط: والسلام

المستفتی: محمد اسرائیل، مدھے پور، مدھوبنی

الجواب وباللہ التوفیق: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ جو شخص اذان کی آواز سننے کے بعد ''اَللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ التَّامَّةِ وَالصَّلَاةِ الْقَائِمَةِ آتِ مُحَمَّدًا الْوَسِيْلَةَ وَالْفَضِيْلَةَ وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَحْمُوْدًا الَّذِيْ وَعَدْتَّه'' دعا پڑھے اس کو میری شفاعت نصیب ہوگی، امام بخاری رحمہ اللہ نے مذکورہ حدیث نقل کی ہے:

''عن جابر بن عبد الله رضي الله عنهما أن رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم قال: من قال حين يسمع النداء: ''اَللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ التَّامَّةِ وَالصَّلَاةِ الْقَائِمَةِ آتِ مُحَمَّدًا الْوَسِيْلَةَ وَالْفَضِيْلَةَ وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَحْمُوْدًا الَّذِيْ وَعَدْتَّه'' حلت له

---

(۱)ابن عابدين، رد المحتار،''كتاب الصلاة:باب الأذان، مطلب في أذان الجوق'': ج۲،ص:۶۲، زکریا، دیوبند.

وأذان الصبي الذي لا يعقل لا يجوز ويعاد، وكذا المجنون، هكذا في النهاية. (جماعة من علماء الهند، الفتاوىٰ الهندية،''كتاب الصلاة:الباب الثاني في الأذان'': الفصل الأول: في صفته وأحوال المؤذن، ج۱،ص: ۱۱۰، زکریا دیوبند)

شفاعتي يوم القيامة"[۱]

نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: جس نے اذان سننے کے بعد مذکورہ دعا پڑھی اُس کے لیے روزِ قیامت میری شفاعت لازم ہوگئی۔

اذان کے بعد دعا قبول ہوتی ہے دعا کی قبولیت میں بنیادی دخل تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ دعا کرنے والے کا تعلق ہوتا ہے۔ لیکن اس کے علاوہ کچھ خاص احوال واوقات ہوتے ہیں جن میں اللہ تعالیٰ کی رحمت وعنایت کی خاص طور سے امید کی جاتی ہے، قبولیتِ دعاء کے خاص اوقات میں سے اذان کے دوران، اذان کے بعد اور اذان واقامت کے درمیان کا وقت بھی شامل ہے، ان اوقات میں بھی دعا قبول ہوتی ہے اور یہ روایات سے ثابت ہے۔

"**عن عائشة رضي الله عنها، قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ثلاث ساعات للمرأ المسلم مادعافيهن إلا استجيب له مالم يسأل قطيعة رحم، أو ماثما، قالت: فقلت: يارسول الله! أي ساعة؟ قال حين يؤذن المؤذن بالصلوة حتى يسكت، وحين يلتقى الصفان حتى يحكم الله بينهما، وحين ينزل المطر حتى يسكن، قالت، قلت: كيف اقول يا رسول الله! حين اسمع المؤذن؟ علمني مما علمك الله، واجهد، قال: تقولين كما كبرالله يقول الله أكبر ...... ثم صلي علي وسلمي، ثم اذكري حاجتك**"[۲]

شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"**أقول ذلك لشمول الرحمة الإلٰهية ووجود الانقياد من الداعي**"[۳]

یعنی اذان کے وقت مؤذن کی طرف سے کامل اتباع کا اظہار ہوتا ہے اور رحمت الٰہی کا فیضان

---

(۱) أخرجه البخاري، في صحيحه، "كتاب الأذان: باب الدعاء عند النداء": ج۱، ص: ۸۶، رقم: ۵۸۹، وأيضًا في كتاب تفسير القرآن: باب قوله: عسى أن يبعثك ربك مقاماً محمودا": ج۲، ص: ۶۸۶، رقم: ۴۴۴۲.

(۲) الأصفهاني، أبو نعيم، حلية الأولياء، على بن بكار: ج۹، ص: ۳۲۱. (شاملة)

(۳) الدهلوي، الشاه ولي الله، حجة الله البالغة: فصل في المساجد، ج۱، ص: ۴۰۶.

ہوتا ہے، اس وجہ سے اس وقت دعا خصوصیت سے قبول کی جاتی ہے۔

فقط: واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد حسنین ارشد قاسمی
نائب مفتی دار العلوم وقف دیوبند
(۲۸/۴/۱۴۴۲ھ)

الجواب صحیح:
محمد احسان غفرلہ، محمد عارف قاسمی، امانت علی قاسمی
محمد اسعد جلال قاسمی، محمد عمران گنگوہی
مفتیان دار العلوم وقف دیوبند

جنتری میں مقررہ وقت سے پہلے اذان دینا:

(۲۹) **سوال:** اگر نصف النہار بارہ بج کر تیس منٹ یا اس سے کچھ زیادہ پر ہو تو کیا تیس منٹ پر اذان جمعہ درست ہے یا نہیں اگر درست نہیں تو ہر موسم میں کم از کم کتنے منٹ پر اذان پڑھی جائے؟ اور عشاء کا وقت سات بج کر ۴۶-۴۷ منٹ پر اور دوسرے اوقات میں اسی طرح ہو تو کیا اس صورت میں جنتری کے مقرر کردہ ٹائم سے ایک دو منٹ پہلے پڑھنی درست ہے یا اذان لوٹانے کا حکم ہوگا؟

فقط: والسلام
المستفتی: محمد رضوان، دیوبند

الجواب وباللہ التوفیق: کسی بھی نماز کے لیے اذان دی جائے تو وقت کے داخل ہونے کے بعد دی جائے، اگر وقت داخل ہونے سے پہلے اذان دی گئی تو دوبارہ اذان دی جائے۔ جنتریاں مختلف ہیں بعض میں مقررہ ٹائم ہوتا ہے، بعض میں احتیاط کے پیش نظر دو تین منٹ کی تاخیر سے لکھا ہوا ہوتا ہے اور اذان و نماز کا مدار وقت پر ہے، عام لوگوں کو چاہئے کہ جنتری کے حساب سے وقت داخل ہونے پر ہی اذان پڑھیں۔ (۱)

فقط: واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد احسان غفرلہ (۳/۱۱/۱۴۱۷ھ)
نائب مفتی دار العلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:
خورشید عالم غفرلہ
مفتی دار العلوم وقف دیوبند

---

(۱) فیعاد أذان وقع بعضه قبله کالإقامة خلافاً للثاني في الفجر، قوله: وقع بعضه، وکذا کله بالأولیٰ. (ابن عابدین، رد المحتار، ''کتاب الصلاة: باب الأذان، مطلب في المواضع التي یندب بها الأذان في غیر الصلاة'': ج ۲، ص: ۵۰، زکریا دیوبند) ...... بقیہ حاشیہ آئندہ صفحہ پر......

مسجد کے اندرونی حصہ سے مائک پر اذان کہی جاسکتی ہے یا نہیں؟

(۳۰)**سوال**: مسجد کے اندرونی حصہ سے مائیک پر اذان کہی جاسکتی ہے یا نہیں؟ زید کا کہنا ہے کہ مسجد کے اندرونی حصہ سے کسی بھی حالت میں اذان نہیں دی جاسکتی۔ عمر کا کہنا ہے کہ مقصد اذان بستی یا محلّہ میں آواز پہونچانا اور خبردار کرنا ہے جو بذریعہ مائک اذان سے پورا ہوجاتا ہے اس لیے ہر حال میں جائز ہے؟

فقط: والسلام

المستفتی: مولوی محمد نعیم، بھوپالی

الجواب وباللہ التوفیق: مسجد میں اذان دینا خلاف اولیٰ ہے اس لیے کہ اذان کا مقصد یہ ہے کہ زیادہ سے زیادہ لوگوں تک اذان کی آواز پہونچ جائے ظاہر ہے کہ مسجد کے اندر اذان دینے کی صورت میں آواز دور تک نہیں پہونچ سکے گی اس لیے مسجد کے اندر اذان دینا بہتر نہیں ہے۔

”ينبغي أن يؤذن على المئذنة أو خارج المسجد ولا يؤذن في المسجد“[1]

لیکن آج کل لاؤڈاسپیکر پر عام طور پر اذان دی جاتی ہے اور اس سے دور تک آواز پہونچ جاتی ہے جو اذان کا اصل مقصود ہے اس لیے لاؤڈاسپیکر کے ذریعہ مسجد میں اذان دینے میں کوئی حرج نہیں ہے تاہم بہتر یہ ہے کہ لاؤڈاسپیکر مسجد سے باہر رکھا جائے تاکہ مسجد میں زیادہ شور اور آواز نہ ہو اگر اس کا بھی نظم نہ ہوسکے تو مسجد میں لاؤڈاسپیکر رکھ کر اذان دینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

”اعلم أن الأذان لا يكره في المسجد كما فهم بعضهم من بعض العبارات

......گذشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ...... **قوله ولا يؤذن قبل وقت ويعاد فيه، أي في الوقت إذا أذن قبله لأنه يراد للإعلام بالوقت فلا يجوز قبله بلا خلاف في غير الفجر.** (ابن نجيم، البحر الرائق، ”كتاب الصلاة: باب الأذان“: ج۱، ص: ۴۵۶، ۴۵۷، زکریا دیوبند)

(۱) **جماعة من علماء الهند، الفتاویٰ الهندية: ”كتاب الصلاة، الباب الثاني: في الأذان“: الفصل الثاني: في كلمات الأذان والإقامة وكيفيتهما**، ج۱، ص: ۱۱۲.

الفقهية ووعمومه هذا الأذان بل مقيدا إذا كان المقصود إعلام ناس غيرها ضرين"(۱)

الجواب صحیح: فقط: واللہ اعلم بالصواب

محمد احسان غفرلہ، محمد عارف قاسمی **کتبہ:** امانت علی قاسمی

محمد اسعد جلال قاسمی، محمد عمران گنگوہی، محمد حسنین ارشد قاسمی مفتی دار العلوم وقف دیوبند

مفتیان دار العلوم وقف دیوبند (۱۴۴۳/۵/۱۵ھ)

مسجد کے اندر اذان دینے کا حکم:

(۳۱) **سوال:** کیا فرماتے ہیں علماء دین مفتیان عظام مسئلہ ذیل کے بارے میں:

ہماری مسجد میں جو مؤذن صاحب اذان دیتے ہیں وہ اذان دینے کا آلہ یعنی مائک اور اس کی مشین وغیرہ کو مسجد کے اندر طاقچہ، (الماری) میں رکھے ہوئے ہیں، ہم نے کسی عالم دین سے سن رکھا ہے کہ مسجد کے اندر مؤذن کو اذان نہیں دینا چاہئے، اگر مؤذن صاحب اذان دیتے ہیں تو اذان دینا مکروہ ہے؟ کیا ان کا یہ قول صحیح ہے؟ "بینوا وتوجروا"

فقط: والسلام

المستفتی: محمد ابوبکر صدیق، چمپارن

الجواب وباللہ التوفیق: واضح رہے کہ اذان کا مقصد لوگوں کو نماز کے لیے مطلع کرنا ہوتا ہے تاکہ لوگوں تک آواز پہونچ جائے اور لوگوں کو نماز کی خبر مل جائے اور یہ اطلاع عصر حاضر میں لاؤڈ اسپیکر کے ذریعہ عام طور پر دی جاتی ہے؛ اس لیے حدودِ مسجد یا مسجد کے اندر کہیں بھی اذان دی جائے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، جیسا کہ علامہ بدر الدین العینیؒ عمدۃ القاری شرح البخاری میں اور علامہ ظفر عثمانیؒ نے اعلاء السنن میں تفصیل سے ذکر کیا ہے:

---

(۱) ظفر أحمد العثماني، إعلاء السنن،"باب التأذين عند خطبة":ج۸،ص:۸٦.

قوله في المسجد صريح في عدم كراهة الأذان في داخل المسجد وإنما هو خلاف الأولىٰ إذا مست الحاجة إلى الإعلان البالغ وهو المراد بالكراهة المنقولة في بعض الكتب. (ظفر أحمد العثماني، إعلاء السنن، باب التأذين عند خطبة":ج۸،ص:۸٦)

”قال العيني:ذكر ما يستفاد منه:فيه استحباب رفع الصوت بالأذان ليكثر من يشهد له ولو أذن على مكان مرتفع ليكون أبعد لذهاب الصوت وكان بلال رضي الله عنه يؤذن على بيت امرأة من بني نجار بيتها أطول بيت حول المسجد“(۱)

”واعلم أن الأذان لا يكره في المسجد مطلقاً كما فهم بعضهم من بعض العبارات الفقهية وعمومه هذا الأذان؛بل مقيداً بما إذا كان المقصود إعلام ناس غير حاضرين كما في رد المحتار،وفي السراج:وينبغي للمؤذن أن يؤذن في موضع يكون أسمع للجيران ويرفع صوته، ولا يجهد نفسه؛ لأنه يتضرر إلى قوله في الجلابي:أنه يؤذن في المسجد أو ما في حكمه لا في البعيد عنه. قال الشيخ: قوله في المسجد صريح في عدم كراهة الأذان في داخل المسجد وإنما هو خلاف الأولىٰ إذا مست الحاجة إلى الإعلان البالغ وهو المراد بالكراهة المنقولة في بعض الكتب فافهم“(۲)

نیز مسجد کے اندر اذان نہ دینے کا حکم اس وقت لگایا جائے گا جب کہ اذان کا مقصد فوت ہو رہا ہو اور لاؤڈ اسپیکر میں اذان دینے کی صورت میں مقصد بالکل بھی فوت نہیں ہوتا ہے؛ اس لیے مسجد کے اندر اذان دینے میں کوئی کراہت بھی نہیں ہے، البتہ جب مسجد کے اندر بغیر مائک کے اذان دی جائے اور لوگوں تک آواز کا پہونچنا ممکن نہ ہو تو اس صورت میں مسجد کے اندر اذان دینے کو فقہاء نے مکروہ تنزیہی لکھا ہے۔

”وينبغي أن يؤذّن على المئذنة أو خارج المسجد ولا يؤذن في المسجد، كذا في فتاوى قاضي خان“(۳)

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد حسنین ارشد قاسمی
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند
(۱۴۴۲/۱۲/۲۲ھ)

الجواب صحیح:
محمد احسان غفرلہ، محمد عارف قاسمی
محمد اسعد جلال قاسمی، محمد عمران گنگوہی
مفتیان دارالعلوم وقف دیوبند

(۱) بدر الدين العيني، عمدة القاري شرح البخاري، ”كتاب الأذان،...... بقیہ حاشیہ آئندہ صفحہ پر......

ایک مسجد میں اذان دے کر دوسری مسجد میں نماز پڑھنا:

(۳۲) **سوال**: حضرت مفتی صاحب زید نے ایک مسجد میں اذان دی اور دوسری مسجد میں نماز پڑھی کیا یہ درست ہے؟

فقط: والسلام
المستفتی: حافظ مقبول، ایم پی

الجواب وباللہ التوفیق: بہتر یہ ہے کہ جو اذان پڑھے وہی تکبیر بھی کہے لیکن اتفاقاً ایک مسجد میں اذان پڑھی اور دوسری میں نماز پڑھی تو یہ درست ہے؛ لیکن اس کی عادت بنا لینے میں خلاف اولیٰ پر عمل لازم آئے گا جو اچھا نہیں ہے، نیز اذان دے کر لوگوں کو مسجد میں بلاتا ہے اور خود ہی اس مسجد سے چلا جاتا ہے جو بہتر عمل نہیں ہے کبھی کبھار ایسا کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

''عن زیاد بن الحارث الصدائي قال: أمرني رسول الله صلى الله عليه أن أؤذن في صلاة الفجر فأذنت فأراد بلال أن يقيم فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن أخا صداء قد أذن ومن أذن فهو يقيم''[1]

''أن يؤذن في مسجد واحد ويكره أن يؤذن في مسجدين ويصلى في أحدهما لأنه إذا صلى في المسجد الأول يكون متنفلاً بالأذان في المسجد الثاني والتنفل بالأذان غير مشروع، ولأن الأذان يختص بالمكتوبات وهو في المسجد الثاني يصلى النافلة فلا ينبغي أن يدعو الناس إلى المكتوبة وهو لا يساعدهم فيها''

''ومنها أن من أذن فهو الذي يقيم وإن أقام غيره: فإن كان يتأذي بذلك يكره

......گذشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ...... باب رفع الصوت بالنداء'': ج۴، ص:۱۶۲.

(۲) ظفر عثماني، إعلاء السنن، ''كتاب الصلوة، أبواب الجمعة، باب التأذين عند خطبة'': ج۸، ص:۸۶.

(۳) جماعة من علماء الهند، الفتاویٰ الهندية، ''كتاب الصلاة، الباب الثاني في الأذان'': الفصل الثاني في كلمات الأذان والإقامة وكيفيتهما: ج۱، ص:۱۱۲.

(۱) أخرجه الترمذي، في سننه، ''أبواب الصلاة: باب ما جاء أن من أذن فهو يقيم'': ج۱، ص:۵۰، رقم:۱۹۹.

لأن اکتساب أذی المسلم مکروه وإن کان لا یتأذي به لا یکره"[۱]

الجواب صحیح:
خورشید عالم غفرلہ
مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد احسان غفرلہ (۹/۲/۱۴۲۶ھ)
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

جمعہ کی اذان ثانی کہاں کھڑے ہو کر دی جائے؟

(۳۳) **سوال:** جمعہ کی اذان ثانی حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے یا صرف صحابہ کرامؓ کے زمانہ سے جاری ہے؟ جو اذان ثانی ہے وہ بالکل خطیب کے سامنے ہو یا کسی جگہ سے دے سکتے ہیں؟ حدیث سے ثابت فرمائیں۔

فقط: والسلام
المستفتی: محمد شمیم، الٰہ آباد

الجواب وباللہ التوفیق: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں بھی جمعہ کی اذان کے سلسلہ میں معمول یہ تھا کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز جمعہ کے لیے تشریف لاتے اور منبر پر بیٹھتے تو اذان کہی جاتی تھی۔ زمانہ رسالت کے بعد حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں بھی یہی معمول رہا۔

جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے اور انہوں نے دیکھا کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مسلمانوں کی تعداد کم تھی اور جو تھے وہ بھی مسجد کے قریب سکونت پذیر تھے؛ بلکہ بیشتر مسلمان تو ہمہ وقت بارگاہ نبوت کے حاضر باش ہی تھے اور اب صرف مسلمانوں کی تعداد ہی نہیں بڑھی تھی؛ بلکہ بہت سے لوگ تو مسجد سے دور دراز علاقوں میں رہتے بھی تھے اور کاروبار بھی کرتے تھے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مناسب سمجھا کہ جب نماز جمعہ کا وقت ہو جائے تو اذان کہی جائے تاکہ دور دراز کے مسلمان بھی خطبہ میں آجایا کریں۔ اسی وقت سے اذان اول بھی کہی جانے لگی یہ چوں کہ خلیفہ ثالث کا عمل ہے اور تمام موجود صحابہ رضی اللہ عنہم کا اجماع ہے اس لیے یہ بھی سنت ہے۔

(۱) الکاساني، بدائع الصنائع في ترتیب الشرائع، "کتاب الصلاة، فصل بیان سنن الأذان، صفات المؤذن": ج۱، ص: ۳۷۵.

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک روایت نقل کی ہے۔

”عن السائب بن يزيد قال: النداء يوم الجمعة أوّله إذا جلس الإمام على المنبر على عهد النبي صلى الله عليه وسلم وأبي بكر وعمر رضي الله عنهما فلما كان عثمان رضي الله عنه وكثر الناس زاد النداء الثالث على الزوراء، قال أبو عبد الله: الزوراء موضع بالسوق بالمدينة“[۱]

حدیث میں تیسری اذان سے مراد پہلی اذان ہے کیوں کہ پہلی اذان خطیب کے منبر پر بیٹھنے کے وقت ہوتی تھی اور دوسری تکبیر۔ اور تیسری اس کو کہا گیا ہے جو ہمارے زمانہ میں پہلی ہے۔

جمعہ کی دوسری اذان چوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں بھی منبر کے سامنے دی جاتی تھی؛ اس لیے مسنون یہی ہے کہ دوسری اذان منبر کے سامنے دی جائے؛ لیکن اگر کبھی کبھار کسی وجہ سے تخلف ہو جائے تو کوئی حرج نہیں ہے۔

الجواب صحیح:	فقط: واللہ اعلم بالصواب
سید احمد علی سعید	**کتبہ:** محمد واصف غفرلہ (۷/۷/۱۴۰۶ھ)
مفتی اعظم دار العلوم وقف دیوبند	نائب مفتی دار العلوم وقف دیوبند

عیدین میں جماعت عید سے پہلے اذان ہے یا نہیں؟

(۳۴) **سوال:** کیا فرماتے علمائے دین ومفتیان کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: عیدین میں جماعت عید سے پہلے اذان ہے یا نہیں؟ ”بینوا وتوجروا“

فقط: والسلام
المستفتی: محمد عرفان، مظفر نگر

الجواب وباللہ التوفیق: عیدین میں جماعت سے قبل اذان دینا بلا شبہ

(۱) أخرجه البخاري، في صحيحه، ”كتاب الجمعة، باب الأذان يوم الجمعة“: ج ۱، ص: ۱۲۴، رقم: ۹۱۲.

وكذا الجلوس على المنبر قبل الشروع في الخطبة والأذان بين يديه جرى به التوارث. (أحمد بن محمد، حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، ”كتاب الصلاة: باب الجمعة“ ص: ۵۱۵، شیخ الہند دیوبند)

بدعت ہے۔[۱]

فقط: واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: سید احمد علی سعید (۱۰/۸/۱۴۰۶ھ)

مفتی اعظم دارالعلوم وقف دیوبند

کیا مؤذن کا اذان کے وقت کان میں انگلی داخل کرنا ضروری ہے؟

(۳۵) **سوال**: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں:

میں دیکھتا ہوں کہ مؤذن اذان دیتے وقت کانوں میں انگلیوں کو رکھتے ہیں، کیا کانوں میں انگلیوں کا رکھنا ضروری ہے؟ نیز مؤذن کانوں میں انگلیوں کو کیوں رکھتے ہیں؟ کیا قرآن وحدیث میں اس کی کوئی اصل موجود ہے؟ براہ کرم ازروئے شریعت مطلع فرما کر ممنون فرمائیں۔

فقط: والسلام

المستفتی: محمد سیف الاسلام، سیتاپور

الجواب وباللہ التوفیق: صورت مسئولہ میں اذان دینے کے وقت مؤذن کا کانوں میں انگلیوں کو ڈالنا لازم اور ضروری نہیں ہے؛ البتہ اذان کا مقصد دور تک آواز پہونچانا ہے اور آواز کو بلند کرنے کے لیے عموماً دیکھا گیا ہے کہ کانوں میں انگلیاں رکھی جاتی ہیں تاکہ آواز بلند اور سانس

---

(۱) وروي محمد بن الحسن أنا أبو حنيفة رحمه الله عن حماد بن أبي سليمان عن إبراهيم النخعي عن عبد الله بن مسعود وكان قاعداً في المسجد الكوفة ومعه حذيفة بن اليمان وأبو موسىٰ الأشعري فخرج عليهم الوليد ابن عقبة بن أبي معيط وهو أمير الكوفة يومئذ فقال: إن غداً عيدكم فكيف أصنع؟ فقالا: أخبره يا أبا عبد الرحمن! فأمره عبد الله بن مسعود أن يصلى بغير أذان والإقامة الخ‘‘(إبراهيم الحلبي،الحلبي كبيري، ’’فصل في صلاة العيد‘‘: ص:۴۹۰، دارالکتاب دیوبند)

عن ابن عباس رضي الله عنه أن النبي صلى الله عليه وسلم صلى يوم العيد بغير أذان ولا إقامة. (أخرجه ابن ماجه، في سننه، ’’كتاب الصلاة، باب ما جاء في صلاة العيدين‘‘: ج۱، ص:۹۱، رقم:۱۲۷۴)

الأذان سنة للصلوات الخمس والجمعة لا سواها للنقل المتواتر. (المرغيناني، هداية، ’’كتاب الصلاة: باب الأذان‘‘: ج۱، ص:۸۶، دارالکتاب دیوبند)

لمبی ہو، اس بات کی تائید حدیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی ہوتی ہے: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اذان دینے کے وقت انگلیوں کو کانوں میں ڈال کر اذان دینے کا حکم دیا تا کہ آواز بلند ہو؛ اس لیے اذان دینے کے وقت کانوں میں انگلی رکھنے کو فقہاء نے مستحب لکھا ہے۔

''أن رسول الله صلی الله علیه وسلم أمر بلالا أن یجعل إصبعیه في أذنیه وقال: إنه أرفع لصوتك''(۱)

''وأخرج البخاري تعلیقاً: ویذکر عن بلال أنه جعل إصبعیه في أذنیه، وکان ابن عمر لا یجعل إصبعیه في أذنیه''(۲)

''ویستحب أن یجعل إصبعیه في أذنیه، لقوله صلی الله علیه وسلم لبلال رضي الله عنه: ''إجعل إصبعیك في أذنیك فإنه أرفع صوتك''(۳)

''ویجعل ندباً إصبعیه في صماخ أذنیه، فأذانه بدونه حسن وبه أحسن''(۴)

فقط: واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد حسنین ارشد قاسمی
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند
(۲۲/۱۲/۱۴۴۲ھ)

الجواب صحیح:
محمد احسان غفرلہ، محمد عارف قاسمی
محمد اسعد جلال قاسمی، محمد عمران گنگوہی
مفتیان دارالعلوم وقف دیوبند

انتہائے سحر پر فجر کی اذان:

(۳۶)**سوال:** ہماری مسجد میں انتہائے سحر میں فجر کی اذان ہوتی ہے، ایک ذمہ دار نے امام

---

(۱) أخرجه ابن ماجه، في سننه: ''کتاب الصلاة، أبواب الأذان والسنة فیها'' ص: ۵۲، رقم: ۱۰.

(۲) أخرجه البخاري، في صحیحه، ''کتاب الأذان، باب: هل یتتبع المؤذن فاه ههنا وههنا؟'': ج ۱، ص: ۸۸.

(۳) أحمد بن محمد، حاشیة الطحطاوي علی مراقي الفلاح، ''کتاب الصلاة، باب الأذان'': ج ۱، ص: ۱۹۸؛ وهکذا في الفتاویٰ الهندیة، ''کتاب الصلاة، الباب الثاني في الأذان، الفصل الثاني في الأذان والإقامة وکیفیتهما'': ج ۱، ص: ۱۱۳.

(۴) ابن عابدین، رد المحتار، ''کتاب الصلاة، باب الأذان'': مطلب: في أول من بنی المنائر للأذان، ج ۲، ص: ۵۴.

سے کہا کہ یہ فجر کی اذان نہیں کہلائے گی، امام صاحب نے کہا کہ کہلائیگی دونوں میں تکرار ہو گیا تو صحیح مسئلہ کیا ہے؟ کس کی بات درست ہے؟

فقط: والسلام
المستفتی: محمد اسماعیل، دیوبند

الجواب وباللہ التوفیق: وقت فجر شروع ہونے کے بعد فجر کی اذان پڑھی جائے وقت سے پہلے نہ پڑھی جائے، وقت سے پہلے پڑھی ہوئی اذان فجر کی اذان شمار نہیں ہوگی[1] اور سحری کے ختم ہونے کی اطلاع کے لیے اذان نہیں ہے۔ امام صاحب کو بیان کردہ مسئلہ سے رجوع کرنا چاہئے اور صحیح مسئلہ پر عمل کرنا چاہئے کسی عمل کا صدیوں تک ہوتے رہنا اس کے صحیح ہونے کی دلیل نہیں ہے۔

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد احسان غفرلہ (۲۵/۳/۱۴۱۹ھ)
نائب مفتی درالعلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:
خورشید عالم غفرلہ
مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

اذان کے وقت ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا:

(۳۷) **سوال:** اذان کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعاء کرنا نیز **أشهد أن محمدا رسول الله** صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت انگلی چومنا کیسا ہے؟

فقط: والسلام
المستفتی: ضیاء الحق، ۲۴ پرگنہ

الجواب وباللہ التوفیق: اذان کے بعد جو دعا پڑھی جاتی ہے، اسے زبانی پڑھنا

---

(۱) قال الحصكفي:وقت الفجر من طلوع الفجر الثاني إلى طلوع ذكاء. (الحصكفي الدر مع الرد،''كتاب الصلاة، مطلب في تعبده عليه السلام الخ'':ج۲،ص:۱۴، زکریا دیوبند)

وقال ابن عابدين تحت حد الصوم: وهو اليوم أي اليوم الشرعي من طلوع الفجر إلى الغروب. (ابن عابدين،رد المحتار،''كتاب الصوم'':ج۳،ص:۳۳۰، زکریا دیوبند)

وقال الحصكفي:فيعاد أذان وقع بعضه قبله كالإقامة وقال:وهو سنة للرجال......مؤكدة للفرائض الخمس. (ابن عابدين،الدر المختار مع رد المحتار،''كتاب الصلاة، باب الأذان'':ج۲،ص:۴۸،۵۰، زکریا دیوبند)

وإن أذن قبل دخول الوقت لم يجزه ويعيده في الوقت لأن المقصود من الأذان إعلام الناس بدخول الوقت فقبل الوقت يكون تجهيلاً لا إعلاماً. (السرخسي،المبسوط،''كتاب الصلاة، باب الأذان'':ج۱،ص:۲۷۸)

چاہئے ہاتھ اٹھا کر دعاء پڑھنا ثابت نہیں ہے، اس لیے ہاتھ اٹھائے بغیر دعاء کرنی چاہئے۔

''المسنون في هذا الدعاء أن لاترفع الأيدى لأنه لم يثبت عن النبي صلى الله عليه وسلم رفعها''(۱)

اذان کے وقت انگوٹھے چومنے اور آنکھوں سے لگانے کی کوئی صحیح دلیل نہیں ہے، نہ ہی احادیث سے یہ ثابت ہے اور نہ ہی خیر القرون میں اس کا ثبوت ملتا ہے، کفایت المفتی میں ہے: حضور کا نام سننے پر ابہام کو چومنا اور آنکھوں سے لگانا سنت نہیں ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی ایسا حکم نہیں دیا ہے اور نہ ہی صحابہؓ سے یہ عمل درآمد ہوا۔

''الأحاديث التي رويت في تقبيل الأنامل وجعلها على العينين عند سماع اسمه صلى الله عليه وسلم من المؤذن في كلمة الشهادة كلها موضوعات''(۲)

فقط: واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: امانت علی قاسمی

مفتی دار العلوم وقف دیوبند

(۱۴۴۳/۴/۸ھ)

الجواب صحیح:

محمد احسان غفرلہ، محمد عارف قاسمی

محمد اسعد جلال قاسمی، محمد عمران گنگوہی، محمد حسنین ارشد قاسمی

مفتیان دار العلوم وقف دیوبند

اذان واقامت میں چند کلمات چھوٹ جائیں تو کیا کرے؟

(۳۸) **سوال:** اذان واقامت کے وقت بعض کلمات اگر چھوٹ جائیں تو ان کا کیا حکم ہے، آیا پوری اقامت لوٹانی پڑے گی یا صرف چھوٹے ہوئے کلمات دہرائے جائیں، تفصیل بتادیں نوازش ہوگی۔

فقط: والسلام

المستفتی: حسن الزماں، مرشد آبادی

الجواب وباللہ التوفیق: اذان یا تکبیر میں اگر کوئی کلمہ چھوٹ جائے اور پھر یاد آجائے تو اس جگہ سے اذان واقامت لوٹائیں جہاں کوئی کلمہ چھوٹا ہے، اگر اذان یا اقامت سے فارغ ہوجانے کے بعد یاد آیا تو پھر یہ دیکھا جائے گا کہ اکثر کلمات ادا ہوگئے یا اکثر چھوٹ گئے اگر اکثر

(۱) الكشميري، فيض الباري شرح البخاري، ''كتاب الأذان: باب الدعاء عند النداء'': ج ۲، ص: ۲۱۴.

(۲) مفتی کفایت اللہ، پانی پتی، کفایت المفتی: ج ۲، ص: ۱۶۶

کلمات چھوٹ گئے تو اعادہ کیا جائے ورنہ اعادہ کی ضرورت نہیں، اور اس سے نماز میں کوئی فرق نہیں آئے گا۔(۱)

الجواب صحیح: فقط: واللہ اعلم بالصواب

خورشید عالم غفرلہ **کتبہ:** محمد احسان غفرلہ (۱۹/۷/۱۴۲۷ھ)

مفتی دار العلوم وقف دیوبند نائب مفتی دار العلوم وقف دیوبند

بغیر اذان کے جماعت کرنا:

(۳۹) **سوال:** اگر کچھ لوگ بغیر اذان کے جماعت کرنا چاہیں تو کیا حکم ہے کیا نماز ہو جاتی ہے اور ایسا کرنا کیسا عمل ہے؟

فقط: والسلام

المستفتی: ماسٹر سعید احمد، سیکری، دیوبند

الجواب وباللہ التوفیق: اذان سنت ہے جماعت کے لیے شرط نہیں ہے اور بغیر اذان جماعت درست ہو جاتی ہے لیکن بغیر اذان جماعت نہیں کرنی چاہئے اذان کی سنت کو چھوڑ دینا اور

---

(۱) قال (وإذا قدم المؤذن في أذانه أو إقامته بعض الكلمات على بعض فالأصل فيه أن ما سبق أداؤه يعتد به حتى لا يعيده في أذانه) وما يقع مكررا لا يعتد به فكأنه لم يكرر. (السرخسي، المبسوط، "كتاب الصلاة، باب الأذان": ج۱، ص: ۲۸۵، دار الکتاب العلمیہ، بیروت)

وإذا قدّم المؤذن في أذانه وإقامته بعض الكلمات على البعض، نحو أن يقول أشهد أن محمداً رسول الله قبل قوله أشهد أن لا إله إلا الله، فالأفضل في هذا أن ما سبق أوانه لا يعتد به حتى يعيده في أوانه وموضعه؛ لأن الأذان شرعت متطوعة مرتبة فتؤدى على نظيره وترتيبه إن مضى على ذلك جازت صلاتهم. (أبو المعالي برهان الدين المرغيناني، المحيط البرهاني في الفقه النعماني: "كتاب الصلاة، بيان الصلاة التي لها أذان والتي لا أذان لها، في تدارك الحد الواقع فيه": ج۱، ص: ۳۴۸)

وإذا قدم في أذانه أو في إقامته بعض الكلمات على بعض نحو أن يقول: أشهد أن محمدا رسول الله قبل قوله: أشهد أن لا إله إلا الله فالأفضل في هذا أن ما سبق على أوانه لا يعتد به حتى يعيده في أوانه وموضعه وإن مضى على ذلك جازت صلاته كذا في المحيط. (جماعة من علماء الهند، الفتاوىٰ الهندية "كتاب الصلاة، الباب الثاني: في الأذان" الفصل الثاني: في كلمات الأذان والإقامة وكيفيتهما": ج۱، ص: ۱۱۳)

سنت سے محرومی کوئی معمولی بات نہیں ہے۔[1]

الجواب صحیح: فقط: واللہ اعلم بالصواب

خورشید عالم غفرلہ **کتبہ:** محمد احسان غفرلہ (۱۷/۱۰/۱۴۴۲ھ)

مفتی دار العلوم وقف دیوبند نائب مفتی دار العلوم وقف دیوبند

وقت سے پہلے اذان دینے پر نماز صحیح ہوگی یا نہیں؟

(۴۰) **سوال:** حضرات علمائے دین مفتیان عظام آپ لوگوں سے ایک مسئلہ دریافت کرنا ہے: اگر کسی مسجد میں مؤذن صاحب نے نماز کے وقت کے داخل ہونے سے قبل ہی اذان دے دی اس صورت میں اذان کا کیا حکم ہے؟ وقت سے پہلے دی جانے والی اذان سے پڑھی جانے والی نماز ادا ہوگی یا نہیں؟ یا اس نماز کا اعادہ کرنا ضروری ہے؟ نیز اذان اگر وقت سے کچھ دیر قبل شروع کی؛ اور وقت کے داخل ہونے سے پہلے ہی اذان ختم ہوگئی، اس صورت میں اذان کا شرعی حکم کیا ہے؟ تفصیل سے جواب عنایت فرمائیں۔

فقط: والسلام

المستفتی: محمد فخر الاسلام، کلکتہ بنگال

الجواب وباللہ التوفیق: وقت سے پہلے اذان دینا درست نہیں ہے، وقت کے داخل ہونے سے قبل اذان غلطی سے دی گئی ہو یا جان بوجھ کر دونوں صورتوں میں اگر نماز نہیں ہوئی ہے تو اذان کا اعادہ کرنا پڑے گا؛ البتہ اذان کے لوٹائے بغیر ہی اگر وقت پر نماز پڑھ لی گئی تو نماز ہو جائے گی لیکن سنت کو ترک کرنے کی وجہ سے گناہگار ہوگا؛ اس لیے کہ فقہاء کرام نے لکھا ہے اذان نماز کے لیے سنت مؤکدہ ہے، نماز کے لئے شرط نہیں ہے، جیسا کہ امام سرخسی نے مبسوط میں لکھا ہے:

---

(۱) ويكره أداء المكتوبة بالجماعة في المسجد بغير أذان وإقامة. كذا في فتاوى قاضي خان ولا يكره تركهما لمن يصلي في المصر إذا وجد في المحلة ولا فرق بين الواحد والجماعة. هكذا في التبيين والأفضل أن يصلي بالأذان والإقامة كذا في التمرتاشي وإذا لم يؤذن في تلك المحلة يكره له تركهما ولو ترك الأذان وحده لا يكره كذا في المحيط ولو ترك الإقامة يكره، كذا في التمرتاشي. (جماعة من علماء الهند، الفتاویٰ الهندية، ''كتاب الصلاة، الباب الثاني في الأذان، الفصل الأول: في صفته وأحوال المؤذن'': ج۱، ص: ۱۱۱)

"وإن أذن قبل دخول الوقت لم يجزه ويعيده في الوقت) لأن المقصود من الأذان إعلام الناس بدخول الوقت فقبل الوقت يكون تجهيلا لا إعلاما"[(۱)]

"لأنه سنة للصلاة"[(۲)]

نیز وہ اذان جو وقت سے قبل شروع ہوئی اور وقت کے داخل ہونے کے بعد ختم ہوئی ہو، تو اس صورت میں وہ اذان تو ہوگئی؛ لیکن یہ احتیاط کے خلاف ہے اور اگر وقت کے دخول سے کچھ دیر قبل ختم ہوئی، تو اس اذان کو بھی لوٹانا چاہئے ورنہ مؤذن گناہگار ہوگا۔

"فيعاد أذان وقع بعضه قبله كالإقامة. تنوير مع الدر. قال الشامي رحمه الله تعالى: قوله: (وقع بعضه) وكذا كله بالأولى"[(۳)]

علامہ ابن نجیم نے البحر الرائق میں لکھا ہے:

"قوله: (ولا يؤذن قبل وقت ويعاد فيه) أي في الوقت إذا أذن قبله، لأنه يراد للإعلام بالوقت فلا يجوز قبله بلا خلاف في غير الفجر."[(۴)]

فتاوی تاتارخانیہ میں لکھا ہے:

"إذا أذن قبل الوقت يكره الأذان والإقامة ولا يؤذن لصلاة قبل الوقت...... وأجمعوا أن الإقامة قبل الوقت لا يجوز"[(۵)]

علامہ کاسانیؒ نے بدائع الصنائع میں بیان کیا ہے:

"حتى لو أذن قبل دخول الوقت لا يجزئه ويعيده إذا دخل الوقت في الصلوات

---

(۱) السرخسي، المبسوط، "كتاب الصلاة، باب الأذان": ج۱، ص:۲۷۸.

(۲) ابن عابدين، رد المحتار، "كتاب الصلاة: باب الأذان": ج۲، ص:۴۹، زکریا، دیوبند.

(۳) ابن عابدين، مع رد المحتار، "كتاب الصلاة، باب الأذان: مطلب في المواضع التي يندب لها الأذان في غير الصلاة": ج۲، ص:۵۰.

(۴) ابن نجيم، البحر الرائق، "كتاب الصلاة، باب الأذان": ج۱، ص:۴۵۶، ۴۵۷.

(۵) عالم بن علاء، فتاویٰ تاتارخانية، "كتاب الصلاة، الأذان نوع آخر في بيان الصلوات التي لها أذان والتي لا أذان لها، وفي بيان في أي حال يوتى بها": ج۱، ص:۱۴۸.

كلها في قول أبي حنيفة ومحمد (رحمهما الله)"[1]

الجواب صحیح:
محمد احسان غفرلہ، محمد عارف قاسمی
محمد اسعد جلال قاسمی، محمد عمران گنگوہی
مفتیان دارالعلوم وقف دیوبند

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد حسنین ارشد قاسمی
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند
(۲۰/۱/۱۴۴۳ھ)

اذان کے دوران بجلی کٹ جانے پر کیا مکمل اذان کا اعادہ ہوگا؟

(۴۱) **سوال:** کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں:

آج عصر کی اذان کے وقت مؤذن صاحب اذان کے چند الفاظ ہی کہہ سکے تھے کہ بجلی کٹ گئی بعض مصلیوں کا کہنا ہے کہ مؤذن صاحب کو اذان گاہ سے باہر آ کر دوبارہ بغیر مائک کے اذان دینا چاہئے، کیا ان کا اس طرح دوبارہ اذان کے لیے مطالبہ کرنا درست ہے؟ کیا ایک مسجد میں ایک ہی وقت میں دوبار اذان دی جا سکتی ہے؟ ایسے ہی مؤذن صاحب باہر آ کر کے مکمل اذان دیں گے یا بجلی کٹ جانے کے بعد بغیر مائک کے جو اذان دی گئی ہے اسی کو لوٹائیں گے؟ ہماری مسجد کے مصلیوں میں اختلاف ہو رہا ہے براہ کرم قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرما کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں۔

فقط: والسلام
المستفتی: محمد قمر الہدیٰ وزیر آباد گاؤں، دہلی

الجواب وباللہ التوفیق: واضح رہے کہ اذان کا مقصد اعلان اور لوگوں کو نماز کے لیے اطلاع دینا ہے، اگر بجلی کٹ جانے کی وجہ سے لوگوں کو نماز کی اطلاع نہیں دی جا سکی تو ایسی صورت میں مؤذن اپنے کمرے سے نکل کر پوری اذان مستقل کہے گا تا کہ سب لوگ اس کو پورے طور پر سن لیں اور کوئی اشتباہ نہ رہے؛ لیکن اگر لوگوں کو اذان کے بعض کلمات سننے کی وجہ سے اطلاع ہو گئی اس کے بعد بجلی کے کٹ جانے کی وجہ سے بقیہ اذان کی آواز نہیں پہونچ سکی تو دوبارہ اذان دینے کی

(۱) الكاساني، بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع، "كتاب الصلاة، فصل في بيان وقت الأذان": ج۱، ص:۳۸۱.

ضرورت نہیں ہے تاہم اگر دوبارہ اذان دے ہی دی گئی تو اس صورت میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ اذان دینے کی وجہ سے کوئی گناہ نہیں ہوگا جیسا کہ کتب فقہ میں اس کی تفصیلات موجود ہیں۔

”لأن تكراره مشروع كما في أذان الجمعة لأنه لإعلام الغائبين فتكريره مفيد لاحتمال عدم سماع البعض“[1]

”ولأن ما يخفض به صوته لا يحصل به فائدة الأذان وهو الإعلام فلا يعتبر“[2]

”لأن المقصود منه الإعلام ولا يحصل بالإخفاء فصار كسائر كلماته“[3]

”إذا حصر المؤذن فى خلال الأذان... وعجز عن الإتمام يستقبل غيره“[4]

فقط: واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد حسنین ارشد قاسمی
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند
(۲۸رصفر المظفر ۱۴۴۳ھ)

الجواب صحیح:
محمد احسان غفرلہ، محمد عارف قاسمی
محمد اسعد جلال قاسمی، محمد عمران گنگوہی
مفتیان دارالعلوم وقف دیوبند

کلمات اذان میں غلطی کرنے کا بیان:

(۴۲) **سوال**: اگر مؤذن اذان کہتے وقت ”أشهد أن لا إله إلا الله“ کی جگہ ”أنّ لا إله إلا“ کہہ دے تو اذان ہوئی یا نہیں؟

فقط: والسلام
المستفتی: عبدالوہاب، سنت کبیر نگر، یوپی

الجواب وباللہ التوفیق: مذکورہ صورت میں اذان درست ہوجائے گی، اعادہ کی ضرورت نہیں؛ اس لیے کہ یہ معمولی غلطی ہے؛ لیکن اگر کسی جگہ مؤذن کی عادت ہو تو پھر اس کو بتانے اور سکھانے کی ضرورت ہے تاکہ اذان سنت کے مطابق دی جائے۔

---

(۱) ابن نجيم، البحر الرائق، ”كتاب الصلاة: باب الأذان“: ج۱، ص: ۴۵۸۔

(۲) فخر الدين عثمان بن علي، حاشية الشبلي على تبيين الحقائق شرح كنز الدقائق، ”كتاب الصلاة، باب الأذان“: ج۱، ص: ۹۰۔

(۳) ابن نجيم، البحر الرائق، ”كتاب الصلاة، باب الأذان“: ج۱، ص: ۴۴۵۔

(۴) جماعة من علماء الهند، الفتاوىٰ الهندية، ”كتاب الصلاة، الباب الثاني في الأذان“ الفصل الأول في صفته وأحوال المؤذن: ج۱، ص: ۱۱۲، فيصل، ديوبند۔

’’وإذا قدّم المؤذن في أذانه وإقامته بعض الكلمات على البعض، نحو أن يقول: أشهد أن محمداً رسول الله قبل قوله: أشهد أن لا إله إلا الله، فالأفضل في هذا أن ما سبق أوانه لا يعتد به حتى يعيده في أوانه وموضعه؛ لأن الأذان شرعت منظومة مرتبة،فتؤدى على نظيره وترتيبه إن مضى على ذلك جازت صلاتهم‘‘(۱)

فقط: واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: امانت علی قاسمی

مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

(۲۱/۴/۱۴۴۳ھ)

الجواب صحیح:

محمد احسان غفرلہ، محمد عارف قاسمی

محمد اسعد جلال قاسمی، محمد عمران گنگوہی، محمد حسنین ارشد قاسمی

مفتیان دارالعلوم وقف دیوبند

معتکف کا مسجد سے باہر نکل کر اذان دینا:

(۴۳) **سوال**: کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام مسئلہ ذیل کے بارے میں: رمضان کے اخیر عشرے کے اعتکاف میں معتکف مسجد سے باہر نکل کر اذان دے سکتا ہے یا نہیں؟

فقط: والسلام

المستفتی: محمد مشتاق عالم، مدنا پور

الجواب وباللہ التوفیق: معتکف اذان دینے کے لیے مسجد سے باہر نکل سکتا ہے، اعتکاف نہیں ٹوٹے گا؛ اس لیے کہ یہ بھی شرعی ضرورت ہے۔ تاہم اگر معتکف مؤذن نہ ہو اور اس کے علاوہ کوئی شخص اذان دینے والا موجود ہو تو بہتر ہے کہ وہ اذان کے لیے مسجد سے باہر نہ نکلے۔

’’(قوله:وباب المنارة خارج المسجد)أما إذا كان داخله فكذلك بالأولىٰ قال في البحر:وصعود المأذنة إن كان بابها في المسجد لايفسد وإلا فكذلك في ظاهر الرواية. ولو قال الشارح:وأذان ولو غير مؤذن وباب المنارة خارج المسجد لكان أولى ح، قلت: بل ظاهر البدائع أن الأذان أيضًا غير شرط فإنه قال: ولو صعد

(۱) برهان الدينالمرغيناني، المحيط البرهاني، في فقه النعماني، كتاب الصلاة، بيان الصلاة التي لها أذان والتي لا أذان لها وفي بيان أنه في أي حال يرى به، في تداك الحد الواقع فيه: ج۱،ص:۳۴۸.

المنارة لم يفسد بلا خلاف وإن كان بابها خارج المسجد؛ لأنها منه؛ لأنه يمنع فيها كل ما يمنع فيه من البول ونحوه، فأشبه زاوية من زوايا المسجد اهـ. لكن ينبغي فيما إذا كان بابها خارج المسجد أن يقيد بما إذا خرج للأذان؛ لأن المنارة وإن كانت من المسجد، لكن خروجه إلى بابها لا للأذان خروج منه بلا عذر، و بهذا لايكون كلام الشارح مفرعًا على الضعيف، ويكون قوله: وباب المنارة إلخ جملة حالية معتبرة المفهوم، فافهم"[1]

"ولو صعد المئذنة لم يفسد اعتكافه بلا خلاف، وإن كان باب المئذنة خارج المسجد، كذا في البدائع"[2]

الجواب صحیح:
محمد احسان غفرلہ، محمد عارف قاسمی
محمد اسعد جلال قاسمی، محمد عمران گنگوہی، محمد حسنین ارشد قاسمی
مفتیان دار العلوم وقف دیوبند

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: امانت علی قاسمی
مفتی دار العلوم وقف دیوبند
(۲/۶/۱۴۴۳ھ)

امام کا اذان پڑھنا کیسا ہے؟

(۴۴) **سوال:** کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام: امام کا مستقل اذان پڑھنا کیسا ہے؟

فقط: والسلام
المستفتی: محمد عبد الباسط، مظفر نگر

الجواب وباللہ التوفیق: امام کا اذان پڑھنا درست ہے اس میں کوئی قباحت نہیں ہے روایات سے ایک ہی شخص کا اذان دینا اور نماز پڑھانا ثابت ہے۔[3]

الجواب صحیح:
خورشید عالم غفرلہ
مفتی دار العلوم وقف دیوبند

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد احسان غفرلہ (۲/۷/۱۴۲۱ھ)
نائب مفتی دار العلوم وقف دیوبند

---

(۱) ابن عابدین، رد المحتار، "کتاب الصلاۃ، باب الاعتکاف": ج ۳، ص: ۴۳۶. ...... بقیہ حاشیہ آئندہ صفحہ پر......

اذان کے جواب دینے کا صحیح طریقہ کیا ہے؟

(۴۵) **سوال:** ایک شخص اذان کا جواب دیتے ہوئے ''أشهد أن محمد رسول اللّٰہ'' کے جواب میں بجائے صلی اللہ علیہ وسلم کہنے کے ''أشهد أن محمد رسول اللّٰہ'' کہتا ہے؛ اذان کے جواب دینے کا صحیح طریقہ کیا ہے؟

فقط: والسلام
المستفتی: محمد عمران، دیوبند

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اذان کا جواب سنت ہے اگر مذکورہ شخص پوری اذان کا جواب دے رہا ہو تو مستحب یہ ہے کہ وہ بھی مؤذن کی طرح ''أشهد أن محمد رسول اللّٰہ'' ہی کہے جب اذان پوری ہو جائے تو اذان کے بعد کی دعا ''اللّٰهم رب هذه الدعوة التامة الخ'' پڑھے اس کے بعد درود شریف پڑھے۔ اور اگر پوری اذان کا جواب نہ دے رہا ہو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک سننے پر صلی اللہ علیہ وسلم کہہ کر درود بھیج دے یہ درست ہے۔[1]

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد احسان غفرلہ (۱۹/۱/۱۴۲۴ھ)
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:
خورشید عالم غفرلہ
مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

......گذشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ......(۲) جماعة من علماء الهند، الفتاوی الهندیة: ''کتاب الصوم، الباب السابع في الاعتکاف'': ج۱،ص:۲۷۶.

(۳) عن عقبة بن عامر، قال: سمعت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم یقول: یعجب ربك من راعي غنم، في رأس شظیة بجبل، یؤذن للصلاة ویصلي، فیقول اللّٰہ عز وجل: انظروا إلی عبدي هذا: یؤذن ویقیم للصلاة یخاف مني، قد غفرت لعبد، وأدخلته الجنة. (أخرجه أبو داؤد، في سننه، ''کتاب الصلاة: باب الأذان في السفر'': ج۱،ص:۱۷۰، رقم: ۱۲۰۳)

عن عقبة بن عامر قال: کنت مع النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم فی سفر، فلما طلع الفجر أذن وأقام، ثم أقامنی عن یمینه. (أخرجه ابن أبي شیبة، في مصنفه، ''کتاب الصلاة: باب من کان یخفف القراءة في السفر، مؤسسة علوم القرآن'': ج۳،ص:۲۵۴، رقم: ۳۷۰۸)

(۱) عن حفص بن عاصم بن عمر بن الخطاب عن أبیه عن جده عمر بن الخطاب قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه و سلم إذا قال المؤذن اللّٰہ أکبر اللّٰہ أکبر فقال أحدکم اللّٰہ أکبر اللّٰہ أکبر ......بقیہ حاشیہ آئندہ صفحہ پر......

کیا اذان کے دوران وعظ اور درس روکنا ضروری ہے؟

(۴۶) **سوال:** حضرات علمائے دین ومفتیان عظام:

اذان کے ہوتے ہوئے وعظ ونصیحت جاری رکھنا چاہیے یا اذان ہونے تک وعظ ونصیحت یا درس کو موقوف کر کے اذان کا جواب دینا چاہیے؟ براہ کرم شرعی رہنمائی فرمائیں۔

فقط: والسلام

المستفتی: محمد عبداللہ خان، دیوریا

الجواب وباللہ التوفیق: افضل یہی ہے کہ وعظ ونصیحت اور جلسہ وغیرہ کے دوران اگر اذان ہونے لگے تو اذان کے وقت خاموشی اختیار کی جائے اور بغور اذان سنی جائے اور اس کا جواب دیا جائے۔ مگر عقلی اور نقلی دلائل سے پتہ چلتا ہے کہ ضرورتاً اذان کے دوران بات کرنا جائز ہے۔ مثلاً درس وتدریس ہو یا کسی کو ضرورتاً مخاطب کرنا ہو وغیرہ، تو ضرورت کے تحت اذان کے دوران بات کرنے کی گنجائش ہے، جیسا کہ امام بخاری رحمۃ اللہ نے ایک باب قائم کیا ہے: ''باب

......گذشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ......ثم قال أشهد أن لا إله إلا الله قال أشهد أن لا إله إلا الله ثم قال أشهد أن محمدا رسول الله قال أشهد أن محمدا رسول الله ثم قال حي على الصلاة قال لا حول ولا قوة إلا بالله ثم قال حي على الفلاح قال لا حول ولا قوة إلا بالله ثم قال الله أكبر الله أكبر قال الله أكبر الله أكبر ثم قال لا إله إلا الله قال لا إله إلا الله من قلبه دخل الجنة. (أخرجه مسلم، في صحيحه، "كتاب الصلاة: باب استحباب القول مثل قول المؤذن لمن سمعه الخ": ج۱، ص:۱۶۷، رقم:۳۸۴)

عن عبدالرحمن بن جبير عن عبدالله بن عمرو بن العاص أنه سمع النبي صلى الله عليه و سلم يقول: إذا سمعتم المؤذن فقولوا مثل ما يقول ثم صلوا علي فإنه من صلى علي صلاة صلى الله عليه بها عشرا ثم سلوا الله لي الوسيلة، فإنها منزلة في الجنة لا تنبغي إلا لعبد من عباد الله وأرجو أن أكون أنا هو فمن سأل لي الوسيلة حلت عليه الشفاعة. (أخرجه مسلم، في صحيحه، "كتاب الصلاة، باب استحباب القول مثل قول المؤذن لمن سمعه الخ": ج۱، ص:۱۶۶)

(بأن يقول) بلسانه (كمقالته) إن سمع المسنون منه، وهو ما كان عربيا لا لحن فيه، ولو تكرر أجاب الأول (إلا في الحيعلتين) فيحوقل (وفي الصلاة خير من النوم) فيقول: صدقت وبررت. ويندب القيام عند سماع الأذان بزازية، ولم يذكر هل يستمر إلى فراغه أو يجلس، ولو لم يجبه حتى فرغ لم أره. وينبغي تداركه إن قصر الفصل، ويدعو عند فراغه بالوسيلة لرسول الله صلى الله عليه وسلم. (ابن عابدين، رد المحتار، "كتاب الصلاة، باب الأذان، مطلب في كراهة تكرار الجماعة في المسجد": ج۲، ص:۶۶، ۶۷)

الکلام في الأذان'' اس باب کے تحت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ مندرجہ ذیل نصوص ذکر کرتے ہیں کہ حضرت سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ نے اذان کے دوران بات کی اور حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اگر ایک شخص اذان یا تکبیر کہتے ہوئے ہنس دے تو کوئی حرج نہیں؛ البتہ تعلیم کی غرض سے بہتر ہے کہ وعظ ونصیحت وغیرہ کو روک کر اذان کا جواب دیا جائے تا کہ عوام کو اذان کی اہمیت وفضلیت معلوم ہو سکے۔

''**وتكلم سليمان بن صرد في أذانه، وقال الحسن لا بأس أن يضحك وهو يؤذن أو يقيم**''(۱)

درمختار میں ہے: ''**ويجيب من سمع الأذان بأن يقول بلسانه كمقالته......إلا في الحيعلتين: فيحوقل، وفي: الصلاة خير من النوم......ويدعو عند فراغه بالوسيلة لرسول الله صلى الله عليه وسلم......فيقطع قراءة القرآن لو كان يقرأ بمنزله، ويجيب لو أذان مسجده كما يأتي، ولو بمسجدٍ، لا؛ لأنه أجاب بالحضور، وهذا متفرع على قول الحلواني، وأما عندنا فيقطع ويجيب بلسانه مطلقا، والظاهر وجوبها باللسان لظاهر الأمر في حديث ''إذا سمعتم المؤذن فقولوا مثل ما يقول''**''(۲)

''**ولا يشتغل بقراءة القرآن ولا بشيء من الأعمال سوى الإجابة، ولو كان في القراءة ينبغي أن يقطع ويشتغل بالاستماع والإجابة. كذا في البدائع**''(۳)

نیز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ: مؤذن کی اذان کا جواب دو۔

''**قولوا مثل ما يقول المؤذن**''(۴)

---

(۱) أخرجه البخاري، في صحيحه، ''كتاب الصلاة، باب الكلام في الأذان'': ج۱، ص:۸۶.

(۲) ابن عابدين، الدرالمختار مع ردالمحتار، ''كتاب الصلاة: باب الأذان'': ج۲، ص: ۶۵-۶۹؛ وكذا في البحر الرائق، ''كتاب الصلاة: باب الأذان'': ج۱، ص:۴۵۰، ۴۵۱.

(۳) جماعة من علماء الهند، الفتاوىٰ الهندية، ''كتاب الصلاة: الباب الثاني في الأذان، الفصل الثاني: ومما يتصل بذلك إجابة المؤذن'': ج۱، ص:۱۱۴، فیصل، دیوبند.

(۴) أخرجه البخاري، في صحيحه، ''كتاب الأذان: باب ما يقول إذا سمع المنادى'': ج۱، ص: ۸۶؛ وأخرجه المسلم، في صحيحه، ''كتاب الصلاة: باب استحباب القول مثل قول المؤذن'': ج۱، ص:۱۶۶، رقم:۳۸۴.

خلاصہ: مرد ہو یا عورت مقرر ہو یا سامع جو کوئی بھی اذان کی آواز سنے اس کا جواب دینا مستحب ہے۔ نیز علامہ ابن الہمامؒ نے فتح القدیر میں اس کی وضاحت کی ہے۔

''لكن ظاهر الأمر في قوله صلى الله عليه وسلم ''إذا سمعتم المؤذن فقولوا مثل ما يقول'' الوجوب؛ إذ لا تظهر قرينة تصرفه عنه، بل ربما يظهر استنكار تركه لأنه يشبه عدم الالتفات إليه والتشاغل عنه. وفي التحفة: ينبغي أن لا يتكلم ولا يشتغل بشيء حال الأذان أو الإقامة''[1]

الجواب صحیح:
محمد احسان غفرلہ، محمد عارف قاسمی، امانت علی قاسمی
محمد اسعد جلال قاسمی، محمد عمران گنگوہی
مفتیان دار العلوم وقف دیوبند

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد حسنین ارشد قاسمی
نائب مفتی دار العلوم وقف دیوبند
(۱۱/۴/۱۴۴۳ھ)

اذان کے کلمات کا صحیح تلفظ نہ کرنے والے کو اذان دینے سے کیسے روکا جائے؟

(۴۷) **سوال:** ایک ضعیف العمر شخص ہیں، نمازی بھی ہیں، مسجد کی دیکھ بھال بھی کرتے ہیں، اور اذان بھی پڑھتے ہیں، مگر اذان کے الفاظ ان سے صحیح ادا نہیں ہوتے جب کہ اذان پڑھنے کے لیے دوسرے حضرات بھی موجود ہیں تو ایسی صورت میں کیا کیا جائے، اگر ان کو اذان پڑھنے سے روکا جائے تو کشیدگی اور اختلاف کا ڈر ہے؟

فقط: والسلام
المستفتی: ظہیر عالم، سوجڑو، مظفر نگر

الجواب وباللہ التوفیق: اگر اذان میں ایسی غلطیاں کرتے ہیں کہ اذان ہی نہ ہو پائے تو روکنا ضروری ہے، ورنہ شدت نہ برتی جائے ان کو سمجھاتے رہنا چاہئے تاکہ اختلاف بھی نہ ہو اور اذان بھی اچھے انداز پر پڑھی جاسکے۔

''عن ابن عباس رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:

(۱) ابن الهمام، فتح القدير ''كتاب الصلاة: باب الأذان''، ج۱، ص: ۲۵۴.

لیؤذن لکم خیارکم ولیؤمکم قراؤکم''[1]

الجواب صحیح: فقط: واللہ اعلم بالصواب

محمد احسان غفرلہ، محمد عمران گنگوہی **کتبہ:** محمد اسعد جلال غفرلہ (۴/۸/۱۴۳۸ھ)

مفتیان دارالعلوم وقف دیوبند نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

''أشھد أن محمدًا رسول اللّٰہ'' پر درود پڑھنا اور انگوٹھا چومنا:

(۴۸) **سوال:** اذان میں ''أشھد أن محمداً رسول اللّٰہ'' کے جواب میں ''صلی اللّٰہ علیہ وسلم'' کہنا کیسا ہے اور انگلی کا چومنا کیسا ہے؟

فقط: والسلام

المستفتی: غیاث الدین، حیدرآباد

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جو شخص اذان کا جواب دے رہا ہو اسے چاہئے کہ مؤذن کی اذان میں ''أشھد أن محمداً رسول اللّٰہ'' کہنے پر اتنا ہی جملہ کہے اور اذان پوری ہونے پر دعاء اور درود شریف پڑھے اور جو اذان کا جواب نہیں دے رہا ہے وہ محمد رسول اللہ سن کر درود پڑھے، انگلی چومنے کا شرعاً کوئی ثبوت نہیں ہے، اس لیے اس کو ثواب سمجھ کر اختیار کرنا بدعت ہے۔

''عن عبد اللّٰہ بن عمر وابن العاص أنہ سمع النبي صلی اللّٰہ علیہ وسلم یقول: إذا سمعتم المؤذن فقولوا مثل ما یقول ثم صلوا علي فإنہ من صلی علی صلوۃ صلی اللّٰہ علیہ بھا عشراً ثم سلوا اللّٰہ لي الوسیلۃ فإنہ منزلۃ في الجنۃ لا تنبغي إلا لعبد من عباد اللّٰہ وأرجوا أن أکون أنا ھو فمن سأل لی الوسیلۃ حلت علیہ الشفاعۃ''[2]

''عن حفص بن عاصم بن عمر بن الخطاب عن أبیہ عن جدہ عمر بن الخطاب رضي اللّٰہ عنھم قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: إذا قال المؤذن: اللّٰہ أکبر اللّٰہ أکبر، فقال أحدکم: اللّٰہ أکبر اللّٰہ أکبر، ثم قال: أشھد أن لا إلہ إلا اللّٰہ: قال: أشھد أن لا إلہ إلا اللّٰہ: ثم قال أشھد أن محمدا رسول اللّٰہ، قال: أشھد أن محمدا

---

(۱) أخرجہ أبو داود، في سننہ، ''کتاب الصلاۃ، باب من أحق بالإمامۃ'': ج۱، ص: ۸۷، رقم: ۵۹۰.

(۲) أخرجہ مسلم، في صحیحہ، ''کتاب الصلاۃ، باب استحباب القول مثل قول المؤذن ......'': ج۱، ص: ۱۶۶، رقم: ۳۸۴، مکتبہ: نعیمیہ دیوبند.

رسول الله، ثم قال: حي على الصلاة قال لا حول ولا قوة إلا بالله، ثم قال: حي على الفلاح، قال: لا حول ولا قوة إلا بالله، ثم قال الله أكبر الله أكبر، قال: الله أكبر الله أكبر، ثم قال: لا إله إلا الله، قال: لا إله إلا الله، من قلبه دخل الجنة“(۱)

”بأن يقول بلسانه كمقالته إن سمع المسنون منه، وهو ما كان عربيا لا لحن فيه، ولو تكرر أجاب الأول إلا في الحيعلتين فيحوقل وفي الصلاة خير من النوم فيقول: صدقت وبررت. ويندب القيام عند سماع الأذان بزازية،ولم يذكر هل يستمر إلى فراغه أو يجلس،ولو لم يجبه حتى فرغ لم أره. وينبغي تداركه إن قصر الفصل،ويدعو عند فراغه بالوسيلة لرسول الله صلى الله عليه وسلم (قوله:ويدعو إلخ)أي بعد أن يصلي على النبي صلى الله عليه وسلم لما رواه مسلم وغيره إذا سمعتم المؤذن فقولوا مثل ما يقول ثم صلوا على،فإنه من صلى علي صلاة صلى الله عليه بها عشرا ثم سلوا لي الوسيلة فإنها منزلة في الجنة لا تبتغي إلا لعبد مؤمن من عباد الله،وأرجو أن أكون أنا هو،فمن سأل الله لي الوسيلة حلت له الشفاعة“(۲)

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد اسعد جلال قاسمی
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند
(۲۶/۱۱/۱۴۳۵ھ)

الجواب صحیح:
محمد احسان غفرلہ، محمد عارف قاسمی
محمد عمران گنگوہی
مفتیان دارالعلوم وقف دیوبند

باغ میں اذان دے کر نماز پڑھنا:

(۴۹)**سوال**: ہمارے علاقہ میں سیب کے باغات ہیں اور باغات میں لوگ اپنا اپنا کام کرتے ہیں تو اگر وہ لوگ کسی باغ میں جماعت سے نماز پڑھنا چاہتے ہیں تو اذان دینا ضروری ہے یا نہیں؟

فقط: والسلام
المستفتی: محمد شہادت حسین، بنگلہ دیش

(۱)أخرجه مسلم،في صحيحه،”كتاب الصلاة، باب استحباب القول مثل قول المؤذن ......“: ج۱،ص:۱۶۷، رقم:۲۰۱،مکتبہ نعیمہ دیوبند۔

(۲)ابن عابدين، رد المحتار،”كتاب الصلاة:باب الأذان“: مطلب في كراهة تكرار الجماعة في المسجد، ج۲،ص:۶۷،۶۸۔

الجواب وباللہ التوفیق: اگر مسجد کی اذان کی آواز وہاں تک نہیں پہنچتی تو بہتر ہے کہ اذان دی جائے۔ (۱)

فقط: واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: سید احمد علی سعید (۱۴۱۰/۱/۲۷ھ)

مفتی اعظم دارالعلوم وقف دیوبند

اذان واقامت میں اکبر کی راء کو کھینچ کر پڑھنا:

(۵۰) **سوال:** ہماری مسجد میں ایک ہی شخص اذان واقامت کہتا ہے، لیکن اکبر کی راء کو کھینچ کر پڑھتا ہے اس کا کیا حکم ہے، اذان وقامت ادا ہوئی یا نہیں؟

فقط: والسلام

المستفتی: محمد زید، نزد دیوبند

الجواب وباللہ التوفیق: اذان واقامت میں راء کو کھینچ کر پڑھنا غلطی ہے اس کی اصلاح کرنا ضروری ہے۔ تاہم اذان واقامت ادا ہو جائیں گی اعادہ کی ضرورت نہیں ہے۔ (۲)

فقط: واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد عمران دیوبندی غفرلہ (۱۴۱۹/۱۰/۲۶ھ)

نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:

سید احمد علی سعید

مفتی اعظم دارالعلوم وقف دیوبند

---

(۱) ویکره أداء المكتوبة بالجماعة في المسجد بغير أذان وإقامة. كذا في فتاوى قاضي خان، ولا يكره تركهما لمن يصلي في المصر إذا وجد في المحلة، ولا فرق بين الواحد والجماعة. هكذا في التبيين، والأفضل أن يصلي بالأذان والإقامة، كذا في التمرتاشي، وإذا لم يؤذن في تلك المحلة يكره له تركهما، ولو ترك الأذان وحده لا يكره، كذا في المحيط، ولو ترك الإقامة يكره. كذا في التمرتاشي. (جماعة من علماء الهند، الفتاویٰ الهندية: "كتاب الصلاة، الباب الثاني في الأذان": الفصل الأول في صفته وأحوال المؤذن: ج۱، ص:۱۱۱)

(۲) وبفتح راء أكبر والعوام يضمونها روضة، لكن في الطلبة معنى قوله عليه الصلاة والسلام: الأذان جزم أي مقطوع المد، فلا تقول: آلله أكبر؛ لأنه استفهام وإنه لحن شرعي، أو مقطوع حركة الآخر للوقف، فلا يقف بالرفع؛ لأنه لحن لغوي فتاوى الصيرفية من الباب السادس والثلاثين...... بقیہ حاشیہ آئندہ صفحہ پر......

مخنث کی اذان واقامت:

(۵۱) **سوال:** ہماری مسجد میں ایک صاحب اذان وقامت کرتے ہیں، لیکن وہ دوسری قسم کے ہیں یعنی مخنث ہیں تو کیاان کی اذان واقامت درست ہے؟

فقط: والسلام
المستفتی: عبدالقیوم، لکھیم پور

الجواب وباللہ التوفیق: مخنث یعنی ہیجڑے کی اذان واقامت مکروہ ہے اور لوٹانا بہتر ہے لازم نہیں ہے۔

''یکرہ أذان جنب (الخ) وخنثی وفاسق. فیعاد أذان الکل ندباً''[1]

الجواب صحیح:
خورشید عالم غفرلہ
مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمداحسان غفرلہ
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

......گذشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ......(قوله:وبفتح راء أكبر إلى قوله ولا ترجيع) نقل أنه ملحق بخط الشارح على هامش نسخة الأولى،وفي مجموعة الحفيد الهروي ما نصه:فائدة:في روضة العلماء قال ابن الأنباري:عوام الناس يضمون الراء في أكبر، وكان المبرد يقول الأذان سمع موقوفا في مقاطيعه،والأصل في أكبر تسكين الراء فحولت حركة ألف اسم الله إلي الراء كما في ﴿الم،الله﴾(آل عمران:۱،۲)وفي المغني:حركة الراء فتحة وإن وصل بنية الوقف،ثم قيل هي حركة الساكنين ولم يكسر حفظا لتفخيم الله،وقيل نقلت حركة الهمزة وكل هذا خروج عن الظاهر؛ والصواب أن حركة الراء ضمة إعراب، وليس لهمزة الوصل ثبوت في الدرج فتنقل حركتها، وبالجملة الفرق بين الأذان. وبين الم الله ظاهر فإنه ليس لـ – الم الله، حركة إعراب أصلاً، وقد كانت لكلمات الأذان إعرابا إلا أنه سمعت موقوفة. اهـ.

وفي الإمداد: ويجزم الراء أي يسكنها في التكبير قال الزيلعي، يعني على الوقف، لكن في الأذان حقيقة، وفي الإقامة ينوى الوقف اهـ أي للحدر، وروي ذلك عن النخعي موقوفا عليه، ومرفوعا إلى النبي صلى الله عليه وسلم قال:الأذان جزم،والإقامة جزم،والتكبير جزم). (ابن عابدين،رد المحتار،''كتاب الصلاة، باب الأذان، مطلب في المواضع التي يندب لها الأذان في غير الصلاة و في الكلام على حديث ''الأذان جزم'':ج۲،ص:۵۱،۵۲)

(۱)ابن عابدين،رد المحتار، ''كتاب الصلاة، باب الأذان، مطلب في المؤذن إذا كان غير محتسب في أذانه'':ج۲،ص:۶۰ ......

بقیہ حاشیہ آئندہ صفحہ پر......

مصلیٰ میں اذان واقامت دینے کا حکم:

(۵۲) **سوال**: ہم لوگ مسجد قریب نہ ہونے کی وجہ سے ایک جگہ پر جمع ہوکر نماز پڑھتے ہیں اس لیے یہاں مستقل اذان وتکبیر کے ساتھ نماز پڑھیں گے یا اذان واقامت کی ضرورت نہیں ہے اس سلسلے میں شرعی حکم کیا ہے؟

فقط: والسلام
المستفتی: توصیف عالم، بہار

الجواب وباللہ التوفیق: صورت مسئولہ میں اذان واقامت اور جماعت کے اوقات مقرر کرکے نماز ادا کرنی چاہئے؛ لیکن اگر نماز بغیر اذان واقامت کے ادا کرلی گئی تو اس صورت میں بھی ادا ہوجائے گی لیکن کراہت کے ساتھ۔ (۱)

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد احسان غفرلہ (۱۹/۳/۱۴۲۳ھ)
نائب مفتی دار العلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:
خورشید عالم غفرلہ
مفتی دار العلوم وقف دیوبند

......گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ......(ويكره أذان جنب وإقامته وإقامة محدث لا أذانه) على المذهب(و) أذان (امرأة وخنثى. (أيضًا)

(وأما) الذي يرجع إلى صفات المؤذن فأنواع أيضا:(منها)أن يكون رجلا. (الكاساني،بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع،''كتاب الصلاة، سنن الأذان وصفات المؤذن'': ج۱،ص:۳۷۳)

(۱) ويكره أداء المكتوبة بالجماعة في المسجد بغير أذان وإقامة. كذا في فتاوى قاضي خان ولا يكره تركهما لمن يصلي في المصر إذا وجد في المحلة ولا فرق بين الواحد والجماعة. هكذا في التبيين والأفضل أن يصلي بالأذان والإقامة كذا في التمرتاشي وإذا لم يؤذن في تلك المحلة يكره له تركهما ولو ترك الأذان وحده لا يكره، كذا في المحيط ولو ترك الإقامة يكره، كذا في التمرتاشي. (جماعة من علماء الهند، الفتاوى الهندية،''كتاب الصلاة، الباب الثاني في الأذان'':ج۱،ص:۱۱۱)

قال في الدر : وكره تركهما معًا......بخلاف مصل ولو بجماعة في بيته بمصر أو قرية لها مسجد فلا يكره تركهما إذ أذان الحي يكفيه: لأن أذان المحلة وإقامتها كأذانه وإقامته. (ابن عابدين،رد المحتار،''كتاب الصلاة:باب الأذان'': مطلب في المؤذن إذا كان غير محتسب في أذانه:ج۲،ص:۶۳)

جھوٹے اور چغل خور کو مؤذن مقرر کرنا:

(۵۳) **سوال:** ایک شخص کی عمر ۶۰، ۷۰ سال ہے وہ پنج وقتہ نمازی ہے، لیکن عالم نہیں ہے؛ بلکہ اسلامی اور دینی معلومات کی وجہ سے علماء پر شدید تنقید وتبصرہ کرتے رہتے ہیں اور ہم دانی کے زعم میں مبتلا ہیں جھوٹ، غیبت، چغلی کے دلدادہ ہیں، ایسے شخص کو مسجد کا مؤذن مقرر کر سکتے ہیں یا نہیں؟ جبکہ ان سے بہت سے افراد متنفر ہیں؟

فقط: والسلام
المستفتی: ارشاد احمد، کرناٹک

الجواب وباللہ التوفیق: بلا ثبوت شرعی کسی کو عیب لگانا سخت گناہ ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد خداوندی ہے۔ ﴿اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا﴾[1] لیکن اگر صورت مذکورہ واقعی صحیح ہے، جیسا کہ بتایا گیا ہے، تو ایسے شخص کو مؤذن نہ بنانا چاہئے۔ بلکہ بہتر یہ ہے کہ کسی دیندار پرہیز گار شخص کو مؤذن بنایا جائے۔[2]

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد عمران دیوبندی غفرلہ (۱۸/۱/۱۴۰۹ھ)
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:
سید احمد علی سعید
مفتی اعظم دارالعلوم وقف دیوبند

---

(۱) سورۃ الحجرات: ۱۲۔

(۲) وینبغي أن یکون المؤذن رجلاً عاقلاً صالحاً تقیاً عالماً بالسنة، کذافي النهایة. (جماعة من علماء الهند، الفتاویٰ الهندیة، ''کتاب الصلاة، الباب الثاني في الأذان'': الفصل الأول في صفته وأحوال المؤذن، ج۱، ص: ۱۱۰)

ویکره أذان الفاسق ولایعاد، هکذافي الذخیرة. (أیضًا)

عن ابن عباس رضي الله عنه، قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: لیؤذن لکم خیارکم ولیؤمکم قراؤکم. (أخرجه أبوداود، في سننه، ''کتاب الصلاة، باب من أحق بالإمامة'': ج ۱، ص: ۸۷، رقم: ۵۹۰، مختار اینڈ کمپنی دیوبند)؛ وأخرجه ابن ماجه، في سننه، ''کتاب الأذان والسنة فیه، باب فضل الأذان وثواب المؤذنین'': ج۱، ص: ۵۳، رقم: ۷۲۶)

ومنها: (أي من سنن الأذان) أن یکون تقیاً؛ لقول النبي صلی الله علیه وسلم: الإمام ضامن والمؤذن مؤتمن، والأمانة لا یؤدیها إلا التقي. (الکاساني، بدائع الصنائع في ترتیب الشرائع، ''کتاب الصلاة: فصل بیان سنن الأذان'': ج۱، ص: ۳۷۲)

و منها: أي من صفات المؤذن أن یکون تقیاً؛ لقول النبي صلی الله علیه وسلم: ...... بقیہ حاشیہ آئندہ صفحہ پر......

جمعہ کی اذان زوال سے پہلے دینا کیسا ہے؟

(۵۴)**سوال**: جمعہ کے دن اذان زوال سے قبل ہی دی جاتی ہے۔ اور زوال ہوتے ہی خطبہ جمعہ شروع ہوجاتا ہے اس صورت میں قبل از جمعہ کی سنتوں کا کیا حکم ہوگا؟ پڑھ لیں تو قبل از وقت ہوں گی نہ پڑھیں تو اصرار علی ترک سنت لازم آتا ہے؟

فقط: والسلام

المستفتی: عبدالواحد، دہرہ دون

الجواب وباللہ التوفیق: قبل الزوال اذان جمعہ بالکل درست نہیں تاہم اگر زوال کے فوراً بعد سنت ادا کرلی جائے اور پھر فوراً اذان خطبہ وخطبہ کے بعد نماز فرض ادا کرلی جائے تو درست اور جائز ہے۔

''لقوله عليه السلام إذا مالت الشمس فصل بالناس الجمعه''.[1]

فقط: واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: سید احمد علی سعید (۱۴۰۹/۲/۱۳ھ)

مفتی اعظم دارالعلوم وقف دیوبند

......گذشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ...... الإمام ضامن، والمؤذن مؤتمن، و الأمانة لا يؤديها إلا التقي. (ومنها): أن يكون عالما بالسنة لقوله صلى الله عليه وسلم: يؤمكم أقرؤكم، و يؤذن لكم خياركم، و خيار الناس العلماء. (أيضًا) و ينبغي أن يكون المؤذن رجلاً عاقلاً صالحاً تقياً عالماً بالسنة، كذافي النهاية. (جماعة من علماء الهند، الفتاوىٰ الهندية، ''كتاب الصلاة، الباب الثاني في الأذان'' الفصل الأول في صفته وأحوال المؤذن، ج١، ص:١١٠) و يكره أذان الفاسق و لا يعاد، هكذافي الذخيرة. (أيضاً)

(١) المرغيناني، هداية، كتاب الصلاة ''فصل في قيام شهر رمضان'': ج١، ص:٨٣. لايسن لغيرها كعيد، فيعاد أذان وقع بعضه قبله كالإقامة خلافاً للثاني في الفجر ...... قوله وقع بعضه وكذا كله بالأولى ولو لم يذكر البعض لتوهم خروجه فقصد بذكره التعميم لا التخصيص. (ابن عابدين، رد المحتار، ''كتاب الصلاة، باب الأذان، مطلب في المواضع التي يندب لها الأذان في غير الصلاة'': ج٢، ص:٥٠، ط: زكريا.

لوقت أي وقت المكتوبة واعتقاد دخوله أو ما يقوم مقام الاعتقاد من غلبة الظن، فلو شرع شاكاً فيه لاتجزيه. (ابن عابدين، رد المحتار، كتاب الطهارة 'مطلب قد يطلق الفرض على مايقابل الركن'': ج١، ص:٤٥٢.

تقديم الأذان على الوقت في غير الصبح لايجوز اتفاقا وكذا في الصبح ...... بقیہ حاشیہ آئندہ صفحہ پر......

بیٹھ کراذان دینے کا حکم:

(۵۵) **سوال**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں:

ایک شخص کا کہنا ہے کہ اذان بیٹھ کر دی جاسکتی ہے اور بیٹھ کر اذان دینے میں کوئی کراہت نہیں ہے، ایسے ہی اذان سے قبل یا بعد میں درود وسلام پڑھنا کیسا ہے؟ نیز اگر کوئی عربی الفاظ اذان کے کلمات میں بڑھادئے جائیں تو اس کا کیا حکم ہے؟ شرعی رہنمائی فرمائیں۔

فقط: والسلام

المستفتی: محمد مشیر احمد، اعظم گڑھ، یوپی

الجواب وبالله التوفيق: اگر بغیر کسی عذر کے بیٹھ کر اذان دی گئی تو ایسا کرنا مکروہ تحریمی ہے اس اذان کا لوٹانا مستحب ہے، جیسا کہ علامہ حصکفی رحمۃ اللہ علیہ نے میں لکھا ہے:

”(ويكره أذان جنب (إلى قوله) وقاعد: في الشامية (قوله: ويعاد أذان جنب إلخ) زاد القهستاني: والفاجر والراكب والقاعد والماشي، والمنحرف عن القبلة. وعلل الوجوب في الكل بأنه غير معتد به والندب بأنه معتد به إلا أنه ناقص، قال وهو الأصح كما في التمرتاشي“[1]

اذان سے قبل یا بعد میں درود پڑھنے کے سلسلے میں تفصیل یہ ہے کہ: درود شریف پڑھنا بلاشک وشبہ افضل ترین عبادت ہے؛ لیکن اذان سے قبل یا بعد میں درود شریف پڑھنے کا جو طریقہ اور انداز آج کل اپنایا گیا ہے یا جو رواج لاؤڈ اسپیکر کے ذریعہ متعارف ہے یہ بلاشک وشبہ بدعت ہے، اس طرح پڑھنے کا حکم نہ قرآن وحدیث میں ہے اور نہ ہی فقہ اسلامی میں اگر درود پڑھنا ہی ہے تو مسجد یا گھر میں بیٹھ کر نہایت خشوع اور ادب کے ساتھ پڑھیں مذکورہ طریقہ جو لاؤڈ اسپیکر میں زور وشور سے درود

......گذشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ...... عند أبي حنيفة ومحمد رحمهما الله تعالى وإن قدم يعاد في الوقت، هكذا في شرح مجمع البحرين لابن الملك، وعليه الفتوى، هكذا في التتارخانية ناقلا عن الحجة. (جماعة من علماء الهند، الفتاوى الهندية، ”كتاب الصلاة، الباب الثاني في الأذان“ الفصل الأول في صفته وأحوال المؤذن، ج۱، ص:۱۱۰)

(۱) ابن عابدين، رد المحتار، ”كتاب الصلاة، باب الأذان“: مطلب في المؤذن إذا كان غير محتسب في أذانه، ج۲، ص:۶۰، ۶۱.

ودعاء پڑھی جاتی ہے یہ بظاہر محض ریا کاری پر مبنی ہے اس سے بچنا ضروری ہے، جیسا کہ امام شاطبی رحمۃ اللہ علیہ نے الاعتصام میں لکھا ہے۔

”فإذا ندب الشرع مثلا إلى ذكر الله، فالتزم قوم الاجتماع عليه على لسان واحد وصوت، أو في وقت معلوم مخصوص عن سائر الأوقات لم يكن في ندب الشرع ما يدل على هذا التخصيص الملتزم، بل فيه ما يدل على خلافه، لأن التزام الأمور غير اللازمة شرعاً شأنها أن تفهم التشريع، وخصوصا مع من يقتدى به في مجامع الناس كالمساجد“(۱)

”وكذا في الشامي: هل يكره رفع الصوت بالذكر والدعاء؟ قيل نعم“(۲)

”كما في رواية عن عائشة رضي الله عنها، قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو رد“(۳)

نیز اذان کے کلمات میں اضافہ کے بارے میں یاد رکھیں کہ شرعی اذان تو وہی ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے اس میں مزید کلمات کا اضافہ جائز نہیں ہے اور اگر اضافہ کر دیا گیا تو وہ شرعی اذان نہیں رہے گی، اس لیے حدیث پاک سے جو اذان کے کلمات منقول ہیں ان ہی کو اختیار دیا جائے۔ اپنی جانب اذان کے کلمات نہ بڑھائے جائیں۔

”عن عبد الله بن محيريز، عن أبي محذورة، أن نبي الله صلى الله عليه وسلم علمه هذا الأذان: الله أكبر الله أكبر، أشهد أن لا إله إلا الله، أشهد أن لا إله إلا الله، أشهد أن محمدا رسول الله، أشهد أن محمدا رسول الله، ثم يعود فيقول، أشهد أن لا إله إلا الله، أشهد أن لا إله إلا اللهُ، أشهد أن محمدا رسول الله، أشهد أن محمدا رسول الله، حي على الصلاة مرتين، حي على الفلاح مرتين زاد إسحاق: الله أكبر الله أكبر، لا إله إلا الله. “(۴)

---

(۱) إبراهيم بن موسىٰ الشاطبي، ”كتاب الاعتصام: الباب الرابع: في مأخذ أهل البدع بالاستدلال، فصل من صور ابتاع الزائغين للمتشابهات، ومنها: تحريف الأدلة عن مواضعها“: ج۱، ص: ۳۲۴)

(۲) (ابن عابدين، رد المحتار، ”كتاب الحظر والإباحة: باب الاستبراء وغيره، فصل في البيع“: ج۹، ص: ۵۷۰)

(۳) أخرجه البخاري، في صحيحه، ”كتاب الصلح: باب إذا اصطلحوا على صلح جور“: ج۱، ص: ۳۷۱، رقم: ۲۶۹۷.

(۴) أخرجه مسلم، في صحيحه، ”كتاب الصلاة: باب صفة الأذان“: ج۱، ص: ۱۶۵، رقم: ۳۷۹)

"الأذان خمس عشرة كلمةً و آخره عندنا لا إله إلا الله، كذا فى فتاوى قاضى خان. و هي: الله أكبر، الله أكبر، الله أكبر، الله أكبر، أشهد أن لا إله إلا الله، أشهد أن لا إله إلا الله، أشهد أن محمدًا رسول الله، أشهد أن محمدًا رسول الله، حي على الصلاة، حي على الصلاة، حي على الفلاح، حي على الفلاح، الله أكبر، الله أكبر، لا إله إلا الله، هكذا في الزاهدي"(۱)

فقط: واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد حسنین ارشد قاسمی
نائب مفتی دار العلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:
محمد احسان غفرلہ، امانت علی قاسمی، محمد عارف قاسمی
محمد اسعد جلال قاسمی، محمد عمران گنگوہی
مفتیان دار العلوم وقف دیوبند

اذان میں چہرہ گھمانا اور بلا مؤذن کی اجازت کے اقامت کہنا:

(۵۶) **سوال**: اگر مؤذن اذان میں "حي على الصلاة" اور "حي على الفلاح" کہتے ہوئے چہرے کو دائیں بائیں نہ کرے تو وہ اذان ہو جائے گی یا نہیں۔ اگر اذان نہیں ہوئی تو کیا اس کے بعد پڑھی گئی نماز دوہرانی ہوگی؟ اگر اذان کہنے والے کی اجازت کے بناء کوئی دوسرا اقامت کہہ دے تو کیا نماز ہو جائے گی۔

فقط: والسلام
المستفتی: راشد، دہلی

الجواب وباللہ التوفیق: اذان میں "حي على الصلوة" کے وقت چہرہ کو دائیں جانب پھیرنا، اور "حي على الفلاح" کے وقت بائیں جانب چہرہ پھیرنا مسنون ہے۔ سنت کے خلاف عمل جان بوجھ کر نہیں کرنا چاہئے، ایسا کرنا مکروہ ہے، لیکن اگر کبھی اتفاق سے ایسا ہو گیا تو کوئی حرج نہیں ہے، اذان ہوگئی اور اس کے بعد پڑھی گئی نماز بلا کراہت درست ہوگئی۔ جو شخص اذان دے اقامت کہنا بھی اس کا حق ہے، اذان کہنے والے کی اجازت کے بغیر دوسرے شخص کا اقامت کہنا

(۱) جماعة من علماء الهند، الفتاوىٰ الهندية، "كتاب الصلاة، الباب الثاني في الأذان" الفصل الثاني: في كلمات الأذان والإقامة، ج۱، ص:۱۱۲۔

مکروہ ہے، اگر مؤذن ناراض ہوتا ہو، لیکن اگر مؤذن نے اجازت دیدی، یا مؤذن ناراض نہیں ہوتا ہے تو دوسرا شخص بلا اجازت بھی اقامت کہہ سکتا ہے۔ نماز بہرصورت درست ہو جاتی ہے۔

”قوله:ويلتفت يمينا وشمالا بالصلاة والفلاح لما قدمناه ولفعل بلال رضي الله عنه على ما رواه الجماعة،ثم أطلقه فشمل ما إذا كان وحده على الصحيح؛لكونه سنة الأذان فلايتركه خلافا للحلواني؛لعدم الحاجة إليه،وفي السراج الوهاج:أنه من سنن الأذان فلايخل المنفرد بشيء منها،حتى قالوا في الذي يؤذن للمولود ينبغي أن يحول“

”وقيد باليمين والشمال؛ لأنه لايحول وراءه لما فيه من استدبار القبلة، ولا أمامه لحصول الإعلام في الجملة بغيرها من كلمات الأذان،وقوله بالصلاة والفلاح لف ونشر مرتب يعني أنه يلتفت يمينا بالصلاة وشمالاً بالفلاح، وهو الصحيح خلافا لمن قال:إن الصلاة باليمين والشمال والفلاح كذلك،وفي فتح القدير:أنه الأوجه،ولم يبين وجهه،وقيد بالالتفات؛ لأنه لايحول قدميه؛لما رواه الدارقطني عن بلال قال:أمرنا رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا أذنا أو أقمنا أن لانزيل أقدامنا عن مواضعها،وأطلق في الالتفات ولم يقيده بالأذان،وقدمنا من الغنية أنه يحول في الإقامة أيضًا،وفي السراج الوهاج لايحول فيها لأنها لإعلام الحاضرين بخلاف الأذان فإنه إعلام للغائبين، وقيل: يحول، إذا كان الموضع متسعًا “(۱)

”ويحول في الإقامة إذا كان المكان متسعًا وهو أعدل الأقوال كما في النهر “(۲)

”أقام غير من أذن بغيبته)أي المؤذن(لا يكره مطلقاً)،وإن بحضوره كره أن

(۱)ابن نجيم، البحر الرائق شرح كنز الدقائق، ”كتاب الصلاة، باب الأذان“: ج۱،ص:۴۴۹، ۴۵۰.

(۲) أحمد بن محمد،حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، ”كتاب الصلاة، باب الأذان“:ص:۱۹۷.

لحقه وحشة"(۱)

الجواب صحیح:
محمد احسان غفرلہ، محمد عارف قاسمی
محمد عمران گنگوہی، محمد حسنین ارشد قاسمی
مفتیان دارالعلوم وقف دیوبند

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد اسعد جلال قاسمی
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند
(۱۱/۵/۱۴۴۳ھ)

وبا میں اذان کا حکم:

(۵۷) **سوال**: وبائی امراض پھیلنے کی صورت میں اذان دینے کا کیا حکم ہے؟ آج کل واٹس ایپ پر بہت گشت کر رہا ہے کہ اپنے گھروں کے سامنے اذان دیں اس کی کیا حیثیت ہے؟ اذان دینا چاہیے یا نہیں؟ ''بینوا وتوجروا''

فقط: والسلام
المستفتی: محمد عبداللہ، ممبئی

الجواب وباللہ التوفیق: وبائی امراض کے موقع پر اذان دینا حدیث سے ثابت نہیں ہے؛ البتہ حضرات فقہاء نے غم اور مصیبت کے وقت غم کو ہلکا کرنے کے لیے اذان دینے کی بات لکھی ہے (۲) حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس موقع پر اذان دینے کو جائز لکھا ہے؛ (۳) اس لیے سنت اور ضروری نہ سمجھتے ہوئے انفرادی طور پر اذان دینے کی گنجائش ہے لیکن موجودہ حالات میں اجتماعیت سے ساتھ اور التزام کے طور پر اذان دینے کا کوئی جواز نہیں ہے اس لیے کہ یہ عمل بدعت کی طرف لے جانے والا ہے۔ اور حضرات صحابہؓ سے طاعون وغیرہ وبا کے

---

(۱) ابن عابدين، رد المحتار، "كتاب الصلاة، باب الأذان": مطلب في المؤذن إذا كان غير محتسب في أذانه، ج۲، ص:۶۴.

(۲) خرج بها الأذان الذي يسن لغير الصلاة كالأذان في أذن المولود اليمنى والإقامة في اليسرى ويسن أيضاً عن الهم وسوء الخلق لخبر الديلمى عن علي: رأني النبي صلى الله عليه وسلم حزينا فقال: يا ابن أبي طالب أني أراك حزيناً فمر بعض أهلك يؤذن في أذنك فإنه درء الهم قال: فجربته فوجدته كذلك. (ملا علي قاري، مرقاة المفاتيح شرح مشكوٰة المفاتيح، "كتاب الصلاة، باب الأذان": ج۲، ص:۳۱۰)

(۳) مفتي كفايت الله دهلويؒ، كفايت المفتي: ج۳، ص:۵۲، دارالاشاعت کراچی.

وقت اذان دینا ثابت نہیں ہے۔

الجواب صحیح:
محمد احسان غفرلہ، محمد عارف قاسمی
محمد اسعد جلال غفرلہ، محمد عمران گنگوہی
مفتیان دار العلوم وقف دیوبند

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: امانت علی قاسمی
مفتی دار العلوم وقف دیوبند
(۲۴/۱/۱۴۴۱ھ)

کیا مصائب وغیرہ میں اذان دینا جائز ہے؟

(۵۸) **سوال:** کیا مصائب وغیرہ میں اذان دینا جائز ہے؟

فقط: والسلام
المستفتی: محمد اسرائیل، محی الدین پور

الجواب وباللہ التوفیق: ہر طرف بے چینی ہو تو لوگوں کی قلبی راحت کے لیے اذان دینے کی گنجائش ہے۔

”عن أنس :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:”إذا أذّن في قرية أمنها الله تعالىٰ من عذابه ذلك اليوم““[۱]

”عن علي:رآني النبي صلى الله عليه وسلم حزينا فقال:(يا ابن أبي طالب إني أراك حزينا فمر بعض أهلك يؤذن في أذنك،فإنه درء الهم)قال:فجربته فوجدته كذلك““[۲]

”وفي حاشية البحر الرملي:رأيت في كتب الشافعية أنه قد يسن الأذان لغير الصلاة، كما في أذان المولود،والمهموم،والمصروع،والغضبان،ومن ساء خلقه من إنسان أو بهيمة،وعند مزدحم الجيش،وعند الحريق،قيل وعند إنزال الميت القبر قياسا على أول خروجه للدنيا،لكن رده ابن حجر في شرح العباب، وعند تغول

(۱)مغلطاي بن قليج المصري،شرح سنن ابن ماجه، ”كتاب الصلاة، فضل الأذان وثواب المؤذنين“: ج۱، ص:۱۱۷۹. (شاملہ)

(۲)ملا علي قاري،مرقاة المفاتيح شرح مشكوة المصابيح، ”كتاب الصلاة، باب الأذان“:ج۲،ص:۳۱۰.

الغيلان: أي عند تمرد الجن لخبر صحيح فيه. أقول: ولا بعد فيه عندنا"[1]

الجواب صحیح:
محمد عارف قاسمی، امانت علی قاسمی
محمد اسعد جلال غفرلہ، محمد عمران گنگوہی
مفتیان دارالعلوم وقف دیوبند

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد احسان غفرلہ
مفتی دارالعلوم وقف دیوبند
(۱۰/۷:۱۴۴۱ھ)

آندھی طوفان کے وقت اذان دینا:

(۵۹) **سوال:** کیا آندھی، طوفان اور تباہی اور دیگر قدرتی عذاب آنے پر اذان دینا درست ہے؟ ایک حضرت نے فرمایا کہ پیر ذوالفقار صاحب نے زلزلہ نام کی کتاب میں ایسا کرنے سے منع فرمایا ہے لیکن اکثر لوگوں کو آندھی طوفان آنے پر اذان دیتے سنتے ہیں؟

فقط: والسلام
المستفتی: خورشید انور، دہلی

الجواب وباللہ التوفیق: درست بات یہی ہے کہ آندھی، طوفان، زلزلہ یا دیگر آفات آسمانی پر اذان دینا سنت سے ثابت نہیں ہے؛ لہٰذا اگر لوگ یہ عمل سنت یا حکم شرعی سمجھ کر کرتے ہیں تو غلط ہوگا؛ لیکن اگر لوگ محض غموں کو دور کرنے کا آلہ یا ہتھیار سمجھتے ہیں؛ اس لیے اذان دیتے ہیں تاکہ لوگوں کو جمع خاطر نصیب ہو تو یہ عمل درست ہے۔ علامہ شامی نے مواقع اذان میں کتب شافعیہ کے حوالے سے لکھا ہے کہ مغموم وغمزدہ شخص کی دل جوئی کے لیے اذان دی جائے؛ کیوں کہ اذان غموں کو کافور کردیتی ہے۔[2]

---

(۱) ابن عابدین، رد المحتار، "كتاب الصلاة: باب الأذن": مطلب في المواضع التي يندب بها الأذان في غير الصلاة، ج۲، ص:۵۰.

(۲) قوله: وخرج بالفرائض الخ) قال الرملي: أي الصلوات الخمس، فلا يسن للمنذورة. ورأيت في كتب الشافعية: أنه قد يسن الأذان لغير الصلاة، كما في أذان المولود، والمهموم والمفزوع، والغضبان ومن ساء خلقه من إنسان أو بهيمة، وعند مزدحم الجيش، وعند الحريق. (ابن عابدين، رد المحتار، "كتاب الصلاة، باب الأذان، "مطلب في المواضع التي يندب لها الأذان في غير الصلاة": ج۲، ص:۵۰)

وخرج بها الأذان الذي يسن لغير الصلاة كالأذان في أذن المولود اليمنیٰ، ...... بقیہ حاشیہ آئندہ صفحہ پر......

"قالوا يسن للمهموم أن يأمر غيره أن يؤذن في أذنه فإنه يزيل الهم"(۱)

الجواب صحیح:
محمد احسان غفرلہ، محمد عارف قاسمی
محمد اسعد جلال غفرلہ، محمد عمران گنگوہی
مفتیان دارالعلوم وقف دیوبند

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: امانت علی قاسمی
مفتی دارالعلوم وقف دیوبند
(۱۴۴۰/۱۱/۷ھ)

......گذشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ...... والإقامة في اليسرى، ويسن أيضاً عن الهم وسوء الخلق لخبر الديلمي، عن علي، رآني النبي صلى الله عليه وسلم حزيناً فقال: (يا ابن أبي طالب إني أراك حزيناً فمر بعض أهلك يؤذن في أذنك، فإنه درء الهم) قال: فجربته فوجدته كذلك. وقال: كل من رواته إلى علي أنه جربه، فوجده كذلك. وروي الديلمي عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: (من ساء خلقه من إنسان أو دابة فأذنوا في أذنه. (ملا علي قاري، مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، "كتاب الصلاة، باب الأذان": ج۲، ص:۳۱۰)

(۱) ابن عابدين، رد المحتار، "كتاب الصلاة: باب الأذان": مطلب في المواضع التي يندب لها الأذان في غير الصلاة، ج۲، ص:۵۰.

فصل ثانی

فاسق کی اذان کا بیان

بے ایمان (فاسق) لڑکے سے اذان دلوانا:

(۶۰) **سوال:** امام صاحب بے ایمان لڑکے سے اذان دلواتے ہیں جس سے نمازیوں کو پریشانی لاحق ہوتی ہے، اگر متولی ایسے امام کو الگ نہ کریں تو اس کے لیے کیا حکم ہے؟

فقط: والسلام

المستفتی: محمد یٰسین، علی گڑھ

الجواب وباللہ التوفیق: امام صاحب سے کہا جائے کہ وہ مذکورہ لڑکے سے اذان نہ دلوایا کریں اور اگر امام کی حرکتیں خود ہی خلاف شرع ہوں جن کی بنا پر نمازیوں کو پریشانی اور انتشار ہوتا ہو تو ایسے امام کو علیحدہ کر دینا چاہیے۔

اور متولی کے لیے جائز نہیں ہوگا کہ وہ مذکورہ امام کی اعانت یا حمایت کرے۔[۱]

فقط: واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: سید احمد علی سعید (۱۲/۱۳: ۱۴۱۳ھ)

مفتی اعظم دار العلوم وقف دیوبند

---

(۱) ویکرہ (أذان الفاسق) هو الخارج عن أمر الشرع بأرتکاب کبیرة: کذا في الحموي. (أحمد بن محمد، حاشیة الطحطاوي علی مراقي الفلاح، ''کتاب الصلاة: باب الأذان''، ص: ۱۹۹، مکتبہ: شیخ الہند، دیوبند)

ویکرہ أذان الفاسق ولا یعاد، هکذا في الذخیرة. (جماعة من علماء الهند، الفتاویٰ الهندیة، ''کتاب الصلاة: الباب الثاني، في الأذان'': الفصل الأول في صفته وأحوال المؤذن، ج۱، ص: ۱۱۰، مکتبہ: زکریا، دیوبند)

وینبغي أن یکون المؤذن رجلاً عاقلاً صالحاً تقیاً عالماً بالسنة: کذا في النهایة. (جماعة من علماء الهند، الفتاویٰ الهندیة، ''کتاب الصلاة: الباب الثاني في الأذان'': ج۱، ص: ۱۱۰)

داڑھی کٹانے والے کی اذان واقامت کا حکم:

(۶۱) **سوال:** ایک شخص ٹی وی، وی سی آر، اور فلم بینی کرتا اور داڑھی بھی منڈاتا ہے اور نماز بھی اکثر چھوڑ دیتا ہے اور تراویح کی بھی پابندی نہیں کرتا، تو اس کے لیے اذان خطبہ وتکبیر پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟
داڑھی والے کی موجودگی میں بغیر داڑھی والے کا اذان وتکبیر پڑھنا کیسا ہے؟

فقط: والسلام
المستفتی: قاری فیاض احمد، سہارنپور

الجواب وباللہ التوفیق: داڑھی کٹانا یعنی ایک مشت سے کم کرنا، نماز چھوڑنا، وی سی آر، پکچر وغیرہ دیکھنا یہ افعال موجب فسق ہیں جو شخص ایسے افعال کا مرتکب ہو وہ فاسق ہے اور فاسق کی اذان واقامت مکروہ تحریمی ہے؛ البتہ اعادہ کی ضرورت نہیں ہے۔ (۱)

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد احسان غفرلہ (۲۹/۵/۱۴۱۸ھ)
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:
خورشید عالم غفرلہ
مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

فاسق کی اذان، اقامت اور امامت کا کیا حکم ہے؟

(۶۲) **سوال:** جو شخص گناہ کبیرہ کا مرتکب ہو اور فاسق ہو اس کی امامت، اقامت اور اذان کا کیا حکم ہے؟

فقط: والسلام
المستفتی: محمد واصف حسین، غازی آبادی

---

(۱) ویکرہ أذان الفاسق ولا یعاد: ھکذا في الذخیرة. (جماعة من علماء الھند، الفتاویٰ الھندیة، ''کتاب الصلاة: الباب الثاني في الأذان'': الفصل الأول في صفته وأحوال المؤذن، ج۱، ص: ۱۱۰، مکتبہ: زکریا، دیوبند)

ویکرہ أذان فاسق لأن خبرہ لا یقبل في الدیانات. (أحمد بن محمد، حاشیة الطحطاوي علی مراقي الفلاح: ص: ۲۰۰، مکتبہ: شیخ الہند، دیوبند)

وکذا یکرہ أذان الفاسق ولا یعاد أذانه لحصول المقصود به. (عالم بن علاء، الفتاویٰ التاتار خانیة، ''کتاب الصلاة: باب الأذان''، ج ۲، ص: ۱۴۵، مکتبہ: زکریا، دیوبند)

الجواب وباللہ التوفیق: فاسق کی اذان، اقامت اور امامت مکروہ تحریمی ہے۔

"ویکرہ إمامة عبد وفاسق من الفسق وهو الخروج عن الإستقامة ولعل المراد به من یرتکب الکبائر"(۱)

الجواب صحیح:
خورشید عالم غفرلہ
مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد احسان غفرلہ (۱۴۱۸:۲/۳۰ھ)
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

ٹیلیویژن دیکھنے والے کی اذان درست ہے یا نہیں؟

(۶۳)**سوال:** مؤذن اگر ٹیلیویژن دیکھتا ہے اور روکنے پر باز نہیں آتا تو ایسے مؤذن کی اذان درست ہے یا نہیں؟

فقط: والسلام
المستفتی: عبدالسلام، مظفر نگر

الجواب وباللہ التوفیق: اگر وہ شخص ٹی وی پر فلم دیکھتا ہے، گانا سنتا ہے اور مفسد پروگرام دیکھتا ہے، تو وہ گنہگار ہے ایسے شخص سے اذان نہ پڑھوائی جائے اور اگر ٹی وی پر اصلاحی وغیر مفسد پروگرام دیکھتا ہے، تو وہ گنہگار نہیں ہے۔ بہر صورت اس کی دی ہوئی اذان درست ہے اعادہ کرنے کی ضرورت نہیں۔(۲)

الجواب صحیح:
سید احمد علی سعید
مفتی اعظم دارالعلوم وقف دیوبند

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد عمران دیوبندی غفرلہ (۱۴۱۲/۵/۸ھ)
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

---

(۱) ابن عابدین، رد المحتار، "کتاب الصلاة: باب الإمامة": ج۲، ص: ۲۹۸.

ویکرہ أذان جنب وإقامته وإقامة محدث لا أذانه علی المذهب وأذان إمرأة وخنثی وفاسق ولو عالماً. (الحصکفي، الدر المختار مع رد المحتار، "کتاب الصلاة: باب الأذان": مطلب في المؤذن إذا کان غیر محتسب، ج۲، ص: ۶۰، مکتبہ: زکریا، دیوبند)

ویکرہ أذان الفاسق ولا یعاد، هکذا في الذخیرة. (جماعة من علماء الهند، الفتاوی الهندیة، "کتاب الصلاة: الباب الثاني، في الأذان": الفصل الأول في صفته وأحوال المؤذن، ج۱، ص: ۱۱۰، مکتبہ: زکریا، دیوبند)

(۲) ویکرہ أذان الفاسق ولا یعاد، هکذا في الذخیرة. (جماعة من علماء الهند، الفتاوی (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر:)

غیر اللہ کے نام پر مذبوحہ جانور کا گوشت کھانے والے کی اذان واقامت کا حکم

(۶۴) **سوال**: ہمارے علاقے میں ایک مسئلہ بہت زیادہ اختلافات کا باعث بنا ہوا ہے اور اس مسئلہ کی وجہ سے لوگوں میں نزاع کی کیفیت پیدا ہوئی ہے لہٰذا ہمارے اس مسئلہ کا صحیح حل قرآن و حدیث کی روشنی میں جلد از جلد دینے کی کوشش فرمائیں تو عین نوازش ہوگی۔ دیوی دیوتاؤں کے نام پر جو جانور آتے ہیں ان کو ذبح کرتے ہیں اور بطور اجرت اس گوشت کو کھاتے اور کھلاتے ہیں اور دیوی دیوتاؤں کے نام پر دیہات در دیہات جا کر غلہ کی وصولی کرتے ہیں؛ لہٰذا ان کا سارا عمل کیسا ہے نیز ایسے شخص کی اقامت وامامت کا کیا حکم ہے؟

فقط: والسلام
المستفتی: محمد یونس قاسمی، مہاراشٹر

الجواب وباللہ التوفیق: غیر اللہ کے نام پر مانگنا، غیر اللہ کے نام پر دیئے ہوئے جانور کے گوشت کو کھانا وغیرہ مذکورہ امور ناجائز وحرام ہیں ایسا شخص گناہِ کبیرہ کا مرتکب ہے[1] اور اس کی اذان، اقامت وامامت مکروہ تحریمی ہے۔[2]

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد احسان غفرلہ
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:
خورشید عالم غفرلہ
مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

(پچھلے صفحہ کا حاشیہ:) الهندية، ''الباب الثاني، في الأذان'': الفصل الأول في صفته وأحوال المؤذن، ج۱، ص: ۱۱۰، زکریا دیوبند)

ويكره أذان الفاسق لأن خبره لا يقبل في الديانات، قوله وأذان الفاسق، هو الخارج عن أمر الشرع بارتكاب كبيرة كذا في الحموي. (أحمد بن محمد، حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، ''كتاب الصلاة: باب الأذان''، ص: ۱۹۹، شیخ الہند دیوبند)

(۱) واعلم أن النذر الذي يقع للأموات من أكثر العوام ويؤخذ من الدراهم والشمع والزيت ونحوها إلى ضرائح الأولياء الكرام تقرباً إليهم فهو بالإجماع باطل وحرام...... قوله: باطل وحرام، لوجوه منها أنه نذر لمخلوق لأنه عبادة والعبادة لا تكون لمخلوق. (ابن عابدين، رد المحتار، (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر:)

تاش کھیلنے والے کی اذان کا حکم:

(۶۵) **سوال**: کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام وعلماء عظام مسئلہ ذیل کے بارے میں:
ایک شخص تاش کھیلتا ہے اور باشرع ہے، مسجد میں اذان اور تکبیر کہتا ہے، لوگ اعتراضات کرتے ہیں، اگر دوسرا شخص باشرع مسجد میں موجود ہو تو تاش کھیلنے والا شخص اذان اور تکبیر پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟
جو شخص شریعت کے مطابق ڈاڑھی نہ رکھتا ہو وہ مسجد میں اذان اور تکبیر پڑھ سکتا ہے یا نہیں جب کہ دوسرا شخص شریعت کے مطابق ڈاڑھی والا موجود ہے۔

فقط: والسلام
المستفتی: راؤ نعیم، ہریدوار

الجواب وباللہ التوفیق: دونوں مسائل میں مذکورہ شخص کی اذان مکروہ ہے، اگر دوسرا شخص باشرع موجود ہو تو اسی کو اذان واقامت کے لیے متعین کرنا چاہیے۔
"یکرہ أذان الفاسق و لا یعاد هکذا في الذخیرة"[1]

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: امانت علی قاسمی
مفتی دار العلوم وقف دیوبند
(۱۴۴۰/۱۱/۷ھ)

الجواب صحیح:
محمد احسان غفرلہ، محمد عارف قاسمی
محمد اسعد جلال قاسمی، محمد عمران گنگوہی
مفتیان دار العلوم وقف دیوبند

(پچھلے صفحہ کا حاشیہ:) "کتاب الصوم: باب ما یفسد الصلوۃ وما لا یفسدہ": ج۳، ص:۴۲۷، زکریا دیوبند)
(۲) ویکرہ أذان الفاسق ولا یعاد. (جماعة من علماء الهند، الفتاویٰ الهندیة، "کتاب الصلاة: الباب الثاني في الأذان": الفصل الأول في صفته وأحوال المؤذن، ج۱، ص:۱۱۰، زکریا دیوبند)
ویکره أذان الفاسق لأن خبره لا یقبل في الدیانات، قوله وأذان الفاسق، هو الخارج عن أمر الشرع بارتکاب کبیرة کذا في الحموي. (أحمد بن محمد، حاشیة الطحطاوي علی مراقي الفلاح، "کتاب الصلاة: باب الأذان": ص:۱۹۹، شیخ الہند دیوبند)
(۱) جماعة من علماء الهند، الفتاویٰ الهندیة، "کتاب الصلاة، الباب الثاني في الأذان، الفصل الأول في صفته وأحوال المؤذن": ج۱، ص:۱۱.
وأذان امرأة وخنثی وفاسق ولو عالما. (ابن عابدین، رد المحتار، "کتاب الصلاة، باب الأذان، مطلب في المؤذن إذا کان غیر محتسب في أذانه": ج۲، ص:۶۰)

نسبندی کرانے والے کی اذان واقامت کا حکم:

(۶۶) **سوال:** نسبندی کرانے والا اذان واقامت کہہ سکتا ہے یا نہیں؟ اور وہ صف میں کہاں کھڑا ہو، بالغ مردوں کے ساتھ یا ان کے پیچھے؟

فقط: والسلام
المستفتی: محمد امین، کشمیری

الجواب وباللہ التوفیق: نسبندی کرانا ناجائز وحرام ہے اور نسبندی کرانے والا شخص فاسق وفاجر ہے ایسے شخص کی امامت اور اذان مکروہ تحریمی ہے؛ البتہ وہ شخص پہلی صف میں نماز پڑھ سکتا ہے اگر ایسا شخص اپنی غلطی پر نادم و پشیمان ہوجائے۔ اور سچی توبہ کا اعلان کرے تو پھر اس کی امامت واذان وغیرہ کی گنجائش ہے۔ (۱)

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد احسان غفرلہ (۱/۸/۱۴۲۱ھ)
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:
خورشید عالم غفرلہ
مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

سیریل وڈرامہ دیکھنے والے مؤذن کا حکم:

(۶۷) **سوال:** کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام:
ایک مؤذن صاحب اذان پڑھتے ہیں اور سیریل اور ڈرامہ بھی دیکھتے ہیں اور چارپائی مسجد کی چھت پر بچھا کر سوتے ہیں ان کے لیے کیا حکم ہے؟

فقط والسلام
المستفتی: حافظ اے رشید، نگینہ بجنور

---

(۱) ولذا كره إمامة الفاسق العالم لعدم اهتمامه بالدين فتجب إهانته شرعاً فلا يعظم بتقديمه للإمامة...... لقوله عليه السلام: صلوا خلف كل بر وفاجر. الخ......وإذا صلى خلف فاسق أو مبتدع يكون محرزاً ثواب الجماعة لكن لا ينال ثواب من يصلي خلف إمام تقي. (أحمد بن محمد، حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، ''كتاب الصلاة: فصل في بيان الأحق بالإمامة'': ج۳۰۳، شیخ الہند، دیوبند)

إلا أنا جوزناها مع الكراهة لقوله عليه السلام: صلوا خلف كل بر وفاجر وصلوا على كل بر وفاجر وجاهدوا مع كل بر وفاجر رواه دار قطني. (إبراهيم الحلبي، حلبي كبيري، كتاب الصلاة، ''فصل في الإمامة'': ص:۴۴۲، دار الکتاب دیوبند)

الجواب وباللہ التوفیق: اذان شعائر اسلام میں ہے، اذان کے ذریعہ آدمی دوسروں کو نماز کی دعوت دیتا ہے، ڈرامہ اور سیریل دیکھنے والا شرعاً فاسق ہے اور فاسق کا اذان دینا درست نہیں ہے۔

"ویکره أذان فاسق لأن خبره لا یقبل في الدیانات"(۱)

"وینبغي أن لا یصح أذان الفاسق بالنسبة إلی قبول خبره والاعتماد علیه أي لأنه لا یقبل قوله في الأمور الدینیة"(۲)

"عن ابن عباس رضي اللّٰه عنه، قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم لیؤذن لکم خیارکم ولیؤمکم قراؤکم"(۳)

"وینبغي أن یکون المؤذن رجلا عاقلاً صالحاً تقیا عالماً بالسنة کذا في النهایة"(۴)

"ویکره أذان الفاسق ولا یعاد هکذا في الذخیرة"(۵)

فقط: واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد عمران دیوبندی غفرلہ (۲۸/۱۲/۱۴۱۱ھ)

نائب مفتی دار العلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:

سید احمد علی سعید

مفتی اعظم دار العلوم وقف دیوبند

☆☆☆

(۱) أحمد بن محمد، حاشیة الطحطاوي علی مراقي الفلاح: "کتاب الصلاة، باب الأذان": ص: ۲۰۰.

(۲) ابن عابدین، رد المحتار، "کتاب الصلاة، باب الأذان، مطلب في المؤذن إذا کان کان غیر محتسب في أذانه": ج ۲، ص: ۶۱، ۶۲.

(۳) أخرجه أبو داود، في سننه، "کتاب الصلاة، باب من أحق بالإمامة": ج ۱، ص: ۸۷، رقم: ۵۹۰.

(۴) جماعة من علماء الهند، الفتاویٰ الهندیة، "کتاب الصلاة، الباب الثاني في الأذان، الفصل الأول في صفته وأحوال المؤذن": ج ۱، ص: ۱۱۰. (۵) أیضًا.

فصل ثالث

اقامت کا بیان

مؤذن کی اجازت کے بغیر تکبیر پڑھنا:

(۶۸) **سوال:** مؤذن کی اجازت کے بغیر کوئی دوسرا شخص تکبیر پڑھتا ہے، تو تکبیر مکروہ ہوتی ہے یا جماعت میں بھی خلل پیدا ہوتا ہے؟ تکبیر اذان دینے والے کی بغیر اجازت کے بغیر پڑھنا کیسا ہے؟

فقط: والسلام

المستفتی: قیام الدین، رسول پور

الجواب وباللہ التوفیق: جو شخص اذان وتکبیر کے لیے مقرر ہے اس کی اجازت کے بغیر دوسرے کو تکبیر نہیں کہنی چاہیے[1] اور اگر کسی نے اجازت کے بغیر تکبیر پڑھ دی تو اچھا نہیں کیا لیکن اس کی وجہ سے نماز میں کوئی خلل یا خرابی نہیں آئے گی۔[2]

فقط: واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: سید احمد علی سعید (۱۶/۵:۱۴۰۸ھ)

مفتی اعظم دار العلوم وقف دیوبند

بوقت تکبیر مؤذن حرکت کرسکتا ہے یا نہیں؟

(۶۹) **سوال:** مؤذن تکبیر کے وقت اپنی جگہ سے حرکت کرسکتا ہے یا نہیں؟

فقط: والسلام

المستفتی: حافظ احمد حسین، مظفر نگر

---

(۱) أقام غير من أذن بغيبته أي المؤذن لا يكره مطلقا وإن بحضوره كره إن لحقه وحشة، كما كره مشيه في إقامته، قوله كره إن لحقه وحشة أي بأن لم يرض به،......لكن في الخلاصة: إن لم يرض به يكره. وجواب الرواية إنه لا بأس به مطلقاً. (ابن عابدين، رد المحتار، "كتاب الصلاة، باب الأذان، مطلب في المؤذن إذا كان غير محتسب في أذانه": ج۲،ص:۶۴)

(۲) ولكن الأفضل أن يكون المؤذن هو المقيم أي لحديث من أذن فهو يقيم. (أيضًا)

الجواب وباللہ التوفیق: تکبیر پڑھتے وقت اگر آگے بڑھنے اور پیچھے ہٹنے کی ضرورت ہے تو جائز ہے،(۱) بلا وجہ ایسا کرنا خلاف اولیٰ ہے؛ لیکن اس سے نماز میں کوئی خلل پیدا نہیں ہوگا۔

فقط: واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد عمران دیوبندی قاسمی (۲۲/۱۱/۱۴۱۳ھ)
نائب مفتی دار العلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:
سید احمد علی سعید
مفتی اعظم دار العلوم وقف دیوبند

اعادہ صلوۃ کی صورت میں اقامت کا اعادہ ضروری ہے یا نہیں؟

(۷۰) **سوال:** امام کو اگر سہو ہو جائے مثلاً دو سجدوں کے بجائے تین سجدے کر دیئے اور کوئی بر وقت لقمہ بھی نہ دے سکا بعد سلام پھیرنے کے غلطی معلوم ہونے پر نماز دوبارہ لوٹائی گئی اب جب کہ دوسری بار نماز لوٹائی گئی تو کیا اس وقت بھی اقامت کا اعادہ کرنا ضروری تھا اور جب دوبارہ نماز پڑھائی گئی تو اس وقت اگر کوئی نو وارد شریک جماعت ہو جائے، تو اس کی نماز ہوگی یا نہیں یا اسے علیحدہ نماز پڑھنی چاہیئے؟

فقط: والسلام

المستفتی: عبد المجید بارہ مولہ، کشمیر

الجواب وباللہ التوفیق: دوبارہ اقامت کی ضرورت نہیں (۲) بعد میں آنے والے شخص کے لیے جماعت میں شرکت درست نہیں ہوگی۔ اس لیے کہ وہ جماعت پہلی جماعت میں جو کمی ہوتی ہے اس کی تلافی کے لیے ہے اور آنے والے شخص کی نماز مستقل نماز ہے۔(۳)

فقط: واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: سید احمد علی سعید (۷/۸/۱۴۰۷ھ)
مفتی اعظم دار العلوم وقف دیوبند

---

(۱) ویستقبل غیر الراکب القبلة بهما ویکره ترکه تنزیها (قوله: غیر الراکب) عبارة الإمداد: إلا أن یکون راکباً مسافراً لضرورة السیر الخ. (ابن عابدین، رد المحتار، "کتاب الصلاة، باب الأذان، مطلب في أول من بنی المنائر للأذان": ج۲، ص:۵۵، مکتبہ: زکریا، دیوبند)

(۲) (فروع) صلی السنة بعد الإقامة أو حضر الإمام بعدها لا یعیدها، بزازیة. وینبغي إن طال الفصل أو وجد ما یعد قاطعاً کأکل أن تعاد. (ابن عابدین، رد المحتار، "کتاب الصلاة، باب الأذان، مطلب في کراهة تکرار الجماعة في المسجد": ج۲، ص:۱۷، مکتبہ: زکریا، دیوبند)

(۳) ومن المشائخ من قال: یلزمه أن یعید ویکون الفرض هو الثاني، والمختار أن الفرض (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر:)

’’حی علی الصلوۃ و حی علی الفلاح‘‘ پر امام کا دائیں، بائیں منہ پھیرنا:

(۷۱) **سوال:** ایک مسجد کے امام صاحب ’’حي علی الفلاح‘‘ اور ’’حي علی الصلاح‘‘ پر دائیں اور بائیں جانب منہ پھیرتے ہیں جب کہ اس سے قبل اس مسجد میں اور دیگر مسجدوں میں ایسا نہیں ہوا اس سے کافی انتشار پیدا ہے ایسا عمل کرنا کیسا ہے؟

فقط: والسلام
المستفتی: غلام محمد عرض بھلان

الجواب وباللّٰہ التوفیق: صحابۂ کرامؓ اور اکابر واسلاف سے ایسا کرنا ثابت نہیں، اگر یہ عمل ضروری یا باعث ثواب ہوتا، تو صحابۂ کرامؓ وعلماء عظام ایسا ضرور کرتے، اس لیے اس نئی چیز سے امام موصوف کو احتراز کرنا چاہئے، بعض علماء نے تو اقامت کہنے والے کو بھی چہرہ پھیرنے سے منع کیا ہے؛ کیوں کہ اقامت میں اس کی ضرورت نہیں رہی؛ اس لیے اقامت کہنے والے کے علاوہ لوگوں کو اس طرح کرنے سے گریز کرنا چاہئے۔ [۱]

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: سید احمد علی سعید (۲۴/۱۱/ ۱۴۰۷ھ)
مفتی اعظم دارالعلوم وقف دیوبند

اقامت کے بغیر نماز پڑھنا:

(۷۲) **سوال:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں:

(پچھلے صفحہ کا حاشیہ:) هو الأول والثاني جبر للخلل الواقع فيه بترك الواجب. (إبراهيم الحلبي، حلبي كبيري، ’’الفائتة من الفرائض تعديل الأركان‘‘: ص: ۲۵۷)

والمختار أنه أي الفعل الثاني جابر للأول بمنزلة الجبر بسجود السهو وبالأول يخرج عن العهدة وإن كان على وجه الكراهة على الأصح. (الحصكفي، ردالمحتار، ’’كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، مطلب كل صلاة أديت مع كراهة التحريم تجب إعادتها‘‘: ج ۲، ص: ۱۴۸)

(۱) ويلتفت فيه وكذا فيها مطلقاً، وقيل: إن المحل متسعا يميناً ويساراً فقط لئلا يستدبر القبلة بصلوٰة وفلاح ولو وحده، أشار به إلى رد قول الحلواني: إنه لا يلتفت لعدم الحاجة إليه، وفي البحر عن السراج أنه من سنن الأذان فلا يخل المنفرد بشيء منها. (ابن عابدين، رد المحتار، ’’كتاب الصلاة، باب الأذان، مطلب في أول من بنى المنائر للأذان‘‘: ج ۲، ص: ۵۳)

اگر کوئی شخص اقامت کے بغیر نماز پڑھ لے تو اس کی نماز ہوگی یا نہیں؟ نیز باجماعت نماز میں اقامت اگر چھوڑ دی جائے تو اس کا کیا حکم ہے؟ ''بینوا وتوجروا''

فقط: والسلام
المستفتی: محمد سلیم، بجنور

الجواب وبالله التوفيق: نماز باجماعت میں اقامت کہنا سنت ہے، جب کہ انفرادی طور پر اگر نماز پڑھی جائے تو اس صورت میں اقامت کہنا مستحب ہوگا اور اگر کوئی شخص اقامت کے بغیر ہی نماز پڑھ لے تو نماز ادا ہو جائے گی، اعادہ کی ضرورت نہیں ہے؛ لیکن ایسا کرنا مکروہ ہے اور گناہ کا باعث ہے، الحاصل: قصداً اقامت کو چھوڑنا مکروہ ہے اگر کسی عذر کی وجہ سے نماز گھر پر ہی ادا کرنی پڑے تو ایسی صورت میں مسجد کی اقامت کافی ہے، گھر میں اقامت چھوٹ جائے یا چھوڑ دے تو گناہ نہیں ہوگا۔

''و'' ''كذا'' ''الإقامة سنة مؤكدة'' في قوة الواجب؛ لقول النبي صلي الله عليه وسلم: إذا حضرت الصلاة فليؤذن لكم أحدكم وليؤمكم أكبركم، وللمداومة عليها ''للفرائض''، ومنها الجمعة فلايؤذن لعيد واستسقاء وجنازة ووتر''(۱)

''ويكره أداء المكتوبة بالجماعة في المسجد بغير أذان وإقامة. كذا في فتاوىٰ قاضي خان، ولا يكره تركهما لمن يصلي في المصر إذا وجد في المحلة، ولا فرق بين الواحد والجماعة. هكذا في التبيين، والأفضل أن يصلي بالأذان والإقامة كذا في التمرتاشي، وإذا لم يؤذن في تلك المحلة يكره له تركهما، ولو ترك الأذان وحده لايكره كذا في المحيط، ولو ترك الإقامة يكره. كذا في التمرتاشي''(۲)

الجواب صحيح:
محمد احسان غفرلہ، محمد عارف قاسمی، امانت علی قاسمی
محمد اسعد جلال قاسمی، محمد عمران گنگوہی
مفتیان دار العلوم وقف دیوبند

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد حسنین ارشد قاسمی
نائب مفتی دار العلوم وقف دیوبند
(۱۲/۴/۱۴۴۳ھ)

---

(۱) حسن بن عمار، مراقي الفلاح شرح نور الإيضاح، ''كتاب الصلاة، باب الأذان''، ص: ۷۶.

(۲) جماعة من علماء الهند، الفتاوىٰ الهندية، ''كتاب الصلاة، الباب الثاني في الأذان'' الفصل الأول في صفته وأحوال المؤذن''، ج۱، ص: ۱۱۱.

جمعہ کی نماز میں اقامت ترک کرنا:

(۷۳) **سوال:** کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: امام صاحب نے جمعہ کی نماز پڑھائی مگر بھول سے اقامت ترک ہوگئی، بعد نماز ایک مقتدی نے کہا امام صاحب اقامت چھوٹ گئی ہے۔ کیا نماز درست ہوگئی، امام صاحب نے فرمایا نماز ہوگئی، اقامت مطلب: ''الله أكبر الله أكبر، الله أكبر الله أكبر، أشهد أن لاإله إلا الله، أشهد أن محمد رسول الله، حي على الصلوة، حي على الفلاح، قدقامت الصلوة قد قامت الصلوة، الله أكبر الله أكبر، لا إله إلا الله''، یہی اقامت ترک ہوگئی تھی۔ تو ترک اقامت کی صورت میں نماز ہوگی یا نہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں مدلل ومفصل جواب عنایت فرمائیں، نیز نماز کا اعادہ ناممکن ہے چوں کہ دوسری جگہوں سے لوگ نماز کے لیے آتے ہیں۔

فقط: والسلام
المستفتی: تبارک حسین، دوحہ قطر

الجواب وباللہ التوفیق: اذان کی طرح اقامت بھی سنت ہے اور خارج نماز ہے اس سنت کے ترک سے نماز کا اعادہ لازم نہیں اور سہوا ترک سے اس پر کوئی وعید بھی نہیں ہے۔

''وهو أي الأذان سنة موكدة كالواجب، والإقامة كالأذان، ترك السنة لايوجب فسادا ولا سهوا بل إساءة لوعامدا غير مستخف، وقالوا: الإساءة أدون من الكراهة''[1]

الجواب صحیح:
محمد احسان غفرلہ
مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد اسعد جلال قاسمی (۱۵/۵/۱۴۳۶ھ)
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

---

(۱) أحمد بن محمد، حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح شرح نور الإيضاح ''كتاب الصلاة، فصل في سننها''، ج۱، ص:۱۹۶)

ويكره أداء المكتوبة بالجماعة في المسجد بغير أذان وإقامة كذا في فتاوىٰ قاضي خان، ولا يكره تركهما لمن يصلي في المصر إذا وجد في المحلة، ولا فرق بين الواحد والجماعة هكذا في التبيين، والأفضل أن يصلى بالأذان والإقامة كذا في التمرتا شی. (جماعة من علماء الهند، الفتاوىٰ الهندية، ''كتاب الصلاة: الباب الثاني في الأذان'': الفصل الأول في صفته وأحوال المؤذن، ج۱، ص:۱۱۱)

نمازیوں کی تعداد زیادہ ہونے پر مؤذن اقامت کہاں کہے؟

(۷۴) **سوال**: اگر نمازی زیادہ ہوں، تو مؤذن اقامت کہاں پر کہے؟ پہلی صف میں ضروری ہے یا دوسری تیسری وغیرہ صفوف میں بھی تکبیر پڑھی جا سکتی ہے؟

فقط: والسلام
المستفتی: عبدالستار، سفیر دارالعلوم وقف دیوبند

الجواب وباللہ التوفیق: اگر نمازی کم ہوں اور صف اول میں تکبیر کہنے سے سب کو آواز پہنچتی ہے، تو تکبیر و اقامت صف اول میں کہنا بہتر ہے، ہاں اگر سب کو آواز نہ پہنچے اور درمیان کی کسی صف میں تکبیر کہی جائے کہ جس وجہ سے سب کو آواز پہنچ جائے، تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ (۱)

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد احسان غفرلہ (۱۲/۳/۱۴۱۸ھ)
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:
خورشید عالم غفرلہ
مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

”قدقامت الصلاۃ“ چھوٹنے کی صورت میں نماز کا حکم:

(۷۵) **سوال**: اقامت میں جملہ ”قد قامت الصلوٰۃ“ چھوٹ گیا بعد نماز معلوم ہوا کہ ”قد قامت الصلوٰۃ“ چھوٹ گیا ہے، اب اس صورت میں نماز لوٹائی جائے گی یا نہیں؟

فقط: والسلام
المستفتی: عبدالکریم، دیوبند

الجواب وباللہ التوفیق: جان بوجھ کر ایسا کرنا تو غلط ہے؛ لیکن نماز ہو جاتی ہے

---

(۱) ويسن الأذان في موضع عال والإقامة على الأرض. (ابن عابدين، رد المحتار، ”كتاب الصلاة: باب الأذان“: ج ۲، ص: ۴۸، زکریا دیوبند)

وينبغي أن يكون المؤذن رجلا عاقلاً صالحاً تقيا عالماً بالسنة.... والأحسن أن يكون إماما في الصلوٰة إلى قوله: وينزل للإقامة، كذا في فتاوىٰ قاضيخان وإن لم ينزل وأقام أجزاه، كذا في المحيط. (جماعة من علماء الهند، الفتاوىٰ الهندية، ”كتاب الصلاة: الباب الثاني في الأذان“: الفصل الأول في صفته وأحوال المؤذن، ج ۱، ص: ۱۱۱)

نامکمل تکبیر کا نماز پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ [۱]

الجواب صحیح: فقط: واللہ اعلم بالصواب

سید احمد علی سعید — **کتبہ:** محمد واصف غفرلہ (۱۵/۱۰/۱۴۰۸ھ)

مفتی اعظم دارالعلوم وقف دیوبند — نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

اقامت میں فصل ضروری یا وصل بھی جائز ہے؟

(۷۶) **سوال:** نماز میں اقامت کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ نیز اقامت کہنے کا طریقہ کیا ہونا چاہئے؟ کیا اقامت کے ہر جملوں کو فصل فصل کر کے کہنا ضروری ہے یا وصل بھی جائز ہے؟ اگر کوئی شخص اقامت کے ہر جملوں کو فصلاً ہی کہے، لیکن ''قدقامت الصلوٰۃ قدقامت الصلوٰۃ'' ان دو جملوں کو وصلا کہے تو اقامت درست ہوگئی یا نہیں؟

فقط: والسلام

المستفتی: عبدالمؤمن، کانپور

الجواب وباللہ التوفیق: اقامت شریعت کی نظر میں مسنون ہے۔ اذان کے کلمات میں شرعی ضابطہ کے تحت فصل ہونا چاہئے۔ اور اقامت کے کلمات میں وصل ہونا چاہئے، مذکورہ طریقہ جو سوال میں تحریر ہے اس سے اقامت ادا ہوگئی، اعادہ کی ضرورت نہیں۔ [۲]

الجواب صحیح: فقط: واللہ اعلم بالصواب

سید احمد علی سعید — **کتبہ:** محمد عمران دیوبندی غفرلہ (۱۲/۱۱/۱۴۰۸ھ)

مفتی اعظم دارالعلوم وقف دیوبند — نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

---

(۱) ويترسل فيه بسكتة بين كل كلمتين يكره تركه وتندب إعادته. (ابن عابدين، رد المحتار، ''كتاب الصلاة، باب الأذان'': مطلب في أول من بنى المنائر للأذان، ج۲،ص:۵۳)

ويستقبل القبلة بهما ولو قدم فيهما مؤخرا أعاد ما قدم فقط. (ابن عابدين، رد المحتار، ''كتاب الصلاة، باب الأذان'': مطلب في أول من بنى المنابر للأذان، ج۲،ص:۵۳،۵۴)

(۲) والإقامة كالأذان فيما مر لكن هي أفضل منه، ولا يضع إصبعيه في أذنيه ويحدر أي يسرع فيها فلو ترسل لم يعدها في الأصح. (ابن عابدين، رد المحتار، ''كتاب الصلاة، باب الأذان'': مطلب في أول من بنى المنائر للأذان، ج۲،ص:۵۵)

اقامت کہتے وقت مؤذن کس جگہ کھڑا ہو؟

(۷۷) **سوال:** ہمارے یہاں مؤذن صاحب اقامت کہتے وقت دائیں جانب کھڑے ہوتے ہیں تو اقامت کا افضل طریقہ کیا ہے؟

فقط: والسلام
المستفتی: مولوی نعیم الدین، بھوپالی

الجواب وباللہ التوفیق: امام کے پیچھے محاذات میں کھڑے ہوکر تکبیر کہنے کا تعامل ہے اس لیے یہی افضل ہے، البتہ حسب ضرورت وحسب موقعہ جس طرف کھڑے ہوکر تکبیر کہہ دے درست ہے۔ شرعی ضرورت کے بغیر ادھر ادھر کھڑے ہوکر تکبیر کہنا خلاف اولیٰ ہے، مگر تکبیرات کا اعادہ نہ ہوگا۔ [1]

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد احسان غفرلہ (۳۰/۷/۱۴۱۸ھ)
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:
خورشید عالم غفرلہ
مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

اذان واقامت کے درمیان کتنا وقفہ ہونا چاہئے؟

(۷۸) **سوال:** کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں:

---

(۱) ویسن الأذان في موضع عال والإقامة على الأرض. (ابن عابدین، رد المحتار، ”کتاب الصلاۃ: باب الأذان“: ج۲،ص:۴۸، زکریا دیوبند)

وعن أبي مسعود الأنصاري رضي الله عنه، قال : كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يمسح مناكبنا في الصلوٰة ويقول استووا ولا تختلفوا فتختلف قلوبكم ليليني منكم أولوا الأحلام والنهي ثم الذين يلونهم ثم الذين يلونهم،قال أبو مسعود:فأنتم اليوم أشد اختلافاً،رواه مسلم.(أبو عبد الله،محمد بن عبد الله،مشكاة المصابيح،”كتاب الصلوة، تسوية الصف، الفصل الأول“:ج۱،ص:۹۸،رقم:۱۰۸۸)

وينبغي أن يكون المؤذن رجلا عاقلاً صالحاً تقيا عالماً بالسنة......والأحسن أن يكون إماما في الصلوٰة......
ويكره الأذان قاعداً، وإن أذن لنفسه قاعداً فلا بأس به،والمسافر إذا أذن راكباً لا يكره وينزل للإقامة، كذا في فتاوىٰ قاضي خان.وإن لم ينزل وأقام أجزاه،كذا في المحيط. (جماعة من علماء الهند،الفتاوىٰ الهندية، ”كتاب الصلاة:الباب الثاني في الأذان“:الفصل الأول في صفته وأحوال المؤذن،ج۱،ص:۱۱۱،زکریا،دیوبند)

ایک مسجد میں ظہر کی اذان کے پندرہ منٹ بعد اور دوسری مسجد میں آدھے گھنٹے کے بعد جماعت شروع ہوتی ہے یعنی اذان و اقامت کے درمیان ایک مسجد میں پندرہ منٹ اور دوسری مسجد میں آدھے گھنٹے کا وقفہ ہے اس کی کیا وجہ ہے؟ کیا ایسا کرنا صحیح ہے؟ کیا قرآن وحدیث میں اس سلسلے میں کوئی رہنمائی موجود ہے؟ ''بینوا وتوجروا''

فقط: والسلام
المستفتی: محمد وجیہ اللہ خان، اعظم گڑھ، یوپی

الجواب وباللہ التوفیق: واضح رہے کہ اذان و اقامت کے درمیان کتنا وقفہ ہونا چاہئے؟ اس سلسلہ میں احادیث مبارکہ میں کوئی تحدید نہیں ہے؛ بلکہ اذان و اقامت کے دوران عام طور پر اتنا وقت ہونا چاہئے کہ کھانا کھانے والا کھانے سے اور جس کو قضائے حاجت ہو وہ حاجت پوری کر لے جیسا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

''عن جابر، أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم قال لبلال: يا بلال، إذَ أذنت فترسل في أذانك، وإذا أقمت فاحدر، واجعل بين أذانك وإقامتك قدرما يفرغ الآكل من أكله، والشارب من شربه''[1]

امام بخاریؒ نے ایک روایت نقل کی ہے کہ اذان کے بعد صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین مسجد کے ستونوں کو اپنے آگے کر کے نماز پڑھا کرتے تھے، یہاں تک کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اپنے حجرہ سے نکلتے اور امامت فرماتے تھے۔

''عن أنس بن مالك رضي اللّٰه عنه، قال: كان المؤذن إذا أذن قام ناس من أصحاب النبي صلى اللّٰه عليه وسلم يبتدرون السواري حتى يخرج النبي صلى اللّٰه عليه وسلم''[2]

---

(۱) أخرجه الترمذي، في سننه، ''أبواب الصلاة، باب ما جاء في الترسل في الأذان'': ج۱، ص: ۴۸، رقم: ۱۹۵.

(۲) أخرجه البخاري، في صحيحه، ''كتاب الأذان: باب كم بين الأذان والإقامة ومن ينتظر الإقامة'': ج۱، ص: ۸۷، رقم: ۶۲۵.

حضرت عبداللہ بن مغفل المزنی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"بين كل أذانين صلاة ثلاثا لمن شاء"(۱)

ہر دو اذانوں (یعنی اذان و اقامت) کے درمیان نماز ہے۔ (یہ جملہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار دہرایا) اس شخص کے لیے جو نماز پڑھنا چاہے۔"

ان تفصیلات سے واضح ہو جاتا ہے کہ اذان و اقامت کے درمیان اتنا وقفہ کم از کم ضرور ہونا چاہیے کہ کوئی شخص چاہے تو چند رکعتیں نوافل ادا کر لے۔

اذان کا مقصد لوگوں کو نماز کا وقت ہونے کی اطلاع دینا ہے، تاکہ وہ مسجد آ کر باجماعت نماز ادا کر لیں۔ اس لیے اذان و اقامت کے درمیان اتنا فاصلہ تو ضرور ہونا چاہیے کہ کوئی شخص اذان سننے کے بعد حوائج ضروریہ سے فارغ ہو، وضو کرے اور مسجد تک آئے تو اس کی تکبیر اولیٰ فوت نہ ہو، حافظ ابن حجر العسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اذان و اقامت کے درمیان وقفہ کے سلسلہ میں لکھا ہے کہ: "اس کی کوئی حد نہیں، سوائے اس کے کہ وقت ہو جائے اور نمازی اکٹھا ہو جائیں۔"

"لاحدّ لذلك غير تمكن دخول الوقت واجتماع المصلين"(۲)

فقط: واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد حسنین ارشد قاسمی

نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

(۱۶/۴/۱۴۴۳ھ)

الجواب صحیح:

محمد احسان غفرلہ، محمد عارف قاسمی، امانت علی قاسمی

محمد اسعد جلال قاسمی، محمد عمران گنگوہی

مفتیان دارالعلوم وقف دیوبند

اقامت کے بعد جماعت میں تاخیر ہو تو کیا اقامت کا اعادہ ہوگا؟

(۷۹) **سوال**: حضرت مفتی صاحب: پوچھنا ہے کہ آج ہمارے محلّہ کی مسجد میں ظہر کی نماز کے وقت اقامت کے بعد آپس میں ہی مقتدیوں کے درمیان کسی بات پر اختلاف ہوگیا، اس لیے نماز شروع ہونے میں تقریباً دس بارہ منٹ کا وقفہ ہوگیا اس کے بعد جماعت شروع ہوئی، اقامت ہو

---

(۱) أيضًا. (۲) ابن حجر العسقلاني، فتح الباري شرح البخاري: "كتاب الأذان، باب كم بين الأذان والإقامة ومن ينتظر الإقامة"، ج۲، ص:۱۳۳.

جانے کے بعد اتنا وقت گذر جائے تو دوبارہ اقامت کی ضرورت ہے یا نہیں؟ ایسے ہی پہلی اقامت سے پڑھی جانے والی نماز ہوگئی یا اعادہ کی ضرورت ہے؟ براہ کرم تسلی بخش جواب عنایت فرمائیں۔

فقط: والسلام

المستفتی: محمد کلیم الدین راجستھان

الجواب وباللہ التوفیق: اذان کے ذریعہ نماز باجماعت کا مجموعی اعلان کرنے کے بعد جب اقامت کہی جاتی ہے تو اس سے مسجد میں موجود مصلیوں کو یہ بتلانا مقصود ہوتا ہے کہ جماعت کھڑی ہوچکی ہے، لہٰذا اقامت اور جماعت کے آغاز میں طویل وقفہ اور آغازِ نماز میں تاخیر ہوجائے تو اقامت باطل ہوجاتی ہے۔ اس صورت میں دوبارہ اقامت کہنی چاہئے۔ اور اگر معمولی سا وقفہ ہو تو اقامت کو دُہرانے کی ضرورت نہیں ہے، طویل وقفہ اور معمولی وقفہ کے درمیان فرق کو واضح کرتے ہوئے علامہ ابن عابدین رحمۃ اللہ علیہ نے شامی میں لکھا ہے:

''لأن تكرارها غير مشروع إذا لم يقطعها قاطع من كلام كثير أو عمل كثير مما يقطع المجلس في سجدة التلاوة''(۱)

آپ کی مسجد میں ظہر کی نماز سے قبل آپس میں اختلاف کی وجہ سے دس بارہ منٹ کا وقفہ طویل وقفہ ہے اس لیے اقامت باطل ہوگئی از سرِ نو اقامت کہنی چاہئے تھی لیکن صورت مذکورہ میں نماز درست ہوگئی اعادہ کی ضرورت نہیں ہے، نیز آئندہ اس بات کا خیال رکھنا چاہیے کہ مسجد اللہ کا گھر ہے مسجد میں شوروغل کرنا اور باآواز بلند دنیوی باتیں کرنا، آپس میں اختلاف اور لڑائی جھگڑا کرنا جائز نہیں۔ جیسا کہ صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کسی ایسے آدمی کو سنے جو مسجد میں گمشدہ چیزوں کا اعلان کررہا ہے تو اس کے جواب میں کہے کہ اللہ تجھ پر تیری چیز نہ لوٹائے یعنی اللہ کرے نہ ملے کیوں کہ مسجدیں گمشدہ چیزوں کی تلاش کے لیے نہیں بنائی گئیں۔''

''قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من سمع رجلا ينشد ضالة في المسجد

(۱) ابن عابدین، رد المحتار، ''كتاب الصلاة: باب الأذان، فائدة التسليم بعد الأذان''، ج۲، ص: ۱۲۸.

فليقل لا ردها الله عليك فإن المساجد لم تبن لهذا''(۱)

دوسری حدیث میں ہے:

لا وجدت، إنما بنيت المساجد لما بنيت له

امام نوویؒ اس حدیث کی شرح میں تصریح فرماتے ہیں:

''إنما بنيت المساجد لما بنيت له''(۲)

مذکورہ عبارت کا مطلب یہ ہے کہ مسجدیں تو اللہ تعالیٰ کا ذکر، نماز، مذاکرۂ علمیہ اور خیر کے کاموں کے لیے بنائی گئی ہیں۔ اس لیے انہیں کاموں میں استعمال کیا جائے۔

فقط: واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد حسنین ارشد قاسمی

نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

(۱۶/۴/۱۴۴۳ھ)

الجواب صحیح:

محمد احسان غفرلہ، محمد عارف قاسمی، امانت علی قاسمی

محمد اسعد جلال قاسمی، محمد عمران گنگوہی

مفتیان دارالعلوم وقف دیوبند

اقامت کن کن نمازوں میں کہنی چاہیے؟

(۸۰) **سوال**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں:

شریعت مطہرہ میں اقامت کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ فرض ہے سنت ہے یا واجب؟ اور اقامت کن کن نمازوں میں کہنی چاہیے؟ اگر کوئی اقامت نہ کہے تو وہ گناہ گار بھی ہوگا یا نہیں؟ نیز بغیر اقامت کہے ہوئے نماز ادا ہوگی یا نہیں؟ ''بینوا وتوجروا''

فقط: والسلام

المستفتی: محمد جنید اختر، لکھنؤ

الجواب وباللہ التوفیق: اقامت کہنا شریعت میں سنت مؤکدہ ہے جب کہ جماعت

---

(۱) أخرجه مسلم، في صحيحه، ''كتاب المساجد ومواضع الصلاة، باب النهي عن نشد الضالة في المسجد وما يقوله من سمع الناشد'': ج۱، ص:۲۱۰، رقم:۵۶۸.

(۲) أبو زكريا محي الدين بن شرف النووي، المنهاج شرح صحيح مسلم، ''كتاب المساجد ومواضع الصلوة، باب النهي عن نشد الضالة في المسجد'': ج۱، ص:۲۱۰.

کے ساتھ نماز ادا کی جا رہی ہو اور اگر کوئی انفرادی طور پر نماز پڑھ رہا ہے اس وقت اقامت کہنا مستحب ہے۔ اقامت پانچوں فرض نمازوں اور جمعہ کی نماز باجماعت میں مردوں پر سنت مؤکدہ ہے، سنن ونوافل وعیدین میں اقامت نہیں ہے اسی طرح نماز باجماعت میں اقامت ترک کرنا مکروہ ہے اور ترک کرنے والا گنہگار بھی ہوگا نیز انفرادی فرض نماز میں اگر اقامت چھوڑ دی گئی تو اس سے گناہ تو نہیں ہوگا، البتہ ایسا کرنا خلاف اولیٰ ہے۔ تاہم بغیر اقامت کے پڑھی جانے والی نماز ادا ہو جائے گی اعادہ کی ضرورت نہیں ہے۔

''وكذا الإقامة سنة مؤكدة في قوة الواجب؛ لقول النبي صلى الله عليه وسلم: إذا حضرت الصلاة فليؤذن لكم أحدكم وليؤمكم أكبركم، وللمداومة عليها للفرائض، ومنها الجمعة فلايؤذن لعيد واستسقاء وجنازة ووتر''(۱)

''ويكره أداء المكتوبة بالجماعة في المسجد بغير أذان وإقامة. كذا في فتاوىٰ قاضي خان، ولا يكره تركهما لمن يصلي في المصر إذا وجد في المحلة ولا فرق بين الواحد والجماعة. هكذا في التبيين والأفضل أن يصلي بالأذان والإقامة كذا في التمرتاشي وإذا لم يؤذن في تلك المحلة يكره له تركهما ولو ترك الأذان وحده لا يكره كذا في المحيط ولو ترك الإقامة يكره. كذا في التمرتاشي''(۲)

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد حسنین ارشد قاسمی
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند
(۱۷/۴/۱۴۴۳ھ)

الجواب صحیح:
محمد احسان غفرلہ، محمد عارف قاسمی، امانت علی قاسمی
محمد اسعد جلال قاسمی، محمد عمران گنگوہی
مفتیان دارالعلوم وقف دیوبند

تکبیر کہاں کھڑے ہوکر پڑھے؟

(۸۱) **سوال:** ہمارے یہاں مؤذن کے تکبیر کہنے کا کوئی طریقہ نہیں ہے جہاں مرضی آئے

(۱) حسن بن عمار، مراقي الفلاح شرح نور الإيضاح، ''كتاب الصلاة، باب الأذان'': ج۱، ص:۷۶.

(۲) جماعة من علماء الهند، الفتاوىٰ الهندية، كتاب الصلاة''الباب الثاني: في الأذان، الفصل الأول: في صفته وأحوال المؤذن'': ج۱، ص:۱۱۱.

کھڑے ہوکر تکبیر پڑھ دیتے ہیں پس اقامت کا افضل طریقہ کیا ہے کہاں تکبیر پڑھی جائے؟

فقط: والسلام

وجیہہ الدین خاں، سہارنپور

الجواب وباللہ التوفیق: امام کے پیچھے محاذات میں کھڑے ہوکر تکبیر کہنے کا تعامل ہے اس لیے یہ ہی افضل ہے؛ البتہ حسب ضرورت وحسب موقع جس طرح اور جس موقع پر کھڑا ہوکر تکبیر کہے وہ درست ہے۔ شرعی ضرورت کے بغیر خوامخواہ ادھر ادھر کھڑے ہوکر تکبیر کہنے کی عادت بنالینا خلاف اولیٰ ہے۔ مگر تکبیر کا اعادہ نہیں ہوگا۔ (۱)

الجواب صحیح:	فقط: واللہ اعلم بالصواب
خورشید عالم غفرلہ	**کتبہ:** محمد احسان غفرلہ (۲۳/۷/۱۴۱۹ھ)
مفتی دارالعلوم وقف دیوبند	نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

امام ازخود تکبیر پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟

(۸۲) **سوال:** لاؤڈ اسپیکر کی وجہ سے امام ازخود اقامت پڑھ سکتا ہے یا نہیں جب کہ مقتدی موجود ہوں؟

فقط: والسلام

المستفتی: عبدالرحمٰن، دیوبند

الجواب وباللہ التوفیق: اس میں لاؤڈ اسپیکر کی کوئی خصوصیت نہیں؛ امام خود ہی اقامت کہہ کر نماز شروع کرسکتا ہے، بسا اوقات مسجد میں ایک ہی شخص امام اور مؤذن دونوں ہوتا ہے اور

---

(۱) ویقیم علی الأرض هكذا في القنية، وفي المسجد، هكذا في البحر الرائق. (جماعة من علماء الهند، الفتاوىٰ الهندية، "كتاب الصلاة": الباب الثاني في الأذان، الفصل الثاني في كلمات الأذان والإقامة وكيفيتهما، ج۱، ص:۱۱۲)

ويسن الأذان في موضع عال والإقامة على الأرض. (ابن نجيم، البحر الرائق، "كتاب الصلاة: باب الأذان": ج۱، ص:۴۴۳)

وہی اقامت کہہ کر نماز شروع کرتا ہے اس میں کوئی قباحت نہیں ہے نماز بلا کراہت درست ہے۔[1]

الجواب صحیح: فقط: واللہ اعلم بالصواب

سید احمد علی سعید **کتبہ:** محمد عمران دیوبندی غفرلہ (۱۴۱۴/۴/۵ھ)

مفتی اعظم دارالعلوم وقف دیوبند نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

’’حي علی الصلوٰۃ‘‘ پر کھڑے ہونے کو ضروری سمجھنا:

(۸۳) **سوال:** کچھ لوگ تکبیر میں حی علی الصلوٰۃ کہنے پر نماز کے لیے کھڑے ہونے کو ضروری کہتے ہیں براہِ کرم احادیث کی روشنی میں تحریر فرمائیں کیا ایسا کرنا مناسب ہے یا شروع تکبیر سے کھڑا ہونا ضروری ہے؟

فقط: والسلام

المستفتی: محمد قاسم، کلیر شریف

الجواب وباللہ التوفیق: اس پر التزام واصرار مناسب نہیں ہے کیوں کہ احناف کے نزدیک افضل اور بہتر یہ ہے کہ شروع ہی تکبیر میں کھڑا ہو جائے تا کہ تکبیر ختم ہونے تک صفوف کی

---

(۱) وإن کان المؤذن والإمام واحد فإن أقام في المسجد، فالقوم لایقومون مالم یفرغ من الإقامة. (جماعة من علماء الهند، الفتاویٰ الهندية، ’’کتاب الصلاة: الباب الثاني في الأذان الفصل الثاني في الأذان والإقامة وکیفیتهما‘‘: ج۱، ص:۱۱۴)

عن عقبة بن عامر الجهني قال: کنت مع النبي صلی اللّٰه علیه وسلم في سفر، فلما طلع الفجر أذن وأقام، ثم أقامني عن یمینه. (أخرجه ابن أبي شیبة في مصنفه، ’’کتاب الصلاة: باب من کان یخفف القراءة في السفر‘‘: ج۳، ص:۲۵۴، رقم:۳۷۰۸)

وفي الضیاء: أنه علیه السلام أذن في سفره بنفسه وأقام وصلی الظهر. (ابن عابدین، رد المحتار، ’’کتاب الصلاة، باب الأذان، مطلب في کراهة تکرار الجماعة في النجد‘‘: ج۲، ص:۷۱)

إذا أنتما خرجتما فأذنا ثم أقیما ثم لیؤمکما أکبرکما. (أخرجه البخاري، في صحیحه، کتاب الأذان ’’باب الأذان للمسافر إذا کانوا جماعة والإقامة‘‘: ج۱، ص:۲۲۳، رقم:۶۳۰)

حدثنا هارون بن معروف، حدثنا ابن وهب، عن عمرو بن الحارث أن أبا عشانة المعافري حدثه، عن عقبة بن عامر، قال: سمعت رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم یقول: یعجب ربکم من راعي غنم، في رأس شظیة بجبل، یؤذن بالصلاة ویصلي، فیقول اللّٰه عز وجلّ: انظروا إلی عبدي هذا: یؤذن ویقیم الصلاة یخاف مني، قد غفرت لعبدي وأدخلته الجنة. (أخرجه أبوداود، في سننه، ’’کتاب صلاة السفر: باب الأذان في السفر‘‘: ج۳، ص:۱۲۵، رقم:۱۲۰۳)

درستگی ہوجائے اور امام کے تکبیر کہنے کے ساتھ ساتھ مقتدی بھی تکبیر کہہ کر نماز شروع کردیں اور ان کو بھی تکبیر اولیٰ کا ثواب مل جائے۔(۱)

فقط: واللہ اعلم بالصواب

الجواب صحیح:
سید احمد علی سعید
مفتی اعظم دارالعلوم وقف دیوبند

کتبہ: محمد عمران دیوبندی غفرلہ (۱۶/۷/۱۴۱۴ھ)
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

اقامت میں چہرہ دائیں، بائیں گھمانا:

(۸۴) **سوال:** بعض جگہ تکبیر میں بھی مؤذن دائیں بائیں مڑتا ہے یہ کیسا ہے اس میں حنفی مسلک کیا ہے؟

فقط: والسلام
المستفتی: محمد طلحہ، مظفر نگر

الجواب وباللہ التوفیق: درمختار میں ہے کہ ''**الإقامة كالأذان فيما مر**''(۲)

اور اس کے تحت شامی میں ہے ''**وأراد بما مر أحكام الأذان العشرة المذكورة في المتن**''(۳)

تکبیر میں بھی ''**حي على الصلوٰة، حي على الفلاح**'' کہتے وقت چہرہ دائیں، بائیں گھمانا چاہئے یہ مستحب ہے۔

''**ويلتفت فيه أي الأذان وكذا فيها أي في الإقامة مطلقاً يميناً ويساراً**''(۴)

''**قوله ويلتفت: أي يحول وجهه لا صدره، قهستاني، ولا قدميه، وكذا فيها مطلقاً أي في الإقامة سواء كان المحل متسعا أولا......قوله بصلاة وفلاح......يعنى**

(۱)(قوله:والقيام لإمام ومؤتم الخ) مسارعة لامتثال أمره، والظاهر أنه احتراز عن التاخير لا التقديم، حتى لو قام أول الإقامة لا بأس اهـ، وكلمة ''لا بأس'' هنا مستعملة في المندوب. (نص الطحطاوي في الحاشية على الدر هكذا: عن عبدالرحمن بن عوف سمع أبا هريرة يقول أقيمت الصلوٰة فَقُمْنا فَعَدَّلنا الصفوف قبل أن يخرج إلينا رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم. (أخرجه مسلم، في صحيحه، ''كتاب المساجد ومواضع الصلاة'': باب متى يقوم الناس للصلاة، ج۱،ص:۲۲۰، رقم:۶۰۵)

(۲) ابن عابدين، رد المحتار، ''كتاب الصلاة، باب الأذان، مطلب في أول من بنى المنائر للأذان'': ج۲،ص:۵۵.

(۳) أيضًا، ج۲،ص:۵۴. (۴) أيضًا، ج۲،ص:۵۳.

يلتفت فيهما يميناً بالصلاة ويساراً بالفلاح"[1]

الجواب صحیح: فقط: واللہ اعلم بالصواب

سید احمد علی سعید **کتبہ:** محمد عمران دیوبندی غفرلہ (۱۸/۱/۱۴۱۲ھ)

مفتی اعظم دارالعلوم وقف دیوبند نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

اقامت میں شہادتین وحیعلتین کے کلمات ایک ایک مرتبہ ثابت ہیں یا دو دو مرتبہ؟

(۸۵) **سوال:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں:

اقامت میں شہادتین وحیعلتین کے کلمات ایک ایک مرتبہ ثابت ہیں یا دو دو مرتبہ؟

فقط: والسلام

المستفتی: عبداللہ، سیتامڑھی

الجواب وباللہ التوفیق: فقہ کی کتب میں فرمایا گیا ہے "الإقامة مثل الأذان" کہ اقامت بھی اذان کی طرح ہے۔ احناف کے یہاں اقامت میں بھی اذان کی طرح تمام کلمات دو دو بار کہے جائیں۔ فرق اتنا ہے کہ اذان خوب زور سے پکاری جائے تا کہ باہر کے لوگوں کو نماز کے لیے اطلاع ہو جائے اقامت آہستہ کہی جائے اس سے صرف حاضرین کو مطلع کرنا ہے۔[2]

الجواب صحیح: فقط: واللہ اعلم بالصواب

سید احمد علی سعید **کتبہ:** محمد عمران دیوبندی غفرلہ (۱۶/۴/۱۴۱۲ھ)

مفتی اعظم دارالعلوم وقف دیوبند نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

بوقت اقامت امام کو آگاہ کرنے کے لیے کھنکھارنا:

(۸۶) **سوال:** کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام: اقامت کے وقت امام کو آگاہ

---

(۱) أيضًا.

(۲) عن عبد الله بن زيد قال: كان أذان رسول الله صلى الله عليه و سلم شفعاً شفعاً في الأذان والإقامة. (أخرجه الترمذي، في سننه، "أبواب الصلاة، باب ماجاء أن الإقامة مثنى مثنى": ج۱، ص:۴۸، رقم:۱۹۴)

عن ابن محيريز أن أبا محذورة حدثه: أن رسول الله صلى الله عليه وسلم علمه الأذان تسع عشرة كلمةً، والإقامة سبع عشرة كلمة. (أخرجه البيهقي، في سننه، وفي ذيله الجوهر النقي: ج۱، ص:۴۱۶)

کرنے کے لیے مؤذن کھنکھارے تو کیسا ہے؟

فقط: والسلام
المستفتی: ابوبکر، عدناپوری

الجواب وباللّٰہ التوفیق: امام کو آگاہ کرنے کے مقصد سے کھنکھارنے کا ثبوت شرعاً نہیں تاہم کبھی اس طرح اور کبھی زبانی طور پر کہہ کر آگاہ کردیا جائے، بہتر تو یہ ہے کہ مؤذن اقامت شروع کردے امام صاحب اس طرح آگاہ ہوکر مصلے پر پہونچ جائیں گے اکثر وبیشتر ایسا ہی ہوتا ہے۔ تاہم جب تک امام کو نماز کے لیے آتا ہوا نہ دیکھیں اس وقت تک مقتدی حضرات کھڑے نہ ہوں۔ (۱)

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد عمران دیوبندی غفرلہ (۱۶/۴/۱۴۱۲ھ)
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:
سید احمد علی سعید
مفتی اعظم دارالعلوم وقف دیوبند

تکبیر کہتے وقت وقف نہ کرنا:

(۸۷) **سوال:** تکبیر میں کچھ لوگ اوپر نیچے حرکت لگاتے ہیں، وقف نہیں کرتے کیا یہ صحیح ہے؟

فقط: والسلام
المستفتی: قاری زبیر احمد، دکھیڑی

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مذکورہ صورت بھی قواعد کے لحاظ سے صحیح ہے، اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ اقامت کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ ایک سانس میں چار مرتبہ ''اللّٰہ أکبر''

---

(۱) عن أبي هريرة رضي الله عنه يقول: أقيمت الصلوة، فقمنا، فعد لنا الصفوف قبل أن يخرج إلينا رسول الله صلى الله عليه وسلم. (أخرجه مسلم، في صحيحه، ''كتاب المساجد ومواضع الصلاة، باب متى يقوم الناس للصلوة'': ج۱، ص: ۲۲۰، رقم: ۶۰۵)

إن كان المؤذن غير الإمام وكان القوم مع الإمام في المسجد فإنه يقوم الإمام والقوم إذا قال المؤذن حي على الصلوة عند علمائنا الثلاثة وهو الصحيح. (جماعة من علماء الهند، الفتاویٰ الهندية، ''كتاب الصلاة، الباب الثاني في الأذان، الفصل الثاني كلمات الأذان والإقامة وكيفيتهما'': ج۱، ص: ۱۱۲)

کہا جائے اور ہر ''الله أكبر'' کی راء پر سکون کیا جائے اور اگر ملا کر پڑھیں تو راء پر حرکت ظاہر کی جائے ''حي على الصلوٰة اور حي على الفلاح'' دونوں ایک سانس میں دو دو بار پڑھیں، آخر حرف کو ساکن پڑھیں۔

''وحاصلها أن السنة ليسكن الراء من الله أكبر الأولىٰ أو يصلها بالله أكبر الثانية، فإن سكتها كفى وإن وصلها نوى السكون فحرك الراء بالفتحة''(۱)

فقط: واللہ اعلم بالصواب

الجواب صحیح: سید احمد علی سعید، مفتی اعظم دارالعلوم وقف دیوبند

کتبہ: محمد احسان غفرلہ (۱۵/۵/۱۴۲۱ھ) نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

کیا تکبیر کے شروع میں کھڑے ہونا خلاف سنت ہے؟

(۸۸) **سوال:** نماز پنج گانہ کے لیے جو تکبیر کہی جاتی ہے اس کے شروع میں کھڑے ہونے کا جو طریقہ متوارثہ ہے اس کے خلاف خالد کا کہنا ہے کہ تکبیر کے لیے پہلے ہی کھڑا ہو جانا خلاف سنت ہے، اور ائمہ احناف کا طریقہ، دیگر ائمہ کے خلاف ہونے کے ساتھ ساتھ آداب نماز کے بھی خلاف ہے کیوں کہ فقہ کی کتابوں میں یہ جزئیہ ہے ''ويقوم الإمام والقوم عند الفلاح'' نیز ''إن أحداً إذا دخل المسجد يكره له الانتظار للصلوة قائما بل يجلس في موضعه ثم يقوم عند حي على الفلاح'' لہٰذا ایسا کرنے والا ایک تو ترک سنت کا مرتکب ہوا، دوم تکبیر کے حقیقی ثواب سے محروم رہا، سوم تقلید ائمہ سے خروج لازم آیا آپ وضاحت تحریر فرمائیں کہ کیا خالد کا یہ قول صحیح ہے؟

فقط: والسلام

المستفتی: محمد سعید خاں، رامپور

الجواب وباللہ التوفیق: اس بارے میں امام شافعیؒ کا مسلک تو یہ ہے کہ اقامت ختم ہونے کے بعد امام و مقتدی کھڑے ہوں۔ یہ ہی مستحب ہے۔ امام مالکؒ کے نزدیک، حسب روایت قاضی عیاض شروع اقامت ہی سے کھڑا ہونا مستحب ہے۔ امام احمد ابن حنبلؒ کے نزدیک

(۱) ابن عابدین، رد المحتار، ''كتاب الصلاة، باب الأذان'': مطلب في الكلام على حديث الأذان جزم، ج۲، ص:۵۲، زکریا دیوبند۔

جب مؤذن قد قامت الصلوٰۃ کہے اس وقت کھڑا ہونا چاہئے۔ امام ابوحنیفہؒ کے قول میں ذرا تفصیل ہے کہ امام اور مقتدی اگر اقامت سے پہلے ہی مسجد میں موجود ہوں تو صحیح روایت کے مطابق حي علی الفلاح پر اٹھ جانا چاہئے۔ اور اگر امام باہر سے آرہا ہو تو اگر وہ محراب کے کسی دروازے سے یا اگلی صف کے سامنے سے آئے تو جس وقت مقتدی امام کو دیکھیں اسی وقت کھڑے ہو جائیں اور اگر پچھلی صف سے آرہا ہے تو جس صف سے امام گذرے وہ صف کھڑی ہو جائے۔ امام نوویؒ نے شرح مسلم میں تحریر فرمایا ہے:

''مذهب الشافعي وطائفة أنه يستحب أن لا يقوم أحد حتى يفرغ المؤذن من الإقامة، ونقل القاضي عياض عن مالك وعامة العلماء أنه يستحب أن يقوموا إذا أخذ المؤذن في الإقامة، وكان أنس يقوم إذا قال المؤذن قد قامت الصلوٰة، وبه قال أحمد وقال أبوحنيفة والكوفيون يقومون في الصف إذا قال حي على الصلوٰة''[1]

امام اعظمؒ کے مسلک کی پوری تفصیل بدائع الصنائع اور فتاویٰ ہندیہ نے اس طرح بیان فرمائی ہے ''إن كان المؤذن غير الإمام وكان القوم مع الإمام في المسجد فإنه يقوم الإمام والقوم إذا قال المؤذن حي على الفلاح عند علمائنا الثلاثه وهو الصحيح فأما إذا كان الإمام خارج المسجد فإن دخل من قبل الصفوف فكلما جاوز صفا قام ذلك الصف وإليه مال شمش الأئمه الحلواني والسرخسي وشيخ الإسلام ''خواهر زاده'' وإن كان الإمام دخل المسجد من قدامهم يقومون كما رأى الإمام الخ''[2]

البحر الرائق میں حنفیہ کے مسلک کی تفصیل لکھتے ہوئے جہاں یہ بیان کیا ہے کہ جب امام اقامت سے پہلے ہی مسجد میں موجود ہو تو ''حي على الفلاح'' پر کھڑا ہونا چاہئے اس کی علت یہ

---

(۱) أخرجه مسلم، في صحيحه، ''كتاب المساجد ومواضع الصلاة'': باب متى يقوم الناس للصلاة، ج۱، ص:۲۲، رقم:۶۰۵.

(۲) جماعة من علماء الهند، الفتاوىٰ الهندية، ''كتاب الصلاة، الباب الثاني في الأذان، الفصل الثاني في كلمات الأذان والإقامة وكيفيتهما'': باب صفة الصلاة،

بیان کی ہے ''والقیام حین قیل حي علی الفلاح لأنه أمر یستحب المسارعة إلیه'' اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جن حضرات نے ''حي علی الفلاح'' یا ''قدقامت الصلوٰۃ'' پر کھڑے ہونے کو مستحب قرار دیا ہے ان کا مطلب یہ ہے کہ ''حي علی الفلاح'' یا ''قد قامت الصلوٰۃ'' کے بعد بیٹھنا خلاف ادب ہے یہ مطلب نہیں کہ اس سے پہلے کھڑا ہونا خلاف ادب ہے، اس لیے کہ پہلے کھڑے ہونے میں تو اور بھی زیادہ مسارعت پائی جاتی ہے اور جہاں مسجد میں کھڑے ہوکر جماعت کا انتظار کرنے سے منع کیا گیا ہے وہاں مراد یہ ہے کہ اگر امام مسجد میں آیا ہی نہیں تو کھڑے رہنا اور انتظار کرنا درست نہیں جیسا کہ اس حدیث میں ہے جس کو بخاری شریف نے ''باب متی یقوم الناس إذا رأوا الإمام'' میں بیان کیا گیا ہے۔ ''قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم إذا أقیمت الصلوٰۃ فلا تقوموا حتی تروني''[1]

نیز صفوں کا سیدھا کرنا بھی عند الشرع مطلوب ہے اور یہ حکم بڑی قوت کا حامل ہے جس پر بدرجہ اتم عمل اسی صورت میں ہوسکتا ہے جب کہ پہلے ہی سے لوگ کھڑے ہوجائیں نیز یہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ سے ثابت ہے ''قال کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم یسوی صفوفنا إذا قمنا إلی الصلاۃ فإذا استوینا کبر''[2] وأیضا روی عن عمرؓ أنه کان یؤکّل رجلاً بإقامة الصفوف ولا یکبر حتی یخبر أن الصفوف قد استوت أخرجه الترمذي وقال: وروي عن علي وعثمان أنهما کانا یتعاهدان ذلك''[3]

سوال میں آپ نے جو عبارتیں نقل کی ہیں ان کا مطلب یہ ہے کہ امام کے مسجد میں آنے سے پہلے کھڑے ہوکر جماعت کا انتظار کرنا درست نہیں ہے اور اگر پہلے کھڑے ہوکر صفیں سیدھی کرلی جائیں تو درست ہے اور ''قد قامت الصلوٰۃ'' کے بعد بیٹھے رہنا مناسب نہیں ہے۔

نوٹ: فقہاء کا اس سلسلہ میں اختلاف افضلیت واستحباب میں ہے جواز وعدم جواز میں نہیں

---

(۱) أخرجه البخاري، في صحیحه، ''کتاب الأذان، باب حتی یقوم الناس إذا رأوا الإمام عند الإقامة'': ج۱، ص:۱۸۸، رقم: ۶۳۷.

(۲) أخرجه أبوداود في سننه، ''کتاب الصلاۃ، تفریع أبواب الصفوف، باب تسویة الصفوف، ج۱، ص: ۹۷، رقم: ۶۶۵

(۳) أخرجه الترمذي، في سننه، أبواب الصلاۃ، باب ماجاء في إقامة الصفوف، ج۱، ص: ۵۳، رقم: ۲۲۷.

ہے؛اس لیے مسئلہ ہذا میں شدت اختیار نہ کی جائے۔

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد احسان غفرلہ (۱۷/۶/۱۴۲۱ھ)
نائب مفتی دار العلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:
سید احمد علی سعید
مفتی اعظم دار العلوم وقف دیوبند

”حی علی الصلوٰۃ، و حی علی الفلاح“ کا اعراب:

(۸۹) **سوال**: اقامت میں وہی الفاظ ہیں تقریباً جو اذان کے ہیں، دورانِ اقامت اگر کوئی ”حي علی الصلوٰۃ اور حي علی الفلاح“ پر وقف نہ کرے تو ان پر کیا اعراب پڑھے، نیز اذان و اقامت کے کلمات کتنی مرتبہ کیے جائیں؟

فقط: والسلام
المستفتی: عبد الرحیم، ممبئی

الجواب وباللہ التوفیق: ”حی علی الصلوٰۃ الصلوٰۃ“ پر اور ”حی علی الفلاح“ میں الفلاح پر اگر وقف نہ کیا جائے تو عربی کے قاعدے کے لحاظ سے الصلوٰۃ اور الفلاح پر کسرہ پڑھا جائے۔ اور اذان و اقامت کا مروجہ طریقہ درست ہے۔(۱)

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد احسان غفرلہ (۲۵/۳/۱۴۲۷ھ)
نائب مفتی دار العلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:
خورشید عالم غفرلہ
مفتی دار العلوم وقف دیوبند

---

(۱) حدثنا الحسن بن علي حدثنا عفان وسعيد بن عامر وحجاج والمعنی واحد قالوا حدثنا همام حدثنا عامر الأحول حدثني مكحول أن ابن محيريز حدثه أن أبا محذورة حدثه أن رسول الله صلی الله عليه وسلم علمه الأذان تسع عشرة كلمة والإقامة سبع عشرة كلمة الأذان الله أكبر الله أكبر الله أكبر الله أكبر أشهد أن لا إله إلا الله أشهد أن لا إله إلا الله أشهد أن محمدا رسول الله أشهد أن محمدا رسول الله أشهد أن لا إله إلا الله أشهد أن لا إله إلا الله أشهد أن محمدا رسول الله أشهد أن محمدا رسول الله حي علی الصلاة حي علی الصلاة حي علی الفلاح حي علی الفلاح الله أكبر الله أكبر لا إله إلا الله والإقامة الله أكبر الله أكبر الله أكبر الله أكبر أشهد أن لا إله إلا الله أشهد أن لا إله إلا الله أشهد أن محمدا رسول الله أشهد أن محمدا رسول الله حي علی الصلاة حي علی الصلاة حي علی الفلاح حي علی الفلاح قد قامت الصلاة قد قامت الصلاة الله أكبر الله أكبر لا إله إلا الله، كذا في كتابه في حديث أبي محذورة. (أخرجه أبو داود، في سننه، ”كتاب الصلاة: باب كيف الأذان“: ج۱، ص:۳۰۷، رقم:۴۳۱)

داڑھی کٹے شخص کا اقامت کہنا:

(۹۰) **سوال**: کیا فرماتے ہیں علماء دین مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں:

داڑھی کٹا آدمی امام کے پیچھے تکبیر پڑھتا ہے اس کو منع کرنے کے بعد بھی وہ نہیں مانتا اور امام صاحب بھی کہتے ہیں کہ وہ تکبیر پڑھ سکتا ہے کچھ آدمی کہتے ہیں کہ اس کا تکبیر پڑھنا مکروہ ہے کیا اس کا تکبیر پڑھنا مکروہ ہے؟ براہ کرم شریعت کی روشنی میں مسئلہ واضح کیا جائے؟

فقط: والسلام

المستفتی: ریاض الدین، دیوبند

الجواب و باللہ التوفیق: ایک مشت داڑھی رکھنا واجب ہے اور اس سے کم کرانا یا کاٹنا ناجائز ہے، ایسا کرنے والا شریعت کی نگاہ میں فاسق ہے اور فاسق کی اذان واقامت مکروہ ہے۔

"(و کرہ أذان الفاسق) لعدم الاعتماد و لکن لا یعاد"[۱]

"کذا أي: کما کرہ أذان السبعة المذکورین ومنهم الفاسق کرہ إقامتهم وإقامة المحدث لکن لا تعاد إقامتهم لعدم شرعية تکرار الإقامة"[۲]

فقط: واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: امانت علی قاسمی

مفتی دار العلوم وقف دیوبند

(۱۴۴۳/۲/۱۲ھ)

الجواب صحیح:

محمد احسان غفرلہ، محمد عارف قاسمی

محمد اسعد جلال، محمد عمران گنگوہی، محمد حسنین ارشد قاسمی

مفتیان دار العلوم وقف دیوبند

عذر کی وجہ سے بیٹھ کر اقامت کہنا:

(۹۱) **سوال**: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام ہماری مسجد کے مؤذن عذر کی وجہ سے اقامت اور نماز بیٹھ کر پڑھتے ہیں تو کیا حکم ہے۔ جب کہ اقامت پڑھنے والے اور بھی ہیں؟

فقط: والسلام

المستفتی: عبداللہ، باغپت

---

(۱) عبدالرحمن بن محمد، مجمع الأنهر، "کتاب الصلاة، صفة الأذان": ج۱، ص:۱۱۸.

(۲) محمد بن فرامرز، درر الحکام شرح غرر الأحکام: ج۱، ص:۵۶، (شاملہ)

الجواب و بالله التوفيق: عذر کی وجہ سے بیٹھ کر نماز پڑھتا ہے تو اقامت بھی بیٹھ کر پڑھنا درست ہے اور کوئی دوسرا پڑھے تو اولیٰ اور بہتر ہے۔[1]

فقط: واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد احسان غفرلہ (۱۴۲۶/۲/۵ھ)

نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:

خورشید عالم غفرلہ

مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

اقامت کے بغیر جماعت کرنا:

(۹۲) **سوال:** مؤذن صاحب باہر گئے تھے امام صاحب نے اذان پڑھی اور خود ہی نماز پڑھ لی جب کہ مسجد میں دو مقتدی اور موجود تھے اقامت بھی نہیں ہوئی مقتدیوں نے بعد میں نماز پڑھ لی تو کیا یہ سب کام درست ہوا، نیز اقامت کے بغیر نماز باجماعت درست ہے یا نہیں؟

فقط: والسلام

المستفتی: احمد حسین، صلح پیٹھ

الجواب وبالله التوفيق: امام صاحب کو مقتدیوں کا انتظار کرنا چاہئے تاکہ جماعت ہو جائے اور ترک واجب کا مرتکب ہو کر گنہگار نہ ہو۔ اور اگر کبھی ایسا اتفاق ہو جائے کہ تکبیر نہ ہو اور جماعت کر لی جائے تو نماز ادا ہو جائے گی ایسی عادت نہ بنائی جائے اس لیے کہ ترک سنت سے نماز کے اجر و ثواب میں کمی ہو جائے گی۔[2]

فقط: واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد عمران دیوبندی غفرلہ (۱۴۱۱/۷/۱۱ھ)

نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:

سید احمد علی سعید

مفتی اعظم دارالعلوم وقف دیوبند

---

(۱) ويكره الأذان قاعداً وإن أذن لنفسه قاعداً فلا بأس به، والمسافر إذا أذن راكباً لايكره وينزل للإقامة، كذا في فتاوىٰ قاضي خان، والخلاصة وإن لم ينزل وأقام أجزأه. (جماعة من علماء الهند، الفتاوىٰ الهندية، "كتاب الصلاة، الباب الثاني في الأذان، الفصل الأول في صفته وأحوال المؤذن": ج۱، ص:۱۱۱)

(والإقامة كالأذان) فيما مر (لكن هي) أي الإقامة، وكذا الإمامة (أفضل منه)، فتح. (ابن عابدين، رد المحتار، "كتاب الصلاة، باب الأذان، مطلب في أول من بنى المنائر للأذان": ج۲، ص:۵۵)

(۲) ويكره أداء المكتوبة بالجماعة في المسجد بغير أذان وإقامة، كذا في فتاوىٰ قاضي خان (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر:)

اقامت میں کب کھڑے ہوں؟

(۹۳) **سوال**: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام: مفتی سعید احمد پالنپوریؒ کہتے ہیں کہ ہم دیوبندیوں کے یہاں اقامت شروع ہونے سے پہلے کھڑا ہونا اور بریلویوں کے یہاں حی علی الصلاۃ پر لوگوں کو کھڑا کرنا یہ دونوں طریقے غلط ہیں۔ کیوں کہ اقامت کے معنی ہیں کھڑا کرنا، جب اقامت شروع نہیں ہوئی یعنی کھڑا کرنا نہیں پایا گیا تو اس سے پہلے کھڑا ہونا غلط اور اقامت شروع ہوگئی اس کے بعد بھی بیٹھے رہنا اور حی علی الصلوۃ پر کھڑا ہونا دونوں طریقے غلط ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ جیسے ہی مؤذن اقامت (اللہ اکبر، اللہ اکبر) کہنا شروع کرے اس کے ساتھ ہی لوگوں کو کھڑے ہونا شروع کر دینا چاہئے اور حی علی الصلاۃ پر سب کو کھڑا ہو جانا چاہئے۔

فقط والسلام
المستفتی: سعید احمد خان

الجواب وباللہ التوفیق: صفوں کی درستگی کا مسئلہ بہت اہم ہے، حدیث شریف میں صفوں کی درستگی پر بہت زور دیا گیا ہے اور اس میں کوتاہی پر سخت وعیدیں وارد ہوئی ہیں۔ مسجد میں مقتدی حضرات صف میں کب کھڑے ہوں، اس سلسلہ میں مختلف طریقے ثابت ہیں:

(۱) امام جب اپنے کمرے سے باہر آئے تو امام کو دیکھتے ہی مقتدی حضرات کھڑے ہو جائیں اور صفیں درست کر لیں۔ (۲) امام جس صف سے گزرے اس صف کے مقتدی حضرات کھڑے ہوتے جائیں اور صفیں درست کرتے رہیں۔ (۳) مؤذن اقامت شروع کرے اور مقتدی حضرات اپنی صفیں درست کر لیں اور پھر نماز شروع کریں۔ اول الذکر دونوں طریقے اسی وقت قابلِ عمل ہیں جب کہ امام اپنے کمرے سے نکلے اور مسجد میں پہلے سے موجود نہ ہو؛ لیکن اگر امام پہلے سے مسجد میں موجود ہو جیسا کہ آج کل عموماً ہوتا ہے تو پھر تیسرا طریقہ اختیار کریں کہ اقامت کے شروع سے ہی لوگ کھڑے ہو کر

(پچھلے صفحہ کا حاشیہ:) ولا يكره تركهما لمن يصلي في المصر، إذا وجد في المحلة، ولا فرق بين الواحد والجماعة،هكذا في التبيين، والأفضل أن يصلي بالأذان والإقامة،كذا في التمرتاشي، وإذا لم يؤذن في تلك المحلة يكره له تركهما ولو ترك الأذان وحده لا يكره، كذا في المحيط ولو ترك الإقامة يكره، كذا في التمرتاشي. (جماعة من علماء الهند، الفتاویٰ الهندية، "كتاب الصلاة، الباب الثاني في الأذان، الفصل الأول في صفته وأحوال المؤذن": ج۱،ص:۱۱۱)

صفیں درست کرنا شروع کر دیں تا کہ اقامت ختم ہوتے ہی جب امام نماز شروع کرے تو تکبیر اولی کے ساتھ مقتدی نماز شروع کر سکیں۔اگر لوگ حی علی الصلوۃ تک اپنی جگہ بیٹھے رہیں گے تو امام کی نماز شروع کرنے سے پہلے صفیں درست نہیں کر سکیں گے۔جن کتابوں میں ’’حي علی الصلوۃ‘‘ پر کھڑے ہونے کی بات لکھی ہے اس کا مطلب بھی یہی ہے کہ ’’حي علی الصلوۃ‘‘ کے بعد بیٹھے رہنا درست نہیں ہے۔اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ حی علی الصلوۃ سے پہلے کھڑا ہونا درست نہیں ہے۔[۱]

’’وقال الطحطاوي تحت قوله: والقيام لامام ومؤتم والظاهر أنه احتراز عن التاخير لا التقديم حتى لو قام أول الإقامة لاباس به‘‘[۲]

’’حدثني ابن جريج، أن ابن شهاب، أخبره أن الناس، كانوا ساعة يقول المؤذن: الله أكبر يقيم الصلاة، ويقوم الناس للصلاة، ولا يأتي رسول الله صلى الله عليه وسلم مقامه حتى تعتدل الصفوف‘‘[۳]

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد اسعد جلال قاسمی
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند
(۱۱/۴:۱۴۴۳ھ)

الجواب صحیح:
محمد احسان غفرلہ، محمد عارف قاسمی
محمد عمران گنگوہی، محمد حسنین ارشد قاسمی
مفتیان دارالعلوم وقف دیوبند

☆☆☆

(۱) كفاية المفتي، ’’باب مايتعلق بالإقامة‘‘: ج۳،ص:۵۲۶، زکریا دیوبند۔

(۲) حاشية الطحطاوي على الدر، ’’كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة‘‘: ج۱،ص:۲۱۵؛ ابن عابدين، رد المحتار، ’’آداب الصلوة‘‘: ج۲،ص:۱۷۷، زکریا دیوبند۔

(۳) المراسيل لأبي داؤد، ’’جامع الصلاة‘‘: ج۱،ص:۱۱۹، مصنف عبدالرزاق، ’’كتاب الصلاة، باب قيام الناس عندالإقامة‘‘: ج۱،ص:۵۰۷؛ فتح الباري، ’’كتاب الصلاة، باب لايقوم إلى الصلاة مستعجلا‘‘: ج۲،ص:۱۲۰۔

فصل رابع:

اذان واقامت کے متفرقات

بچہ کے کان میں اذان واقامت کا کہنا:

(۹۴) **سوال:** زید کے گھر میں بچہ پیدا ہوا محلّہ کے امام صاحب نے بچہ کے کانوں میں اذان واقامت کہی، چند ایام کے بعد زید کا دوست آیا جو دوسرے محلّہ کا تھا، اس نے زید کے کہنے کے مطابق بچے کے کانوں میں اذان واقامت کہی بعض لوگوں نے اعتراض کیا کہ اس سے امام صاحب کی توہین ہوئی کیا واقعی اس سے امام صاحب کی توہین ہوئی؟

فقط: والسلام
المستفتی: محمد اقبال کشمیری

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر زید نے کسی وجہ سے دوسرے آدمی سے بچہ کے کان میں اذان وتکبیر کہلوائی تو اس میں کوئی قباحت نہیں ہے اور اس میں اس امام صاحب کی بھی کوئی توہین نہیں ہے، جنہوں نے پہلے اذان وتکبیر پڑھی تھی۔ اس کو توہین پر محمول کرنا درست نہیں۔ ہاں! پہلی اذان سے سنیت ادا ہوگئی ہے۔(۱)

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد احسان غفرلہ (۱۴۱۸/۱/۵ھ)
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:
خورشید عالم غفرلہ
مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

(۱) إذا كان في المسجد أكثر من مؤذن واحد أذنوا واحدا بعد واحد فالحرمة للأول، كذا في الكفاية. (جماعة من علماء الهند، الفتاویٰ الهندية، ''كتاب الصلاة: الباب الثاني في الأذان'': الفصل الثاني في كلمات الأذان والإقامة وكيفيتهما، ج۱ص:۱۱۴، زکریا دیوبند)

إذا أذن واحد بعد واحد على المنارة يوم الجمعة، قال شمس الأئمة الحلواني رحمة الله عليه: الصحيح أن الموجب للسّعي وترك التجارة هو الأذان الأول ليس للثاني من الحرمة ما يكون للأول. (فتاویٰ قاضي خان على الهندية، المجلد السابع، ''كتاب الصلاة: باب الأذان، مسائل الأذان'': ج۱ص:۵۱، زکریا)

بچہ کی اذان میں رخ کس طرف ہونا چاہیے؟

(۹۵) **سوال:** بچہ کی اذان میں (بوقت ولادت) رخ کس طرف ہونا چاہیے؟

فقط: والسلام
المستفتی: خورشید احمد، جہاں آباد

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بچہ کے کان میں اذان واقامت قبلہ رخ ہونی چاہیے، یہی افضل ہے۔ اگرچہ جائز دوسرا رخ بھی ہے۔ (۱)

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد عمران دیوبندی غفرلہ (۲۸/۳: ۱۴۱۵ھ)
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:
سید احمد علی سعید
مفتی اعظم دارالعلوم وقف دیوبند

اذان کے بعد حمد، نعت یا قرآن کریم کی تلاوت کرنا کیسا ہے؟

(۹۶) **سوال:** اذان کے بعد لوگوں کو متوجہ کرنے کے لیے مسجد کے مائک سے حمد ونعت پڑھنا یا ''الصلوٰۃ خیر من النوم'' کہنا کیسا ہے؟ نیز قرآن کریم کی تلاوت کرنے کا کیا حکم ہے؟

فقط: والسلام
المستفتی: عبدالعظیم، ہردوئی

---

(۱) ویلتفت فیه وکذا فیها مطلقاً وقیل إن المحل متسعاً یمیناً ویساراً فقط لئلا یستدبر القبلة بصلاة وفلاح ولو وحده أو لمولود لأنه سنة الأذان مطلقاً. (ابن عابدین، رد المحتار، ''کتاب الصلاة: باب الأذان'': ج ۲، ص: ۵۳، زکریا دیوبند)

قوله: حتی قالوا في الذي یؤذن للمولود ینبغي أن یحول قال السندي: فیرفع المولود عند الولادة علی یدیه مستقبل القبلة ویؤذن في أذنه الیمنیٰ ویقیم في الیسریٰ ویلتفت فیهما بالصلاة لجهة الیمین وبالفلاح لجهة الیسار، وفائدة الأذان في أذنه أنه یدفع أم الصبیان منه. (تقریرات الرافعي علی رد المحتار، ''کتاب الصلاة: باب الأذان'': ج ۱، ص: ۴۵)

(قوله ولو وحده الخ) أشار به إلی رد قول الحلواني: إنه لا یلتفت لعدم الحاجة إلیه وفي البحر عن السراج أنه من سنن الأذان فلا یخل المنفرد بشيء منها. (ابن عابدین، رد المحتار، ''کتاب الصلاة: باب الأذان'': ج ۲، ص: ۵۳، زکریا دیوبند)

الجواب وباللہ التوفیق: اذان کے بعد قرآن پاک کی تلاوت کرنا درست ہے، بشرطیکہ نمازیوں کو نماز کی اطلاع کرنا مقصد نہ ہو اور عام لوگوں کو نماز کی طرف متوجہ کرنے کے لیے اذان کے بعد حمد، نعت پڑھنا اور الصلوۃ خیر من النوم کہنا عربی یا اردو میں کوئی دوسرا جملہ کہنا اور اس کو ثواب سمجھنا بدعت ہے صرف ایسے لوگوں کے لیے اجازت ہے جو عامۃ المسلمین کے کاموں میں ہر وقت مشغول رہتے ہوں تا کہ ترک جماعت نہ ہو جیسے قاضی مفتی وغیرہ۔ (۱)

فقط: واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد عارف قاسمی (۷/۱/۱۴۲۰ھ)
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:
خورشید عالم غفرلہ
مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

فجر کی نماز کے لیے لوگوں کو بیدار کرنا:

(۹۷) **سوال**: کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام وعلماء عظام مسئلہ ذیل کے بارے میں:

ایک آدمی صبح کو فجر کی نماز سے پہلے نماز کے لیے آواز لگاتے ہیں ''سونے والے اٹھ جاؤ نماز تیار ہے'' مکان سے مسجد تک تین گلی پڑتی ہیں گلی کے دروازے پر آواز لگاتے ہیں اور کسی کا نام یا کسی کے گھر کی کنڈی یا کنڈا نہیں بجاتے ہیں صرف یہ آواز لگاتے ہیں سونے والے اٹھ جاؤ نماز تیار ہے۔

ثواب کی نیت سے اس لیے آواز لگاتے ہیں کہ فجر کی اذان لگ بھگ ایک یا پون گھنٹے پہلے دی جاتی ہے، لوگ نیند سے بیدار نہیں ہوتے ہیں؛ اس لیے آواز لگاتے ہیں کہ لوگ نماز میں شامل ہو جائیں۔

مہربانی فرما کر تفصیل سے واضح فرمائیں کہ اس طرح آواز لگائیں یا نہ لگائیں۔

فقط: والسلام
المستفتی: نبی حسن، دیوبند

---

(۱) قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو رد. (أخرجه مسلم، في صحيحه، ''كتاب الأقضية، باب نقض الأحكام الباطلة'': ج ۲، ص: ۷۷، رقم ۱۷۱۸، اعزازیہ دیوبند)

كما يستفاد أن عليا رأى مؤذناً يثوب في العشاء فقال: أخرجوا هذا المبتدع من المسجد. (المبسوط للسرخسي، ''كتاب الأذان، باب الأذان'': ج ۱، ص: ۱۳۰)

الجواب وباللہ التوفیق: مذکورہ عمل درست؛ بلکہ مستحسن اور لائق ثواب ہے، ایک مرتبہ اذان کے بعد حضرت بلالؓ حضور کے پاس گئے اور دیکھا کہ آپ نیند سے بیدار نہیں ہیں تو حضرت بلالؓ نے ''الصلاة خير من النوم'' کہہ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بیدار کیا تھا۔ معلوم ہوا کہ فجر کی نماز کے لیے بیدار کرنا درست ہے؛ لیکن اس کا اس قدر التزام کہ لوگوں کے دلوں سے اذان کا مقصد ہی نکل جائے درست نہیں۔

''والتثويب في الفجر حي على الصلاة حي على الفلاح مرتين بين الأذان والإقامة حسن لأنه وقت نوم وغفلة''(۱)

''التثويب الذي يصنعه الناس بين الأذان والإقامة في صلاة الفجر ''حي على الصلاة، حي على الفلاح'' مرتين حسن، وإنما سماه محدثا لأنه أحدث في زمن التابعين، ووصفه بالحسن لأنهم استحسنوه. وقد قال صلى الله عليه وسلم: ما رآه المؤمنون حسنا فهو عند الله حسن، وما رآه المؤمنون قبيحا فهو عند الله قبيح''(۲)

''[فرع] لايجب انتباه النائم في أول الوقت، ويجب إذا ضاق الوقت، نقله البيرى في شرح الأشباه عن البدائع من كتب الأصول، وقال: ولم نره في كتب الفروع فاغتنمه''(۳)

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: امانت علی قاسمی
مفتی دار العلوم وقف دیوبند
(۱۳/۶/۱۴۴۱ھ)

الجواب صحیح:
محمد احسان غفرلہ، محمد عارف قاسمی
محمد اسعد جلال غفرلہ، محمد عمران گنگوہی
مفتیان دار العلوم وقف دیوبند

فجر کی نماز کے لیے جگانے میں کتب فتاویٰ میں اختلاف کی تطبیق:

(۹۸) **سوال:** کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام وعلماء عظام مسئلہ ذیل کے بارے میں:

(۱) ابن الهمام، فتح القدير، ''كتاب الصلاة: باب الأذان'': ج ۱، ص: ۲۴۹، زکریا بکڈپو، دیوبند۔

(۲) الكاساني، بدائع الصنائع، ''كتاب الصلاة: باب الأذان، الكلام في التثويب'': ج ۱، ص: ۳۶۷، زکریا۔

(۳) ابن عابدين، رد المحتار، ''كتاب الصلاة: باب الأذان'': مطلب في تعبده عليه السلام قبل البعثة، ج ۲، ص: ۱۳)

ہمارے گاؤں شیر نگر ضلع مظفر نگر میں ایک نوجوان عالم دین چند نوجوانوں کی ٹیم بنا کر صبح فجر کی اذان کے بعد تثویب کے لیے بھیجتے ہیں، چناں چہ وہ ٹیم اپنے اپنے حلقوں اور محلوں میں گھر گھر جا کر لوگوں کو آواز لگا کر نماز کے لیے جمع کرتی ہے، اس کا شرعی حکم کیا ہے؟

چوں کہ موصوف عالم دین اپنے مذکورہ عمل پر فتاویٰ محمودیہ، کتاب النوازل، آپ کے مسائل اور ان کا حل کا حوالہ پیش کرتے ہیں جب کہ فتاویٰ رشیدیہ، امداد الاحکام: ج ۲، ص: ۴۷، کفایت المفتی: ج ۳، ص: ۵۳۶، فتاویٰ رحیمیہ: ج ۲، ص: ۱۳۰، تحفۃ الالمعی: ج ۱، ص: ۵۱۴ اور فتاویٰ حقانی، ص: ۵۳، وغیرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مذکورہ عمل میں نقصانات نفع سے کہیں زیادہ ہے، نیز کفایت المفتی میں یہی پہلو نہایت پختگی کے ساتھ تفصیلاً بیان کیا گیا ہے۔

عنایت طلب امر یہ ہے کہ مذکورہ مسئلہ میں اس وقت احتیاطاً معمول بہ قول کیا ہے؟ نصوص وآثار اور فقہی جزئیات کی روشنی میں واضح جواب تحریر فرما کر مشکور فرمائیں۔

فقط: والسلام

المستفتی: رئیس احمد قاسمی، شیر نگر، مظفر نگر

الجواب وبالله التوفيق: مذکورہ عمل درست؛ بلکہ مستحسن اور لائق ثواب ہے، جیسا کہ ابن الہمامؒ نے فتح القدیر میں لکھا ہے:

”والتثويب في الفجر حي على الصلاة، حي على الفلاح مرتين بين الأذان والإقامة حسن لأنه وقت نوم وغفلة“(۱)

”التثويب الذي يصنعه الناس بين الأذان والإقامة في صلاة الفجر ”حي على الصلاة، حي على الفلاح“ مرتين حسن، وإنما سماه محدثا لأنه أحدث في زمن التابعين، ووصفه بالحسن لأنهم استحسنوه. وقد قال صلى الله عليه وسلم: ما رآه المؤمنون حسنا فهو عند الله حسن، وما رآه المؤمنون قبيحا فهو عند الله قبيح“(۲)

”[فرع] لايجب انتباه النائم في أول الوقت، ويجب إذا ضاق الوقت، نقله

(۱) ابن الهمام، فتح القدير، ”كتاب الصلاة، باب الأذان“: ج ۱، ص: ۲۴۵.

(۲) الكاساني، بدائع الصنائع، ”كتاب الصلاة، باب الأذان، فصل بيان كيفية الأذان“: ج ۱، ص: ۳۶۷.

البیری فی شرح الأشباه عن البدائع من کتب الأصول،وقال:ولم نره في کتب الفروع فاغتنمه"[1]

آپ نے مختلف فتاوی کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ ان میں مذکور ہے کہ مذکورہ عمل میں نقصانات نفع سے کہیں زیادہ ہیں، میں نے ان میں سے کئی فتاوی کا مطالعہ کیا ان میں زیادہ تر فتاوی میں مطلق تثویب کے تعلق سے بات لکھی ہے یعنی عام نمازوں میں تثویب کا تذکرہ ہے خاص فجر میں تثویب کا تذکرہ نہیں ہے؛ چناں چہ فتاوی رشیدیہ میں ہے: اگر احیانا کسی کو بعد اذان بوجہ ضرورت بلوالیں تو درست ہے، مگر اس کی عادت ڈالنی اور ہمیشہ اس کا التزام کرنا درست نہیں ہے۔[2]

خلاصہ یہ کہ تثویب کو متاخرین نے جائز قرار دیا ہے، اور خاص طور پر فجر میں تثویب کی اجازت ہے۔[3] حضرات اکابر نے صرف اس بنیاد پر کہ ایک غیرضروری امر کو ضروری نہ سمجھ لیا جائے احتیاطاً منع کیا ہے، اس میں عام طور پر فجر کی نماز کا تذکرہ نہیں ہے، جب کہ فجر کا نوم وغفلت کا وقت ہے؛ اس لیے اگر فجر کی نماز میں کسی مناسب انداز سے لوگوں کو نماز کی دعوت دی جائے، تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔[4]

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: امانت علی قاسمی
مفتی دارالعلوم وقف دیوبند
(۱/۸/۱۴۴۲ھ)

الجواب صحیح:
محمد احسان غفرلہ، محمد عارف قاسمی
محمد اسعد جلال غفرلہ، محمد عمران گنگوہی
مفتیان دارالعلوم وقف دیوبند

---

(۱) ابن عابدین، رد المحتار، "کتاب الصلاۃ، مطلب في تعبده علیه الصلاۃ والسلام قبل البعثة": ج۲ص:۱۳۔

(۲) فتاوی رشیدیه، تحقیق وتعلیق: مفتی محمد یوسف صاحب: ج۲،ص:۴۵۴۔

(۳) ابن عابدین، الدر المختار مع رد المحتار، "کتاب الصلاۃ، باب الأذان، مطلب في أول من بني المنائر للأذان،": ج۲،ص:۵۶، مطبع زکریا۔

(۴) قال الزهري: وزاد بلال في نداء صلاۃ الفجر: الصلاۃ خیر من النوم، فأقرها نبي الله صلی الله علیه وسلم، وقال عمر رضي الله عنه، أما إني قد رأیت مثل الذي رأی، ولکنه سبقني. (مسند أبي یعلی، مسند عبد الله بن عمر: ج۹،ص:۳۷۹، رقم ۵۵۰۴)

أخبرنا مالك، أخبرنا ابن شهاب، عن عطاء بن یزید اللیثي، عن أبي سعید الخدري، أن رسول الله صلی الله علیه وسلم، قال: إذا سمعتم النداء، فقولوا مثل ما یقول المؤذن (ص:۵۵) قال مال: (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر:)

مغرب کی اذان سے پہلے دعاء کرنا:

(۹۹)سوال: مغرب کی اذان سے کچھ پہلے دعاء کرنا کیسا ہے؟

فقط: والسلام

المستفتی: محمد رحمت اللہ، بنگلور

الجواب وبالله التوفيق: مذکورہ وقت بھی قبولیت دعا کے لیے ثابت ہے اوراس وقت کا خصوصیت سے احادیث میں ذکر ہے۔[1] بغیر کسی التزام کے اگر کوئی شخص اس وقت میں دعا کرے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے؛ لیکن اس کو دینی حکم نہ سمجھنا چاہئے اگر کوئی اس میں شریک نہ ہواور دعاء نہ کرے، تو اس کو لعن طعن نہ کیا جائے اوراس کو متہم نہ کیا جائے۔[2]

الجواب صحیح: فقط: واللہ اعلم بالصواب

خورشید عالم غفرلہ **کتبہ:** محمد احسان غفرلہ (۱۳/۷/۱۴۱۹ھ)

مفتی دارالعلوم وقف دیوبند نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

(پچھلے صفحہ کا حاشیہ:) بلغنا أن عمر بن الخطاب رضي الله عنه جاءه المؤذن يؤذنه لصلاة الصبح،فوجده نائماً فقال المؤذن:الصلاة خير من النوم،فأمره عمر أن يجعلها في نداء الصبح.(أخرجه مالك، في الموطأ''كتاب الصلاة، باب الأذان والتثويب'':ج۱،ص:۵۴،رقم:۹۱؛ومسند ابن أبي شيبة،''من كان يقول في الأذان الصلاة خير من النوم'':ج۱،ص:۱۸۹)

محمد،قال:أخبرنا أبو حنيفة،عن حماد،عن إبراهيم،قال:سألته عن التثويب،قال:هو مما أحدثه الناس،وهو حسن مما أحدثوا وذكر أن تثويبهم كان حين يفرغ المؤذن من أذانه:الصلاة خير من النوم قال محمد:وبه نأخذ،وهو قول أبي حنيفة رضي الله عنه.(الآثار لمحمد بن الحسن،''كتاب الصلاة، باب الأذان'':ج۱،ص:۱۰۱،رقم:۹۱(شاملہ)

(۱)عن أبي أمامة رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال:لأن أقعد أذكر الله وأكبره وأحمده وأسبحه وأهلله حتى تطلع الشمس أحب إلى من أن أعتق رقبتين من ولد إسماعيل،ومن بعد العصر حتى تغرب الشمس أحب إلي من أن أعتق أربع رقبات من ولد إسماعيل. (أخرجه علي بن أبي بكر، في مجمع الزوائد، باب ما يفعل بعد صلاة الصبح والمغرب:ج۱۰،ص:۱۳۲،رقم:۱۶۹۳۶)(شاملہ)

(۲)حدثنا محمد بن فضيل،عن عبد الرحمن بن إسحاق،عن محارب،عن ابن عمر،رضي الله عنهم،قال: كان يستحب الدعاء عند أذان المغرب،وقال:إنها ساعة يستجاب فيها الدعاء.(مصنف ابن أبي شيبة،في أي الساعات يستجاب الدعاء:ج۲،ص:۲۳۲،رقم:۸۴۶۷)(شاملہ)

غروب کے بعد مؤذن پہلے افطار کرے یا اذان دے؟

(۱۰۰) سوال: غروب آفتاب کے بعد مؤذن پہلے افطار کرے یا اذان پڑھے؟

فقط: والسلام

المستفتی: قاری عبدالقیوم، میرٹھ

الجواب وباللہ التوفیق: عام طور پر لوگ افطار کے لیے اذان کا انتظار کرتے ہیں اور اذان کے بعد ہی افطار کرتے ہیں؛ اس لیے جیسے عام دنوں میں اول وقت میں اذان دی جاتی ہے، اسی طرح رمضان میں بھی اول وقت میں پہلے اذان دے، اور پھر افطار کرے اور چند منٹ کی تاخیر سے جماعت کھڑی کی جائے، ہاں بعض جگہوں پر افطار کے لیے اذان سے پہلے سائرن بجایا جاتا ہے جو افطار کے وقت کی اطلاع ہوتی ہے ایسی جگہوں پر پہلے افطار کر لے اس کے بعد اذان دے۔

”وحکم الأذان کالصلاۃ تعجیلاً وتاخیراً ..... حاصلہ أنہ لا یلزم الموالاۃ بین الأذان والصلاۃ بل ھي الأفضل فلو أذن أولہ وصلی آخرہ أتی بالسنۃ تأمل“(۱)

فقط: واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: امانت علی قاسمی

مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

(۲۰/۵/۱۴۴۳ھ)

الجواب صحیح:

محمد احسان غفرلہ، محمد عارف قاسمی

محمد اسعد جلال غفرلہ، محمد عمران گنگوہی

محمد حسنین ارشد قاسمی

مفتیان دارالعلوم وقف دیوبند

اذان کے بعد لوگوں کو نماز کی ترغیب کرنا:

(۱۰۱) سوال: زید جس وقت اذان ہونے کے بعد نماز کے لیے اپنے مقام سے مسجد میں آتا ہے وہ راستہ میں ملنے والے تمام مسلمانوں کو خواہ وہ نمازی ہوں یا بے نمازی نماز پڑھنے کے لیے مسجد میں آنے کی تلقین کرتا ہے اور اس عمل کو موجب ثواب سمجھتا ہے اس کے برخلاف عمر کہتا ہے کہ میں نے بہت سے نیک لوگوں سے سنا ہے کہ اذان ہونے کے بعد کسی بھی شخص کو نماز کے لیے آنے کی دعوت

(۱) ابن عابدین، رد المحتار، ”کتاب الصلاۃ، باب الأذان“: ج ۲، ص: ۴۰-۴۹۔

دیناٹھیک نہیں ہے، اذان ہی سب لوگوں کے لیے نماز میں آنے کی دعوت ہے کیا بے نمازیوں کو اذان کے بعد نماز کی دعوت دینا جائز ہے؟ اور نماز پڑھنے والوں کے بارے میں شریعت میں کیا حکم ہے؟

فقط: والسلام

المستفتی: محمد اکرم صاحب، کیرانہ

الجواب وباللہ التوفیق: صورت مسئولہ میں دعوت نماز کے لیے اذان کافی ہے۔ پھر سے لوگوں کو دعوت کی ضرورت نہیں ہے؛ لیکن اگر کیف ما اتفق کبھی کبھی کسی آدمی کو ترغیباً نماز کے لیے کہہ دیا جائے تاکہ اس کی جماعت ترک نہ ہو، تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں؛ البتہ روزانہ اس کے التزام سے پرہیز کیا جائے۔ تاہم بعض علماء نے غافلوں کی تنبیہ کے لیے اجازت دی ہے۔ (۱)

”واستحسن المتأخرون التثويب وهو العود إلى الإعلام بعد الإعلام بحسب ما تعارفه كل قوم“(۲)

الجواب صحیح:
سید احمد علی سعید
مفتی اعظم دارالعلوم وقف دیوبند

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد عمران دیوبندی غفرلہ (۱۴۴۱/۵/۸ھ)
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

---

(۱) الشرنبلالي، قال الزهري: وزاد بلال في نداء صلاة الفجر الصلاة خير من النوم، فأقرها نبي الله صلى الله عليه وسلم، وقال عمر: أما إني قد رأيت مثل الذي رأي، ولكنه سبقني. (اخرجه مسند أبي يعلى، مسند عبدالله بن عمر: ج۹،ص:۳۷۹)

أخبرنا مالك، أخبرنا ابن شهاب، عن عطاء بن يزيد الليثي، عن أبي سعيد الخدري، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم، قال: إذا سمعتم النداء، فقولوا مثل ما يقول المؤذن. (ص: ۵۵) قال مالك: بلغنا أن عمر بن الخطاب رضي الله عنه جاءه المؤذن يؤذنه لصلاة الصبح، فوجده نائماً فقال المؤذن: الصلاة خير من النوم، فأمره عمر أن يجعلها في نداء الصبح. (أخرجه مالك في المؤطا، ”كتاب الصلاة، باب الأذان والتثويب“: ج ا،ص:۵۴؛ ومسند ابن أبي شيبة، ”من كان يقول في الأذان الصلاة خير من النوم“: ج ا،ص:۱۸۹)

محمد، قال: أخبرنا أبو حنيفة، عن حماد، عن إبراهيم، قال: سألته عن التثويب، قال: هو مما أحدثه الناس، وهو حسن مما أحدثوا وذكر أن تثويبهم كان حين يفرغ المؤذن من أذانه: الصلاة خير من النوم قال محمد: وبه نأخذ، وهو قول أبي حنيفة رضي الله عنه. (محمد بن الحسن، الآثار، كتاب الصلاة، ”باب الأذان“: ج ا،ص:۱۰۱)

(۲) نور الإيضاح، ”كتاب الصلاة، باب الأذان“: ص:۶۲؛ وابن عابدين، رد المحتار، ”كتاب الصلاة، باب الأذان، مطلب في أول من بنى المنائر للأذان، ج۲،ص:۵۶.

نماز جمعہ سے قبل بستی میں گھنٹہ بجانا:

(۱۰۲) **سوال:** زید کی بستی میں نماز جمعہ کی اذان سے قبل گھنٹی بجائی جاتی ہے اس کے بعد اذان جمعہ ہوتی ہے یہ اس لیے کیا جاتا ہے کہ کاروباری لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ آج جمعہ ہے، چوں کہ مدت طویلہ سے ایسا ہوتا چلا آیا ہے کہ گھنٹی بجتے ہی لوگ کام چھوڑ کر جمعہ کی تیاری کر کے مسجد میں آجاتے ہیں کیا ایسا کرنا درست ہے؟

فقط: والسلام
المستفتی: سعید احمد، بگیانوی

الجواب وباللہ التوفیق: دوکانوں اور کھیت وغیرہ میں جو لوگ دور دراز کام کرتے ہیں ان کی اطلاع کے لیے اگر گھنٹہ بجادیا جائے تو شرعاً اس میں کوئی ممانعت ومضائقہ نہیں ہے [۱] لیکن اذان کے عین وقت پر نہ بجایا جائے جس سے لوگ یہ نہ سمجھ لیں کہ اذان نہ پڑھ کر اذان ہی کی جگہ گھنٹہ بجایا جارہا ہے۔ [۲]

الجواب صحیح:
سید احمد علی سعید
مفتی اعظم دارالعلوم وقف دیوبند

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد احسان غفرلہ (۱۳/۷/۱۴۱۷ھ)
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

جماعت سے پہلے اعلان کرنا کیسا ہے؟

(۱۰۳) **سوال:** نماز فجر میں چوں کہ وقت بہت ہوتا ہے، اذان کے تقریباً ایک گھنٹے کے بعد جماعت ہوتی ہے تو جماعت سے دس منٹ پہلے جماعت کا اعلان کردیں تاکہ لوگ زیادہ سے زیادہ جماعت میں شریک ہو جائیں یہ کیسا ہے؟

فجر کے طلوع سورج کا اعلان کرنا تاکہ لوگ اس وقت نماز نہ پڑھیں اور ان کی نماز فساد سے

---

(۱) وتثويب كل بلدة على ما تعارفوه. (جماعة من علماء الهند، الفتاویٰ الهندية: ''كتاب الصلاة، الباب الثاني: في الأذان، الفصل الثاني في كلمات الأذان والإقامة وكيفيتهما، ج۱، ص:۱۱۳)

(۲) الأذان سنة والصحيح أنه سنة مؤكدة. (جماعة من علماء الهند، الفتاویٰ الهندية: كتاب الصلاة، الباب الثاني: في الأذان، الفصل الأول في صفته وأحوال المؤذن، ج۱، ص:۱۱۰)

بچ جائے کیسا ہے؟

فقط: والسلام
المستفتی: محمد عمر انصاری، سہارنپور

الجواب وباللہ التوفیق: صورت مسئولہ میں نماز سے پہلے اعلان درست نہیں ہے یہ تثویب میں داخل ہے جس کی اجازت نہیں ہے (۱) اور نماز فجر کے بعد طلوع کے وقت نماز پڑھنی درست نہیں ہے اس کی ممانعت ہے۔ اور غفلت کی وجہ سے لوگوں کو اس وقت کا پورا خیال نہیں رہتا اس لیے حسب ضرورت اعلان کی گنجائش ہے۔ (۲)

الجواب صحیح:
خورشید عالم غفرلہ
مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد احسان غفرلہ (۱۴۲۰/۵/۹ھ)
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

بوقت خطبہ اذان اور اقامت شہادت کی انگلی اٹھانا:

(۱۰۴) **سوال:** کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام:

درمیان خطبہ میں تشہد آجائے یا اذان میں یا اقامت میں قاری اور سامع کے لیے شہادت کی انگلی اٹھانا ثابت ہے یا نہیں؟

فقط: والسلام
المستفتی: عرفان الحق، الہ آبادی

الجواب وباللہ التوفیق: نماز میں تشہد کے علاوہ مقامات پر انگلی سے اشارے کا ثبوت نظروں سے نہیں گزرا؛ البتہ خطبات میں شہادتین کے کلمات ادا کرتے وقت شہادت کی انگلی سے اشارہ

---

(۱) ویثوب کقوله بعد الأذان الصلاة الصلاة یا مصلین. (الشرنبلالي، نور الایضاح، ”کتاب الصلاة، باب الأذان“: ص:۶۱، مکتبہ عکاظ دیوبند)

(۲) قال في العناية: أحدث المتأخرون التثويب بين الأذان والإقامة على حسب ما تعارفوه في جميع الصلاة سوى المغرب مع إبقاء الأول يعني الأصل هو تثويب الفجر، و ما رآه المسلمون حسنا فهو عند الله حسن. (ابن عابدين، رد المحتار، ”کتاب الصلاة، باب الأذان“: مطلب في أول من بنى المنائر للأذان، ج۲، ص:۵۶)

کرنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے اور اذان کے بعد کلمہ شہادت پڑھنا حدیث سے ثابت ہے۔

’’والإتيان بالشهادتين بعده ذكر الغزنوي أنه يشير بسبابته حين النظر إلى السماء‘‘(۱)

’’قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ما منكم من أحد يتوضأ فيسبغ الوضوء ثم يقول أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له وأشهد أن محمدا عبده ورسوله إلا فتحت له أبواب الجنة الثمانية يدخلها من أي باب شاء‘‘(۲)

’’وصحح في شرح الهداية أنه يشير وكذا في الملتقط وغيره وصفتها أن يحلق من يده اليمنىٰ عند الشهادة الإبهام والوسطىٰ، ويقبض البنصر والخنصر ويشير بالمسبحة أو يعقد ثلاثة وخمسين بأن يقبض الوسطىٰ والبنصر والخنصر، ويضع رأس إبهامه على حرف مفصل الوسطىٰ الأوسط ويرفع الأصبع عند النفي ويضعها عند الإثبات‘‘(۳)

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد احسان غفرلہ (۱۴/۳/۱۴۲۴ھ)
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:
خورشید عالم غفرلہ
مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

جمعہ کے دن اذان سے پہلے جمعہ کا اعلان کرنا:

(۱۰۵) **سوال**: ہمارے یہاں یہ دستور ہے کہ جمعہ کے دن ۱۱ بج کر ۳۰ منٹ پر پہلے جمعہ کی نماز کے لیے یہ کہہ کر اعلان کیا جاتا ہے کہ آج جمعہ کا دن ہے اس لیے تمام لوگ ہر کام سے فارغ ہوکر جمعہ کی نماز کے لیے مسجد میں آجائیں، پھر اس اعلان کے بعد اذان ہوتی ہے تو کیا یہ طریقہ ٹھیک ہے؟

فقط: والسلام
المستفتی: محمد عباس الدین، بنگال

(۱) أحمد بن محمد، حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، ’’كتاب الطهارة: فصل في آداب الوضوء‘‘: ج۱، ص: ۷۷۔ (۲) أيضًا.

(۳) ابن عابدين، رد المحتار، ’’كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة‘‘: مطلب مهم في عقد الأصابع عند التشهد، ج۲، ص: ۲۱۷، زكريا.

الجواب وباللہ التوفیق: اذان کا مقصد بھی اعلان واعلام ہی ہے اس لیے جمعہ کے دن دو اذانیں ہوتی ہیں تا کہ پہلی اذان کے بعد لوگ جمعہ کی تیاری شروع کر دیں؛ اس لیے اذان کے علاوہ کسی طرح کا اعلان کرنا اور اس کی عادت بنالینا درست معلوم نہیں ہوتا اس سے اذان کی اہمیت ختم ہو جانے کا قوی امکان ہے، تاہم اگر کسی جگہ غیروں کی کثرت یا کسی اور وجہ سے لوگوں کے اندر سستی اور غفلت انتہا درجہ کی ہو تو اس اعلان کی گنجائش ہوگی۔ (۱)

فقط: واللہ اعلم بالصواب	**الجواب صحیح:**
کتبہ: محمد اسعد جلال قاسمی (۲۹/۴/۱۴۳۸ھ)	محمد احسان غفرلہ، محمد عمران گنگوہی
نائب مفتی دار العلوم وقف دیوبند	مفتیان دار العلوم وقف دیوبند

اذان کے بعد اپنی جماعت کر کے مسجد سے باہر نکلنا:

(۱۰۶) **سوال:** کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام: جو آدمی اذان دے اس کو اسی مسجد میں نماز پڑھ کر جانا ضروری ہے یا نہیں؟ آیا مسجد کی چھت پر نماز پڑھ کر چلا جائے تو کیسا ہے؟ تبلیغی جماعت والے بسا اوقات اذان کے بعد اپنی نماز پڑھ کر مسجد سے نکل جاتے ہیں۔

فقط: والسلام
المستفتی: عالم، بھوپال

الجواب وباللہ التوفیق: اذان کے بعد بغیر ضرورت شرعیہ یا بغیر ضرورت شدیدہ مسجد سے بغیر جماعت سے نماز پڑھے یا قبل از وقت اپنی جماعت کر کے چلا جانا درست نہیں (۲) ضرورت

---

(۱) قوله في الكل أي كل الصلوات لظهور التواني في الأمور الدينية، قال في العناية: أحدث المتأخرون التثويب بين الأذان والإقامة على حسب ما تعارفوه في جميع الصلوٰة سوى المغرب مع إبقاء الأول: يعني الأصل هو تثويب الفجر. (ابن عابدين، رد المحتار، كتاب الصلاة، ''باب الأذان'': مطلب: في الكلام على حديث الأذان جزم، ج۲، ص:۵۶)

لظهور التواني في الأمور الدينية استحسن المتأخرون التثويب ...... بحسب ما تعارفه كل قوم لأنه مبالغة في الإعلام فلا يحصل ذلك إلا بما يتعارفونه. (مجالس الأبرار: ص:۲۸۷، مجلس:۴۸) (شاملہ)

(۲) وكره تحريما للنهي خروج من لم يصل من سجد أذن فيه إلا لمن ينتظم به أمر جماعة أخرى أو كان الخروج لمسجد حية ولم يصلوا فيه أو لأستاذه لدرسه أو لسماع الوعظ. (ابن عابدين، در المحتار، ''كتاب الصلاة، باب إدراك الفريضة'': مطلب في كراهة الخروج من المسجد بعد الأذان، ج۲، ص:۵۰۷-۵۰۸)

شرعیہ مثلاً دوسری مسجد میں نماز پڑھانی ہو اور ضرورت شدیدہ مثلاً کوئی سفر ہو اور ٹرین چھوٹنے کا خطرہ ہو جس سے کوئی نقصان لازم آئے ایسی صورت میں گنجائش ہے۔اس پر جماعت تبلیغ کو قیاس کیا جائے کہ ان کے لیے جانا کیا ان دونوں مسئلوں میں سے تھا؟ عذر کی وجہ سے اگر اصل جماعت سے پہلے جماعت کی جائے تو وہ مسجد شرعی اور اس کی چھت سے علاحدہ کسی جگہ کی جائے، مسجد یا اس کی چھت پر جماعت مکروہ ہے۔(۱)

فقط: واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد احسان غفرلہ (۲۹/۴/۱۴۳۸ھ)
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:
خورشید عالم غفرلہ
مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

اذان جمعہ کے وقت بیع کرنا:

(۱۰۷)**سوال**: ایک شخص معذور ہے اس پر جمعہ کی نماز واجب نہیں وہ شخص ایسے شخص کے ساتھ

---

(۱)ویکره تکرار الجماعة بأذان وإقامة في مسجد محلة لا في مسجد طريق أو مسجد لا إمام له ولا مؤذن ...... ولنا أنه عليه الصلاة والسلام كان خرج ليصلح بين قوم فعاد إلى المسجد وقد صلى أهل المسجد فرجع إلى منزله فجمع أهله وصلى ولو جاز ذلك لما اختار الصلاة في بيته على الجماعة في المسجد" (ابن عابدين، رد المحتار، "كتاب الصلاة، باب الإمامة": مطلب في تكرار الجماعة في المسجد، ج۲،ص:۲۸۸،۲۸۹)

قوله: إذا أقيمت فيكره لمن صلى وحده الخروج إلا لمقيم جماعة أخرى فلا يكره له الخروج عندهما كما في صدر الشريعة والحموي عن البرجندي. (أحمد بن محمد، حاشية الطحطاوي على المراقي الفلاح، "كتاب الصلاة، باب إدراك الفريضة": ج۱،ص:۴۵۸)

أن تكرار الجماعة في مسجد واحد مكروه، قال في شرح الدرر والغرر وفي الكافي ولا تكرر جماعة وقال الشافعي رحمه الله: يجوز كما في المسجد الذي على قارعة الطريق، لنا إنا أمرنا بتكثير الجماعة وفي تكرار الجماعة في مسجد واحد تقليلها؛ لأنهم إذا عرفوا أنهم تفوتهم الجماعة يتعجلون للحضور فتكثر الجماعة، وفي المفتاح إذا دخل القوم مسجدا قد صلى فيه أهله كره جماعة بأذان وإقامة ولكنهم يصلون وحدانا بغير أذان ولا إقامة؛ لأن النبي صلى الله عليه وسلم خرج ليصلح بين الأنصار فاستخلف عبد الرحمن بن عوف رضي الله تعالىٰ عنه فرجع بعدما صلى فدخل رسول الله صلى الله عليه وسلم بيته وجمع أهله فصلى بهم بأذان وإقامة، فلو كان يجوز إعادة الجماعة في المسجد لما ترك الصلاة فيه والصلاة فيه أفضل. (ابن نجيم، البحر الرائق: "كتاب الصلاة، سنن الفرائض، إجابة المؤذن": ج۱،ص:۲۷۳)

بیع وشراء کا معاملہ کرے جب کہ جمعہ کی اذان ہورہی ہے کہ جس پر نماز جمعہ فرض ہے، یہ کیسا ہے؟

فقط: والسلام

المستفتی: ظریف احمد، سہارنپور

الجواب وبالله التوفيق: ایسا کرنا جائز نہیں ہے، مکروہ تحریمی ہے؛ لیکن بیع ہوجائے گی البتہ عاقدین کو ایک ناجائز معاملہ کرنے کی وجہ سے توبہ واستغفار کرنے کے ساتھ مذکورہ معاملہ کو ختم کرنا چاہئے۔

﴿فَاسْعَوْا إِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ط﴾ (۱)

”ووجب يسعي إليها وترك البيع ولو مع السعي وفي المسجد أعظم وزرًا ...... قال الشامي أو علىٰ بابه وحاصله أن السعي نفسه فرض والواجب كونه في وقت الأذان الأول“(۲)

”وكره تحريماً مع الصحة (البيع عندالأذان الأول)“(۳)

”إلا إذا تبايعا يمشيان فلا بأس به لتعليل النهي بالإخلال بالسعي فإذا انتفى انتفى“(۴)

فقط: واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد احسان غفرلہ (۱۱/۳/۱۴۲۲ھ)

نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:

خورشید عالم غفرلہ

مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

ایک مسجد میں اذان دے اور دوسری مسجد میں نماز پڑھائے:

(۱۰۸) **سوال:** کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام: اگر ایک شخص ایک مسجد میں اذان دے اور پھر دوسری مسجد میں اس وقت کی نماز پڑھائے، تو یہ جائز ہے یا نہیں؟ اس کی اقتداء میں پڑھی

---

(۱) سورة الجمعه: ۹۔

(۲) ابن عابدين، ردالمحتار، ”كتاب الصلاة: باب الجمعة، مطلب في حكم المرقي بين يدي الخطيب“ ج ۳، ص: ۳۸۔

(۳) ابن عابدين، ردالمحتار، ”كتاب البيوع: باب البيع الفاسد، مطلب أحكام نقصان المبيع فاسدًا“: ج ۷، ص: ۳۰۴۔ (۴) أيضًا۔

گئی نمازوں کا کیا حکم ہے؟

فقط: والسلام

المستفتی: محمد مظفر، دیوبند

الجواب وباللہ التوفیق: ایک مسجد میں ایک آدمی اذان پڑھے اور وہی آدمی دوسری مسجد میں اسی وقت کی نماز پڑھاوے تو شرعاً جائز ہے، اس کی اقتداء میں پڑھی گئیں نمازیں بلا کراہت درست ہیں۔(۱)

فقط: واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد احسان غفرلہ (۲۲/۱۰/۱۴۲۴ھ)

نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:

خورشید عالم غفرلہ

مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

نماز کی اطلاع کے لیے گھنٹہ بجانا:

(۱۰۹) **سوال:** کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام:

ہماری مسجد میں مائک نہیں ہے اور مسلمان دور دور آباد ہیں اور یہ ہندوؤں کی بہت بڑی بستی ہے اذان کی لوگوں کو اطلاع نہیں ہو پاتی تو گھنٹہ اذان سے قبل بجائیں یا بعد میں؟

فقط: والسلام

المستفتی: عبدالشکور، محیط پور، ہریدوار

الجواب وباللہ التوفیق: واقعی طور پر اگر مذکورہ گاؤں میں مسلمانوں کی آبادی متفرق ہے اور اذان کی آواز بھی نہیں پہونچتی اور لوگ جماعت سے محروم رہ جاتے ہیں اور مائک کا بھی انتظام نہیں ہوسکتا ہے تو ایسی مجبوری کی صورت میں جب تک اذان کی آواز پہونچنے کا انتظام نہ ہوسکے اس وقت تک اذان پڑھنے کے بعد لوگوں کو نماز وجماعت کی اطلاع کے لیے گھنٹہ بجانا درست ہے تاکہ

---

(۱) كره تحريمها للنهي خروج من لم يصل من سجد قد أذن فيه إلا لمن ينتظم به أمر جماعة أخرى. (ابن عابدين، رد المحتار، ''كتاب الصلاة، باب إدراك الفريضة'': مطلب في كراهة الخروج من المسجد بعد الأذان، ۲، ص: ۵۰۶، ۵۰۷)

لوگ جماعت میں شرکت کرسکیں۔ (۱)

الجواب صحیح: فقط: واللہ اعلم بالصواب
خورشید عالم غفرلہ کتبہ: محمد عمران دیوبندی غفرلہ (۱۴۱۵/۹/۲۴ھ)
مفتی دارالعلوم وقف دیوبند نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

ائمہ ومؤذنین کا سرکاری وظیفہ لینا:

(۱۱۰) **سوال:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں:
عرض یہ ہے کہ صوبہ کرناٹک میں محکمہ اوقاف (جوکہ سرکار کے ماتحت ہے) کی جانب سے ائمہ کرام ومؤذنین کو ماہانہ تنخواہ دیجاتی ہے از روئے شرع یہ تنخواہ لینا کیسا ہے؟ جواب سے مطلع فرمائیں، عین نوازش ہوگی۔

فقط: والسلام
المستفتی: کلیم الرحمٰن، میسور، کرناٹک

الجواب وباللہ التوفیق: سرکار کے محکمہ اوقاف کی طرف سے ائمہ ومؤذنین کو جو تنخواہ ملتی ہے اس کا لینا درست ہے؛ اس لیے کہ اوقاف یہ درحقیقت مسلمانوں کی جائدادیں ہیں جس کی آمدنی سرکار عام طور پر مسلمانوں کے نجی مسائل میں خرچ کرتی ہے، اگر یہ تنخواہ اوقاف سے نہ ملتی بلکہ سرکار اپنے نجی خزانے سے دیتی تو بھی جائز ہوتی، تو یہاں بدرجہ اولی جائز ہے؛ البتہ اگر یہ اندیشہ

---

(۱) أن بدء الأذان كان بالمدينة على ما في مسلم كان المسلمون حين قدموا المدينة يجتمعون ويتحينون الصلاة وليس ينادي لها أحد فتكلموا في ذلك فقال بعضهم ننصب راية. (ابن عابدين، رد المحتار، كتاب الصلاة، ''باب الأذان'': ج۲، ص:۴۸)

(قوله: في الكل) أي كل الصلوات لظهور التواني في الأمور الدينية. قال في العناية: أحدث المتأخرون التثويب بين الأذان والإقامة على حسب ما تعارفوه في جميع الصلوات سوى المغرب مع إبقاء الأول يعني الأصل وهو تثويب الفجر، وما رآه المسلمون حسنا فهو عند الله حسن. (قوله: للكل) أي كل أحد، وخصه أبو يوسف بمن يشتغل بمصالح العامة كالقاضي والمفتي والمدرس، واختاره قاضي خان وغيره نهر. (قوله: بما تعارفوه) كتنحنح، أو قامت قامت، أو الصلاة الصلاة، ولو أحدثوا إعلاما مخالفا لذلك جاز نهر عن المجتبى. (ابن عابدين، رد المحتار، ''كتاب الصلاة، باب الأذن'': مطلب في الكلام على حديث ''الأذان جزم''، ج۲، ص:۵۶)

ہو کہ آئندہ سرکار ائمہ ومؤذنین پر اس تنخواہ کی وجہ سے دباؤ بنا سکتی ہے یا کسی قسم کی پریشانی میں ڈال سکتی ہے یا سرکار خود ہی امام ومؤذن کا تعین کر سکتی ہے کسی فاسق وفاجر کو امام بنا سکتی ہے، تو پرہیز کرنا ہی بہتر ہوگا۔

”اختلف الناس في اخذ الجائزة من السلطان قال بعضهم يجوز ما لم يعلم أنه يعطيه من حرام قال محمد: و به نأخذ مالم نعرف شيئا حراما بعينه و هو قول أبي حنيفة و أصحابه“(۱)

”في شرح الجيل للخصاف لشمس الأئمة السرخسي أن الشيخ أبا القاسم كان يأخذ جائزة السلطان وكان يستقرض جميع حوائجه وما يأخذ من الجائزة يقضی بها ديونه“(۲)

الجواب صحیح:
محمد احسان غفرلہ، محمد عارف قاسمی،
محمد اسعد جلال غفرلہ، محمد عمران گنگوہی
مفتیان دارالعلوم وقف دیوبند

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: امانت علی قاسمی
مفتی دارالعلوم وقف دیوبند
(۲۵/۶/۱۴۴۱ھ)

معذور شخص کا بیٹھ کر اذان دینا:

(۱۱۱)**سوال:** کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام: ایک معذور شخص کے علاوہ اذان کے وقت دوسرا آدمی مسجد میں موجود نہیں ہے تو کیا یہ شخص بیٹھ کر اذان دے سکتا ہے؟

فقط: والسلام
المستفتی: ظفر احمد، کشمیری

الجواب وباللہ التوفیق: ٹانگوں سے معذور شخص بیٹھ کر اذان دے سکتا ہے، البتہ غیر معذور کے لیے بیٹھ کر اذان دینا مکروہ ہے۔

---

(۱) جماعة من علماء الهند، الفتاویٰ الهندية، ”كتاب الكراهية، الباب الثاني عشر في الهدايا والضيافات“: ج۵،ص:۳۹۶.

(۲) عالم بن العلاء، تاتارخانيه: ج۱۸،ص:۳۱۷.

''عن الحسن بن محمد قال دخلت علي أبي زيد الأنصاري فأذن وأقام وهو جالس إلى عن عطاء بن أبي رباح أنه قال يكره أن يؤذن قاعدا إلا من عذر''[۱]

''ويكره أذان جنب وإقامة محدث لا أذانه وأذان إمرأة وفاسق وقاعد إلا إذا أذن لنفسه''[۲]

الجواب صحیح: فقط: واللہ اعلم بالصواب
خورشید عالم غفرلہ **کتبہ:** محمد احسان غفرلہ (۱۴۱۸/۸/۶ھ)
مفتی دارالعلوم وقف دیوبند نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

اذان واقامت میں حضور کے نام پر درود پڑھنا:

(۱۱۲)**سوال:** کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام: اذان واقامت کے وقت جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام آتا ہے، تو کیا درود شریف پڑھنا منع ہے؟ شریعت میں اس کی کیا اصل ہے؟

فقط: والسلام
المستفتی: سعید احمد پاشا، بنگلور

الجواب وباللہ التوفیق: اذان واقامت میں بھی جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نامی اسم گرامی آئے تو بھی درود شریف پڑھنا چاہئے یعنی صلی اللہ علیہ وسلم کہنا چاہئے؛ لیکن اگر کوئی اذان کا جواب دے رہا ہو تو اس کو ''أشهد أن محمد رسول الله'' کے جواب میں صرف یہ ہی جملہ کہنا چاہئے اذان کے بعد دعاء اور اس کے بعد درود شریف پڑھنی چاہئے۔[۳]

الجواب صحیح: فقط: واللہ اعلم بالصواب
خورشید عالم غفرلہ **کتبہ:** محمد احسان غفرلہ (۱۴۲۹/۲/۱۰ھ)
مفتی دارالعلوم وقف دیوبند نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

---

(۱) السنن الكبيري للبيهقي: ج۲، ص: ۱۴۱، رقم: ۱۸۸۳، دارالفکر؛ المصنف لابن أبي شيبة، في مصنفه، ج۲، ص: ۳۴۱؛

(۲) ابن عابدين، رد المحتار، ''كتاب الصلاة، باب الأذان: مطلب في المؤذن إذا كان غير محتسب في أذانه'': ج۲، ص: ۶۰، زکریا.

(۳) قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إذا سمعتم المؤذن فقولوا مثل ما يقول ثم (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر:)

چوری کے متہم شخص کی اذان واقامت کا حکم:

(۱۱۳) **سوال:** کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام: بعض لوگوں نے ہمارے مؤذن صاحب پر چوری کا الزام لگایا ہے مگر مؤذن صاحب نے قسم کھائی کہ میں نے کوئی چوری نہیں کی ہے، لہٰذا ایسے شخص کی اذان واقامت کا کیا حکم ہے؟

فقط: والسلام
المستفتی: عبداللہ، دہلی

الجواب وباللہ التوفیق: صورت مسئولہ میں چوں کہ مؤذن صاحب نے قسم کھائی ہے اس لیے ان کو متہم نہیں کیا جاسکتا[1] اوران کی اذان، اقامت وامامت درست ہے۔ بغیر شرعی ثبوت کے کسی کو متہم کرنا جائز نہیں ہے۔[2]

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد احسان غفرلہ (۲۲/۲/۱۴۳۱ھ)
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:
خورشید عالم غفرلہ
مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

اذان کے بعد مسجد سے نکلنا:

(۱۱۴) **سوال:** بندہ ایک مسجد میں امامت کے فرائض ادا کرتا ہے اور اپنے محلّہ کی مسجد میں بعد مغرب طلبہ کو تعلیم دیتا ہے عشاء کی نماز کا وقت ہونے پر کسی کے نہ ہونے پر خود اذان دیتا ہے یا پھر

(پچھلے صفحہ کا حاشیہ:) صلوا علی فإنه من صلی علي صلاة صلی اللّٰه علیه بها عشرا ثم سلوا اللّٰه لي الوسیلة. (ابن عابدین، رد المحتار علی الدر المختار، ”کتاب الصلاة: باب الأذان، مطلب في کراهة الجماعة في المساجد“: ج۲، ص:۶۹)

(۱) لکن البینة علی المدعي والیمین علی من أنکر قال النووي: هذا الحدیث قاعدة شریفة کلیة من قواعد أحکام الشرع ففیه أنه لا یقبل قول الإنسان فیما یدعیه بمجرد دعواه بل یحتاج إلی بینة أو تصدیق المدعي علیه. (ملا علي قاري، مرقاة المفاتیح، ”کتاب الإمارة والقضاء، باب الأقضیة والشهادات، الفصل الأول“: ج۷، ص:۲۹۰، رقم:۳۷۵۸)

(۲) عن علي رضي اللّٰه عنه، قال: البهتان علی البراء أثقل من السموات. (علي متقي، کنز العمال: ج۳، ص:۸۰۲)

کسی طالب علم سے اذان دلاتا ہے اور وہ طالب علم اذان کے بعد اپنے محلّہ کی مسجد میں نماز باجماعت ادا کرتا ہے اور میں خود اپنی مسجد میں امامت کرنے جاتا ہوں دریافت طلب ہے کہ کیا اس طرح اذان دے کر اپنی مسجد میں امامت کے لیے جانا درست ہے یا نہیں؟

فقط: والسلام

المستفتی: محمد ہلال شہزادہ، بنی گنج

الجواب وبالله التوفيق: اذان دے کر جماعت کی طرف بلانے والا خود اس مسجد سے نکلے یہ مناسب معلوم نہیں ہوتا ہے، اس لیے اذان سے قبل امام صاحب کو دوسری مسجد کی طرف سے روانہ ہوجانا چاہئے؛ البتہ چوں کہ آپ کے ذمہ دوسری مسجد میں جماعت کی ذمہ داری ہے اس لیے نکلنے کی گنجائش ہوگی۔ اور آپ پر کوئی گناہ نہیں ہوگا۔

’’وكره) تحريماً للنهي (خروج من لم يصل من مسجد أذن فيه) جرى على الغالب، والمراد دخول الوقت أذن فيه أو لا (إلا لمن ينتظم به أمر جماعة أخرى) أو كان الخروج لمسجد حيه ولم يصلوا فيه، أولأستاذه لدرسه، أو لسماع الوعظ أو لحاجة ومن عزمه أن يعود، نهر (و) إلا (لمن صلى الظهر والعشاء) وحده (مرة (فلايكره خروجه بل تركه للجماعة (إلا عند) الشروع في (الاقامة) فيكره لمخالفته الجماعة بلا عذر، بل يقتدى متنفلا لما مر(و) إلا (لمن صلى الفجر والعصر والمغرب مرة) فيخرج مطلقا (وإن أقيمت) لكراهة النفل بعد الاولیين، وفي المغرب أحد المحظورين البتيراء، أو مخالفة الإمام بالاتمام‘‘[1]

’’ومنها) أن من أذن فهو الذي يقيم، وإن أقام غيره: فإن كان يتأذى بذلك يكره: لأن اكتساب أذى المسلم مكروه، وإن كان لا يتأذى به لا يكره‘‘[2]

’’يكره له أن يؤذن في مسجدين (الدر (قال الشامي: قوله: في مسجدين) لأنه

(۱) ابن عابدين، رد المحتار، ’’كتاب الصلوة، باب إدراك الفريضة: مطلب: في كراهة الخروج من المسجد بعد الأذان، ج۲، ص: ۵۰۷، ۵۰۸.

(۲) العينى، البناية، ’’كتاب الصلوة، باب إدراك الفريضة‘‘: ج۲، ص: ۹۷.

إذا صلى في المسجد الأول يكون متنفلا بالأذان في المسجد الثاني والتنفل بالأذان غير مشروع؛ولأن الأذان للمكتوبة وهو في المسجد الثاني يصلى النافلة،فلا ينبغي أن يدعو الناس إلى المكتوبة وهو لا يساعدهم فيها. اهـ"(۱)

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد اسعد جلال قاسمی
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند
(۲/۲۲: ۱۴۴۳ھ)

الجواب صحیح:
محمد احسان غفرلہ، محمد عارف قاسمی،
امانت علی قاسمی، محمد عمران گنگوہی،
محمد حسنین ارشد قاسمی
مفتیان دارالعلوم وقف دیوبند

حكم الصلوة على النبى الكريم ﷺ قبل الأذان وبعده:

(۱۱۵) **سوال**:السلام عليكم ورحمته الله وبركاته:وفقكم الله ورعاكم نحن من ولاية تامل نادو ومن عادتنا أن ندعو وأن نصلي على النبي صلى الله عليه وسلم بعد صلوات الجماعة الخمسة جماعة ونصلي على النبي صلى الله عليه وسلم قبل الأذان وقبل ابتداء المدرسة وانتهاء ها أيضا وقد نهينا عنه في بعض المساجد بقول العالمين التبلغيين الذين درسوا من مدرسة ديوبند وإنهم يقولون: إنها بدعة ضالة يضر صلاة المسبوق وبعضهم يقولون إنها شرك مع الله.السوال منا هل هو كذلك؟

فقط والسلام
المستفتی: بدیع الزماں، تمل ناڈو

الجواب وبالله التوفيق:الصلاة والسلام على النبي الكريم صلى الله عليه وسلم قبل الأذان غير مشروعة وأما الصلاة والسلام على النبي الكريم صلى الله عليه وسلم بعد الأذان فمستحبة لقول النبي صلى الله عليه وسلم:إذا سمعتم مؤذنا فقولوا مثل ما يقول،ثم صلوا علي، فإنه من صلى علي صلاة صلى الله عليه بها

(۱)ابن عابدين، رد المحتار،"كتاب الصلاة، باب الأذان، مطلب في كراهة تكرار الجماعة في المساجد": ج۲،ص:۱۷.

عشرا،ثم سلوا لى الوسيلة. فإنها منزلة في الجنة لا تنبغي إلا لعبد من عباد الله،وأرجو أن أكون أنا. فمن سأل لي الوسيلة حلت له الشفاعة"(۱)

أما إذا كان المؤذن يقول ذلك برفع صوت كالأذان فذلك بدعة؛لأنه يوهم أنها جزء من الأذان،والزيادة في الأذان لا تجوز؛ولو كان ذلك خيرا لسبق إليه السلف الصالح في القرون المشهود لها بالخير ولم يوجد ذلك فيها. فعلينا أن نحافظ على ما كان عليه العمل أيام الرسول صلى الله عليه وسلم وصحابته ومن بعدهم من عدم رفع المؤذن صوته بها، فلذا رفع الصوت بالصلاة على النبي صلى الله عليه وسلم غير مشروعة،وعلينا أن نصلي ونسلم على النبي الكريم صلى الله عليه وسلم سرا،وأما الصلاة والسلام على النبي الكريم بعد الصلوات الخمسة سرا،وقبل ابتداء المدرسة و انتهائها فلا بأس به مالم يعتقد لزومها ولم يلم أحدا على تركها. وفي جميع الأحوال،لا يجوز تحويل هذه المسألة الفرعية إلى سبب للشقاق والنزاع في مساجد المسلمين فالأصل احترام العمل والعاملين والمجادلة بالتي هي أحسن.

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد اسعد جلال قاسمی
نائب مفتی دار العلوم وقف دیوبند
(۲/۲۵: ۱۴۴۳ھ)

الجواب صحیح:
محمد احسان قاسمی، محمد عارف قاسمی،
امانت علی قاسمی، محمد عمران گنگوہی،
محمد حسنین ارشد قاسمی
مفتیان دار العلوم وقف دیوبند

مردہ بچہ کے کان میں اذان دینا:

(۱۱۶) **سوال**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کیا مردہ بچے کے کان میں اذان پڑھ سکتے ہیں؟

فقط والسلام
المستفتی: محمد عمیر، محی الدین پور

(۱) أخرجه أحمد، في مسنده، أول مسند عبدالله بن عمرو بن العاص، ج۶،ص:۱۴۱،رقم:۶۵۶۹.

الجواب وباللہ التوفیق: بچہ کی ولادت کے فوراً بعد جلد از جلد اس کے کان میں اذان کہنی چاہیے، دیر کرنا مناسب نہیں، اور اگر فوراً اذان نہیں کہی اور بچہ کا انتقال ہوگیا تو اب اذان کی ضرورت نہ رہی، اور بچہ کے انتقال کے بعد اس کے کان میں اذان دینے کا کوئی فائدہ نہیں، اس لیے اذان نہ دی جائے؛ البتہ اگر ولادت کے وقت زندہ تھا تو اس کا نام رکھا جائے گا اور جنازہ کی نماز پڑھی جائے گی۔

’’وعن أبي رافع رضي الله عنه قال: رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم أذن في أذن الحسن بن علي رضي الله عنهما حين ولدته فاطمة بالصلاة، رواه الترمذي، وأبو داود، وقال الترمذي، هذا حديث حسن صحيح‘‘(۱)

’’بالصلاة، (أي بأذانها وهو متعلق بأذن، والمعنى أذن بمثل أذان الصلاة وهذا يدل على سنية الأذان في أذن المولود وفي شرح السنة: روي أن عمر بن عبد العزيز رضي الله عنه كان يؤذن في اليمنى ويقيم في اليسرى إذا ولد الصبي، قلت: قد جاء في مسند أبي يعلى الموصلي، عن الحسين رضي الله عنه مرفوعاً: من ولد له ولد فأذن في أذنه اليمنى وأقام في أذنه اليسرى لم تضره أم الصبيان، كذا في الجامع الصغير للسيوطي رحمه الله، قال النووي في الروضة: ويستحب أن يقول في أذنه: ﴿وإني أعيذها بك وذريتها من الشيطان الرجيم﴾ (آل عمران: ۳۶)، قال الطيبي: ولعل مناسبة الآية بالأذان أن الأذان أيضاً يطرد الشيطان؛ لقوله صلى الله عليه وسلم: إذا نودي للصلاة أدبر الشيطان له ضراط حتى لا يسمع التأذين، وذكر الأذان والتسمية في باب العقيقة وارد على سبيل الاستطراد، اهـ، والأظهر أن حكمة الأذان في الأذن أنه يطرق سمعه أول وهلة ذكر الله تعالىٰ على وجه الدعاء إلى الإيمان والصلاة التي هي أم الأركان (رواه الترمذي، وأبو داود، وقال الترمذي: هذا حديث حسن صحيح): ومن ولد فمات يغسل ويصلي عليه إن استهل وإلا يستهل غسل وسمي وأدرج في خرقة ودفن ولم يصل عليه‘‘(۲)

---

(۱) ملا علي قاري، مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، ’’كتاب الصيد والذبائح، باب العقيقة، الفصل الثاني‘‘: ج۸، ص: ۸۱، رقم: ۴۱۵۷۔

(۲) ابن عابدين، رد المحتار، ’’كتاب الصلاة، باب صلاة الجنازة، مطلب مهم: إذا قال: إن شتم فلانا في المسجد يتوقف على كون الشاتم فيه‘‘: ج۳، ص: ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱۔

’’من استهل بعد الولادة سمي، وغسل وصلى عليه‘‘(۱)

الجواب صحیح:
محمد احسان غفرلہ، محمد عارف قاسمی،
محمد عمران گنگوہی
مفتیان دارالعلوم وقف دیوبند

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد اسعد جلال قاسمی
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند
(۱۴۴۱/۲/۲۴ھ)

بچے کی پیدائش پر اذان کا حکم:

(۱۱۷) **سوال:** کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین درج ذیل مسئلہ کے بارے میں:
بچے کی پیدائش کے بعد جو اذان دی جاتی ہے کیا عام اذانوں کی طرح اس اذان کا جواب دینا بھی ضروری ہے؟ نیز مذکورہ اذان واجب ہے، سنت ہے یا مستحب؟ جواب دے کر ممنون فرمائیں۔

فقط: والسلام
المستفتی: محمد طیب، رامپور، یوپی

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بچے کے کان میں جو اذان دی جاتی ہے اس اذان کا جواب دینا شریعت اسلامیہ میں مستحب ہے؛ اس لیے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے مطلقاً اذان سننے والے کو جواب دینے کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے۔ جیسا کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک روایت نقل کی ہے:

’’إذا سمعتم النداء فقولوا مثل ما يقول المؤذن، وأيضاً: قال يحى وحدثني بعض إخواننا: أنه قال: لما قال حي على الصلوٰة قال: لا حول ولا قوة إلا بالله وقال: هكذاسمعنا نبيكم صلى الله عليه وسلم يقول‘‘(۲)

مرد ہو یا عورت جو کوئی اذان کی آواز سنے اور مؤذن جو الفاظ کہے اسی کو دہرائے؛ لیکن جب مؤذن ’’حي على الصلوٰة‘‘ اور حي على الفلاح‘ کہے تو سننے والا ’’لا حول ولا قوة

(۱) جماعة من علماء الهند، الفتاوىٰ الهندية، كتاب الصلاة، ’’الباب الحادي والعشرون في صلاة الجنازة، الفصل الثاني في الغسل‘‘: ج۱، ص:۲۱۹)

(۲) أخرجه البخاري، في صحيحه، ’’كتاب الأذان: باب ما يقول إذا سمع المنادي‘‘: ج۱، ص:۱۲۶، رقم ۶۱۳.

إلا باللہ'' کہے گا.

اس سلسلے میں علامہ حصکفی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے: کیا نماز کی اذان کے علاوہ دیگر اذانوں کا بھی جواب دیا جائے گا، مثلاً بچے کی پیدائش کے وقت اذان دینا وغیرہ؟ اس کا جواب خود دیتے ہیں کہ میں نے اس مسئلہ پر اپنے ائمہ میں سے کسی کی تصریح نہیں دیکھی مگر ظاہر ہے کہ دیگر اذانوں کی طرح اس اذان کا جواب بھی دیا جائے گا۔

''هل يجيب أذان غير الصلاة كالأذان للمولود؟لم أره لأئمتنا والظاهر نعم!''(۲)

نیز بچہ یا بچی کی پیدائش پر اسے غسل دینے کے بعد اس کے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہنا مسنون عمل ہے۔

ترمذی شریف میں روایت ہے کہ ''حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی ولادت پر ان کے کان میں اذان کہی تھی'' اور امام ترمذی رحمہ اللہ علیہ نے اس حدیث کو حسن صحیح قرار دیا ہے۔

''عن عبيد بن أبي رافع عن أبيه قال رأيت رسول الله صلىٰ الله عليه وآله وسلم أذن في أذن الحسن بن علي حين ولدته فاطمة بالصلاة،هذا حديث حسن صحيح''(۳)

''عن حسين قال:قال رسول الله صلىٰ الله عليه وآله وسلم:من ولد له فأذن في أذنه اليمنى وأقام في أذنه اليسرى،لم تضره أم الصبيان''(۴)

الحاصل: نومولود بچے کی پیدائش کے بعد کانوں میں اذان واقامت کہنا مسنون ہے، جب کہ اس اذان کا جواب دینا مستحب ہے۔

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد حسنین ارشد قاسمی
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند
(۱۴۴۳/۲/۲۲ھ)

الجواب صحیح:
محمد احسان قاسمی، محمد عارف قاسمی، امانت علی قاسمی
محمد اسعد جلال قاسمی، محمد عمران گنگوہی
مفتیان دارالعلوم وقف دیوبند

(۲) ابن عابدين، رد المحتار، ''كتاب الصلاة:باب الأذان'':مطلب في كراهة تكرار الجماعة في المسجد،ج ۲،ص:۶۶.

(۳) أخرجه الترمذي،في سننه،''أبواب الأضاحي:باب الأذان في أذن المولود''،ج۱،ص:۲۷۸،رقم:۱۵۱۴.

(۴) أخرجه أبو يعلى، في مسنده:ج۱۲،ص:۱۵۰،رقم:۶۷۸۰.

کیا بچے کے کان میں عورت اذان دے سکتی ہے؟

(۱۱۸) **سوال:** کیا فرماتے ہیں حضرات علمائے کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں:

کچھ روز قبل اسپتال میں میری پوتی پیدا ہوئی ہے، میں نے بڑی جد وجہد کر کے کسی مسلمان مرد کو تلاش کرنے کی کوشش کی کہ کوئی میری بچی کے کان میں اذان واقامت کہہ دیں؛ لیکن کوئی دستیاب نہیں ہو سکے، اخیر میں میں خود ہی ایک کان میں اذان اور ایک میں اقامت کہہ دی، مسئلہ دریافت کرنا ہے کہ کیا اذان واقامت جو بچی کے کانوں میں دی گئی ہیں وہ ہوئی یا نہیں؟ اس سلسلے میں شریعت کیا حکم صادر فرماتی ہے؟ ''بینوا وتوجروا''

فقط: والسلام

المستفتیہ: ڈاکٹر عاتکہ، بنگلور

الجواب وباللہ التوفیق: واضح رہے کہ حضرات فقہاء کرام نے عمومی طور پر نماز کے لیے جو اذان واقامت کہی جاتی ہے وہ اذان واقامت کہنا عورتوں کے لیے مکروہ لکھا ہے؛ کیوں کہ اس میں آواز کو بلند کرنا پڑتا ہے اور عورتوں کے لئے آواز بلند کرنا حرام ہے؛ لیکن بچے کے کانوں میں اذان واقامت بلند آواز سے نہیں دی جاتی ہے؛ بلکہ بچے کے نرم ونازک کان کے پردوں کا خیال کرتے ہوئے آہستہ آواز سے اذان واقامت کہی جاتی ہے، اس لیے کراہت کا سبب نہیں پایا جاتا ہے اور جب کراہت کا سبب نہیں پایا گیا تو عورت کا بچے کے کان میں اذان واقامت کہنا درست ہے، اس لیے آپ نے جو اذان واقامت کہی ہیں وہ بلا کراہت درست ہے؛ حالاں کہ ذکر کردہ سوال میں آپ نے مسلم مرد کو اسپتال میں تلاش بھی کیا ہے؛ لیکن دستیاب نہ ہونے کی صورت میں مجبوراً آپ نے اذان واقامت کہی ہے اس لیے اذان واقامت کے درست ہونے میں کوئی شک وشبہ نہ کریں۔

''وأذان امرأة، لأنها إن خفضت صوتها أخلت بالإعلام وإن رفعته ارتكبت معصية لأنه عورة. تحته في حاشية الطحطاوي ''أنه عورة'' ضعيف والمعتمد أنه فتنة''[1]

(۱) أحمد بن محمد، حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، ''كتاب الصلاة: باب الأذان'': ص: ۱۹۹، دار الكتاب ديوبند؛ وابن عابدين، رد المحتار، ''كتاب الصلاة: باب الأذان، مطلب في كراهة تكرار الجماعة في المسجد'': ج۲، ص:۷۸.

”اعلم أن الأذان والإقامة من سنن الجماعة المستحبة فلا يندبان لجماعة النساء والعبيد والعراة لأن جماعتهم غير مشروعة كما في البحر وكذا جماعة المعذورين يوم الجمعة للظهر في المصر فإن أدائه بهما مكروه كما في الحلبي قوله: من كراهتهما لهن لأن مبنى حالهن على الستر ورفع صوتهن حرام والغالب أن الإقامة تكون برفع صوت إلا أنه أقل من صوت الأذان“(۱)

”(قوله: للرجال) أما النساء فيكره لهن الأذان وكذا الإقامة، لما روي عن أنس وابن عمر من كراهتهما لهن؛ ولأن مبنى حالهن على الستر، ورفع صوتهن حرام إمداد“(۲)

”وأما أذان المرأة فلأنه لم ينقل إلينا عن أحد السلف حين كانت الجماعة مشروعة في حقهن فيكون من المحدثات، لا سيما بعد انتساخ جماعتهن؛ ولأن المؤذن يستحب له أن يشهر نفسه ويؤذن على المكان العالي ويرفع صوته والمرأة منهية عن ذلك كله، ولهذا جعل النبي صلى الله عليه وسلم التسبيح للرجال والتصفيق للنساء“(۳)

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد حسنین ارشد قاسمی
نائب مفتی دار العلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:
محمد احسان قاسمی، محمد عارف قاسمی، امانت علی قاسمی
محمد اسعد جلال قاسمی، محمد عمران گنگوہی
مفتیان دار العلوم وقف دیوبند

(۱) أحمد بن محمد، حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، ”كتاب الصلاة: باب الأذان“: ج۱،ص:۱۹۵.
(۲) ابن عابدين، رد المحتار، ”كتاب الصلاة: باب الأذان“: ج۲،ص:۴۸.
(۳) فخر الدين عثمان بن علي، تبيين الحقائق، ”كتاب الصلاة: باب الأذان“: ج۱،ص:۲۴۹،۲۵۰.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب صفة الصلاة
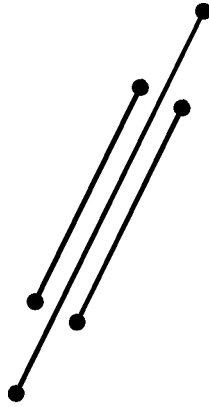
فصل اول: نماز کے شرائط کا بیان

فصل ثانی: نماز کے ارکان کا بیان

فصل ثالث: نماز کے واجبات کا بیان

فصل رابع: نماز کی سنتوں کا بیان

فصل خامس: نماز کے آداب ومستحبات کا بیان

فصل سادس: نماز کے بعد اذکار کا بیان

فصل اول

نماز کے شرائط کا بیان

احتلام کے بعد بغیر غسل کے نماز فجر پڑھنا:

(۱)**سوال:** ایک شخص کو حالت نوم میں احتلام ہو گیا تو کیا اَن جانے میں اس کی فجر کی نماز صحیح ہو جائے گی؟

فقط: والسلام
المستفتی: ممتاز عالم، بہار

الجواب وباللّٰہ التوفیق: صورت مسئولہ میں بغیر غسل وطہارت نماز ادا نہیں ہوگی جب معلوم ہو تو اس نماز کو لوٹا لے جو اس حالت میں پڑھی گئی ہو۔[1]

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد احسان غفرلہ
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:
خورشید عالم غفرلہ
مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

شرابی نشہ سے پہلے نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟

(۲)**سوال:** وضو بنا کر کسی شخص نے شراب پی لی اور نشہ آنے سے پہلے نماز پڑھنا چاہے تو پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟ زید کا کہنا ہے کہ صرف کلی کر کے نماز پڑھ سکتا ہے؟

فقط: والسلام
المستفتی: سلطان احمد قاسمی، کرناٹک

---

(۱) ﴿يَآأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْآ إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ﴾(سورة المائده:٦)

والطهارة مفتاحها بالنص وهو ما رواه السيوطي في الجامع الصغير من قوله صلى الله عليه وسلم: مفتاح الصلاة الطهور وتحريمها التكبير وتحليها التسليم.(ابن عابدين، رد المحتار مع الدر المختار: "كتاب الطهارة": ج۱، ص:۱۸۳)

الجواب وباللّٰہ التوفیق: صورت مسئولہ میں شراب پینا حرام اور گناہ کبیرہ ہے لیکن نشہ سے پہلے ناقض وضو نہیں ہے؛ اس لیے زید کا قول صحیح ہے جب تک کوئی ناقض وضو پیش نہ آئے وضو باقی رہے گا اور نماز پڑھنا درست ہے۔[1]

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد احسان غفرلہ (۱۹/۷/۱۴۱۶ھ)
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:
سید احمد علی سعید
مفتی اعظم دارالعلوم وقف دیوبند

پانی پر قدرت کے بعد تیمّم سے پڑھی گئی نماز کا حکم:

(۳)**سوال:** امام صاحب نے احتلام کے بعد غسل نہیں کیا کپڑے بدل کر تیمّم کر کے نماز پڑھا دی جب کہ سردی بھی سخت تھی تو نماز ہوگئی یا نہیں؟

فقط: والسلام
المستفتی: محمد عدنان القاسمی، جموں کشمیر

الجواب و باللّٰہ التوفیق: بشرط صحت سوال امام ومقتدیوں میں سے کسی کی نماز بھی درست نہیں ہوئی سب کو لوٹانا فرض ہے۔[2]

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد احسان غفرلہ (۱۷/۵/۱۴۲۰ھ)
نائب مفتی درالعلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:
خورشید عالم غفرلہ
مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

---

(۱)وينقضه إغماء ومنه الغشي وجنون وسكر بأن يدخل في مشية تمايل ولو بأكل الحشيشة. (ابن عابدين، رد المحتار، ''كتاب الطهارة، نواقض الوضوء'': مطلب نوم الأنبياء غير ناقض، ج۱، ص:۲۷۴)

كل ما خرج من السبيلين والدم والقيح والصديد إذا خرج من البدن فتجاوز إلى موضع يلحقه حكم التطهير والقيء إذا كان ملأ الفم والنوم مضطجعاً أو متكئاً أو مستنداً إلى شيء لو أزيل لسقط عنه، والغلبة على العقل بالإغماء والجنون والقهقهة في كل صلاة ذات ركوع وسجود. (أبو الحسن محمد بن جعفر القدوري، مختصر القدوري، ''كتاب الطهارة، المعاني الناقضة،: ص:۱۷)

(۲)ومن العذر حصول مرض يخاف منه اشتداد المرض أو بطء البرء أو تحركه (كالمحموم) والمبطون ومن الأعذار برد يخاف منه بغلبة الظن التلف بعض الأعضاء. قوله سواء كان (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر:)

بچے کو دودھ پلانے کے بعد نماز پڑھ لی:

(۴)**سوال:** عورت نے وضو بنا کر بچے کو دودھ پلایا پھر نماز پڑھ لی نماز ہوئی یا نہیں؟

فقط: والسلام
المستفتی: محمد شمیم، غازی پور

الجواب وباللہ التوفیق: نماز درست ہوگئی، کیوں کہ دودھ پلانے سے وضو نہیں ٹوٹتا، دودھ کا نکلنا نواقض وضو میں سے نہیں ہے۔[1]

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد عارف قاسمی (۴/۸: ۱۴۲۰ھ)
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:
خورشید عالم غفرلہ
مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

دس سال تک بلا ایمان یا بلا وضو نماز پڑھائی:

(۵)**سوال:** کیا فرماتے ہیں علماء دین مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں:

(پچھلے صفحہ کا حاشیہ:)خبیثاً أو محدثاً...... قال الحلواني لا رخصة للمحدث بذلك السبب إجماعاً. (أحمد بن محمد، حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، ''كتاب الطهارة: باب التيمم'': ص:۱۱۵، شیخ الہند دیوبند)

ويفسدها رؤية متيمم أو مقتد به ولم يره امامه ماء ...... وكذا تبطل بزوال كل عذر أباح التيمم. (أحمد بن محمد الطحطاوي، حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، ''كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلوٰة'': ص: ۳۲۶، ۳۲۷)

والرابع عشر من شروط صحة الاقتداء أن لا يعلم المقتدي من حال إمامه المخالف لمذهبه مفسداً في زعم المأموم يعني في مذهب المأموم...... فالصحيح جواز الاقتداء مع الكراهة...... وقال الديري في شرحه لا يكره إذا علم منه الاحتياط في مذهب الحنفي. (أحمد بن محمد الطحطاوي، حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، ''كتاب الصلاة: باب الإمامة'': ص: ۲۹۴)

(۱) وينقضه خروج كل خارج نجس منه أي من المتوضي الحي معتاداً أو لا أي ما يطهر أي يلحقه حكم التطهير المعاني الناقضة للوضوء كل ما خرج من السبيلين. (ابن عابدين، رد المحتار، ''كتاب الطهارة، سنن الوضوء، ج۱، ص: ۱۳۴. (إبراهيم الحلبي، غنية المستملي، ''فصل: في نواقض الوضوء'': ص: ۱۰۸، مکتبہ: دار الکتاب، دیوبند)

ایک شخص نے ایک بستی میں دس سال امامت کی پھر کہا کہ میں مسلمان نہیں تھا یا کہا کہ میں نے بے وضو نماز پڑھائی تھی تو مقتدی پر دس سال کی نماز کا اعادہ واجب ہوگا یا نہیں؟

فقط: والسلام

المستفتی: محمد ہلال، بنی گنج

الجواب و باللّٰہ التوفیق: اگر اس کے کفر پر سوائے اقرار کے اور کوئی دلیل نہیں ہے تو اس کو وقت اقرار سے مرتد قرار دیا جائے گا؛ لہٰذا گزشتہ زمانہ میں اس کی اقتداء میں پڑھی گئی نمازیں درست ہیں، ان کی قضاء لازم نہیں۔

”ولو زعم أنه كافر لم يقبل منه لأن الصلاة دليل الإسلام أي دليل على أنه كان مسلما وأنه كذب بقوله إنه صلى بهم وهو كافر، وكان ذلك الكلام منه ردة فيجبر على الإسلام“[1]

اور اگر وہ یہ کہتا ہے کہ میں نے دس سال تک بے وضو نماز پڑھائی اور مقتدی حضرات کو اس کی بات کے صحیح ہونے کا ظن غالب ہے تو ان نمازوں کا اعادہ ضروری ہوگا اور اگر ظن غالب ہو کہ یہ جھوٹ بول رہا ہے تو اعادہ کی ضرورت نہیں۔

”(وإذا ظهر حدث إمامه) أي بشهادة الشهود أنه أحدث وصلى قبل أن يتوضأ أو بإخباره عن نفسه وكان عدلا وإلا ندب كما في النهر عن السراج. (قوله: وكذا كل مفسد في رأي مقتد) أشار إلى أن الحدث ليس بقيد؛ فلو قال المصنف كما في النهر: ولو ظهر أن بإمامه ما يمنع صحة الصلاة لكان أولى، ليشمل ما لو أخل بشرط أو ركن، وإلى أن العبرة برأي المقتدي حتى لو علم من إمامه ما يعتقد أنه مانع والإمام خلافه أعاد، وفي عكسه لا إذا كان الإمام لا يعلم ذلك: (بطلت فيلزم إعادتها) لتضمنها صلاة المؤتم صحة وفسادا (كما يلزم الإمام إخبار القوم إذا أمهم وهو

---

(۱) ابن عابدين، رد المحتار، ”كتاب الصلاة، باب الإمامة، مطلب في الموضع التي تفسد صلاة الإمام دون المؤتم“: ج۲،ص:۳۴۰۔

محدث أو جنب)[۱]

الجواب صحیح:
محمد احسان غفرلہ، محمد عارف قاسمی
محمد عمران گنگوہی، محمد اسعد جلال قاسمی،
محمد حسنین ارشد قاسمی
مفتیان دار العلوم وقف دیوبند

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: امانت علی قاسمی
مفتی دار العلوم وقف دیوبند
(۲۹/۵/۱۴۴۲ھ)

جنابت کی حالت میں نماز پڑھادی:

(۶) **سوال:** میں نے ایک روز نماز فجر پڑھائی بعد میں معلوم ہوا کہ میں جنبی تھا، یہ بھی معلوم نہیں کر سکتے کہ مصلی کتنے تھے تو میں کیا کروں کیسے اعلان کروں اور نماز کا اعادہ کیسے کراؤں؟

فقط: والسلام
المستفتی: حافظ فہیم، دیوبند

الجواب و باللہ التوفیق: صورت مسئولہ میں امام و مقتدیوں میں سے کسی کی نماز نہیں ہوئی دوبارہ پڑھنا ضروری ہے، امام کو چاہئے کہ مقتدیوں کو خبر کردے اور نماز کے وقت اعلان کردے کہ فلاں دن فجر کی نماز میں جو حضرات شامل تھے وہ اپنی نماز کا اعادہ کرلیں۔

’’وإذا ظهر حدث إمامه وكذا كل مفسد في رأى مقتد بطلت فيلزم إعادتها لتضمنها صلوٰة المؤتم صحة وفساداً كما يلزم الإمام إخبار القوم إذا أمهم وهو محدث أو جنب الخ‘‘[۲]

الجواب صحیح:
خورشید عالم غفرلہ
مفتی دار العلوم وقف دیوبند

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد احسان غفرلہ (۲۳/۳/۱۴۱۹ھ)
نائب مفتی درالعلوم وقف دیوبند

---

(۱) ابن عابدين، رد المحتار، ’’كتاب الصلاة: باب الإمامة، مطلب في الموضع التي تفسد صلاة الإمام دون المؤتم‘‘: ج۲،ص:۳۴۰.
(۲) أيضاً:

جماعت یا وقت کے فوت ہونے کے خوف سے تیمّم کر کے نماز پڑھنا:

(۷) **سوال**: ایک شخص صبح کی نماز کے وقت مسجد میں پہونچتا ہے تو جماعت ہو رہی ہے خطرہ یہ ہے کہ اگر وضو بنایا جائے تو قعدہ اخیرہ بھی نہیں ملے گا یا وقت اس قدر تنگ ہے کہ وضو بنایا تو سورج طلوع ہو جائے گا اس لیے کہ وقت کم ہے تو وہ تیمّم کر کے نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟

فقط: والسلام
المستفتی: مولوی محمد الطاف، دہرادون

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اس صورت میں اس کو تیمّم کی اجازت شرعاً نہیں ہے۔ وضو بنا کر نماز پڑھے خواہ جماعت پوری ہو جائے یا وقت ختم ہو جائے۔[1]

فقط: واللّٰہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد احسان غفرلہ (۱۴۱۹/۱۲/۲۹ھ)
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:
خورشید عالم غفرلہ
مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

پیشاب کی تھیلی لگے ہوئے نماز پڑھنا:

(۸) **سوال**: زید کا پیشاب بند ہو گیا تھا، جس کی وجہ سے ڈاکٹر نے ربڑ کی نلی لگائی ہے جس سے پیشاب ہوتا ہے، اس میں پیشاب بھرا رہتا ہے اور پیٹ میں لگی رہتی ہے، تو اس حالت میں بھی نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں؟ نماز ادا ہوگی یا نہیں؟

فقط: والسلام
المستفتی: عبدالستار، مظفر نگر

---

(۱) ﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ﴾ (سورة المائدة:۶)

﴿فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا﴾ (سورة النساء:۴۳)

لايتيمم لفوت جمعة ووقت ولو وتراً لفواتها إلى بدل. (ابن عابدين، رد المحتار، "كتاب الطهارة: باب التيمم": ج۱ص:۴۱۳)

الجواب وباللہ التوفیق: جس مریض کو پیشاب کی تھیلی لگی ہوئی ہے، وہ شرعاً معذور ہے، اس کے لیے اس حال میں نماز پڑھنا جائز ہے، نماز معاف نہیں ہے، لیکن وہ تھیلی کے ساتھ مسجد میں داخل نہ ہو، بلکہ گھر میں تنہا نماز ادا کرے۔

''قوله: وإدخال نجاسة فيه يخاف منها التلويث ومفاده الجواز لو جافة، لكن في الفتاویٰ الهندية لا يدخل المسجد من على بدنه نجاسة''(۱)

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد احسان غفرلہ (۳۰/۷/۱۴۱۸ھ)
نائب مفتی دار العلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:
خورشید عالم غفرلہ
مفتی دار العلوم وقف دیوبند

سینیٹائزر کے استعمال کے بعد نماز پڑھنا:

(۹) **سوال:** کیا فرماتے ہیں علماء دین مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں:

آٹھ جون سے مرکزی حکومت نے مساجد کو کھولنے کا حکم دیا ہے، ساتھ میں کچھ ہدایات بھی ہیں اس میں ایک اہم ہدایت یہ ہے کہ مسجد میں آتے ہوئے ہر نمازی سینیٹائزر سے اپنے دونوں ہاتھ صاف کرے سوال یہ ہے کہ سینیٹائزر میں الکحل کی آمیزش ہوتی ہے، کیا ایسے سینیٹائزر کو استعمال کر کے نماز پڑھنا درست ہے؟

فقط: والسلام
المستفتی: محمد منہاج، حیدرآباد

---

(۱) ابن عابدين، رد المحتار، ''كتاب الصلاة: باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها، مطلب في أحكام المسجد'': ج۲، ص:۴۲۷.

وكذا مريض لا يبسط ثوباً إلا تنجس قولاً له تركه والمعذور إنما تبقي طهارته في الوقت. (ابن عابدين، ردالمحتار، ''كتاب الطهارة، باب الحيض: مطلب في أحكام المعذور'': ج۱، ص:۵۰۷)

مريض تحته ثياب نجسة إن كان بحال لا يبسط شيء إلا وينجس من ساعته يصلي على حاله وكذا إذا لم ينتجس الثاني، لكن يلحقه زيادة مشقة بالتحويل. كذا في فتاویٰ قاضي خان. (جماعة من علماء الهند، الفتاویٰ الهندية، ''كتاب الصلاة: الباب الرابع عشر: في صلاة المريض'': ج۱، ص:۱۹۷، مکتبہ: زکریا، دیوبند)

الجواب وباللّٰہ التوفیق: کھجور، انگور اور منقی سے بنی الکحل نجس اور حرام ہے۔ پھل یا دیگر مائعات سے کشید کردہ الکحل نجس اور حرام نہیں ہے؛ اس لیے دواؤں میں اس کا استعمال جائز ہے، ماہرین کی تحقیق یہی ہے کہ دواؤں میں جو الکحل استعمال ہوتا ہے وہ پھل وغیرہ کا ہوتا ہے اس لیے سینیٹائزر کا استعمال کرنا جائز ہے، اس سے وضو نہیں ٹوٹتا ہے اور اس کو استعمال کرنے کے فوراً بعد نماز پڑھنا درست ہے۔ ہاں! اگر کسی سینیٹائزر کے بارے میں یقین سے معلوم ہو جائے کہ اس میں مذکورہ تین چیزوں میں سے کسی کی آمیزش ہے، تو اس کا استعمال کرنا ناجائز ہوگا۔ ''فقه البیوع'' میں مفتی محمد تقی عثمانی صاحب لکھتے ہیں:

''وقد ثبت من مذهب الحنفية المختار أن غير الأشربة (المصنوعة من التمر أو من العنب) ليست نجسة''[۱]

''تکملة فتح الملهم'' میں ہے: ''إن معظم الكحول التي تستعمل اليوم في الأدوية و العطور و غيرها لا تتخذ من العنب أو التمر إنما تتخذ من الحبوب أو القشور أو البترول وغيره كما ذكر نا في باب بيوع الخمر''[۲]

الجواب صحیح:
محمد احسان غفرلہ، محمد عارف قاسمی
محمد عمران گنگوہی، محمد اسعد جلال قاسمی
مفتیان دارالعلوم وقف دیوبند

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: امانت علی قاسمی
مفتی دارالعلوم وقف دیوبند
(۱۴/۱۰/۱۴۴۱ھ)

کیا الکحل والے پرفیوم لگا کر نماز پڑھ سکتے ہیں؟

(۱۰) **سوال:** کیا الکحل والے پرفیوم لگا کر نماز پڑھ سکتے ہیں؟

فقط: والسلام
المستفتی: محمد اقتدار، لکھنؤ

---

(۱) مفتي محمد تقي العثماني، فقه البيوع: ج۱، ص: ۲۹۳.
(۲) مفتي محمد تقي العثماني، تكمله فتح الملهم: ج۳، ص: ۴۸۳.

الجواب وباللہ التوفیق: موجودہ تحقیق کے اعتبار سے پرفیوم کے اندر استعمال ہونے والا الکحل سبزیوں سے کشید کیا جاتا ہے، اس لیے اس کو لگا کر نماز پڑھنا جائز ہے؛ تاہم احتیاط پر عمل کرتے ہوئے بچنا چاہئے۔ (۱)

الجواب صحیح:	فقط: واللہ اعلم بالصواب
محمد احسان غفرلہ، محمد عارف قاسمی	**کتبہ:** محمد اسعد جلال قاسمی
محمد عمران گنگوہی	نائب مفتی دار العلوم وقف دیوبند
مفتیان دار العلوم وقف دیوبند	(۲۳/۱۰/۱۴۳۹ھ)

قے آلود کپڑوں میں پڑھی گئی نماز کا حکم:

(۱۱) **سوال:** ایک مقتدی کو قے آگئی اس سے امام صاحب کے کپڑے خراب ہو گئے، تو صورت مسئولہ میں نماز ہو گئی یا نہیں؟

فقط: والسلام
المستفتی: محمد شبیر، پرانی چونگی، منگلور

الجواب وباللہ التوفیق: جو قے منہ بھر ہو وہ نجاست غلیظہ ہے۔ مراقی الفلاح میں ہے۔ درہم سے کم ہو تو معاف ہے صورت مسئولہ میں ناپاک قے امام صاحب کے کپڑے کو لگ گئی

---

(۱) وإن معظم الكحول التي تستعمل اليوم في الأدوية والعطور وغيرها لا تتخذ من العنب أو التمر إنما تتخذ من الحبوب أو القشور أو البترول وغيره......وحينئذ هناك فسحة في الأخذ بقول أبي حنيفة عند عموم البلوى. (مفتي محمد تقي عثماني، تكمله فتح الملهم، ''كتاب الأشربة: حكم الكحول السكرة'': ج۹، ص: ۳۴۳، مکتبہ: اشرفی دیوبند)

المزر والجعة والبقع وما يتخذ من السكر والتين ونحو ذلك فيحل شربه عند أبي حنيفة رضي الله عنه قليلاً كان أو كثيراً مطبوخاً كان أو نياً ولا يحد شاربه وإن سكر. (الكاساني، بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع، ''كتاب الأشربة: باب حكم النبيذ'': ج۴، ص: ۲۸۶، مکتبہ: زکریا، دیوبند)

وظاهر أن الأحوط قول محمدؒ فلذا أفتى المتأخرون به لسد باب الفتنة لكن في زماننا فقد عارضه عموم البلوىٰ في شراب يقال له اسپريٹ فالأحوط في زماننا أن يؤدي إلى الجرأة في الإثم إذا لم ير الناس منه خلاصاً كما لا يخفىٰ فالأولىٰ أن لا يتعرض للمبتلى به بشيء نعم من قدر على الاحتراز منه فليتحرز ماشاء، كما قال العلامة التهانوي رحمه الله. (اشرف علی تھانوی، بہشتی زیور عکسی، ''نواں حصہ: جمادات کا بیان'': ص: ۱۰۱، کتب خانہ اختری، سہارنپور)

اور امام صاحب کا کپڑا ناپاک ہو گیا اس لیے نماز دوبارہ پڑھنی ہوگی۔ [1]

الجواب صحیح: فقط: واللہ اعلم بالصواب

خورشید عالم غفرلہ **کتبہ:** محمد احسان غفرلہ (۲۵/۷/۱۴۱۹ھ)

مفتی دار العلوم وقف دیوبند نائب مفتی دار العلوم وقف دیوبند

نماز فجر کے بعد کپڑوں پر تری دیکھی تو پڑھی گئی نمازوں کا حکم کیا ہے؟

(۱۲) **سوال:** صبح کو نماز فجر پڑھنے کے بعد اپنی لنگی پر تری دیکھی جس کے بارے میں غالب گمان ہے کہ یہ مذی ہے یا ودی بہر حال منی نہیں ہے، تو اس تری پر کیا حکم لگایا جائے گا، مذکورہ صورت میں نماز واجب الاعادہ ہوگی یا نہیں؟

فقط: والسلام

المستفتی: عبد الکریم، میرٹھ

الجواب و باللہ التوفیق: اگر غالب گمان مذی یا ودی ہونے کا تھا تو اس کو مذی یا ودی کا حکم دیا جائے اور نماز واجب الاعادہ نہ ہوگی لیکن یہ یاد رہے کہ مذی و احتلام کے لیے خواب آنا ضروری نہیں ہے۔ [2]

الجواب صحیح: فقط: واللہ اعلم بالصواب

خورشید عالم غفرلہ **کتبہ:** محمد احسان غفرلہ (۱۹/۱۱/۱۴۲۲ھ)

مفتی دار العلوم وقف دیوبند نائب مفتی دار العلوم وقف دیوبند

---

(۱) وما ينقض الوضوء بخروجه من بدن الإنسان. (الشرنبلالي، نور الإيضاح، "كتاب الطهارة، باب الأنجاس والطهارة عنها": ص:۵۴)

وعفي قدر الدرهم من مغلظة. (ایضًا:)

(۲) ولا عند مذي أو ودي بل الوضوء منه ومن البول جميعاً على الظاهر. (ابن عابدين، رد المحتار، "كتاب الطهارة، مطلب في رطوبة الفرج": ج۱، ص:۳۰۴، مکتبہ زکریا دیوبند)

پاک انڈرویر میں نماز پڑھنا:

(۱۳) **سوال:** اگر انڈرویر پاک ہے، تو اس کے ساتھ نماز پڑھنا کیسا ہے، جب کہ میں نے لوگوں کو دیکھا کہ نماز سے پہلے انڈرویر نکال دیتے ہیں؟

فقط: والسلام
المستفتی: محمد زبیر، ہریدوار

الجواب وباللہ التوفیق: انڈرویر اگر پاک ہے، تو وہ بھی ایک کپڑا ہے جس کے ساتھ نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ نماز درست ہے، ”**تطهير النجاسة من بدن المصلي وثوبه والمكان الذي يصلي عليه واجب**“[۱]

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد عارف قاسمی (۲۹/۱/۱۴۲۰ھ)
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:
خورشید عالم غفرلہ
مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

نجاست کے دھبے پر نمازی کا پیر پڑ جائے؟

(۱۴) **سوال:** جس زمین پر نماز پڑھی جائے اس کا بھی پاک ہونا شرط ہے، لیکن اگر کسی فرش پر نجاست پڑی تھی اور سوکھ جانے کے بعد صاف ہوگئی، مگر اس کا دھبہ باقی ہے اور اس دھبہ پر نمازی کا پیر یا ہاتھ چھو جائے، تو نماز فاسد ہوگی یا نہیں؟ دھبہ سے چھوتے ہی فاسد ہوگی یا وقت لگے گا؟

فقط: والسلام
المستفتی: محمد صفوان، بندی پور

---

(۱) جماعة من علماء الهند، الفتاویٰ الهندية، ”كتاب الصلاة: الباب الثالث: في شروط الصلوٰة، الفصل الأول في الطهارة وستر العورة“: ج۱، ص: ۱۱۴.

يجب أي يفرض على المصلي أن يزيل النجاسة المائعة عن بدنه وثوبه والمكان الذي يصلي فيه. (إبراهيم الحلبي، غنية المستملي: ص: ۱۵۵، دار الكتاب)

الجواب وباللّٰہ التوفیق: نجاست کا جرم اگر مکمل طور پر زائل ہوگیا ہے، تو صرف دھبہ کے باقی رہنے اور اس پر ہاتھ یا پیر کے مَس ہونے سے نماز میں کوئی فرق نہیں آئے گا، اگر پیر پر چھونے سے کوئی نجاست نہ لگے یا ایک رکن کی ادائیگی کے بقدر اس پر ٹھہرا نہ رہے۔[1]

الجواب صحیح:	فقط: واللہ اعلم بالصواب
محمد احسان غفرلہ، محمد عارف قاسمی	**کتبہ:** محمد اسعد جلال قاسمی
محمد عمران گنگوہی	نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند
مفتیان دارالعلوم وقف دیوبند	(۲/۲۷ ۱۴۴۰ھ)

قبرستان میں نماز پنج گانہ یا نماز جنازہ پڑھنا:

(۱۵) **سوال:** قبرستان میں نماز پنج گانہ یا نماز جنازہ پڑھنا کیسا ہے؟

فقط: والسلام

المستفتی: منصور احمد، دہرادون

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر قبرستان میں جگہ صاف ستھری ہو اور اس میں نجاست یا آگے کی طرف ابھری ہوئی قبر نہ ہو تو نماز بلا کراہت جائز ہے۔ اور اگر قبر سامنے ہے یا نمازی کے کھڑے ہونے کی جگہ قبر ہو تو نماز مکروہ تحریمی ہے، بہتر یہ ہے کہ قبرستان سے ہٹ کر نماز

(۱) إذا قام المصلي على مكان طاهر ثم تحول إلى مكان نجس ثم عاد إلى الأول إن لم يمكث على النجاسة مقدار ما يمكنه فيه أداء أدنى ركن جازت صلاته وإلا فلا.......... إذا أراد أن يصلي على أرض عليها نجاسة فكبسها بالتراب ينظر: إن كان التراب قليلاً بحيث لو شمه يجد رائحة النجاسة لا يجوز وإن كان كثيراً لا يجد الرائحة يجوز. (جماعة من علماء الهند، الفتاوىٰ الهندية، ''كتاب الصلاة: الباب الثالث، في شروط الصلاة، الفصل الثاني: في طهارة مايستر به العورة'': ج۱، ص: ۱۱۹، مکتبہ: زکریا، دیوبند)

وفي القنية: لو صلى على زجاج يصف ما تحته قالوا جميعاً يجوز. (ابن عابدين، رد المحتار، ''كتاب الصلاة: باب شروط الصلاة'': ج۲، ص: ۷۴)

پڑھی جائے۔ (۱)

الجواب صحیح:
خورشید عالم غفرلہ
مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد احسان غفرلہ (۱۴۱۹/۹/۳ھ)
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

گوبری کیے ہوئے گھر میں جائے نماز بچھا کر نماز پڑھنا:

(۱۶) **سوال:** میری ملازمت سرکاری ہے گاؤں در گاؤں گھومنا پڑتا ہے بعض گاؤں میں مسجد نہیں ہوتی اور مسلمانوں کے گھر بھی گوبری سے لیپے ہوئے ہوتے ہیں، تو ایسی جگہ مصلی بچھا کر نماز پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

فقط: والسلام
المستفتی: عبدالسمیع، ہریدوار

الجواب وباللہ التوفیق: مذکورہ زمین کے خشک ہوجانے کے بعد اس پر مصلی بچھا کر نماز پڑھ سکتے ہیں۔ (۲)

الجواب صحیح:
خورشید عالم غفرلہ
مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد احسان غفرلہ (۱۴۱۹/۶/۱۸ھ)
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

---

(۱) لاتكره الصلاة في جهة قبر إلا إذا كان بين يديه بحيث لو صلى صلاة الخاشعين وقع بصره عليه كما في جنائز المضمرات. (ابن عابدين، رد المحتار على الدر المختار، "كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلوة ومايكره فيها": مطلب في بيان السنة والمستحب والمندوب والمكروه وخلاف الأولىٰ، ج۲، ص:۴۲۵)

وفي الحاوی وإن كانت القبور ماوراء المصلي لايكره فإنه إن كان بينه وبين القبر مقدار مالو كان في الصلاة ويمر إنسان لايكره، فههنا أيضاً لايكره كذا في التاتارخانية. (جماعة من علماء الهند، الفتاوىٰ الهندية، "كتاب الصلاة، الباب السابع فيما يفسد الصلاة ومايكره فيها، الفصل الثاني فيما يكره في الصلاة ومالايكره": ج۱، ص:۱۶۶)

(۲) ومكانه فلا تمنع النجاسة في طرف البساط ولو صغيرا في الأصح ولو كان رقيقا وبسطه على موضع نجس إن صلح ساترا للعورة تجوز الصلاة كما في البحر عن الخلاصة. (ابن عابدين، رد المحتار على الدر المختار، "كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة": ج۲، ص:۷۴)

بیت الخلاء پر بنے واٹر ٹینک کے اوپر نماز پڑھنا:

(۱۷)**سوال:** بیت الخلاء کے اوپر بنے واٹر ٹینک کے اوپر نماز پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟ یہ واٹر ٹینک بدبو وغیرہ سے بالکل پاک ہے؟

فقط: والسلام
المستفتی: سلمان، لکھنؤ

الجواب و باللّٰہ التوفیق: اس پر نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔[1]

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد اسعد جلال قاسمی
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند
(۱۴۳۹/۱۲/۲۷ھ)

الجواب صحیح:
محمد احسان غفرلہ، محمد عارف قاسمی
محمد عمران گنگوہی
مفتیان دارالعلوم وقف دیوبند

کس قدر ستر کھلنے سے نماز نہیں ہوتی؟

(۱۸)**سوال:** کبھی کبھی نماز میں میری پینٹ کی سلائی تھوڑی سی کھل جاتی ہے، جسم پورا صاف تو نظر نہیں آتا، لیکن اگر غور سے دیکھیں تو نظر آجائے گا، ایسی صورت میں نماز درست ہوگی یا نہیں؟ کبھی ہم ایسے کپڑے پہنتے ہیں کہ اس کی کثافت بہت کم ہوتی ہے، جس کی وجہ سے بارش وغیرہ کے موسم میں ہمارے کپڑے اتنے گیلے ہوجاتے ہیں کہ بدن کا رنگ نظر آتا ہے حالاں کہ بدن کا چھپانا نماز میں فرض ہے؛ اس صورت میں نماز درست ہے یا نہیں؟

فقط: والسلام
المستفتی: محمد شعیب، بڑی بازار

---

(۱) وأما طهارة مكان الصلاة فلقوله تعالىٰ: ﴿أَنْ طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْعٰكِفِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ﴾ وقال في موضع والقائمين والركع السجود ولما ذكرنا أن الصلاة خدمة الرب تعالىٰ وتعظيمه وخدمة المعبود المستحق للعبادة وتعظيمه بكل الممكن فرض، وأداء الصلاة على مكان طاهر أقرب إلى التعظيم فكان طهارة مكان الصلاة شرطا، وقد روي عن أبي هريرة رضي الله عنه عن رسول الله أنه نهي عن الصلاة في المزبلة والمجزرة ومعاطن الإبل وقوارع الطرق والحمام والمقبرة وفوق ظهر بيت الله تعالىٰ. (الكاساني، بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع، "كتاب الصلاة، فصل شرائط أركان الصلاة": ج۱،ص:۳۰۳)

الجواب وباللہ التوفیق: اگر عضو کا چوتھائی حصہ کھل گیا تو نماز نہیں ہوگی، اگر اس سے کم ہے تو نماز ہو جائے گی۔ اسی طرح گیلے کپڑے میں ستر صاف نظر آئے، تو نماز نہیں ہوگی، بھر پور احتیاط ضروری ہے۔ [1]

فقط: واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد احسان غفرلہ (۱۰/۲۴: ۱۴۳۶ھ)

مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:

محمد اسعد جلال قاسمی، محمد عمران گنگوہی

مفتیان دارالعلوم وقف دیوبند

نماز میں ستر کا کتنا پردہ ہونا چاہئے؟

(۱۹) **سوال:** نماز میں ستر کا کتنا پردہ ہونا چاہئے؟

فقط: والسلام

المستفتی: خالد بیگ، دیوبند

الجواب وباللہ التوفیق: مردوں کے لیے ستر ناف سے لے کر گھٹنے تک ہے اور عورتوں کے لیے چہرہ، ہتھیلی اور پاؤں کے علاوہ پورا جسم ستر ہے، اور پورے ستر کا پردہ لازم ہے۔ [2]

فقط: واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد اسعد جلال قاسمی

نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

(۵/۲۱: ۱۴۳۷ھ)

الجواب صحیح:

محمد احسان غفرلہ، محمد عارف قاسمی

محمد عمران گنگوہی

مفتیان دارالعلوم وقف دیوبند

---

(۱) الثوب الرقيق الذي يصف ما تحته لا تجوز الصلوٰة فيه: كذا في التبيين. ولو كان عليه قميص ليس غيره وكان إذا سجد لا يرى أحد عورته؛ لكن لو نظر إليه إنسان من تحته رأى عورته فهذا ليس بشيء، قليل الإنكشاف عفو لأن فيه بلوىٰ ولا بلوىٰ في الكبير فلا يجعل عفواً، الربع وما فوقه كثير وما دون الربع قليل: وهو الصحيح. (جماعة من علماء الهند، الفتاوىٰ الهندية، "كتاب الصلاة: الباب الثالث: في شروط الصلوٰة، الفصل الأول: في الطهارة وستر العورة" ج۱ص:۱۱۵،مكتبه: زكريا، ديوبند)

وتجمع بالأجزاء لو في عضو واحد وإلا فبالقدر فإن بلغ ربع أدناها كأذن منع. (ابن عابدين،رد المحتار، "كتاب الصلاة: باب شروط الصلاة": مطلب في النظر إلى وجه الأمرد، ج ۲،ص:۸۳، مكتبه: زكريا، ديوبند)(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

نماز میں عورت کی آستین کا ایک چوتھائی کھلنا:

(۲۰)**سوال:** کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام وعلماء عظام مسئلہ ذیل کے بارے میں:
مسئلہ یہ معلوم کرنا ہے کہ عورت نماز میں ہوتی ہے اوراس کی آستین چھوٹی ہوتی ہے بسا اوقات رکوع میں جاتے وقت آستین کا ایک چوتھائی کھل جاتا ہےتو کیا آستین کے ایک چوتھائی کھلنے سے نماز فاسد ہوجائے گی؟ ایک صاحب نے تقریر میں کہا کہ کلائی کے اوپر تین انگلی کے بقدر اگر کھل گیا تو نماز نہیں ہوگی کیا یہ مسئلہ صحیح ہے؟

فقط: والسلام
المستفتی: عبداللہ، کلکتہ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: نماز میں ستر عورت فرض ہے۔ چہرہ، ہتھیلی اور پاؤں کے علاوہ پورا جسم عورت کے ستر میں داخل ہے اس میں کسی بھی عضو کے ایک چوتھائی کھلنے سے نماز نہیں ہوتی ہے۔ عورت کا بازو (کلائی سے کہنی تک کا حصہ) بھی صحیح قول کے مطابق ستر میں داخل ہے اس کا چوتھائی حصہ ایک رکن کے بقدر کھلا رہا تو نماز فاسد ہوجائے گی۔ گٹوں سے کہنی تک کی مقدار بارہ انگلی ہوتی ہے اس کا چوتھائی تین انگلی ہے؛ اس لیے مولانا صاحب نے تقریر میں جو تین انگلی بیان کیا ہے وہ درست ہے۔
”ذراعاها عورة كبطنها في ظاهر الرواية، عن أصحابنا الثلاثة وروي في غير

(پچھلے صفحہ کا حاشیہ:)فإن صلت وربع ساقها مكشوف أو ثلثها تعيد الصلوة عند أبي حنيفةؒ ومحمدؒ وإن كا أقل من الربع لا تعيد. (المرغيناني، هداية، ”كتاب الصلاة: باب شروط الصلاة التي تتقدمها“: ج۱،ص:۹۳،دار الكتاب، ديوبند)

(۲)وعورة الرجل ما تحت السرة إلى الركبة لقوله عليه السلام : عورة الرجل ما بين سرّته إلى ركبتيه...... وبدن الحرة كلها عورة إلا وجهها وكفيها لقوله عليه السلام: المرأة عورة واستثناء العضوين للابتداء بإبدائهما. (المرغيناني، هداية،”كتاب الصلاة: باب شروط الصلاة التي تقدمها“: ج۱،ص:۹۲-۹۳، مكتبہ: دار الكتاب، ديوبند)

عورة الرجل للرجل من تحت السرة حتى تجاوز ركبتيه......بدن الحرة عورة إلا وجهها وكفيها وقدميها، كذا في المتون. (جماعة من علماء الهند، الفتاوىٰ الهندية،”كتاب الصلاة: الباب الثالث، في شروط الصلاة“: الفصل الأول في الطهارة وستر العورة، ج۱،ص:۱۱۵، مكتبہ: زكريا، ديوبند)

ظاهر الرواية عن أبي يوسف أنه روي عن أبي حنيفة أن ذراعيها ليسا بعورة وفي الاختيار قال لو انكشف ذراعها جازت صلاتها لأنها من الزينة الظاهرة والسوار وتحتاج إلى كشفه للخدمة وستره أفضل وصحح بعضهم أنه عورة في الصلاة لا خارجها ولكن القول الأول وهو ظاهر الرواية هو الصحيح إذ لا ضرورة في ابدائه وكون السوار من الزينة الظاهرة محل النزاع بل هو لليد كالخلخال للرجل''[۱]

''(وكشف ربع ساقها يمنع) يعنى جواز الصلاة؛ لأن ربع الشيء يحكى حكاية الكل كما في حلق الراس في الإحرام حتى يصير به حلالا في أوانه ويلزمه الدم قبله،وعند أبي يوسف يعتبر انكشاف الأكثر؛لأن الشيء إنما يوصف بالكثرة إذا كان ما يقابله أقل منه وفي النصف عنه روايتان في رواية يمنع لخروجه عن حد القلة ولا يمنع في أخرى لعدم دخوله في حد الكثرة قال رحمه اللّٰه (وكذا الشعر والبطن والفخذ والعورة الغليظة)''[۲]

''قال في القنية وهذا نص على أمرين الناس عنهما غافلون:أحدهما أنه لا يعتبر الجمع بالأجزاء كالأسداس والأسباع والاتساع بل بالقدر. والثاني أن المكشوف من الكل لو كان قدر ربع أصغرها من الأعضاء المكشوفة يمنع الجواز حتى لو انكشف من الأذن تسعها ومن الساق تسعها تمنع؛لأن المكشوف قدر ربع الأذن''[۳]

''وأما المرأة يلزمها أن تستر نفسها من فرقها إلى قدمها ولا يلزمها ستر الوجه والكفين بلا خلاف،وفي القدمين اختلاف المشايخ واختلاف الروايات عن أصحابنا رحمهم اللّٰه،وكان الفقيه أبو جعفر تردد في هذا فيقول مرة؛إن قدمها عورة،ويقول مرة: إن قدمها ليست بعورة،فمن يجعلها عورة يقول يلزمها سترها ومن لا يجعلها عورة يقول: لا يلزمها سترها، والأصح أنها ليست بعورة، وهي مسألة كتاب الاستحسان أيضاً. قال أبو حنيفة ومحمد:الربع وما فوقه كثير،وما دون الربع قليل،

(۱) إبراهيم الحلبي، غنية المتملي:ج۱،ص:۴۳۹.

(۲) فخرالدين عثمان بن علي، تبيين الحقائق، ''باب شروط الصلاة'':ج۱،ص:۹۶.

(۳)ابن نجيم،البحر الرائق،''كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة'':ج۱،ص:۴۷۳.

وقال أبو يوسف: ما فوق النصف كثير وما دونه قليل، وفي النصف عنه روايتان، والصحيح قولهما؛ لأن ربع الشيء أقيم مقام الكل في كثير من الأحكام كمسح ربع الرأس في الوضوء، وكحلق ربع الرأس في حق المحرم"[1]

الجواب صحیح:
محمد احسان غفرلہ، محمد عارف قاسمی
محمد عمران گنگوہی، محمد اسعد جلال قاسمی
محمد حسنین ارشد قاسمی
مفتیان دار العلوم وقف دیوبند

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: امانت علی قاسمی
مفتی دار العلوم وقف دیوبند
(۱۴۴۳/۵/۷ھ)

سمت قبلہ میں تھوڑے سے فرق سے پڑھی گئی نماز کا حکم:

(۲۱) **سوال:** ہمارے یہاں مسجد نہیں ہے، ایک شخص اپنی نمازیں ادا کرتا رہا بعد میں پتہ چلا کہ سمت قبلہ میں تھوڑا سا فرق آ گیا ہے تو نماز دہرانی پڑے گی یا نہیں؟

فقط: والسلام
المستفتی: عبد الصمد، الہ آباد

الجواب وباللہ التوفیق: ہم لوگ جہت (سمت) قبلہ کے مکلّف ہیں اس میں اگر کچھ معمولی کمی زیادتی ہو جائے تب بھی نماز اداء ہو جاتی ہے، پس مذکورہ صورت میں نمازیں ادا ہو گئیں اعادہ کی ضرورت نہیں ہے۔[2]

الجواب صحیح:
سید احمد علی سعید
مفتی اعظم دار العلوم وقف دیوبند

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد عمران دیوبندی غفرلہ (۱۴۱۳/۱۰/۱۷ھ)
نائب مفتی دار العلوم وقف دیوبند

---

(۱) محمود بن أحمد، المحيط البرهاني، "كتاب الصلاة، الفصل الرابع في فرائض الصلاة و سننها": ج ۲، ص: ۱۴، ادارة التراث الاسلامي لبنان.

(۲) ولغير المشاهد إصابة جهتها البعيد والقريب سواء (ولو بمكة) وحال بينه وبين الكعبة بناء أو جبل (على الصحيح) كما في الدراية والتجنيس. (أحمد بن محمد، حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، "كتاب الصلاة: باب شروط الصلاة": ص: ۲۱۳-۲۱۴، مکتبہ شیخ الہند، دیوبند) (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

بلاتحری نماز پڑھنے کی صورت میں نماز ہوگی یا نہیں؟

(۲۲) **سوال:** جب قبلہ مشتبہ ہو جائے تو جہت تحری قبلہ ہے، اس صورت میں بغیر تحری اگر قبلہ کی جانب متوجہ ہو کر نماز پڑھی تو نماز ہوگی یا نہیں جیسا کہ شرح وقایہ (ج:۱، ص: ۱۳۸، مکتبہ: تھانوی، دیوبند) میں ہے ''**إن شرع بلا تحر لم يجز وإن أصاب لأن قبلة جهة تحريه ولم توجد**'' اور اسی طرح اس مسئلہ کے بارے میں دین کی باتیں جو کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی لکھی ہوئی ہے جس کی عبارت یہ ہے کہ: اگر چہ بے پوچھے پڑھ لے گا تو نماز نہ ہوگی؛ بلکہ اگر بعد میں معلوم ہو جائے کہ ٹھیک قبلہ ہی کی طرف پڑھی ہے تب بھی نماز نہ ہوگی (ص:۷۶) اور بہشتی زیور میں ہے کہ اگر چہ بے سوچے پڑھی گئی تو نماز نہ ہوگی؛ لیکن بعد میں معلوم ہو جائے ٹھیک قبلہ ہی کی طرف پڑھی تو نماز ہو جائے گی (ص:۸۹) اور کنز الدقائق کے حاشیہ اور ہدایہ کے حاشیہ میں ہے کہ نماز ہو جائے گی لہٰذا صحیح کیا ہے؟

فقط: والسلام

المستفتی: شمس الحق، مدرسہ عین العلوم، الہ آباد

الجواب وباللہ التوفیق: قبلہ مشتبہ ہونے کی صورت میں بلاتحری نماز پڑھنا درست نہیں، لیکن اگر پڑھ لی اور بعد میں معلوم ہوا کہ صحیح سمت میں پڑھی ہے، تو نماز ہوگئی اعادہ کی ضرورت نہیں، آپ نے جن کتابوں کے حوالے دئے ہیں وہ بھی درست ہیں۔

''**وإن شرع بلا تحر لم يجز وإن أصاب لتركه فرض التحري إلا إذا علم**

(پچھلے صفحہ کا حاشیہ) ومن كان خارجاً عن مكة فقبلته جهة الكعبة وهو قول عامة المشائخ، وهو الصحيح هكذا في التبيين. (جماعة من علماء الهند، الفتاوىٰ الهندية،''كتاب الصلاة: الباب الثالث في شروط الصلاة، الفصل الثالث،في استقبال القبلة'': ج۱،ص:۱۲۰، زکریا، دیوبند)

والأصح أن من بينه وبينها حائل كالغائب، وأقره المصنف قائلاً: والمراد بقولي ''فللمكي'' مكي يعاين الكعبة (ولغيره) أي غير معاينها إصابة جهتها. (ابن عابدين، رد المحتار،''كتاب الصلاة: باب شروط الصلاة'': مبحث في استقبال القبلة، ج۲،ص:۱۰۸-۱۰۹، زکریا، دیوبند)

إصابته بعد فراغه فلا يعيد اتفاقاً‘‘[۱]

’’فلو صلى من اشتبه عليه حالها بلا تحرى أعادها لترك ما افترض عليه من التحري إلا إذا علم أنه أصاب بعد الفراغ لحصول المقصود‘‘[۲]

’’قوله:اجتهد فلو صلى من اشتبهت عليه بلا تحرى فعليه الإعادة إلا إن علم بعد الفراغ أنه أصاب‘‘[۳]

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد عمران دیوبندی غفرلہ (۲۲/۱/۱۴۰۸ھ)
نائب مفتی دار العلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:
سید احمد علی سعید
مفتی اعظم دار العلوم وقف دیوبند

قطب نما کے اعتبار سے قبلہ سے منحرف مساجد میں نماز اداء کرنا درست ہے یا نہیں؟

(۲۳) **سوال**: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان کرام شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں: صوبہ بہار میں پہلے زمانہ کی بنی ہوئی بہت سی ایسی مسجدیں ہیں جو قطب نما سے نہیں ملتی ہیں، ایسی مسجدوں میں اسی رخ پر نماز پڑھنے سے نماز ہو جائے گی یا نہیں؟ یا اس میں صف کج کر کے اسی رخ پر نشان لگانا ہوگا کہ قطب نما سے مل جائے۔

فقط: والسلام
المستفتی: شمس الدین، ارریہ

---

(۱) ابن عابدين، رد المختار، ’’كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة، مطلب مسائل التحري في القبلة‘‘: ج۲، ص:۱۱۹.

(۲) أبو البركات، عبدالله بن أحمد النسفي، حاشيه كنز الدقائق: ص:۲۱، مكتبه: تهانوى، ديوبند.

(۳) المرغيناني، حاشيه هدايه: ج۱، ص:۹۷، حاشيه:۷، ياسر نديم، كمپنى، ديوبند.

وإن اشتبهت عليه القبلة وليس بحضرته من يسأله عنها اجتهد وصلىّ، كذا في الهداية فإن علم أنه أخطأ بعد ما صلىّ لا يعيدها وإن علم هو في الصلاة استدار إلى القبلة وبنى عليها، كذا في الزاهدي. (جماعة من علماء الهند، الفتاوىٰ الهندية، ’’كتاب الصلاة: الباب الثالث في شروط الصلاة، الفصل الثالث: في استقبال القبلة‘‘: ج۱، ص:۱۲۱، زکریا، دیوبند)

الجواب وباللہ التوفیق: سمت قبلہ کی تعیین اور تعمیر مساجد کے سلسلے میں سلف وصحابہ وتابعین سے لے کر آج تک طریقہ یہ ہے کہ جس شہر میں پرانی مسجدیں مسلمانوں کی تعمیر کردہ موجود ہوں انھیں کے مطابق نمازیں کر لی جائیں، ایسی جگہوں میں آلات رصدیہ اور قواعد ریاضیہ کی باریکیوں میں پڑنا خلاف سنت اور نا مناسب ہے؛ اس لیے آپ اپنے آس پاس کی پرانی مسجدوں میں نمازیں پڑھیں، آلات جدیدہ پر کلی اعتماد نہ کریں، کمپاس یا قبلہ نما کی تعیین کا لازمی اعتبار نہیں ہے۔ ہاں اس سے آپ مدد لے سکتے ہیں فیصلہ نہیں کر سکتے ہیں۔

اگر عین قبلہ سے پینتالیس ڈگری سے کم انحراف ہو، تو نماز ہو جاتی ہے؛ لیکن جان بوجھ کر انحراف رکھنا درست نہیں ہے۔

اگر واقعی مسجد جہت قبلہ سے منحرف ہے، تو مسجد کو از سر نو توڑ پھوڑ کرنے کی ضرورت نہیں ہے البتہ صفیں اس طرح لگادی جائیں کہ تمام صفوں کا رخ جہت قبلہ کی طرف ہو جائے۔

جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا کہ قدیم ترین مسجد کو معیار بنایا جائے؛ لیکن اس کی کوئی حتمی تعیین نہیں کی جا سکتی ہے، بلکہ شہر میں جو سب سے قدیم مسجد ہو اس کو معیار بنا لیا جائے۔

”فللمكي إصابة عينها ولغيرها أي:غير معاينها إصابة جهتها بأن يبقى شيء من سطح الوجه مسامتا للكعبة أو لهوائها،بأن يفرض من تلقاء وجه مستقبلها حقيقة في بعض البلاد الخ قال الشامي:فيعلم منه أنه لو انحرف عن العين انحرافاً لاتزول منه المقابلة بالكلية جاز،ويؤيده ما قال في الظهيرية:إذا تيامن أو تياسر تجوز لأن وجه الإنسان مقوس،لأن عند التيامن أو التياسر يكون أحد جوانبه إلى القبلة“[1]

فقط: واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: امانت علی قاسمی

مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

(۲۰/۲:۱۴۴۲ھ)

الجواب صحیح:

محمد احسان غفرلہ، محمد عارف قاسمی، محمد عمران گنگوہی

محمد اسعد جلال، محمد حسنین ارشد قاسمی

مفتیان دارالعلوم وقف دیوبند

---

(۱) ابن عابدين، رد المحتار، ”كتاب الصلاة، “باب شروط الصلاة”: (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

عین کعبہ سے اڑتیس ڈگری منحرف مسجد میں نماز کا حکم:

(۲۴) **سوال:** کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں:

ایک مسجد جو مکمل تعمیر ہو چکی ہے اور کافی عرصے سے باجماعت نماز ہو رہی ہے؛ لیکن مسجد کا رخ عین کعبہ سے اڑتیس ڈگری دائیں جانب منحرف ہے، اگر عین کعبہ سے اڑتیس ڈگری منحرف رخ پر صفوں کو باقی رکھیں، تو مسجد کو زیادہ توڑ پھوڑ اور نقصان سے بچایا جاسکتا ہے اور مسجد کی خوبصورتی بھی کسی حد تک باقی رہے گی، ایسی صورت میں رخ مسجد کو عین کعبہ سے اڑتیس ڈگری یا کچھ کم وبیش منحرف درست کر کے نماز پڑھنا بلا کراہت درست ہوگا یا نہیں؟

(۱) عین کعبہ سے دائیں یا بائیں منحرف ہونے کی حد کتنی ڈگری ہے جس حد تک نماز پڑھنا بلا کراہت درست ہو؟

(۲) اگر نماز صحیح ہو جائے گی، تو فرش کا پتھر موجودہ رخ پر ہی لگایا جائے یا دوسری پرانی مساجد یا قبلہ نما کے مطابق کرلیا جائے۔

(۳) مسجد کے رخ کی پیمائش کمپاس کے ذریعہ کی گئی ہے اور شریعت میں کمپاس کا اعتبار نہیں ہے، تو رخ کی پیمائش کرنے کی کیا صورت ہوگی۔

(۴) اگر قدیم مساجد کے رخ پر مسجد کا رخ کردیں، تو قدیم مساجد سے مراد کتنی قدیم ہو وضاحت فرمادیں نوازش ہوگی؟

فقط: والسلام

المستفتی: انتظامیہ بلال مسجد ککرالہ، بدایوں

(پچھلے صفحہ کا حاشیہ) مبحث في استقبال القبلة، ج۲، ص:۱۰۹، مکتبہ: زکریا، دیوبند.

ومن كا خارجاً عن مكة فقبلته جهة الكعبة، وهو قول عامة المشائخ هو الصحيح: هكذا في التبيين.

وجهة الكعبة تعرف بالدليل، والدليل في الأمصار والقرىٰ المحاريب التي نصبها الصحابة والتابعون فعلينا اتباعهم فإن لم تكن فالسوال من أهل ذلك الموضع، وأما في البحار والمفاوز فدليل القبلة النجوم هكذا في فتاوىٰ قاضي خان. (جماعة من علماء الهند، الفتاوىٰ الهندية،''كتاب الصلاة: الباب الثالث في شروط الصلاة، الفصل الثالث: في استقبال القبلة''، ج۱، ص:۱۲۰، زکریا، دیوبند)

الجواب وباللہ التوفیق: (۱) سمت قبلہ کی تعیین اور تعمیر مساجد کے سلسلے میں صحابہؓ و تابعین سے لے کر آج تک طریقہ یہ ہے کہ جس شہر میں پرانی مسجدیں مسلمانوں کی تعمیر کردہ موجود ہوں انھیں کے مطابق نئی مساجد تعمیر کر لی جائیں، ایسی جگہوں میں آلات رصدیہ اور قواعد ریاضیہ کی باریکیوں میں پڑنا خلاف سنت اور نامناسب ہے؛ اس لیے آپ اپنے آس پاس کی پرانی مسجدوں کے مطابق اپنی مسجد کا قبلہ طے کرلیں۔ آلات جدیدہ پر کلی اعتماد نہ کریں کمپاس یا قبلہ نما کی تعیین کا کلی اعتبار نہیں ہے، ہاں اس سے آپ مدد لے سکتے ہیں فیصلہ نہیں کر سکتے ہیں۔

(۲) اگر عین قبلہ سے پینتالیس ڈگری سے کم انحراف ہو، تو نماز ہو جاتی ہے؛ لیکن جان بوجھ کر انحراف رکھنا درست نہیں ہے۔

(۳) اگر واقعی مسجد جہت قبلہ سے منحرف ہے، تو مسجد کو از سر نو توڑ پھوڑ کرنے کی ضرورت نہیں ہے؛ البتہ صفیں اس طرح لگادی جائیں کہ تمام صفوں کا رخ جہت قبلہ کی طرف ہو جائے۔

(۴) جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا کہ قدیم ترین مسجد کو معیار بنایا جائے، لیکن اس کی کوئی حتمی تعیین نہیں کی جاسکتی ہے، بلکہ شہر میں جو سب سے قدیم مسجد ہو اس کو معیار بنالیا جائے۔

”فللمكي إصابة عينها ولغيره أي: غير معاينها إصابة جهتها بأن يبقي شيء من سطح الوجه مسامتا للكعبة أو لهوائها، بأن يفرض من تلقاء وجه مستقبلها حقيقة في بعض البلاد الخ قال الشامي: فيعلم منه أنه لو انحرف عن العين انحرافاً لاتزول منه المقابلة بالكلية جاز، ويؤيده ما قال في الظهيرية: إذا تيامن أو تياسر تجوز؛ لأن وجه الإنسان مقوس، لأن عند التيامن أو التياسر يكون أحد جوانبه إلى القبلة“[1]

واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: امانت علی قاسمی
مفتی دار العلوم وقف دیوبند
(۲۰/۲/۱۴۴۲ھ)

الجواب صحیح:
محمد احسان غفرلہ، محمد عارف قاسمی، محمد عمران گنگوہی
محمد اسعد جلال قاسمی، محمد حسنین ارشد قاسمی
مفتیان دار العلوم وقف دیوبند

---

(۱) ابن عابدين، رد المحتار، ”كتاب الصلاة: باب شروط الصلاة، بحث في استقبال القبلة: (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

دل میں نماز پڑھنے سے نماز اداء ہوگی یا نہیں؟

(۲۵)**سوال:** آج کل سفر میں رش ہونے کی وجہ سے بالکل جگہ نہیں ملتی تو کیا اگر قبلہ رخ ہوکر زید دل ہی دل میں نماز پڑھے، تو اس کی نماز ادا ہو جائے گی یا بعد سفر قضاء کرے؟

فقط: والسلام
المستفتی: محمد شادمان، مدراس

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اس طرح دل میں نماز پڑھنے سے نماز ادا نہ ہوگی اگر رش کی وجہ سے نماز پڑھنا دشوار ہو تو بعد میں قضاء کریں۔[1]

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد عمران دیوبندی غفرلہ (۱۴۲۱/۳/۹ھ)
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:
سید احمد علی سعید
مفتی اعظم دارالعلوم وقف دیوبند

مرد کا چست اور باریک لباس پہن کر نماز پڑھنا:

(۲۶)**سوال:** کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کوئی مرد چست اور باریک لباس پہن کر نماز پڑھے تو نماز ادا ہوئی یا اس نماز کے اعادہ کی ضرورت ہے؟ ''بینوا وتوجروا''

فقط: والسلام
المستفتی: محمد خورشید اقبال، سمستی پور

(پچھلے صفحہ کا حاشیہ) ج۲،ص:۱۰۹، مکتبہ: زکریا دیوبند.

اتفقوا على أن القبلة في حق من كان بمكة عين الكعبة، فيلزمه التوجه إلى عينها، كذا في فتاویٰ قاضي خان ...... ومن كان خارجاً عن مكة فقبلته جهة الكعبة، وهو قول عامة المشائخ، هو الصحيح هكذا في التبيين. (جماعة من علماء الهند، الفتاویٰ الهندية، ''كتاب الصلاة: الباب الثالث، في شروط الصلاة، الفصل الثالث: في استقبال القبلة'': ج۱،ص:۱۲۰، مکتبہ زکریا، دیوبند)

(۱) في فرائض الصلاة وهي ست منها التحريمة الخ. (جماعة من علماء الهند، الفتاویٰ الهندية، ''كتاب الصلاة: الباب الرابع في صفة الصلاة، الفصل الأول في فرائض الصلاة'': ج۱،ص:۱۲۵)

لاشيء من الفروض ماتصح الصلاة بدونه بلا عذر. (ابن عابدين، رد المحتار على الدر المختار، ''كتاب الصلاة: باب صفة الصلاة، مطلب قد يطلق الفرض على مايقابل الركن'': ج۲،ص:۱۲۸)

الجواب وبالله التوفيق: نماز ہو یا خارجِ نماز باریک اور ایسا چست لباس جس سے جسم کی ساخت نظر آئے ایسا لباس کو پہننے کو فقہائے کرام نے ممنوع لکھا ہے، اگر کوئی شخص ایسا لباس پہنتا ہے جس سے اس کے جسم کی بناوٹ ظاہر ہورہی ہو تو ایسے لباس کو پہن کر نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے تاہم ایسے لباس میں اگر نماز پڑھ لی گئی تو نماز ادا ہوگئی اس نماز کو لوٹانے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہاں اتنا باریک لباس پہنے ہوا ہو کہ ناف کے نیچے گھٹنوں تک کا حصہ یعنی سرین شرمگاہ اور ران وغیرہ نظر آرہی ہوں تو اس صورت میں نماز فاسد ہوجائے گی، نماز کا اعادہ کرنا لازم ہے۔

”(قوله:لايصف ما تحته)بأن لايرى منه لون البشرة احترازا عن الرقيق ونحو الزجاج (قوله:ولايضر التصاقه) أي بالألية مثلا،وقوله:وتشكله من عطف المسبب على السبب. وعبارة شرح المنية:أما لو كان غليظا لايرى منه لون البشرة إلا أنه التصق بالعضو وتشكل بشكله فصار شكل العضو مرئيا فينبغي أن لايمنع جواز الصلاة لحصول الستر“(۱)

”أنه صلى الله عليه وسلم حذر أهله وجميع المؤمنات من لباس رقيق الثياب الواصفة لأجسامهن بقوله: كم من كاسية في الدنيا عارية يوم القيامة،وفهم منه أن عقوبة لابسة ذلك أن تعرى يوم القيامة“(۲)

”في تكملة فتح الملهم:فكل لباس ينكشف معه جزء من عورة الرجل والمرأة لاتقره الشريعة الإسلامية......وكذلك اللباس الرقيق أو اللاصق بالجسم الذي يحكى للناظر شكل حصة من الجسم الذي يجب ستره،فهو في حكم ماسبق في الحرمة وعدم الجواز“(۳)

”إذا كان الثوب رقيقًا بحيث يصف ماتحته أي لون البشرة لايحصل به

(۱) ابن عابدين، رد المحتار،”كتاب الصلاة:باب شروط الصلاة،مطلب في ستر العورة“ج۲،ص:۸۴.

(۲)العيني،عمدة القاري شرح البخاري،”باب ماكان النبي صلى الله عليه وسلم يتجوز من اللباس“:ج۲۲، ص:۲۰.(شاملة)

(۳)مفتي محمد تقي عثماني، تكملة فتح الملهم شرح المسلم،”كتاب اللباس والزينة“:ج۴،ص:۸۸.

ستر ۃ العورۃ"[۱]

الجواب صحیح:
محمد احسان قاسمی، محمد عارف قاسمی، امانت علی قاسمی
محمد اسعد جلال قاسمی، محمد عمران گنگوہی
مفتیان دارالعلوم وقف دیوبند

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد حسنین ارشد قاسمی
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند
(۱۴/۴/۱۴۴۳ھ)

دیگر مذاہب کی عبادت گاہوں میں نماز پڑھنے کا حکم:

(۲۷) **سوال:** کبھی کبھی ایسی جگہ جانا پڑ جاتا ہے کہ جہاں مسجد وغیرہ نہیں ہوتی ہے، مثلاً مندر، گرودوارہ وغیرہ کیا ان جگہوں پر نماز پڑھنا درست ہے۔ بہت سی جگہوں پر مساجد بنانے کی اجازت نہیں ہے اور وہاں پر چرچ وغیرہ میں نماز پڑھنے کی اجازت مل جاتی ہے کیا ہم چرچ اور گرودوارہ میں نماز پڑھ سکتے ہیں؟

فقط: والسلام
المستفتی: ریاست علی، سہارنپور

الجواب وباللہ التوفیق: اسلام میں نماز باجماعت کی بڑی اہمیت ہے اور مساجد باجماعت نماز کا محل ہیں، حدیث میں مسجد میں نماز پڑھنے کی بڑی تاکید آئی ہے، لیکن اگر مسجد میں نماز باجماعت فوت ہوجائے تو شریعت کا حکم یہ ہے کہ مسجد کے علاوہ کہیں بھی جماعت کے ساتھ نماز کا اہتمام کریں تاکہ جماعت کی فضیلت حاصل ہوجائے، لیکن اب جو صورت حال اقلیتی ممالک میں پیدا ہو رہی ہے جہاں مساجد کی کمی ہوتی ہے اور عام جگہوں پر نماز پڑھنے میں دشواری کا سامنا ہے؛ بلکہ سڑک اور پبلک مقامات پر نماز پڑھنے پر فسادات کا خدشہ ہے اس لیے یہ سوال پیدا ہو رہا ہے کہ کیا چرچ یا گرودوارہ میں نماز پڑھنا جائز ہے اسی طرح یورپی ممالک میں بھی مساجد کے نہ ہونے اور زمین خرید کر مساجد بنانے میں دشواری کی وجہ سے چرچ وغیرہ کرایہ پر لے کر جمعہ وعیدین کی نماز پڑھنا چاہتے ہیں۔

---

(۱) إبراهيم الحلبي، حلبي كبيري: ص: ۲۱۴.

یہ مسئلہ اختلافی ہے اس سلسلے میں تین اقوال ہیں:

پہلا قول: چرچ میں نماز پڑھنا مکروہ ہے کیوں کہ اس میں تصویریں ہوتی ہیں اور یہ قول حضرت عمرؓ اور حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے، اور یہی قول احناف کے علماء کی ایک جماعت کا بھی ہے، اور امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کا بھی یہی قول ہے۔ اور اسی طرح حنابلہ کا بھی یہی قول ہے کہ اگر چرچ میں کوئی تصویر وغیرہ ہو تو اس میں نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

دوسرا قول: چرچ میں نماز پڑھنا جائز ہے جب اس میں تصویر نہ ہو اور یہ قول حضرت حسن بصریؒ اور حضرت عمر ابن عبدالعزیزؒ اور امام شعبیؒ کا ہے اور یہی حنابلہ کا بھی مذہب ہے۔

تیسرا قول: چرچ میں نماز پڑھنا حرام ہے کیوں کہ وہاں شیاطین ہوتے ہیں اور ایسی جگہ نماز کا پڑھنا اس میں ایک قسم کی ان کی تعظیم ہے۔ یہی احناف کا قول ہے۔

’’(تنبيه) يؤخذ من التعليل بأنه محل الشياطين كراهة الصلاة في معابد الكفار؛ لأنها مأوى الشياطين كما صرح به الشافعية. ويؤخذ مما ذكروه عندنا، ففي البحر من كتاب الدعوى عند قول الكنز: ولا يحلفون في بيت عباداتهم. وفي التتارخانية يكره للمسلم الدخول في البيعة والكنيسة، وإنما يكره من حيث إنه مجمع الشياطين لا من حيث إنه ليس له حق الدخول. اهـ. قال في البحر: والظاهر أنها تحريمية؛ لأنها المرادة عند إطلاقهم، وقد أفتيت بتعزير مسلم لازم الكنيسة مع اليهود. فإذا حرم الدخول فالصلاة أولى، وبه ظهر جهل من يدخلها لأجل الصلاة فيها‘‘(۱)

احناف کا قول کراہت کا ہے اس لیے حتی الامکان کوشش کی جائے کہ مساجد میں نماز کا اہتمام ہو اور اگر مساجد کا کوئی نظم نہیں ہو سکتا ہے تو ہال وغیرہ کرایہ پر لے کر نماز جماعت کی کوشش کی جائے لیکن اگر اس کی بھی کوئی سبیل نہ ہو تو پھر ضرورتاً گرودوارہ یا چرچ میں بھی نماز ہو سکتی ہے؛ البتہ اس کا خیال کیا جائے کہ سامنے کوئی تصویر یا مجسمہ نہ ہو؛ بلکہ چرچ وغیرہ کے مرکزی جگہ سے ہٹ کر جماعت

---

(۱) ابن عابدين، رد المحتار، ’’كتاب الصلاة،مطلب تكره الصلاة في الكنيسة‘‘: ج۲،ص:۴۳۔

بنائی جائے اور اگر سامنے تصویر یں ہو تو اس پر پردہ ڈال دیا جایے، مجمع الفقہ الاسلامی جدہ وغیرہ نے ضرورت کے موقع پر چرچ میں نماز پڑھنے کی اجازت دی ہے بلاضرورت مکروہ قرار دیا ہے۔ احناف کے یہاں بھی کراہت کا تعلق عام حالات سے ہے؛ لیکن اگر ضرورت ہو تو نماز ہو سکتی ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے چرچ میں نماز پڑھنا ثابت ہے۔

"وقال عمر رضي الله عنه: إنا لا ندخل كنائسكم من أجل التماثيل التي فيها الصور وكان ابن عباس: يصلي في البيعة إلا بيعة فيها تماثيل"[1]

"في فتاوى مجمع الفقه الاسلامي: استئجار الكنائس للصلاة لا مانع منه شرعا عند الحاجة، وتجتنب الصلاة إلى التماثيل والصور وتستر بحائل إذا كانت باتجاه القبلة"[2]

الجواب صحیح:
محمد احسان قاسمی، محمد عارف قاسمی، محمد عمران گنگوہی
محمد اسعد جلال قاسمی، محمد حسنین ارشد قاسمی
مفتیان دارالعلوم وقف دیوبند

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: امانت علی قاسمی
مفتی دارالعلوم وقف دیوبند
(۱۵/۴/۱۴۴۳ھ)

---

(۱) أخرجه البخاري، في صحيحه، "كتاب الصلاة، باب الصلاة في البيعة": ج۱، ص:۶۲، رقم:۴۳۸.

(۲) مجلة المجمع: ص:۴۷. (شاملہ)

(تنبيه) يؤخذ من التعليل بأنه محل الشياطين كراهة الصلاة في معابد الكفار؛ لأنها مأوى الشياطين كما صرح به الشافعية. ويؤخذ مما ذكروه عندنا، ففي البحر من كتاب الدعوى عند قول الكنز: ولا يحلفون في بيت عباداتهم. وفي التتارخانية يكره للمسلم الدخول في البيعة والكنيسة، وإنما يكره من حيث إنه مجمع الشياطين لا من حيث إنه ليس له حق الدخول. اهـ. قال في البحر: والظاهر أنها تحريمية؛ لأنها المرادة عند إطلاقهم، وقد أفتيت بتعزير مسلم لازم الكنيسة مع اليهود. اهـ. فإذا حرم الدخول فالصلاة أولى، وبه ظهر جهل من يدخلها لأجل الصلاة فيها. (ابن عابدين، رد المحتار، "كتاب الصلاة، مطلب تكره الصلاة في الكنيسة": ج۲، ص:۴۳)

فإما أن تقطع رءوسها أو تتخذ وسائد فتوطأ وإن لم تكن مقطوعة الرئوس فتكره الصلاة فيه، سواء كانت في جهة القبلة أو في السقف أو عن يمين القبلة أو عن يسارها، فأشد ذلك كراهة أن تكون في جهة القبلة؛ لأنه تشبه بعبدة الأوثان، ولو كانت في مؤخر القبلة، أو تحت القدم لا يكره لعدم التشبه في الصلاة بعبدة الأوثان. (الكاساني، بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع، "كتاب الصلاة، فصل في شرائط أركان الصلاة": ج۱، ص:۳۰۴)

وقت سے پہلے نماز پڑھنا:

(۲۸)**سوال:** کوئی شخص کسی مجبوری کی وجہ سے وقتیہ نماز کو وقت سے پہلے پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟ شریعت میں اس کا کیا حکم ہے؟

فقط: والسلام
المستفتی: محمد خورشید عالم، جھارکھنڈ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: وقت سے پہلے نماز نہیں ہوتی اگر کسی نے وقت سے پہلے نماز پڑھ لی تو دوبارہ پڑھنی ضروری ہے۔(۱)

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد احسان غفرلہ(۱۴۲۹/۲/۲۶ھ)
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:
خورشید عالم غفرلہ
مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

نماز کے لیے عورتوں کا ہاتھ پیر چھپانا

(۲۹)**سوال:** زید کہتا ہے کہ عورتوں کے لیے نماز میں موزے و دستانے پہننے ضروری ہیں کیوں کہ ہاتھ پیر کھلے ہوں تو نماز نہیں ہوتی یہ قول زید کا درست ہے یا نہیں؟

فقط: والسلام
المستفتی: محمد احمد، دیوبند

---

(۱)(ومنها) الوقت لأن الوقت كما هو سبب لوجوب الصلاة فهو شرط لأدائها،قال اللّٰه تعالى:﴿إِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا﴾(سورة النساء:۱۰۳)،أي فرضا موقتا حتى لا يجوز أداء الفرض قبل وقته الخ. (الكاساني،بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع،’’كتاب الصلاة، فصل في شرائط أركان الصلاة‘‘: الصلاة في جوف الكعبة،ج۱،ص:۳۱۵)

قوله:بأنه سبب للأداء من حيث تعلق الوجوب به وإفضاؤه إليه قوله: وظرف للمؤدى لأنه يسعه ويسع غيره قوله: وشرط للوجوب من حيث توقف وجوب فعل الصلاة على وجوده. (أحمد بن محمد، حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح،’’كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة وأركانها‘‘:ج۱،ص:۲۱۵)

(اعلم) أن الصلاة فرضت لأوقاتها قال الله تعالى:﴿أقم الصلاة لدلوك الشمس﴾(سور الإسراء:۷۸)ولهذا تكرر وجوبها بتكرار الوقت وتؤدى في مواقيتها،قال اللّٰه تعالى:﴿إِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا﴾(سورة النساء:۱۰۳)،أي فرضا موقتا.(السرخسي، المبسوط،’’كتاب الصلاة، باب مواقيت الصلاة‘‘:ج۱،ص:۱۴۱)

الجواب وباللّٰہ التوفیق: عورت کے لیے نماز کی حالت میں ہاتھوں اور پیروں کا چھپانا شرط نہیں ہے اس لیے دستانوں وموزوں کے بغیر عورتوں کی نماز بالکل درست ہے زید کا قول غلط ہے اور دستانوں وموزوں کی شرط بلا دلیل ہے۔ (۱)

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد احسان غفرلہ (۸/۷/۱۴۲۹ھ)
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:
خورشید عالم غفرلہ
مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

نماز کے دوران اگر ماں کے پاس بچہ نے پیشاب کر دیا تو کیا حکم؟

(۳۰) **سوال:** ہندہ فرض نماز پڑھ رہی تھی اس کا شیر خوار بچہ اس کے پاس آ گیا اور پیشاب کر دیا اب ماں کے لیے کیا حکم ہے نماز پوری کرے یا توڑ دے یا دھرائے؟

فقط: والسلام
المستفتی: وحید صاحب، دہلی

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر والدہ کے بدن یا کپڑوں پر پیشاب نہ لگا ہو اور برابر میں جگہ ہو تو پیشاب کی جگہ سے معمولی سا الگ ہو جائے اور نماز پوری کرے نماز توڑنے کی ضرورت

---

(۱) وبدن الحرة كلها عورة، إلا وجهها وكفيها، لقوله عليه الصلاة والسلام: المرأة عورة مستورة واستثناء العضوين للابتلاء بإبدائهما، قال رضي الله عنه: وهذا تنصيص على أن القدم عورة، ويروي أنها ليست بعورة، وهو الأصح. قوله: للابتلاء بإبدائهما هذا تعليل الاستثناء أي لوجود الابتلاء بإظهار الوجه والكفين عندنا. وله الابتلاء في يدها وفي كشف وجهها خصوصا عند الشهادة والمحاكمة والنكاح. وفي المحيط إلا الوجه واليدين إلى الرسغين والقدمين إلى الكعبين. وفي الوترى: جميع بدن الحرة عورة إلا ثلاثة أعضاء الوجه واليدان إلى الرسغين والقدمين. (العيني، البناية شرح الهداية، ''كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة التي تتقدمها'' عورة الحرة: ج۲، ص:۱۲۴، ۱۲۵)

عورة (الحرة) أي جميع أعضائها (عورة إلا وجهها وكفيها وقدميها) فإنها لا تجد بدا من مزاولة الأشياء بيديها وفي كفيها زيادة ضرورة ومن الحاجة إلى كشف وجهها خصوصا في الشهادة والمحاكمة والنكاح وتضطر إلى المشي في الطرقات وظهور قدميها خصوصا الفقيرات منهن وهو معنى قوله تعالى على ما قالوا ﴿إلا ما ظهر منها﴾ (سورة النور:۳۱) أي ما جرت العادة والجبلة على ظهوره. (محمد بن فرامرز، درر الحكام شرح غرر الأحكام، ''كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة'': ج۱، ص:۵۹ (شاملہ)

نہیں ہے اور اگر یہ نہ ہو سکے تو دوسری پاک جگہ پر نماز پڑھے۔ اور اگر بدن یا کپڑوں پر پیشاب لگ جائے تو نماز توڑ کر پاکی کے بعد نماز کا اعادہ کرے۔ [1]

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد احسان غفرلہ (۱۸/۱۰/۱۴۱۸ھ)
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:
خورشید عالم غفرلہ
مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

ناپاک پانی سے وضو کر کے نماز پڑھنے کا حکم:

(۳۱) **سوال:** کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک شخص نے نوافل اور فرائض کی نماز ادا کی مگر اس نے وضو جس پانی سے کیا تھا وہ پانی ناپاک تھا، کیا اس شخص کے اوپر نفل اور فرائض و واجبات کی قضاء لازم ہوگی؟

فقط: والسلام
المستفتی: محمد یحییٰ، مدنپورہ، وارانسی

---

(۱) اتفق المذاهب الأربعة على أن بول الصبي نجس. (الكشميري، معارف السنن: ج۱، ص: ۲۶۸)

وبول غير مأكول ولو من صغير لم يطعم (در مختار) وفي الشامي: أي لا يأكل، فلا بد من غسله. (ابن عابدين، الدر المختار مع رد المحتار، "كتاب الطهارة، باب الأنجاس، مطلب في طهارة بوله صلى الله عليه وسلم": ج۱، ص: ۵۲۳)

بول مايؤكل لحمه كالآدمي ولو رضيعاً. قال الطحطاوي: ولو رضيعاً لم يطعم سواء كان ذكراً أو أنثىٰ. (أحمد بن محمد، حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، "كتاب الطهارة، باب الأنجاس والطهارة عنها": ص: ۱۵۴)

(ومن أصابه من النجاسة المغلظة كالدم والبول) من غير مأكول اللحم ولو من صغير لم يطعم (والغائط والخمر) وخرء الطير لا يزرق في الهواء كذجاج وبط وإوز (مقدار الدرهم فما دونه جازت الصلاة معه: لأن القليل لا يمكن التحرز عنه؛ فيجعل عفواً، وقدرناه بقدر الدرهم أخذاً عن موضع الاستنجاء (فإن زاد) عن الدرهم (لم تجز) الصلاة، ثم يروى اعتبار الدرهم من حيث المساحة، وهو قدر عرض الكف في الصحيح، ويروي من حيث الوزن، وهو الدرهم الكبير المثقال، وقيل في التوفيق بينهما: إن الأولى في الرقيق، والثانية في الكثيف، وفي الينابيع: وهذا القول أصح، ...... (وإن أصابته نجاسة مخففة كبول ما يؤكل لحمه) ومنه الفرس، ...... (جازت الصلاة معه ما لم يبلغ ربع) جميع (الثوب) ...... وقيل: ربع الموضع الذي أصابه كالذيل والكم والدخريص، إن كان المصاب ثوبا. وربع العضو المصاب كاليد والرجل، إن كان بدناً وصححه في التحفة والمحيط والمجتبى والسراج، وفي الحقائق: وعليه الفتوى. (عبد الغني الميداني، اللباب في شرح الكتاب، "كتاب الطهارة، باب الأنجاس": ص: ۶۸، ط، قدیمی) (شاملہ)

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مذکورہ صورت میں ناپاک پانی سے وضو بنا کر جو نوافل شروع کی گئی ہیں تو ان کا شروع کرنا ہی متحقق نہیں ہوا اور تحریمہ منعقد نہیں ہوئی اس لیے ان کی قضاء واجب نہیں ہوگی بخلاف فرائض وواجبات کے، اس لیے کہ وہ اصل سے ہی فرض اور واجب ہے، لہٰذا اس کی قضا بھی ضروری ہوگی۔[1]

الجواب صحیح: فقط: واللہ اعلم بالصواب

سید احمد علی سعید — **کتبہ:** محمد عمران دیوبندی غفرلہ (۱۸/۱/۱۴۰۹ھ)

مفتی اعظم دارالعلوم وقف دیوبند — نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

---

(۱) ولزم نفل شرع فيه بتكبيرة الإحرام أو بقيام الثالثة شروعاً صحيحاً قصداً. (ابن عابدين، رد المحتار، "كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل، مطلب في صلاة الحاجة": ج۲،ص:۴۷۴،۴۷۵)

(أما) شرائط أركان الصلاة: (فمنها) الطهارة بنوعيها من الحقيقية والحكمية، والطهارة الحقيقية هي طهارة الثوب والبدن ومكان الصلاة عن النجاسة الحقيقية، والطهارة الحكمية هي طهارة أعضاء الوضوء عن الحدث، وطهارة جميع الأعضاء الظاهرة عن الجنابة.

(أما) طهارة الثوب وطهارة البدن عن النجاسة الحقيقية فلقوله تعالىٰ: ﴿وثيابك فطهر﴾ المدثر: ٤)، وإذا وجب تطهير الثوب فتطهير البدن أولى.

(وأما) الطهارة عن الحدث والجنابة فلقوله تعالىٰ: ﴿يا أيها الذين آمنوا إذا قمتم إلى الصلاة فاغسلوا وجوهكم﴾ (المائدة:٦) إلى قوله: ﴿ليطهركم﴾ (الأنفال:۱۱)

وقول النبي صلى الله عليه وسلم: لا صلاة إلا بطهور، وقوله عليه الصلاة والسلام: لا صلاة إلا بطهارة، وقوله صلى الله عليه وسلم: مفتاح الصلاة الطهور. وقوله تعالىٰ: ﴿وإن كنتم جنباً فاطهروا﴾ (المائدة:٦) وقوله صلى الله عليه وسلم: تحت كل شعرة جنابة ألا فبلوا الشعر وأنقوا البشرة، والإنقاء هو التطهير، فدلت النصوص على أن الطهارة الحقيقية عن الثوب والبدن، والحكمية شرط جواز الصلاة. (الكاساني، بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع "كتاب الصلاة، بيان شرائط أركان الصلاة، ج۱،ص:۳۰۱،۳۰۲)

وحديث رفع عن أمتي الخطأ محمول على رفع الإثم. (قوله: رفع عن أمتي الخطأ) قال في الفتح: ولم يوجد بهذا اللفظ في شيء من كتب الحديث، بل الموجود فيها: إن الله وضع عن أمتي الخطأ والنسيان وما استكرهوا عليه، رواه ابن ماجة وابن حبان والحاكم، وقال: صحيح على شرطهما ح ، (قوله: على رفع الإثم) وهو الحكم الأخروي، فلا يراد الدنيوي وهو الفساد؛ لئلا يلزم تعميم المقتضى، ح عن البحر. (ابن عابدين، رد المحتار، "كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها، مطلب في الفرق بين السهو والنسيان": ج۲،ص:۳۷۱،۳۷۲)

بدن پر ٹیٹو لگوانے والے کی نماز کا حکم:

(۳۲)**سوال**: ایک شخص نے اپنے بازو میں تصویر بنائی تھی جس کے نشانات چمڑے پر ہیں تو اب وہ شخص کیا کرے چمڑے کو اکھاڑ کر تصویر کو مٹائے یا رہنے دے، لوگ کہتے ہیں کہ تمہاری نماز نہیں ہوتی اور نماز جنازہ بھی نہیں ہوگی کیا یہ صحیح ہے؟

فقط: والسلام
المستفتی: اعجاز الحسن، کشمیری

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر اس کو مٹایا نہیں جاسکتا تو مجبوری ہے نماز اس کی ہوجاتی ہے؛ البتہ اس کی نماز کراہت سے خالی نہ ہوگی۔ لیکن اس کی نماز جنازہ پڑھنی فرض کفایہ ہے نہ پڑھنے والے لوگ سخت گناہگار رہوں گے اور ان کا یہ فعل باعثِ عذاب ہوگا۔[1]

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: سید احمد علی سعید (۱۴۰۹/۱/۲۹ھ)
مفتی اعظم دار العلوم وقف دیوبند

---

(۱) يستفاد مما مرّ حكم الوشم في نحو اليد،وهو أنه كالاختضاب أو الصبغ بالمتنجس؛لأنه إذا غرزت اليد أو الشفة مثلاً بإبرة، ثمّ حشي محلها بكحل أو نيلة ليخضر، تنجس الكحل بالدم، فإذا جمد الدم، والتأم الجرح بقي محله أخضر، فإذا غسل طهر؛لأنه أثر يشق زواله؛لأنه لايزول إلا بسلخ الجلد أو جرحه، فإذا كان لايكلف بإزالة الأثر الذي يزول بماء حار أو صابون فعدم التكليف هنا أولى. وقد صرح به في القنية فقال: ولو اتخذ في يده وشماً لايلزمه السلخ...... الخ. (ابن عابدين، رد المحتار، ”كتاب الطهارة: باب الأنجاس، مطلب في حكم الوشم“: ج۱، ص:۵۳۸)

عن ابن عمر رضي الله عنه عن النبي صلّى الله عليه وسلّم، حيث قال: لعن الله الواصلة والمستوصلة، والواشمة والمستوشمة. (أخرجه البخاري، في صحيحه، ”كتاب اللباس، باب الوصل في الشعر“: ج۲، ص:۸۷۹، رقم:۵۹۳۷)

الوشم وهي أن تغرز إبرة أو مسلة أو نحوهما في ظهر الكف أو المعصم أو الشفة أو غير ذلك من بدن المرأة حتى يسيل الدم، ثم تحشو ذلك الموضع بالكحل أو النورة فيخضر...... فإن طلبت فعل ذلك بها فهي مستوشمة، وهو حرام على الفاعلة والمفعول بها باختيارها والطالبة له...... وسواء في هذا كله الرجل والمرأة. (ابن الحجاج، المنهاج شرح صحيح مسلم، ”كتاب اللباس والزينة: باب تحريم فعل الواصلة والمستوصلة والواشمة والمستوشمة“: ج۷، ص:۲۳۱، رقم:۲۱۲۵) (شاملہ)

غیر نمازی کا نمازی کو قبلہ کے سلسلہ میں تنبیہ کرنا:

(۳۴) **سوال:** ایک شخص چلتی ٹرین یا کار میں نماز پڑھ رہا تھا جب وہ مڑی تو ایک دوسرے شخص نے آواز دی کہ قبلہ بدل گیا تو اس نمازی کو دوسرے شخص کے کہنے پر قبلہ کی طرف منھ کر لینا چاہئے یا نہیں؟ اور دوسرے شخص کو قبلہ بدل جانے کی اطلاع کرنی چاہئے تھی یا نہیں؟ شبہ یہ ہوتا ہے کہ اگر نمازی نے غیر نمازی کی بات پر عمل کیا تو شاید نماز صحیح نہ ہوگی؟

فقط: والسلام
المستفتی: امیرالدین، گورکھپور

الجواب وباللہ التوفیق: ایسی صورت میں جب کہ کوئی شخص نمازی کو تبدیلی سمت قبلہ پر متنبہ کرے تو نمازی کو کچھ توقف کر کے اپنی رائے سے سمت قبلہ کی طرف گھوم جانا چاہئے تاکہ اس کی نماز درست ہو جائے اور اگر غیر نمازی کے کہنے پر فوراً (بغیر توقف کئے) گھوم گیا تو ''استمداد عن الغیر'' کی بناء پر اس کی نماز نہیں ہوگی۔ دوبارہ پڑھنی ضروری ہوگی۔ (۱)

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد عمران دیوبندی غفرلہ (۱۹/۲/۱۴۰۹ھ)
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:
سید احمد علی سعید
مفتی اعظم دارالعلوم وقف دیوبند

---

(۱) لو جذبه آخر فتأخر الأصح لا تفسد صلاته. (ابن عابدين، رد المحتار، ''كتاب الصلاة، باب الإمامة، مطلب في الكلام على الصف الأول'': ج۲، ص:۳۱۳)

وإن اشتبهت عليه القبلة وليس بحضرته من يسأل عنها اجتهد وصلّى كذا في الهداية، فإن علم أنه أخطأ بعد ما صلى لا يعيدها. (جماعة من علماء الهند، الفتاویٰ الهندية، ''كتاب الصلاة، الباب الثالث في شروط الصلاة، الفصل الثالث في استقبال القبلة'': ج۱، ص:۱۲۱، مکتبہ اتحاد)

وقيد بالتحري لأن من صلّى ممن اشتبهت عليه بلا تحرّ فعليه الإعادة. (ابن نجيم، البحر الرائق، ''كتاب الصلوة، باب شروط الصلوة'': ج۱، ص:۵۰۱، مکتبہ زکریا دیوبند)

وإن شرع بلا تحرّ لم يجز وإن أصاب لتركه فرض التحري، إلا إذا علم إصابته بعد فراغه فلا يعيد اتفاقًا. (ابن عابدين، رد المحتار، ''كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة، مطلب إذا ذكر في مسألة ثلاثة أقوال'': ج۲، ص:۱۱۹، دارالکتاب دیوبند)

نماز کے دوران کپڑا ناپاک ہوگیا:

(۴۴)**سوال:** میرا دو ماہ کا لڑکا ہے، اور وہ پیشاب کرتا ہے، تو کبھی کبھی نماز کے دوران میرے کپڑے پر کر دیتا ہے، یا تھوڑا بہت کپڑے پر پیشاب لگ جاتا ہے، تو ایسی صورت میں کیا کپڑا ناپاک ہوگیا، یا پاک ہے؟

فقط: والسلام
المستفتی: محمد راشد، دہلوی

الجواب وباللہ التوفیق: بچہ کا پیشاب بھی اسی طرح ناپاک ہے جس طرح بڑے کا ناپاک ہے۔ یہ پیشاب نجاست غلیظہ ہے، اگر بچہ کا پیشاب کپڑے پر ایک درھم سے زائد لگ جائے تو اس کا دھونا اور پاک کرنا ضروری ہے، ورنہ نماز نہیں ہوگی۔ اور اگر ایک درھم سے کم لگا ہو تو نماز گرچہ درست ہو جائے گی مگر جان بوجھ کر ایسے کپڑے میں نماز پڑھنا ٹھیک نہیں ہے۔

”وکذلک بول الصغیر والصغیرة، أکلا أو لا، کذا في الاختیار شرح المختار“[۱]

”وقال الطحاوي: النضح الوارد في بول الصبي المراد به الصبّ لما روي هشام بن عروة عن أبيه عن عائشة قالت: أتى رسول الله صلى الله عليه وسلم بصبي فبال عليه، فقال صبّوا عليه الماء صبًّا“[۲]

”النجاسة إذا كانت غليظة وهي أكثر من قدر الدرهم فغسلها فريضة والصلاة بها باطلة وإن كانت مقدار درهم فغسلها واجب والصلاة معها جائز وإن كانت اقل من قدر الدرهم فغسلها سنة“[۳]

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد اسعد جلال قاسمی
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند
(۱۴۴۲/۶/۲۵)

الجواب صحیح:
محمد احسان قاسمی، محمد عارف قاسمی
امانت علی قاسمی، محمد عمران گنگوہی
مفتیان دارالعلوم وقف دیوبند

(۱) جماعة من علماء الهند، الفتاویٰ الهندية، ”كتاب الطهارة، الباب السابع في النجاسة وأحكامها، الفصل الثاني في الأعيان النجسة، النوع الأول: المغلظة“: ج۱، ص:۱۰۰.

(۲) ملا علي قاري، مرقاة المفاتيح، ”كتاب الطهارة، باب تطهير النجاسات، الفصل الثاني“: ج۲، ص:۱۸۸، ۱۸۹.

(۳) جماعة من علماء الهند، الفتاویٰ الهندية، ”كتاب الصلاة، الباب الثالث في شروط الصلاة، الفصل الأول في الطهارة وستر العورة“: ج۱، ص:۱۱۵.

بغیر تکبیر تحریمہ کے اقتداء کرنا:

(۳۵) **سوال:** اگر امام صاحب رکوع میں یا سجدے میں ہوں تو تکبیرِ تحریمہ کہہ کر رکوع یا سجدے میں جائے، یا بغیر تکبیرِ تحریمہ کہے جائے؟

فقط: والسلام
المستفتی: محمد سعدان، کرناٹک

الجواب وباللہ التوفیق: تکبیر تحریمہ امام ومقتدی سب پر ہر حال میں فرض ہے اس لیے مقتدی جس وقت جماعت میں شریک ہو، تکبیر تحریمہ کھڑے ہوکر کہے پھر امام جس رکن میں ہو اس میں شریک ہوجائے۔ جس کو تکبیر تحریمہ کے بعد رکوع مل گیا اس کو رکعت مل گئی اور جس کو تکبیر تحریمہ کہنے کے بعد رکوع میں امام کے ساتھ شرکت نہیں مل سکی اس کی وہ رکعت فوت ہوگئی۔ بہرحال تکبیر تحریمہ کہہ کر ہی رکوع وسجدہ میں جانا ضروری ہے ورنہ نماز نہیں ہوگی۔

”(من فرائضها) التي لا تصح بدونها (التحريمة) قائما (وهي شرط) قال الشامي: (قوله من فرائضها) جمع فريضة أعم من الركن الداخل الماهية والشرط الخارج عنها، فيصدق على التحريمة والقعدة الأخيرة والخروج بصنعه على ما سيأتي، وكثيرا ما يطلقون الفرض على ما يقابل الركن كالتحريمة والقعدة، وقدمنا في أوائل كتاب الطهارة عن شرح المنية أنه قد يطلق الفرض على ما ليس بركن ولا شرط كترتيب القيام والركوع والسجود والقعدة، وأشار بمن التبعيضية إلى أن لها فرائض أخر كما سيأتي في قول الشارح: وبقي من الفروض إلخ أفاده ح (قوله التي لا تصح بدونها) صفة كاشفة إذ لا شيء من الفروض ما تصح الصلاة بدونه بلا عذر“[1]

”(الفصل الأول في فرائض الصلاة) وهي ست: (منها التحريمة) وهي شرط

---

(۱) ابن عابدين، رد المحتار، ”كتاب الصلاة: باب صفة الصلاة، مطلب قد يطلق الفرض على ما يقابل الركن“: ج ۲، ص: ۱۲۷، ۱۲۸۔

عندنا حتى أن من يحرم للفرائض كان له أن يؤدى التطوع هكذا في الهداية، ولكنه يكره لترك التحلل عن الفرض بالوجه المشروع، وأما بناء الفرض على تحريمة فرض آخر فلا يجوز إجماعا وكذا بناء الفرض على تحريمة النفل كذا في السراج الوهاج ......الى قوله...... ولا يصير شارعا بالتكبير إلا في حالة القيام أو فيما هو أقرب إليه من الركوع. هكذا في الزاهدي حتى لو كبر قاعدا ثم قام لا يصير شارعا في الصلاة: ويجوز افتتاح التطوع قاعدا مع القدرة على القيام. كذا في محيط السرخسي"(۱)

"(قوله فوقف) وكذا لو لم يقف بل انحط فرفع الإمام قبل ركوعه لا يصير مدركا لهذه الركعة مع الإمام فتح .ويوجد في بعض النسخ: فوقف بلا عذر أي بأن أمكنه الركوع فوقف ولم يركع، وذلك لأن المسألة فيها خلاف زفر؛ فعنده إذا أمكنه الركوع فلم يركع أدرك الركعة لأنه أدرك الإمام فيما له حكم القيام. (قوله لأن المشاركة) أي أن الاقتداء متابعة على وجه المشاركة ولم يتحقق من هذا مشاركة لا في حقيقة القيام ولا في الركوع فلم يدرك معه الركعة إذ لم يتحقق منه مسمى الاقتداء بعد"(۲)

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد اسعد جلال قاسمی
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند
(۱۴۴۲/۶/۲۵)

الجواب صحیح:
محمد احسان قاسمی، محمد عارف قاسمی
امانت علی قاسمی، محمد عمران گنگوہی، محمد حسنین ارشد قاسمی
مفتیان دارالعلوم وقف دیوبند

نماز میں کتنی جگہ کا پاک ہونا ضروری ہے؟

(۳۶) **سوال**: نماز میں جگہ کا پاک ہونا شرط ہے اس سے کتنی جگہ کا پاک ہونا مراد ہے

---

(۱) جماعة من علماء الهند، الفتاویٰ الهندية، كتاب الصلاة "الباب الرابع في صفة الصلاة، الفصل الأول في فرائض الصلاة": ج۱، ص: ۱۲۵، ۱۲۶.

(۲) ابن عابدين، رد المحتار، "كتاب الصلاة: باب إدراك الفريضة": مطلب هل الإساء ة دون الكراهة أو أفحش، ج ۲، ص: ۵۱۶.

اگر تشہد میں بیٹھتے وقت پنڈلی کے نیچے کی جگہ ناپاک ہو مگر گھٹنے اور پنجے کی جگہ پاک ہو تو کیا نماز درست ہو جائے گی؟

فقط: والسلام
المستفتی: محمد احسان اللہ، علی گڑھ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: نماز پڑھنے کے لیے جگہ کا پاک ہونا شرط ہے، اور اس سے مراد وہ جگہ ہے، جہاں نمازی کے دونوں پاؤں رہتے ہیں، اور سجدے کی حالت میں جہاں دونوں گھٹنے، دونوں ہاتھ، پیشانی اور ناک رکھی جاتی ہو۔ اس لیے پنڈلی کے نیچے کی جگہ جس سے پنڈلی مس نہ ہوتی ہو، اس کا ناپاک رہنا مضر نہیں، نماز درست ہو جائے گی۔

''يشترط طهارة موضع القدمين...... و منها طهارة موضع اليدين والركبتين على الصحيح لافتراض السجود على سبعة أعظم...... و منها طهارة موضع الجبهة على الأصح من الروايتين عن أبي حنيفة وهو قولهم رحمهم الله ليتحقق السجود عليها لأن الفرض وإن كان يتأدى بمقدار الأرنبة على القول المرجوح يصير الوضع معدوما حكما بوجوده على النجس ولو أعاده على طاهر في ظاهر الرواية ولا يمنع نجاسة في محل أنفه مع طهارة باقي المحال بالاتفاق لأن الأنف أقل من الدرهم ويصير كأنه اقتصر على الجبهة مع الكراهة''(۱)

''وإن كانت النجاسة تحت قدمي المصلي منع الصلاة. كذا في الوجيز للكردي ولا يفترق الحال بين أن يكون جميع موضع القدمين نجسا، وبين أن يكون موضع الأصابع نجسا وإذا كان موضع إحدى القدمين طاهرا وموضع الأخرى نجسا فوضع قدميه، اختلف المشايخ فيه، الأصح أنه لا تجوز صلاته، فإن وضع إحدى القدمين التي موضعها طاهر، ورفع القدم الأخرى التي موضعها نجس

---

(۱) أحمد بن محمد، حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، ''كتاب الصلاة: باب شروط الصلاة وأركانها'': ص:۲۰۹، ۲۱۰.

وصلى فإن صلاته جائزة. كذا في المحيط. وإن كانت النجاسة تحت يديه أو ركبتيه في حالة السجود لم تفسد صلاته في ظاهر الرواية واختار أبو الليث أنها تفسد وصححه في العيون. كذا في السراج الوهاج''[۱]

الجواب صحیح: فقط: واللہ اعلم بالصواب

محمد احسان قاسمی، محمد عارف قاسمی امانت علی قاسمی

محمد عمران گنگوہی، محمد حسنین ارشد قاسمی

مفتیانِ دارالعلوم وقف دیوبند

کتبہ: محمد اسعد جلال قاسمی

نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

(۱۴۴۳/۴/۱۰)

خون لگے ہوئے ٹیشو پیپر کو جیب میں رکھ کر نماز پڑھنا:

(۳۷) **سوال:** کیا فرماتے ہیں حضرات علمائے دین ومفتیان عظام مسئلہ ذیل کے بارے میں: ناک میں چوٹ لگنے کی وجہ سے میری ناک سے خون نکلا میں نے اس کو ٹیشو پیپر سے صاف کیا اور وہ ٹیشو پیپر جیب میں رکھ کر بھول گیا وہ ٹیشو پیپر جیب ہی میں تھا کہ میں اسی حالت میں نماز پڑھ لی، تو وہ ٹیشو پیپر جس میں خون لگا ہوا تھا جیب میں رہنے کی وجہ سے میری نماز ہوئی یا نہیں؟ نیز اگر پیشاب ٹیسٹ کرانے کی غرض سے بوتل میں پیشاب رکھ کر ڈاکٹر کے پاس جانا تھا اسی درمیان نماز کا وقت ہو گیا میں وہ بوتل جیب میں رکھ کر نماز پڑھ لیا اس کے بعد ایک کی صاحب سے میں نے پوچھا تو وہ بول رہے ہیں کہ جیب میں پیشاب کی شیشی رکھ کر نماز نہیں ہوئی، براہ کرم دونوں مسئلہ کا حل بتا کر ممنون فرمائیں۔

فقط: والسلام

المستفتی: محمد نسیم الدین، گلبرگہ، کرناٹک

الجواب و باللہ التوفیق: شریعت مطہرہ میں خون ناپاک اور نجس ہے آپ کی ناک میں چوٹ لگنے سے جو خون نکلا اور آپ نے ٹیشو پیپر سے پونچھ کر جیب میں رکھ لیا اور جیب میں رکھنے

---

(۱) جماعة من علماء الهند، الفتاویٰ الهندية، ''كتاب الصلاة: الباب الثالث في شروط الصلاة، الفصل الثاني في طهارة مايستر به العورة'': ج۱، ص:۱۱۸.

کی حالت میں آپ نے نماز پڑھ لی اس سلسلے میں ایک اصول یاد رکھیں کہ: اگر دستی رومال یا ٹیشو پیپر وغیرہ میں ایک درہم یا اس سے زائد خون لگا ہوا ہے اور اسی حالت میں اس کو جیب میں رکھ کر نماز پڑھ لی گئی تو وہ نماز درست نہیں ہوگی نماز فاسد ہوگئی اس نماز کا اعادہ کرنا لازم ہے اور اگر خون ایک درہم سے کم لگا ہوا ہو اور وہ کپڑا یا ٹیشو پیپر جیب ہی میں ہے اور نماز پڑھ لی گئی ہو تو نماز ادا ہو جائے گی۔

”لو حمل نجاسة مانعة فإن صلاته باطلة فكذا لو كانت النجاسة في طرف عمامته أو منديله المقصود ثوب هو لابسه فألقى ذلك الطرف على الأرض وصلى فإنه إن تحرك بحركته لا يجوز وإلا يجوز: لأنه بتلك الحركة ينسب لحمل النجاسة وفي الظهيرية“[۱]

”وإذا صلى وهو لابس منديلاً أو ملائة وأحد طرفيه فيه نجس والطرف الذي فيه النجاسة على الأرض فكان النجس يتحرك بتحرك المصلي لم تجز صلاته، وإن كان لا يتحرك تجوز صلاته؛ لأن في الوجه الأول مستعمل للنجاسة وفي الوجه الثاني“[۲]

ایسے ہی شیشی یا بوتل جس میں پیشاب ہو اس کو جیب میں رکھ کر نماز پڑھنے سے نماز ادا نہیں ہوگی اس لیے کہ حامل نجاست کی نماز درست نہیں ہوتی ہے آپ دوبارہ اس نماز کا بھی اعادہ کریں جیسا کہ فتاوی ہندیہ میں ہے:

”رجل صلى وفي كمه قارورة فيها بول لا تجوز الصلاة سواء كانت ممتلئة أو لم تكن لأن هذا ليس في مظانه ومعدنه بخلاف البيضة المذرة لأنه في معدنه ومظانه وعليه الفتوى كذا في المضمرات“[۳]

”ولو صلى وفي كمه قارورة مضمومة فيها بول لم تجز صلاته؛ لأنه في غير

(۱) ابن نجيم، البحر الرائق، ”كتاب الصلاة: باب شروط الصلاة“: ج۱، ص: ۴۶۴۔

(۲) أبو المعالي برهان الدين محمود، المحيط البرهاني في الفقه النعماني، ”كتاب الصلاة: الفصل الرابع في فرائض الصلاة وسننها“: ج۱، ص: ۲۸۱۔

(۳) جماعة من علماء الهند، الفتاوىٰ الهندية، ”كتاب الصلاة: الباب الثالث في شروط الصلاة، الفصل الثاني في طهارة يستر به العورة وغيره، ومما يتصل بذلك“: ج۱، ص: ۱۲۰۔

معدنه ومكانه"[۱]

الجواب صحیح:
محمد احسان قاسمی، محمد عارف قاسمی امانت علی قاسمی
محمد عمران گنگوہی، محمد اسعد جلال قاسمی
مفتیان دارالعلوم وقف دیوبند

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد حسنین ارشد قاسمی
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند
(۱۴۴۳/۴/۱۰)

عذر کی وجہ سے کیے گئے تیمّم سے پڑھی گئی نمازوں کا اعادہ کیا جائے گا یا نہیں؟

(۳۸) **سوال:** اگر وہ عذر جس کی وجہ سے تیمّم کیا گیا ہے آدمیوں کی طرف سے ہو تو جب وہ عذر جاتا رہے تو جس قدر نمازیں اس تیمّم سے پڑھی ہیں سب دوبارہ پڑھنی چاہئیں مثلاً کوئی شخص جیل خانہ میں ہو اور جیل کے ملازم اس کو پانی نہ دیں یا کوئی اس سے کہے کہ اگر تو وضو کرے تو تجھ کو مار ڈالوں گا تو اس تیمّم سے جو نماز پڑھی ہے کیا وہ صحیح ہوئی یا نہیں؟ مسائل بہشتی زیور میں لکھا ہے کہ نماز پھر دہرائے، صحیح مسئلہ کیا ہے؟

فقط: والسلام
المستفتی: عبداللہ، دہرادون

الجواب وباللہ التوفیق: بہشتی زیور میں یہ مسئلہ لکھا ہے یہ مسئلہ اسی طرح شامی میں ہے:

"اعلم أن المانع من الوضوء إن كان من قبل العباد كاسير منعه الكفار من الوضوء ومحبوس في السجن ومن قيل له أن توضأت قتلتك جاز له التيمم ويعيد الصلوٰة إذا زال المانع كذا في الدر والوقاية وأما إذا كان من قبل الله تعالىٰ كالمرض فلا يعيد"[۲]

الجواب صحیح:
سید احمد علی سعید
مفتی اعظم دارالعلوم وقف دیوبند

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد عمران دیوبندی غفرلہ (۱۴۱۲/۴/۲۶ھ)
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

☆☆☆

(۱) ابن عابدين، رد المحتار، "كتاب الطهارة: باب التيمم": ج۱، ص: ۳۹۹، ۳۹۸۔
(۲) ابن نجيم، البحر الرائق، "كتاب الصلاة: باب شروط الصلاة": ج۱، ص: ۴۶۵۔

فصل ثانی:

نماز کے ارکان کا بیان

نماز کی نیت کے وقت چہرہ قبلہ رخ نہ ہو:

(۳۸) **سوال:** نماز کی نیت کرتے ہوئے چہرہ کسی اور طرف پھرا ہوا ہے اور جب نیت کر چکا، تو چہرہ قبلہ رخ کر لیا اور نیچے کی طرف کر لیا، یہ کیسا ہے؟

فقط: والسلام
المستفتی: ظہیر احمد، دیوبند

الجواب وباللّٰه التوفیق: بہتر تو یہ ہے کہ نیت کرتے وقت چہرہ بھی قبلہ رخ ہونا چاہیے، تاہم اگر نیت کرنے کے بعد چہرہ قبلہ رخ کر لیا، تو نماز اس کی درست ہو جائے گی، اگر چہ ایسا کرنا اور اس کی عادت ڈالنا برا ہے۔[1]

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد عمران دیوبندی غفرلہ (۱۴۰۸/۲/۱۴ھ)
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:
سید احمد علی سعید
مفتی اعظم دارالعلوم وقف دیوبند

---

(۱) (أو حكماً) مثال المقارنة الحكمية أن يقدم النية على الشروع قالو: لو نوى عند الوضوء أنه يصلي الظهر مثلاً ولم يشتغل بعد النية بعمل يدل على الإعراض كأكل، وشرب، وكلام ونحوها ثم انتهىٰ إلى محل الصلاة ولم تحضره النية جازت صلاته بالنية السابقة. (أحمد بن محمد، حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، ''كتاب الصلاة: باب شروط الصلاة وأركانها''، ص: ۲۱۷، مکتبہ شیخ الہند، دیوبند)

وأجمع أصحابنا على أن الأفضل: أن تكون النية مقارنة للشروع، هكذا في فتاوىٰ قاضي خانؒ والنية المتقدمة على التكبير كالقائمة عند التكبير، إذا لم يوجد ما يقطعه، وهو عملٌ لا يليق بالصلاة، كذافي الكافي'' حتى لو نوىٰ ثم توضأ ومشى إلى المسجد فكبر ولم يحضره النية، جاز ولا يعتد بالنية المتأخرة عن التكبير، كذا في التبيين. (جماعة من علماء الهند، الفتاوىٰ الهندية، ''كتاب الصلاة: الباب الثالث في شروط الصلاة، الفصل الرابع في النية''، ج ۱، ص: ۱۲۴-۱۲۵، زکریا، دیوبند)

نماز کی درستگی کے لیے امام کا مقتدی کی نیت کرنا ضروری ہے یا نہیں؟

(۳۹) **سوال:** امام کو نماز میں اپنی ہی نیت کرنی ہے یا مقتدیوں کی بھی نیت کرنی پڑے گی؟ نیز مقتدی کس کی نیت کریں اور اگر وہ اپنی نیت کریں نہ کہ امام کی تو ان کی نماز درست ہے یا نہیں؟

فقط: والسلام
المستفتی: عبدالکریم، کشمیری

الجواب وباللہ التوفیق: بہتر یہ ہے کہ امام اپنی اور اپنے مقتدیوں کی نیت کرے اگر امام نے مرد مقتدیوں کی نیت نہ کی تو بھی نماز درست ہوگی؛ لیکن اگر عورتیں اقتداء کر رہی ہوں، تو ان کی نماز کی درستگی کے لیے امام کا نیت کرنا ضروری ہے۔ مقتدیوں کا اپنے امام کی اقتداء کی نیت کرنا ضروری ہے، اس کے بغیر مقتدیوں کی نماز درست نہ ہوگی۔ (۱)

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: سید احمد علی سعید
مفتی اعظم دارالعلوم وقف دیوبند

بلا نیت نماز شروع کردی تو نماز ہوگی یا نہیں؟

(۴۰) **سوال:** زید نے نماز شروع کی بعد میں یاد آیا کہ نیت نہیں کی ہے، تو وہ نماز ہو

---

(۱) قوله: (وينوي المقتدي) أما الإمام فلا يحتاج إلى نية الإمامة. (ابن عابدين، رد المحتار، ''كتاب الصلاة: ''باب شروط الصلاة'': مطلب في حضور القلب والخشوع، ج۲، ص:۹۸، زکریا دیوبند)

و الإمام ينوي ما ينوي المنفرد ولا يحتاج إلى نية الإمامة حتى لو نوى أن لا يؤم فلاناً فجاء فلان واقتدى به جاز هكذا في فتاوىٰ قاضي خان، ولا يصير إماماً للنساء إلا بالنية هكذا في ''المحيط''. (جماعة من علماء الهند، الفتاوىٰ الهندية، ''كتاب الصلاة: الفصل الرابع في النية'': ج۱، ص:۱۲۴، زکریا دیوبند)

وينوي المقتدي المتابعة لم يقل أيضاً: لأنه لو نوى الاقتداء بالإمام أو الشروع في صلاة الإمام ولم يعين الصلاة صح في الأصح وإن لم يعلم بها لجعله نفسه تبعاً لصلاة الإمام. (ابن عابدين، الدر المختار مع رد المحتار، ''كتاب الصلاة: باب شروط الصلاة'': مطلب في حضور القلب والخشوع، ج۲، ص:۹۸، زکریا دیوبند)

جائے گی یا نہیں؟

فقط: والسلام
المستفتی: قاری ریاض حسن قاسمی، لکھنؤ

الجواب وباللہ التوفیق: بلا نیت ہی نماز شروع کردی، پھر یاد آیا کہ نیت نہیں کی یا غلط نیت کرلی، مثلاً: عصر کی جگہ ظہر کی نیت کرلی، تو اب نیت کا وقت ختم ہوگیا؛ اس لیے نماز کے اندر نیت کرلینے کا اعتبار نہیں ہوگا، پھر از سر نو نیت کرے، تکبیر تحریمہ کہے۔(۱)

الجواب صحیح: فقط: واللہ اعلم بالصواب
خورشید عالم غفرلہ **کتبہ:** محمد احسان غفرلہ (۱۹/۸/۱۴۱۸ھ)
مفتی دارالعلوم وقف دیوبند نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

نفل کی نیت سے جمعہ پڑھنے کے بعد جمعہ پڑھانا:

(۴۱) **سوال:** کیا فرماتے ہیں علماء دین مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: ڈیڑھ بجے ایک مسجد میں جمعہ ہو رہا تھا زید نفل کی نیت سے جماعت میں شریک ہوگیا پھر زید نے دو بجے دوسری مسجد میں جمعہ پڑھایا، زید کو پہلے سے معلوم تھا کہ دو بجے جمعہ پڑھانا ہے اسی لیے پہلی جماعت میں شریک ہوتے ہوئے فرض کی نیت نہیں کی؛ بلکہ قصداً نفل کی نیت کی، تو زید کے پہلی جماعت میں شریک ہونے پر نفل اور دوسری نماز پڑھانے پر جمعہ درست ہوا یا نہیں؟

---

(۱)قوله: ولا عبرة بنية متأخرة لأن الجزء الخالي عن النية لا يقع عبادة فلا ينبني الباقي عليه. (ابن عابدين، رد المحتار، ”كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة“: مطلب في حضور القلب والخشوع، ج۲،ص:۹۴)

إنما الأعمال بالنيات. (أخرجه البخاري في صحيحه، ”كتاب الإيمان: باب كيف كان بدء الوحي“:ج۱،ص: ۲،رقم:۱)

(النية) بالإجماع (وهي الإرادة المرجحة) المرجحة لأحد المتساويين أي إرادة الصلاة لله تعالىٰ على الخلوص.... (المعتبر فيها عمل القلب اللازم للإرادة فلا عبرة للذكر باللسان إن خالف القلب لأنه كلام لا نية إلا إذا عجز عن إحضاره لهموم أصابته فيكفيه اللسان مجتبىٰ (وهو) أى عمل القلب (أن يعمل) عند الإرادة (بداهة) بلا تأمل (أي صلاة يصلي). (ابن عابدين، رد المحتار، ”كتاب الصلاة: باب شروط الصلاة، بحث النية“:ج۲،ص:۹۱،۹۲)

ایک مفتی صاحب یہ کہتے ہیں کہ رمضان میں اگر کوئی دوسرے روزے کی نیت کرے تو بھی رمضان ہی کا روزہ ادا ہوتا ہے؛ اس لیے مذکورہ صورت میں جب پہلی نماز پڑھی تو اس میں نفل کی نیت معتبر نہیں؛ بلکہ پہلی نماز جمعہ کی ہی ہوئی اور دوسری نماز نفل ہوئی اس لیے دوسری نماز میں مقتدیوں کی نماز درست نہیں ہوئی، کیا رمضان پر یہ قیاس درست ہے؟

فقط: والسلام

المستفتی: محمد ناظم، غازی آباد

الجواب وباللہ التوفیق: نماز اور تمام عبادات میں نیت فرض ہے، بغیر نیت کے نماز نہیں ہوتی ہے اور فرض نماز میں یا جمعہ کی نماز میں فرض کی نیت اور جمعہ کی نیت کرنا فرض ہے اگر کوئی جمعہ میں فرض کی نیت نہیں کرتا ہے یا جمعہ کی نیت نہیں کرتا ہے تو اس کی جمعہ کی نماز نہیں ہوگی؛ لہٰذا زید کی پہلی نماز جمعہ کی نہیں ہوئی؛ بلکہ نیت کے مطابق نفل ہوئی اور جمعہ کی دوسری نماز جو انہوں نے پڑھائی ہے وہ صحیح ہے۔

”(قوله النية عندنا شرط مطلقا) أي في كل العبادات باتفاق الأصحاب“[۱]

”(ولا بد من التعيين عند النية) .... وفي الأشباه: ولا يسقط التعيين بضيق الوقت لأنه لو شرع فيه منتقلا صح وإن كان حراماً (قوله عند النية) أي سواء تقدمت على الشروع أو قارنته، فلو نوى فرضا معينا وشرع فيه نسي فظنه تطوعا فأتمه على ظنه فهو على ما نوى كما في البحر“[۲]

”مطلق الصلاة ينصرف إلى النفل“[۳]

حدیث میں ایک واقعہ مذکور ہے جس سے اس مسئلے پر بھی روشنی پڑتی ہے، حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھ کر اپنی قوم میں جا کر عشاء کی نماز پڑھاتے

(۱) ابن عابدین، رد المحتار، ”كتاب الصلاة: باب شروط الصلاة، فروع في النية“: ج۲، ص: ۱۲۔
(۲) ابن عابدین، رد المحتار، ”كتاب الصلاة: باب شروط الصلاة، مطلب في حضور القلب“: ج۲، ص: ۹۵۔
(۳) ابن عابدین، رد المحتار، ”كتاب الصلاة: باب شروط الصلاة، مطلب في ستر العورة“: ج۱، ص: ۴۲۰۔

تھے، اس حدیث کی بنا پر حضرات شوافع یہ کہتے ہیں پہلی نماز فرض تھی اور دوسری نماز نفل تھی جب کہ احناف کی رائے ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ وہ نفل کی نیت سے نماز پڑھتے تھے اور پھر لوگوں کو فرض پڑھاتے تھے۔ علامہ عینیؒ اور علامہ کشمیریؒ نے اسی کو راجح قرار دیا ہے کہ ان کی پہلی نماز نفل تھی۔

”الثاني:أن النية أمر مبطن لا يطلع عليه إلا بإخبار الناوی،ومن الجائز أن يكون معاذ كان يجعل صلاته معه صلى الله عليه وسلم،بنية النفل ليتعلم سنة القراءة“[۱]

”حتى انهم اختلفوا في أن أيا من صلاتيه تقع عن الفريضة: فقال بعضهم: إن الفريضة تسقط بأولى صلاتيه. وقال آخرون: بل تسقط بأكمل منهما، ولا يحكم على إحداهما بتا، كما في ”الموطأ“ عن ابن عمر رضي الله عنه لما سئل عن ذلك فوضه إلى الله“[۲]

”وإذا تقرَّر هذا، لم يبقَ بيننا وبين الشافعية خلاف في صلاة معاذ رضي الله عنه، إلا أنهم قالوا: إن أولى صلاتيه كانت فريضةً والأخرى نافلة، وقلنا بعكسه. وحينئذٍ اعْتَدَلْنَا ككفتي الميزان، لا مزية لهم علينا، لأن ما ادعوه من باب الرجم بالغيب، فمن أين علموا أن صلاة معاذ رضي الله عنه خلف النبي صلى الله عليه وسلّم كانت هي الفريضة ولا يعلم حال النية إلا من قبله، وما لم يبين هو بنفسه، فجعل أولى صلاتيه فريضة تحكم، لم لا يجوز أن تكون تلك نافلة والأخرى بعكس ما قلتم؟

فإن قلت: إن معاذا رضي الله إذا نوى العشاء أول مرة على ما قلتم، وقع عن فريضة لا محالة. قلت: كلا، فإنك قد علمت في مفتتح الكلام أن الفريضة تحتاج إلى نية زائدة على أصل الصلاة، وهي نية وصف الفرضية، فإنه يتضمن أمرين: الصلاة،

(۱) بدرالدين عيني، عمدة القاري، ”كتاب الصلاة: باب إذا طول الإمام“: ج۵،ص:۲۳۶، دار إحياء التراث العربي بيروت.

(۲) الكشميري، فيض الباري، كتاب الصلاة: باب إذا طول الإمام وكان للرجل حاجة فخرج فصلى“: ج۲، ص:۲۸۵، شيخ الهند، ديوبند.

وذلك الوصف. فإذا أطلق في النية ولم ينو هذا الوصف، لا تقع إلا نافلة، ولعل صلاة معاذ رضي الله عنه مع النبي صلى الله عليه وسلم كانت لإحراز فضيلة جماعة النبي صلى الله عليه وسلّم وصلاته في قومه كانت لإسقاطها عن ذمته، بل هو الظاهر على أصلنا. فإنه كان إمام قومه، فلا بد أن ينوي صلاة يصح اقتداؤهم به، وذلك على ما قلنا. ولسنا ندعى أنه كان يفعل كذلك؛ بل نقول: إنا نتوازن في الفعال حذو المثقال، ولا نرضى بخطة عسف''[1]

یہ مسئلہ اس قبیل سے نہیں ہے کہ نیت نفل کی کرے اور ادا فرض ہو جائے۔ علامہ حمویؒ نے ان مسائل کی جن میں نیت کے برخلاف عبادت کا تحقق ہوتا ہے اس کی فہرست دی ہے اور اس کے حصر کا دعوی کیا ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

''ونقض الحموی الحصر بمسائل ینوی فیها خلاف ما یؤدي منها ما لو طاف بنية التطوع في أيام النحر وقع عن الفرض، وما لو صام يوم الشك تطوعاً فظهر أنه من رمضان كان منه، وما لو تهجد بركعتين فظهر أن الفجر طالع ينوبان عن سنة الفجر. وما لو صام عن كفارة ظهار أو إفطار فقدر على العتق يمضي في صوم النفل. وما لو نذر صوم يوم بعينه فصامه بنية النفل يقع عن النذر كما في جامع التمرتاشی''[2]

مفتی صاحب کو بظاہر مغالطہ ہوا ہے، نماز کے مسئلہ کو رمضان پر قیاس کرنا درست نہیں ہے؛ اس لیے کہ رمضان روزہ کے لیے معیار ہے اور روزہ کا پورا وقت روزہ میں ہی مصروف رہتا ہے؛ اس لیے رمضان میں رمضان کے روزہ کے علاوہ کوئی روزہ درست ہی نہیں ہے، رمضان کا روزہ ہی متعین ہے اور متعین کے لیے تعیین کی ضرورت نہیں ہوتی اس لیے نفس روزہ کی نیت سے بھی رمضان کا روزہ ادا ہو جاتا ہے اور نفل کی نیت سے بھی رمضان کا ہی روزہ ادا ہوتا ہے؛ لیکن نماز میں وقت نماز کے لیے ظرف ہے جس میں فرض نماز کی ادائیگی کے بعد بھی وقت بچتا ہے؛ اس لیے یہاں پر فرض کی نیت کے

---

(۱) الكشميري، فيض الباري، كتاب الصلاة: باب إذا طول الإمام وكان للرجل حاجة فخرج فصلى''ج۲ص:۲۸۷.
(۲) ابن عابدين، رد المحتار، ''كتاب الصلاة: باب شروط الصلاة، فروع في النية'':ج۲ص:۱۲۱،۱۲۲.

ساتھ تعیین کی بھی ضرورت ہوتی ہے حتیٰ کہ فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر وقت میں تنگی ہو اور صرف فرض ادا ہوسکتا ہو اس وقت میں بھی اگر کسی نے نفل کی نیت کرلی، تو اس کی نفل نماز درست ہوجائے گی، اگرچہ اس کے لیے ایسا کرنا درست نہیں ہے معلوم ہوا کہ نماز کو رمضان پر قیاس کرنا درست نہیں ہے۔

''(قوله: وبمطلق النية) أي من غير تقييد بوصف الفرض أو الواجب أو السنة لأن رمضان معيار لم يشرع فيه صوم آخر فكان متعينا للفرض والمتعين لا يحتاج إلى التعيين والنذر المعين معتبر بإيجاب الله تعالى فيصام كل بمطلق النية إمداد''[1]

الجواب صحیح:
محمد احسان غفرلہ، محمد عارف قاسمی
محمد اسعد جلال قاسمی، محمد عمران گنگوہی،
محمد حسنین ارشد قاسمی
مفتیان دارالعلوم وقف دیوبند

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: امانت علی قاسمی
مفتی دارالعلوم وقف دیوبند
(۱۴۴۲/۶/۴ھ)

نماز کی نیت باندھنے کا صحیح طریقہ کیا ہے؟

(۴۲) **سوال:** نماز کی نیت باندھنے کا صحیح طریقہ کیا ہے؟

فقط: والسلام
المستفتی: اختر حسین، مظفرنگر

الجواب وباللہ التوفیق: صورت مسئولہ میں نماز کی نیت کر کے زبان سے ''اللہ أکبر'' پڑھتے ہوئے کانوں تک ہاتھ اٹھائے اس طرح کہ انگوٹھے کانوں کی لو سے مل جائیں یا برابر ہوجائیں پھر ہاتھ باندھ لے۔[2]

الجواب صحیح:
سید احمد علی سعید
مفتی اعظم دارالعلوم وقف دیوبند

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد احسان غفرلہ (۱۴۱۶/۸/۱۸ھ)
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

(۱) ابن عابدین، رد المحتار، ''کتاب الصوم''، ج۳، ص: ۳۴۱، ۳۴۲.

(۲) (وكيفيتها) إذا أراد الدخول في الصلاة كبر ورفع يديه حذاء أذنيه حتى يحاذي بإبهاميه (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

امام کے لیے امامت کی نیت کرنا:

(۴۳) **سوال:** کیا فرماتے ہیں علماء دین مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: نماز میں نیت کرنا فرض ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ آدمی نماز کی نیت کرے گا؛ لیکن اگر کوئی شخص امام ہو تو کیا اس کے لیے نماز کی نیت کے ساتھ ساتھ امامت کی نیت کرنا بھی ضروری ہے یا صرف نماز کی نیت کافی ہے؟ کیا اس سلسلے میں مرد و عورت کے اعتبار سے کوئی فرق پڑتا ہے؟

فقط: والسلام

المستفتی: زید، عادل آباد

الجواب وباللہ التوفیق: نماز میں نیت کرنا فرض ہے اس کے بغیر نماز درست نہیں ہوگی؛ لیکن امامت کی علاحدہ نیت کرنا ضروری نہیں ہے۔ بغیر امامت کی نیت کے بھی مقتدیوں کی نماز درست ہوگی؛ البتہ نیت کرنے پر اس کو امامت کا ثواب بھی ملے گا ہاں اگر عورت بھی اقتدا کر رہی ہو تو عورتوں کی امامت کی نیت کرنا ضروری ہے اگر امام نے عورتوں کی امامت کی نیت نہیں کی تو عورتوں کی نماز درست نہ ہوگی۔

’’والإمام ينوی صلاته فقط، ولا يشترط لصحة الاقتداء نية إمامة المقتدی

(پچھلے صفحہ کا حاشیہ) شحمتي أذنيه وبرؤس الأصابع فروع أذنيه، كذا في التبيين، ولا يطأطئ رأسه عند التكبير، كذا في الخلاصة، قال الفقيه أبو جعفر: يستقبل ببطون كفيه القبلة وينشر أصابعه ويرفعهما فإذا استقرتا في موضع محاذاة الإبهامين شحمتي الأذنين يكبر، قال شمس الأئمة السرخسي، عليه عامة المشايخ، كذا في المحيط، والرفع قبل التكبير هو الأصح، هكذا في الهداية وهكذا تكبيرات القنوت وصلاة العيدين ولا يرفعها في تكبيرة سواها. (جماعة من علماء الهند، الفتاویٰ الهندية، ’’كتاب الصلاة: الباب الرابع في صفة الصلاة، الفصل الثالث في سنن الصلاة وأدابها‘‘: ج ۱، ص: ۱۳۰)

والأصح أنه يرفع يديه أولا ثم يكبر لأن فعله نفي الكبرياء عن غير الله والنفي مقدم على الإثبات. (ويرفع يديه حتى يحاذي بإبهاميه شحمتي أذنيه) وعند الشافعي رحمه الله: يرفع إلى منكبيه، وعلى هذا تكبيرة القنوت والأعياد والجنازة، له حديث أبي حميد الساعدي رضي الله عنه قال كان النبي صلى الله عليه وسلم إذا كبر رفع يديه إلى منكبيه، ولنا رواية وائل بن حجر والبراء وأنس رضي الله عنهم، أن النبي على الصلاة والسلام كان إذا كبر رفع يديه حذاء. (ابن الهمام، فتح القدير، ’’كتاب الصلاة: باب صفة الصلاة‘‘: ج ۱، ص: ۲۸۵، ۲۸۶)

بل لنيل الثواب عند اقتداء أحد به الخ''(۱)

ولا يحتاج الإمام في صحة الاقتداء به إلى نية الإمامة حتى لو شرع على نية الإنفراد فاقتدى به يجوز إلا في حق جواز اقتداء النساء به فإن اقتدائهن به لايجوز مالم ينو أن يكون إماما لهن أو لمن تبعه عموما''(۲)

الجواب صحیح:
محمد احسان غفرلہ، محمد عارف قاسمی
محمد اسعد جلال قاسمی، محمد عمران گنگوہی،
محمد حسنین ارشد قاسمی
مفتیان دارالعلوم وقف دیوبند

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: امانت علی قاسمی
مفتی دارالعلوم وقف دیوبند
(۲/۳/ ۱۴۴۳ھ)

امام اپنے مقتدیوں کی نیت کن الفاظ سے کرے؟

(۴۴) **سوال:** کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ: امام صاحب کو مقتدیوں کی نیت زبان سے کس طرح کرنی چاہئے اور بغیر زبان سے کہے دل میں نیت کرنے سے نماز ہوگی یا نہیں؟ دلائل کے ساتھ جواب سے مستفیض فرمائیں۔

فقط: والسلام
المستفتی: شمیم احمد، ضلع بجنور

---

(۱) ابن عابدين، رد المحتار،''كتاب الصلاة: باب شروط الصلاة، مطلب مضىٰ عليه سنوات وهو يصلي الظهر قبل وقتها'': ج ۲، ص: ۱۰۳، ۱۰۴، ط: مکتبہ زکریا دیوبند.

(۲) إبراهيم الحلبي، غنية المستملي، شرح منية المصلي، ''كتاب الصلاة: الشرط السادس النية'': ص: ۲۱۹.

وإن أم نساء فإن اقتدت به المرأة محاذية لرجل في غير صلاة جنازة فلا بد لصحة صلاتها من نية إمامتها ...... وإن لم تقتد محاذية اختلف فيه فقيل يشترط وقيل لا. (ابن عابدين، رد المحتار،''كتاب الصلاة:باب شروط الصلاة، مطلب مضىٰ عليه سنوات وهو يصلي الظهر قبل وقتها'': ج ۲، ص: ۱۰۴، زکریا دیوبند)

ولا يصير إماماً للنساء إلا بالنية. (جماعة من علماء الهند، الفتاوىٰ الهندية:''كتاب الصلاة: الباب الثالث في شروط الصلاة، الفصل الثالث في استقبال القبلة'': ج ۱، ص: ۱۲۴، زکریا دیوبند)

الجواب و باللہ التوفیق: نیت کا تعلق دل سے ہے اور اگر دل میں نماز کی نیت کر لی تو نماز صحیح اور درست ہو جائے گی؛ البتہ زبان سے الفاظ بھی کہہ لے تو بہتر ہے۔ امام صاحب کی نیت یہ ہونی چاہیے، مثلاً: آج کی فجر کی دو رکعت فرض اپنی اور اپنے مقتدیوں کی طرف سے اداء کرنے کی نیت کرتا ہوں اور اس کے بعد نماز شروع کر دے۔[1]

فقط: واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد عمران دیوبندی غفرلہ (۱۲/۱/۱۴۱۵ھ)
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:
سید احمد علی سعید
مفتی اعظم دارالعلوم وقف دیوبند

امام کس طرح نماز کی نیت کرے؟

(۴۵) **سوال:** کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں امام نماز پڑھاتے ہوئے کس طرح نیت کرے۔

فقط: والسلام
المستفتی: مظفر الاسلام قاسمی، بجنور

الجواب و باللہ التوفیق: امام کے لیے طریقہ نیت مقتدی جیسا ہے؛ البتہ اس کے ساتھ مقتدیوں کے لیے امامت کی نیت زیادہ ہے کہ فلاں امام کی اقتداء کی نیت کرتا ہوں امام کو یہ نیت کرنا ضروری نہیں ہے کہ میں مقتدیوں کی امامت کر رہا ہوں۔[2]

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: سید احمد علی سعید
مفتی اعظم دارالعلوم وقف دیوبند

---

(۱) النية هي في اللغة مطلق القصد وفي الشريعة قصد كون الفعل لما شرع له والعبادات إنما شرعت لنيل رضاء الله تعالىٰ ولا يكون ذلك إلا بإخلاصها له فالنية في العبادات قصد كون الفعل لله تعالىٰ ليس غير.
(إبراهيم الحلبي، حلبي كبيري، ”كتاب الصلاة: الشرط السادس النية“: ص: ۲۱۶، دارالکتاب دیوبند)
وتشترط النية وهي الإرادة الجازمة لتتميز العبادة عن العادة ويتحقق الإخلاص (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

وتر کی نیت میں عشاء کا وقت کہنا کیسا ہے؟

(۴۶) **سوال:** عشاء کی نماز کے بعد جو وتر پڑھی جاتی ہیں اس کی نیت میں وقت عشاء کا کہنا کیسا ہے؟ اگر کوئی وتر کی نیت میں نیت کے ساتھ وقت عشاء کا بھی کہہ لے تو کیا وتر واجب ادا ہو جائے گی؟ جب کہ غیر مستند طریقہ سے یہ بھی افواہ سنی جاتی ہے کہ وقت عشاء نہ کہنا چاہئے؟

فقط: والسلام

المستفتی: سید محمد فرقان، راجو پور

الجواب و بالله التوفيق: دیکھنا یہ ہے کہ وتر نماز کا وقت کون سا ہے، ظاہر ہے کہ عشاء کے فرض اور سنت کے بعد وتر پڑھی جاتی ہے جو مستقل ہے تو معلوم ہوا کہ ان کی ادائیگی کا وقت وہ ہے جو عشاء کا ہے تو اب نیت باندھتے وقت اگر عشاء کا وقت زبان پر لائیں اس سے بھی کوئی خرابی نہیں۔ اور زبان سے یہ لفظ ادا نہ کریں جب بھی درست ہے۔ [1]

فقط: واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد عمران دیوبندی غفرلہ (۱۲/۱۰/۱۴۱۳ھ)

نائب مفتی دار العلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:

سید احمد علی سعید

مفتی اعظم دار العلوم وقف دیوبند

(پچھلے صفحہ کا حاشیہ) فيها لله سبحانه وتعالىٰ. (أحمد بن محمد، حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، ''كتاب الصلاة: باب شروط الصلوٰة'': ص: ۲۱۵، شیخ الہند دیوبند)

(۲) ولا يحتاج الإمام في صحة الاقتداء به إلى نية الإمامة، حتى لو شرع على نية الإنفراد فاقتدى به يجوز إلا في حق جواز اقتداء النساء به، فإن اقتداء هن به لا يجوز ما لم ينو أن يكون إماماً لهن أو لمن تبعه عموماً. (إبراهيم الحلبي، حلبي كبيري، ''كتاب الصلاة: الشرط السادس النية'': ص: ۲۱۹، دار الکتاب دیوبند)

والخامس منها: نية المتابعة مع نية أصل الصلاة للمقتدي ...... وقيدنا بالمقتدي لأنه لا يشترط نية الإمامة للرجال بل للنساء. (أحمد بن محمد، حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، ''كتاب الصلاة: باب شروط الصلاة'': ص: ۲۲۱، ۲۲۲، شیخ الہند دیوبند)

(۱) ووقت العشاء والوتر من غروب الشفق إلى الصبح كذا في الكافي ولا يقدم الوتر على العشاء لوجوب الترتيب. (جماعة من علماء الهند، الفتاوىٰ الهندية، ''كتاب الصلاة: الباب الأول في المواقيت وما يتصل بها: ج ۱، ص: ۱۰۸)

بھول کر سنت کے بجائے فرض کی نیت سے نماز شروع کردی:

(۴۷) **سوال**: اگر کوئی شخص بوقت فجر یا ظہر بھول کر بجائے سنت مؤکدہ کے فرض کی نیت باندھ لے تو سنت کس طرح ادا کرے؟

فقط: والسلام
المستفتی: ظہیر احمد سیفی، سہارنپور

الجواب و بالله التوفيق: اگر وقت میں گنجائش ہو تو نیت توڑ کر پھر سے سنتوں کی نیت باندھ لے اور تکبیر تحریمہ دوبارہ سنت کی نیت سے کہے۔ نیز فرض کی نیت سے بھی سنت ادا ہوجاتی ہے۔(۱)

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد احسان غفرلہ (۲۵/۹/۱۴۲۰ھ)
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:
خورشید عالم غفرلہ
مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

(۱) فيجوز بناء النفل على النفل وعلى الفرض، وإن كره لا فرض على فرض أو نفل على الظاهر، ولاتصالها بالأركان روعى لها الشروط، وقد منعه الزيلعي ثم رجع إليه بقوله: ولئن سلم: نعم في التلويح تقديم المنع على التسليم أولى. (ابن عابدين، رد المحتار على الدر المختار، "كتاب الصلاة: باب صفة الصلاة، مطلب قديطلق الفرض على ما يقابل الركن": ج۲، ص:۱۲۸، ۱۲۹)

ثم أنه إن جمع بين عبادات الوسائل في النية صح كما لو اغتسل لجنابة وعيد وجمعة إجتمعت ونال ثواب الكل، وكما لو توضأ لنوم وبعد غيبة وأكل لحم جزور، وكذا يصح لو نوى نافلتين أو أكثر كما لو نوى تحية مسجد وسنة وضوء وضحى وكسوف، والمعتمد أن العبادات ذات الأفعال يكتفى بالنية في أولها ولا يحتاج إليها في كل جزء إكتفاء بإنسحابها عليها، ويشترط لها الإسلام والتمييز والعلم بالمنوى وأن لا يأتي بمناف بين النية والمنوى. (أحمد بن محمد، حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، "كتاب الصلاة: باب شروط الصلاة وأركانها" ج۱، ص:۲۱۶، ط: دارالكتب العلمية)

وأما إذا نوى نافلتين كما إذا نوى بركعتي الفجر التحية والسنة أجزأت عنهما، وفي حاشيته: لأن التحية والسنة قربيان، إحدهما: وهي التحية تحصل بلا قصد، فلا يمنع حصولها قصد غيرها، وكذا لو نوى الفرض والتحية كما في فتح القدير. قيل: ولو تعرض المصنف لنفل مختلف السبب لكان أولى كمن أخر التراويح إلى آخر الليل، ونوى التراويح وقيام آخر الليل لأن سبب التراويح غير سبب قيام الليل. (ابن نجيم، الأشباه والنظائر، "الجمع بين عبادتين بنية واحدة": القاعدة الأولى: الأمور بمقاصدها": ج۱، ص:۱۴۷)

نمازِ تہجد کس نیت سے پڑھی جائے؟

(۴۸) **سوال:** نمازِ تہجد نفل کی نیت سے پڑھی جائیں یا سنت کی نیت سے؟

فقط: والسلام
المستفتی: محمد عبداللہ، کھتولی

الجواب و باللہ التوفیق: تہجد کی نماز نفل ہے جس کا ثواب بہت ہی زیادہ ہے تاہم اگر سنت کہہ کر پڑھ لی تو وہ بھی درست ہے۔ مطلق نیت ہی کافی ہے۔ (۱)

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد احسان غفرلہ (۱۴۲۱/۱۱/۲ھ)
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:
خورشید عالم غفرلہ
مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

سنت شروع کر کے فرض یا قضاء کی نیت کر لی؟

(۴۹) **سوال:** سنت یا نفل نماز شروع کرنے کے بعد فرض نماز کی نیت کر لی یا قضاء کی نیت کر لی تو کون سی نماز ادا ہوگی؟

فقط: والسلام
المستفتی: محمد رفیق، ایم جی نگر، ناسک

الجواب و باللہ التوفیق: جس نیت سے نماز شروع کی جائے آخر تک اس نیت کا اعتبار ہوتا ہے درمیان میں صرف نیت بدل دینے سے نہ وہ نماز ہوتی ہے اور نہ ہی دوسری نماز شروع ہوتی ہے اس لیے صرف نیت سے منتقل نہ ہوگا۔ (۲)

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد احسان غفرلہ (۱۴۲۲/۱۱/۱۵ھ)
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:
خورشید عالم غفرلہ
مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

---

(۱) وكفى مطلق نية الصلاة......لنفل وسنة. (ابن عابدين، رد المحتار، "كتاب الصلاة: باب شروط الصلاة، مطلب في حضور القلب والخشوع": ج۲، ص:۹۴) (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

فرض اور نفل کی تمیز کے بغیر نیت کی تو نماز ہوگی یا نہیں؟

(۵۰) **سوال**: کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام وعلماء عظام مسئلہ ذیل کے بارے میں:

ایک شخص کو یہ تو معلوم تھا کہ نماز میں نیت ضروری ہے؛ اس لیے وہ نماز میں نیت کرتا تھا؛ لیکن اسے یہ معلوم نہیں تھا کہ فرض کی نیت کرنی ہے یا نفل کی نیت کرنی ہے بس وہ نماز پڑھتے وقت نماز کی نیت کر کے نماز شروع کر دیتا تھا اس طرح کئی سال اس نے نماز پڑھی اس حال میں فرض اور نفل کی تمیز کئے بغیر صرف نماز کی نیت سے اس کی نماز درست ہوئی یا نہیں کیا اس کو نمازیں لوٹانی ہوں گی؟

فقط: والسلام

المستفتی: محمد عامر، مظفر نگر

الجواب وباللّٰہ التوفیق: نماز کے لیے نیت فرض ہے اور فرض نمازوں میں نیت کی تعیین بھی ضروری ہے کہ میں ظہر کی فرض نماز پڑھ رہا ہوں یا عصر کی نماز پڑھ رہا ہوں، صرف نماز کی نیت کرنا کافی نہیں ہے۔ صورت مذکورہ میں اگر اس نے مثلاً ظہر کی نماز کے وقت ظہر کی نیت کی تھی اگر چہ زبان سے نیت کے الفاظ ادا نہیں کیے تھے، جیسا کہ عام طور پر ہوتا ہے اور وہ نماز کے فرض ہونے کی ہی نیت کرتا ہے، یعنی وہ تمام نمازوں کے لیے فرض کی ہی نیت کرتا رہا تو اس کی نماز درست ہوگئی اعادہ کی ضرورت نہیں؛ لیکن اگر اس کو نماز کے فرض ہونے کا علم نہیں تھا یا وہ یہ جانتا تھا کہ بعض

(پچھلے صفحہ کا حاشیہ) قال الشامي: لأن السنة ما واظب عليها النبي صلى الله عليه وسلم في محل مخصوص فإذا أوقعها المصلي فيه نفذ فعل الفعل المسمى سنة والنبي صلى الله عليه وسلم لم يكن ينوى السنة بل الصلاة لله تعالىٰ وتمام تحقيقه في الفتح. (أيضًا)

(۲) ولا معتبر بالمتأخر منها عنه لأن ما مضى لايقع عبادة لعدم النية. (المرغیناني، هداية، ''کتاب الصلاة: باب شروط الصلاة التي تتقدمها'': ج۱، ص: ۹۶، دار الکتاب دیوبند)

ولا تبطل بنية القطع وكذا بنية الانتقال إلى غيرها، (قوله مالم يكبر بنية مغايرة) بأن يكبر ناويا النفل بعد شروع الفرض وعكسه أو الفائتة بعد الوقتية أو الاقتداء بعد الإنفراد وعكسه أما إذا كبر بنية موافقة كأن نوى الظهر بعد ركعة الظهر من غير تلفظ بالنية فإن النية الأولى لاتبطل ويبنى عليها ولو بنى على الثانية فسدت الصلاة. (ابن عابدين، رد المحتار، ''کتاب الصلاة: باب صفة الصلاة'': ج۲، ص: ۱۲۶)

نمازیں فرض ہیں اور بعض سنت ہیں پھر اس نے متعین طور پر فرض یا نفل کی نیت نہیں کی تو اس کا فریضہ ساقط نہیں ہوا۔ اس طرح بلا نیت کے یا فرض نیت کے بغیر پڑھی گئی نمازوں کا اعادہ کرنا ضروری ہوگا۔ ہاں جو نمازیں امام کے پیچھے امام کی اقتدا کی نیت سے پڑھی ہے ان کے اعادہ کی ضرورت نہیں ہوگی اس لیے کہ امام نے فرض کی نیت کی ہے اور مقتدی نے اقتدا کی نیت کی ہے۔

"ومن صلى سنين ولم يعرف النافلة من الفريضة إن ظن أن الكل فريضة جاز وإن لم يعلم لايجوز وإنما يفعل كما يفعله الناس فإنه ينظر إلى ظنه إن ظن الكل أي كل شيء يصليه فريضة جاز فعله وسقط عنه الفرض لحصول شرائطه كلها وإن لم يعلم أن فيها فريضة أو علم أن منها فريضة ومنها سنة ولم يميز ولم ينو الفريضة لا يجوز وعليه قضاء صلوات تلك السنين إلا ما اقتدى فيه ناويا صلاة الإمام"(۱)

"ولو صلى سنين ولم يعرف النافلة من المكتوبة؛ إن ظن أن الكل فريضة جاز ما يصلي، لأنّ النفل يتأدي به. وإن كان ما يعلم أن البعض فريضة والبعض سنّة فكل صلاة صلاها خلف الإمام جاز إذا نوى صلاة الإمام. وإن كان يعلم الفرائض من النوافل، ولكن لا يعلم ما في الصلاة من الفريضة والسنّة،فصلى الفرائض بنيتها فصلواته جائزة،وإذا كان لا يعلم الفرائض من النوافل، قام يوماً ونوى الفرض في الكل، فقد ذكرنا أن صلوات الأيام كلها جائزة"(۲)

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: امانت علی قاسمی
مفتی دارالعلوم وقف دیوبند
(۱۴۴۳/۴/۲۴ھ)

الجواب صحیح:
محمد احسان غفرلہ، محمد عارف قاسمی
محمد عمران گنگوہی، محمد اسعد جلال قاسمی،
محمد حسنین ارشد قاسمی
مفتیان دارالعلوم وقف دیوبند

---

(۱) محمود بن أحمد، غنية المتملي شرح منية المصلي، "كتاب الصلاة: الشرط السادس: النية": ص:۲۲۱.

(۲) محمود بن أحمد، المحيط البرهاني، "كتاب الصلاة: الفصل الخامس، الفصل الرابع في كيفيتها": ج۱، ص:۲۸۸.

دورانِ نماز نیت بدلنے کا حکم:

(۵۱) **سوال:** حضرت مفتی صاحب: اگر کوئی شخص سنت نماز کی نیت کرے اس کے بعد اس نے نماز ہی میں فرض یا قضاء نماز کی نیت کرلی، تو کیا ایک نماز سے دوسری نمازوں کی طرف منتقل ہونا درست ہے؟ نیز سنت کی نیت سے نماز شروع کی گئی، لیکن نماز کے دوران فرض اور قضاء کی طرف منتقل کرنے سے کون سی نماز اداء ہوگی سنت، فرض یا قضاء نماز؟ مدلل جواب دے کر مشکور فرمائیں۔

فقط: والسلام

المستفتی: محمد عبداللہ، ناگ پور

الجواب وباللہ التوفیق: صورت مذکورہ میں جس نیت سے جو نماز شروع کی گئی ہے وہی نماز ہوگی درمیان میں صرف نیت کے بدلنے سے دوسری نماز کی طرف منتقل نہیں ہو سکتے، لہٰذا نیت کی تبدیلی سے وہ فرض اور قضاء نماز نہیں ہوئی، بلکہ جو نماز پہلی نیت سے شروع کی تھی یعنی سنت وہی ادا ہوگی؛ اس لیے کہ نماز صرف نیت سے منتقل نہیں ہوتی، بلکہ اس کے لیے تکبیر تحریمہ کہنا بھی ضروری ہے۔

''الرابع في صفة المنوی من الفریضة والنافلة والأداء والقضاء، أما الصلاة فقال في البزازیة: إنه ینوی الفریضة في الفرض فقال معزیاً إلی المجتبیٰ ''لابد من نیة الصلاة ونیة الفرض ونیة التعیین الخ''[۱]

''(قوله ولا تبطل بنیة القطع) وکذا بنیة الانتقال إلی غیرها (قوله ما لم یکبر بنیة مغایرة) بأن یکبر ناویا النفل بعد شروع الفرض وعکسه، أو الفائتة بعد الوقتیة وعکسه، أو الاقتداء بعد الإنفراد وعکسه. وأما إذا کبر بنیة موافقة کأن نوی الظهر بعد رکعة الظهر من غیر تلفظ بالنیة فإن النیة الأولی لا تبطل ویبنی علیها. ولو بنی علی الثانیة فسدت الصلاة''[۲]

(۱) ابن نجیم، الأشباہ والنظائر، القاعدة الثانیة: ص:۱۵۔

(۲) ابن عابدین، رد المحتار، ''کتاب الصلاة: باب صفة الصلاة'': ج۲،ص:۱۲۶۔

”قوله ولا عبرة بنية متأخرة) لأن الجزء الخالي عن النية لا يقع عبادة فلا يبنى الباقي عليه،وفي الصوم جوزت للضرورة، حتى لو نوى عند قوله الله قبل أكبر لا يجوز لأن الشروع يصح بقوله الله فكأنه نوى بعد التكبير حلية عن البدائع“[۱]

الجواب صحيح:
محمد احسان غفرلہ،محمد عارف قاسمی
محمد عمران گنگوہی ،محمد اسعد جلال قاسمی
مفتیان دارالعلوم وقف دیوبند

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد حسنین ارشد قاسمی
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند
(۲۶/۴/۱۴۴۳ھ)

سنت نماز میں تیسری رکعت میں کھڑے ہوکر وتر کی نیت کرنا:

(۵۲) **سوال:** زید عشاء کی فرض نماز ادا کرنے کے بعد دو رکعت سنت کی نیت کرتا ہے وہ دو رکعت سنت میں سلام پھیرنے کے بجائے تیسری رکعت کے لیے کھڑا ہو گیا اور تیسری رکعت میں قیام کے دوران اس نے وتر کی نیت کر لی ،تو کیا تیسری رکعت میں وتر کی نیت کرنے سے وتر ادا ہوئی یا سنت؟ کیا سنت یا وتر کا اعادہ ضروری ہے؟ ”بینوا وتوجروا“

فقط: والسلام
المستفتی: ایم قاسم ،تمل ناڈو

الجواب وباللہ التوفیق: واضح رہے کہ ایک نماز سے دوسری نماز میں داخل ہونے کے لیے نیت کے ساتھ دوبارہ تکبیر تحریمہ کہنا ضروری ہے۔صورت مذکور میں سنت ادا کرنے کی زید نے نیت کی تھی اور اس نے دو رکعت ادا بھی کر لی تھی، لیکن وہ سلام پھیرنے کے بجائے تیسری رکعت کے لیے کھڑا ہو گیا اور تیسری رکعت میں اس نے وتر کی نیت کر لی، تو صورت میں وتر ادا نہیں ہوئی کیوں کہ زید کا وتر کی طرف منتقل ہونا درست نہیں ہے۔اس لیے وتر کا اعادہ کرنا ہوگا اور چوں کہ سنت کی نیت سے نماز شروع کی ہے،اس لیے دو رکعت سنت نماز درست ہوگئی اور ایک رکعت لغو

---

(۱) ابن عابدين، رد المحتار،”كتاب الصلاة:باب شروط الصلاة، مطلب في حضور القلب والخشوع“: ج۲،ص:۹۴.

ہو جائے گی۔

''الرابع في صفة المنوى من الفريضة والنافلة والأداء والقضاء،أما الصلاة فقال في البزازية:إنه ينوى الفريضة في الفرض فقال معزياً إلى المجتبىٰ''لابد من نية الصلاة ونية الفرض ونية التعيين الخ''(۱)

''(قوله ولا تبطل بنية القطع) وكذا بنية الانتقال إلى غيرها (قوله ما لم يكبر بنية مغايرة)بأن يكبر ناويا النفل بعد شروع الفرض وعكسه،أو الفائتة بعد الوقتية وعكسه،أو الاقتداء بعد الإنفراد وعكسه. وأما إذا كبر بنية موافقة كأن نوى الظهر بعد ركعة الظهر من غير تلفظ بالنية فإن النية الأولى لا تبطل ويبنى عليها. ولو بنى على الثانية فسدت الصلاة''(۲)

''قوله (ولا عبرة بنية متأخرة) لأن الجزء الخالي عن النية لا يقع عبادة فلا يبنى الباقي عليه،وفي الصوم جوزت للضرورة.،حتى لو نوى عند قوله الله قبل أكبر لا يجوز لأن الشروع يصح بقوله الله فكأنه نوى بعد التكبير حلية عن البدائع''(۳)

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد حسنین ارشد قاسمی
نائب مفتی دار العلوم وقف دیوبند
(۲۶/۴/۱۴۴۳ھ)

الجواب صحیح:
محمد احسان غفرلہ، محمد عارف قاسمی
محمد عمران گنگوہی، محمد اسعد جلال قاسمی
مفتیان دار العلوم وقف دیوبند

کیا زبان سے نیت کرنی ضروری ہے؟

(۵۳) **سوال**: حضرت مفتی صاحب: سوال یہ ہے کہ سنت مؤکدہ ادا کرنے سے پہلے قضا نماز پڑھنے کی نیت تھی، لیکن تکبیر کہتے وقت کوئی نیت زبان سے نہیں کی، تکبیر کے بعد خیال آیا کہ میں

(۱) ابن نجيم، الاشباه والنظائر، القاعدة الثانية:ص:۱۵.

(۲)ابن عابدين،رد المحتار، ''كتاب الصلاة: باب صفة الصلاة'':ج۲،ص:۱۲۶.

(۳)ابن عابدين، رد المحتار،''كتاب الصلاة:باب شروط الصلاة،مطلب في حضور القلب والخشوع'': ج۲،ص:۹۴.

نے تو تکبیر کے وقت کسی نماز کی نیت نہیں کی ہے، تو تکبیر سے قبل نماز شروع کرنے سے پہلے کی جو نیت تھی وہ نیت معتبر ہوگی یا نہیں؟ ایسے ہی اگر کوئی شخص سنت نماز میں قضا نماز کی نیت کرے تو کیا وہ قضاء نماز کی نیت کرسکتا ہے؟ ''بینوا وتوجروا''

فقط: والسلام
المستفتی: محمد شمشیر الاسلام، مرادآباد

الجواب وباللہ التوفیق: نیت دل کے ارادے کا نام ہے، زبان سے الفاظ ادا کرنا ضروری نہیں ہے، لہٰذا دل میں قضاء کی نیت تھی اور زبان سے سنت مؤکدہ کا لفظ نکل گیا تو کوئی حرج نہیں ہے اس سے قضاء نمازیں ہی ادا ہوں گی، نیز نماز سے قبل کی نیت اور نماز شروع کرنے کے بعد کی نیت کے سلسلے میں ایک اصول یاد رکھیں کہ: آپ جو بھی نمازیں پڑھنا چاہتے ہیں اولاً ان کی تعیین کریں اور یہ تعیین ضروری ہوتا ہے پھر نماز کی نیت اور تکبیر تحریمہ کے بعد دوسری نماز کی نیت معتبر نہیں ہوگی، ایسے ہی سنت میں فرض نماز کی قضاء کی نیت کرنا درست نہیں ہے، تکبیر تحریمہ سے قبل جس نماز کی آپ نے نیت کی ہے وہی نماز ادا ہوگی، جیسا کہ کتب فقہ میں اس کی تفصیلات موجود ہیں۔

''(والمعتبر فیها عمل القلب اللازم للإرادة) فلا عبرة للذکر باللسان إن خالف القلب لأنه کلام لا نیة إلا إذا عجز عن إحضاره لهموم أصابته فیکفیه اللسان مجتبی (وهو) أي عمل القلب (أن یعلم) عند الإرادة (بداهة) بلا تأمل''(۱)

''الرابع في صفة المنوی من الفریضة والنافلة والأداء والقضاء، أما الصلاة فقال في البزازیة: إنه ینوی الفریضة في الفرض فقال معزیاً إلی المجتبیٰ ''لابد من نیة الصلاة ونیة الفرض ونیة التعیین الخ''(۲)

''(قوله ولا تبطل بنیة القطع) وکذا بنیة الانتقال إلی غیرها (قوله ما لم یکبر بنیة مغایرة) بأن یکبر ناویا النفل بعد شروع الفرض وعکسه، أو الفائتة بعد الوقتیة

---

(۱) ابن عابدین، رد المحتار، ''کتاب الصلاة: باب شروط الصلاة'': بحث النیة، ج۲، ص:۹۱۔
(۲) ابن نجیم، الأشباه والنظائر، ''القاعدة الثانیة'' ص:۱۵۔

وعكسه،أو الاقتداء بعد الإنفراد وعكسه. وأما إذا كبر بنية موافقة كأن نوى الظهر بعد ركعة الظهر من غير تلفظ بالنية فإن النية الأولى لا تبطل ويبنى عليها. ولو بنى على الثانية فسدت الصلاة"(۱)

"(قوله ولا عبرة بنية متأخرة) لأن الجزء الخالي عن النية لا يقع عبادة فلا يبنى الباقي عليه، وفي الصوم جوزت للضرورة، حتى لو نوى عند قوله الله قبل أكبر لا يجوز لأن الشروع يصح بقوله الله فكأنه نوى بعد التكبير حلية عن البدائع"(۲)

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد حسنین ارشد قاسمی
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند
(۲۷/۴/۱۴۴۳ھ)

الجواب صحیح:
محمد احسان غفرلہ، محمد عارف قاسمی
محمد عمران گنگوہی، محمد اسعد جلال قاسمی
مفتیان دارالعلوم وقف دیوبند

تکبیر تحریمہ میں کہاں تک ہاتھ اٹھانے چاہئے؟

(۵۴) **سوال:** تکبیر تحریمہ میں کہاں تک ہاتھ اٹھانے چاہیے، بعض لوگ کہتے ہیں ہاتھ مونڈھوں تک اٹھانا چاہیے، بعض کہتے ہیں کہ کانوں کی نرم لوتک اٹھانا چاہیے۔

فقط: والسلام
المستفتی: محمود عالم قاسمی، مراد آباد

الجواب وباللہ التوفیق: تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھ اس طرح اٹھائے جائیں کہ انگوٹھے کانوں کی لو سے ملے ہوئے ہوں اور عورت اس طرح اٹھائے کہ انگلیوں کے سرے کندھوں کے برابر ہوں۔(۳)

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد احسان غفرلہ (۸/۴:۱۴۱۸ھ)
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:
خورشید عالم غفرلہ
مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

---

(۱) ابن عابدین، رد المحتار، "كتاب الصلاة: باب صفة الصلاة": ج۱، ص:۴۴۱. (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

تکبیر تحریمہ کہے بغیر نماز میں شرکت:

(۵۵) سوال: بعض لوگ جو امام کے رکوع میں جانے کے بعد شریک جماعت ہوتے ہیں، رکوع میں جاتے ہوئے امام کے پیچھے صرف ایک تکبیر کہہ کر رکوع میں چلے جاتے ہیں، تو ان کی نماز ہوگی یا نہیں؟ جب کہ تکبیر نہیں ادا ہوئی۔

فقط: والسلام
المستفتی: مقدر حسین، سہارنپور

الجواب وباللہ التوفیق: اگر امام رکوع میں ہے اور اس وقت کوئی شخص امام کے ساتھ رکوع میں شامل ہونا چاہتا ہے، تو مسنون طریقہ یہ ہے کہ کھڑے ہو کر تکبیر تحریمہ کہنے کے بعد پھر دوسری تکبیر کہہ کر رکوع میں جائے اور اگر کھڑے ہو کر تکبیر تحریمہ نہ کہی اور رکوع کے مانند جھکتے ہوئے تکبیر کہہ کر رکوع میں چلا گیا، تو اس کی نماز نہ ہوگی۔ (۱)

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد احسان غفرلہ (۱۱/۱/۱۴۲۰ھ)
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:
خورشید عالم غفرلہ
مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

(پچھلے صفحہ کا حاشیہ) (۲) ابن عابدين، رد المحتار، ''كتاب الصلاة: باب شروط الصلاة'': مطلب في حضور القلب والخشوع، ج۲،ص:۱۲۶۔

(۳) وكيفيتها: إذا أراد الدخول في الصلاة كبّر ورفع يديه حذاء أذنيه حتى يحاذي بإبهاميه شحمتي أذنيه وبرؤس الأصابع فروع أذنيه. كذا في التبيين. (جماعة من علماء الهند، الفتاوىٰ الهندية، ''كتاب الصلاة: الباب الثالث في شروط الصلاة، الفصل الثالث: في سنن الصلاة وآدابها وكيفيتها'': ج۱،ص:۱۳۰، زکریا دیوبند)

(ثم رفعهما حذاء أذنيه) حتى يحاذي بإبهاميه شحمتي أذنيه ويجعل باطن كفيه نحو القبلة. (أحمد بن محمد، حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، ''كتاب الصلاة: فصل في كيفية ترتيب أفعال الصلاة'': ص:۲۷۸، مکتبہ: شیخ الہند دیوبند)

(۱) فلو كبّر قائمًا فركع ولم يقف صح، لأن ما أتى به من القيام إلى أن يبلغ الركوع يكفيه، ''قنيه''. (ابن عابدين، رد المحتار، ''كتاب الصلاة: باب صفة الصلاة'': بحث القيام، ج۲،ص:۱۳۱، مکتبہ: زکریا دیوبند)

ولا يصير شارعاً بالتكبير إلا في حالة القيام...... ولو أدرك الإمام وهو راكع فكبّر قائماً وهو يريد تكبيرة الركوع جازت صلاته ولغت نيته. (جماعة من علماء الهند، الفتاوىٰ الهندية، (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

تکبیر تحریمہ کے وقت کانوں تک ہاتھ اٹھانے کا ثبوت:

(۵۶) **سوال**: حنفی حضرات تکبیر تحریمہ میں کانوں تک ہاتھ اٹھاتے ہیں؛ مگر غیر مقلد کہتے ہیں کہ اس بارے میں احناف کے پاس کوئی حدیث نہیں ہے اگر ہے، تو وہ حدیث کون سی ہے؟

فقط: والسلام

المستفتی: بشیر الدین، افغانستان

الجواب وباللہ التوفیق: تکبیر تحریمہ کے وقت کانوں تک ہاتھ اٹھانا مختلف روایات سے ثابت ہے۔

”عن مالك بن الحويرث رضي الله عنه قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا كبر رفع يديه حتى يحاذي بهما أذنيه وفي رواية حتى يحاذي بهما فروع أذنيه“[1]

”عن وائل بن حجر أنه أبصر النبي صلى الله عليه وسلم حين قام إلى الصلاة رفع يديه حتى كانتا بحيال منكبيه وحاذي إبهاميه أذنيه ثم كبر“[2]

فقط: واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد احسان غفرلہ (۱۰/۸/۱۴۱۸ھ)

نائب مفتی دار العلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:

خورشید عالم غفرلہ

مفتی دار العلوم وقف دیوبند

(پچھلے صفحہ کا حاشیہ) ”الباب الرابع: في صفة الصلاة، الفصل الأول في فرائض الصلاة“: ج۱، ص:۱۲۶، مکتبہ: زکریا دیوبند)

لو أدرك الإمام راكعاً فحنى ظهره ثم كبّر إن كان إلى القيام أقرب صح الشروع ولو أراد به تكبير الركوع وتلغو نيته لأن مدرك الإمام في الركوع لا يحتاج إلى التكبير مرتين خلافاً لبعضهم وإن كان إلى الركوع أقرب لا يصح الشروع. (أحمد بن محمد، حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، ”كتاب الصلاة: باب شروط الصلاة وفروعها“: ص:۲۱۸، مکتبہ: شیخ الہند دیوبند)

(۱) أخرجه مسلم، في صحيحه، ”كتاب الصلاة، استحباب رفع اليدين حذو المنكبين“: ج۱، ص:۱۶۸، رقم:۳۹۱.

(۲) أخرجه أبو داؤد في سننه، ”كتاب الصلاة: باب رفع اليدين“: ج۱، ص:۱۰۵، رقم:۷۲۴.

تکبیر کہنے کا صحیح طریقہ کیا ہے؟

(۵۷) **سوال:** نماز فرض میں جو تکبیر تحریمہ کہی جاتی ہے اس کا صحیح طریقہ کیا ہے کس طرح پڑھنی چاہیے دونوں ہاتھ کہاں رکھنا چاہیے، کتنے سانس میں پڑھنی چاہیے؟

فقط: والسلام

المستفتی: منشی اختر حسین، مظفرنگر

الجواب وباللّٰہ التوفیق: تکبیر میں دونوں ہاتھوں کے انگوٹھوں کو کانوں کی لو سے ملائے ہاتھوں کو اس طرح رکھے کہ انگلیوں کا تھوڑا سا جھکاؤ قبلے کی طرف رہے اور ایک سانس میں کہے اللہ اکبر پھر ہاتھ باندھے۔[1]

فقط: واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد احسان غفرلہ (۱۴۱۶/۸/۸ھ)

نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:

سید احمد علی سعید

مفتی اعظم دارالعلوم وقف دیوبند

---

(۱) (وكيفيتها) إذا أراد الدخول في الصلاة كبر ورفع يديه حذاء أذنيه حتى يحاذي بإبهاميه شحمتي أذنيه وبرؤوس الأصابع فروع أذنيه، كذا في التبيين ولا يطأطأ رأسه عند التكبير، كذا في الخلاصة، قال الفقيه أبوجعفر: يستقبل ببطون كفيه القبلة وينشر أصابعه ويرفعهما فإذا استقرتا في موضع محاذاة الإبهامين شحمتي الأذنين يكبر، قال شمس الأئمة السرخسي: عليه عامة المشايخ، كذا في المحيط، والرفع قبل التكبير هو الأصح، هكذا في الهداية وهكذا تكبيرات القنوت وصلاة العيدين ولا يفرعهما في تكبيرة سواها. (جماعة من علماء الهند، الفتاویٰ الهندية، كتاب الصلاة ''الباب الثالث في شروط الصلاة، الفصل الثالث في سنن الصلوٰة وأدابها'': ج۱، ص:۱۳۰)

والأصح أنه يرفع يديه أولا ثم يكبر لأن فعله نفي الكبرياء عن غير الله والنفي مقدم على الإثبات. (ويرفع يديه حتى يحاذي بإبهاميه شحمتي أذنيه) وعند الشافعي رحمه الله: يرفع إلى منكبيه، وعلى هذا تكبيرة القنوت والأعياد والجنازة، له حديث أبي حميد الساعدي رضي الله عنه قال كان النبي صلى الله عليه وسلم إذا كبر رفع يديه إلى منكبيه، ولنا رواية وائل بن حجر والبراء وأنس رضي الله عنهم، أن النبي على الصلاة والسلام كان إذا كبر رفع يديه حذاء أذنيه. (ابن الهمام، فتح القدير، ''كتاب الصلاة: باب صفة الصلاة'': ج۱، ص:۲۸۶، ۲۸۶)

کیا مقتدی کے لیے بھی تکبیر تحریمہ فرض ہے؟

(۵۸) **سوال**: نماز کے شروع کی تکبیر فرض ہے اور اگر نماز میں کوئی فرض چھوٹ جائے تو نماز نہیں ہوتی اب ایک شخص امام کے ساتھ شروع تکبیر سے نماز پڑھ رہا ہے۔امام نے ''اللّٰہ أکبر'' کہا اور مقتدی نے ''اللّٰہ أکبر'' نہیں کہا صرف امام کے ساتھ نیت باندھ لی،اب امام کے ''اللّٰہ أکبر'' کہہ دینے سے اس کی بھی نماز ہو جائے گی یا اس کو بھی امام کے ساتھ ''اللّٰہ أکبر'' کہنا ضروری ہے؟

اگر امام کے کہہ دینے سے اس مقتدی بھی امام کا ''اللّٰہ أکبر'' کہہ دینا کافی ہوگا تو اگر امام سورہ فاتحہ پڑھتا ہے یا ایک رکعت یا دو رکعت پڑھا دیتا پھر دوسرے شخص نے آ کر امام کے ساتھ نیت باندھی بغیر ''اللّٰہ أکبر'' کہے تو کیا اس دوسرے شخص کو بھی امام کا ''اللّٰہ أکبر'' کہہ دینا کافی ہوگا یا اس کو بھی کہنا ضروری ہوگا اگر اس کو امام کا ''اللّٰہ أکبر'' کہہ دینا کافی نہیں ہوگا تو اوپر والے مسئلہ میں اور اس میں کیا فرق ہے تحریر فرمائیں؟

فقط: والسلام

المستفتی: محمد ابراہیم بن محمد عیسیٰ، مہاراشٹر

الجواب و باللہ التوفیق: تکبیر تحریمہ (اللہ اکبر) کہنا نماز کے شروع کرنے کے لیے ہر ایک نمازی (امام، مقتدی، مدرک، مسبوق) پر الگ الگ فرض ہے جس کے چھوڑ دینے سے ترک فرض لازم آئے گا اور نماز نہیں ہوگی پس مذکورہ دونوں مسئلوں میں جس طرح امام پر تکبیر تحریمہ فرض ہے اسی طرح مدرک و مسبوق پر بھی فرض ہے اس کے چھوڑ دینے کی صورت میں نماز نہیں ہوگی۔ (۱)

فقط: واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد عمران دیوبندی غفرلہ (۱۸/۱۱/۱۴۰۶ھ)

نائب مفتی دار العلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:

سید احمد علی سعید

مفتی اعظم دار العلوم وقف دیوبند

---

(۱) فرائض الصلاة ستة: التحريمة والقيام والقراءة والركوع والسجود والقعدة في أخر الصلاة مقدار التشهد. (المرغيناني،هداية، ''كتاب الصلاة: باب صفة الصلاة'': ج۱،ص:۹۸)

مفتاح الصلاة الطهور،وتحريمها التكبير،وتحليلها التسليم. (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

بوقت تکبیر تحریمہ ہاتھوں کا اٹھانا واجب ہے یا نہیں؟

(۵۹) **سوال:** کیا فرماتے ہیں علماء دین، تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھوں کا اٹھانا واجب ہے یا نہیں اگر کوئی ہاتھ نہ اُٹھائے تو گنہگار ہوگا یا نہیں؟

فقط: والسلام
المستفتی: محمد افتخار، سہارنپور

الجواب و باللّٰہ التوفیق: تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھوں کا اٹھانا واجب نہیں ہے۔ بعض فقہاء نے اس کو سنن زوائد میں شمار کیا ہے۔ صاحب فتح القدیر علامہ ابن ہمامؒ اس کے سنت مؤکدہ ہونے کے قائل ہیں اگر احیاناً واتفاقاً چھوٹ جائے تو گنہ گار نہیں؛ لیکن بار بار ایسا کرنا یقیناً باعثِ گناہ ہے۔

”وسننها رفع اليدين للتحريمة أي قبلها في الخلاصة إن اعتاد تركه أثم قوله في الخلاصة والمختار إن اعتاده أثم لا إن كان أحياناً“[1]

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: سید احمد علی سعید (۱۴۱۴/۱۲/۱۴ھ)
مفتی اعظم دار العلوم وقف دیو بند

(پچھلے صفحہ کا حاشیہ) (أخرجه الترمذي في صحيحه، ”أبواب الصلاة عن رسول الله صلى الله عليه وسلم، باب ما جاء في تحريم الصلاة وتحليلها“: ج۱، ص:۵۵، رقم:۲۳۸)

وإن أدرك الإمام في الركوع أو السجود، يتحرى إن كان أكبر رأيه أنه لم أتى به أدركه في شيءٍ من الركوع أو السجود يأتي به قائماً وإلا يتابع الإمام ولا يأتي به، وإذا لم يدرك الإمام في الركوع أوالسجود لا يأتي بهما، وإن أدرك الإمام في القعدة لا يأتي بالثناء بل يكبر للافتتاح ثم للانحطاط ثم يقعد. (جماعة من علماء الهند، الفتاویٰ الهندية، ”كتاب الصلاة: الباب الخامس في الإمامة، الفصل السابع في المسبوق واللاحق“: ج۱، ص:۱۴۹)

ويشترط كونه (قائما) فلو وجد الإمام راكعاً فكبر منحنياً إن كان إلى القيام أقرب صح. (ابن عابدين، رد المحتار، ”كتاب الصلاة: باب صفة الصلاة“: ج۲، ص:۱۷۹)

(۱) ابن عابدين، رد المحتار، كتاب الصلاة، ”باب صفة الصلاة، مطلب: في قولهم الإساءة دون الكراهة“: ج ۲، ص:۱۷۰، ۱۷۱، زکریا دیو بند. (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

چلتی کار میں نماز پڑھنے کا حکم؟

(۶۰) **سوال:** عورت اپنی کار سے سفر کر رہی ہے، شوہر بیٹے یا محرم مرد کے ساتھ جس جگہ جانا ہے وہ منزل دور ہے اور فرض نماز کا وقت ختم ہوا جا رہا ہے، تو کار سے اتر کر کسی جگہ نماز پڑھ لینی چاہئے یا چلتی ہوئی کار میں نماز پڑھنی چاہئے؟

فقط: والسلام

المستفتی: حافظ محمد اقبال، کھتولی

الجواب وباللّٰہ التوفیق: کار کو روکا کر کسی مناسب جگہ پر نماز ادا کر لینی چاہئے۔ اگر کعبہ کی سمت معلوم نہ ہو اور کوئی بتلانے والا بھی نہ ہو اور کسی آبادی تک پہونچنے سے پہلے نماز کا وقت نکل جانے کا گمان ہو تو غور وفکر کرے جس سمت کعبہ کا پورا گمان ہو اسی طرف منھ کر کے نماز ادا کر لی جائے۔(۱)

فقط: واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد احسان غفرلہ (۱۴۱۸/۱/۴ھ)

نائب مفتی دار العلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:

خورشید عالم غفرلہ

مفتی دار العلوم وقف دیوبند

کرسی پر نماز کا حکم:

(۶۱) **سوال:** کیا فرماتے ہیں حضرات علمائے دین ومفتیان کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں:

(پچھلے صفحہ کا حاشیہ) (قوله وسننها رفع اليدين للتحريمة) للمواظبة وهي وإن كانت من غير ترك تفيد الوجوب لكن إذا لم يكن ما يفيد إنها ليست لحامل الوجوب، وقد وجد، وهو تعليمه الأعرابي من غير ذكر تأويل، وتأخير البيان عن وقت الحاجة لا يجوز، على أنه حكي في الخلاصة خلافا في تركه، وقيل يأثم، وقيل لا، قال والمختار إن اعتاده أثم لا إن كان أحيانا. اهـ. (ابن نجيم، البحر الرائق، كتاب الصلاةؒ سنن الصلاة“: ج۱، ص: ۵۲۸؛ وجماعة من علماء الهند، الفتاویٰ الهندية، ”كتاب الصلاة: الباب الرابع، الفصل الثالث في سنن الصلاة“: ج۱، ص: ۱۳۰)

(۱) وكذلك إذا صلى الفريضة بالعذر على دابة والنافلة بغير عذر فله أن يصلي إلى أي جهة توجه: كذا في منية المصلي. (جماعة من علماء الهند، الفتاویٰ الهندية، ”كتاب الصلاة: الباب الثالث في شروط الصلاة، الفصل الثالث: في استقبال القبلة“: ج۱، ص: ۱۲۱، زکریا دیوبند)

(۱) ایک شخص کرسی پر بیٹھ کر مسجد میں نماز پڑھتا ہے تو کیا اس شخص کے لیے جائز ہے کہ وہ قیام کے وقت کھڑا رہے؟۔
(۲) اس شخص کی صف بندی کیسے ہوگی کیا وہ اپنی کرسی کا اگلا پاؤں یا پھر پچھلا پاؤں صف کے برابر رکھے گا؟۔
(۳) کیا وہ شخص صف کے کسی بھی حصہ میں نماز پڑھ سکتا ہے یا پھر اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ صف کے ایک کنارے میں نماز پڑھے؟۔
(۴) کیا اس شخص پر حکم چلایا جا سکتا ہے کہ تم صف کے ایک کنارے میں نماز پڑھو؟ مفصل جواب مطلوب ہے بڑی مہربانی ہوگی۔

فقط: والسلام
المستفتی: ممنون احمد چودھری، کریم گنج، آسام

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (۱) شرعی عذر کی بنا پر اگر کوئی شخص کرسی پر بیٹھ کر نماز پڑھتا ہے تو اس کے لیے قیام کے وقت کھڑا ہونا بھی جائز ہے اور چوں کہ اشارہ سے رکوع، سجدہ کرنے والے شخص سے قیام کا فرض ساقط ہو جاتا ہے اس لیے ایسا شخص زمین پر بیٹھ کر یا مجبوری کی وجہ سے کرسی پر بیٹھ کر بھی نماز پڑھ سکتا ہے۔

”منها القيام في فرض لقادر عليه و على السجود فلو قدر عليه دون السجود ندب إيماؤه قاعدا أي لقربه من السجود و جاز إيماؤه قائما كما في البحر“(۱)

(۲) جو حضرات شرعی عذر کی بناء پر کرسی پر نماز پڑھیں تو کرسی رکھنے کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ کرسی اس طرح رکھی جائے کہ اس کے پچھلے پائے صف میں کھڑے مقتدیوں کی ایڑیوں کے برابر ہوں تا کہ بیٹھنے کی صورت میں ان معذورین کا کندھا دیگر نمازیوں کے کندھے کے برابر میں ہو؛ کیوں کہ حدیث میں صف بندی اور اقامت صفوف کی بڑی تاکید آئی ہے۔

”قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم: أقيموا الصفوف وحاذوا بين المناكب

(۱) ابن عابدين، رد المحتار، ”كتاب الصلاة: باب صفة الصلاة، بحث القيام“: ج ۲، ص: ۱۳۱، ۱۳۲۔

و الأعناق"(۱)

(۳) کرسی پر نماز پڑھنے والا شخص صف کے کسی بھی حصہ میں نماز پڑھ سکتا ہے؛ البتہ بہتر ہے کہ وہ صف کے کنارے پر نماز پڑھے تاکہ درمیان میں کرسی رکھ کر نماز پڑھنے کی وجہ سے صف میں ٹیڑھاپن اور معمولی خلا سا جو پیدا ہو جاتا ہے وہ نہ ہو اور صف سیدھی معلوم ہو۔

(۴) ایسے شخص کو صف کے کنارے نماز پڑھنے پر مجبور نہیں کیا جا سکتا ہے، ہاں صف کی درستگی کے لیے ان کو بہتر انداز میں سمجھا کر صف کے کنارے نماز پڑھنے کی ترغیب دی جا سکتی ہے۔

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: امانت علی قاسمی
مفتی دار العلوم وقف دیوبند
(۲۶/۱۰/۱۴۴۰ھ)

الجواب صحیح:
محمد احسان غفرلہ، محمد عارف قاسمی
محمد عمران گنگوہی، محمد اسعد جلال قاسمی
مفتیان دار العلوم وقف دیوبند

سواری پر نماز پڑھنے کا حکم:

(۶۲) **سوال**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین وشرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں:

میں ایک تاجر ہوں میرا اکثر سفر اپنے شہر سے باہر ہی رہتا ہے، سفر کے دوران نماز کا وقت ہو جاتا ہے، اس وجہ سے اکثر اوقات میری نماز قضاء ہو جاتی ہے، مسئلہ دریافت کرنا ہے کہ میں سواری پر سوار ہونے کی حالت میں وقت پر نماز ادا کر سکتا ہوں یا نہیں؟ از روئے شریعت مدلل جواب دے کر اطمینان قلب بخشنے کی زحمت گوارہ کریں۔

فقط: والسلام
المستفتی: نسیم، مدراس

---

(۱) محمد بن المالكي، جمع الفوائد من جامع الأصول ومجمع الزوائد، "النوع الثاني في تسوية الصفوف": ج ۵، ص: ۶۰۹، رقم: ۳۸۶۶.

قال حدثنا أنس رضي الله عنه أن نبي الله صلى الله عليه وسلم قال: راصوا صفوفكم وقاربوا بينها وحاذوا بالأعناق. (أخرجه النسائي في سننه، "كتاب الصلاة: حث الإمام (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

الجواب وباللہ التوفیق: تندرست شخص کے لیے نماز کی حالت میں قیام کرنا فرض ہے، اگر آپ بیٹھ کر سواری میں نماز ادا کریں گے تو آپ کی نماز درست نہیں ہوگی؛ نیز موجودہ دور کی بڑی سواری مثلاً: ریل گاڑیوں میں قبلہ رو ہو کر نماز اداء کرنے میں اور قیام کرنے میں کوئی دقت اور پریشانی عام طور پر نہیں ہوتی ہے؛ اس لیے ان جگہوں پر تو نماز درست ہو جائے گی؛ البتہ بس، کار اور بائک وغیرہ میں سفر کے دوران اگر ممکن ہو تو نماز کے وقت ان گاڑیوں کو روک کر کے نماز اداء کرلیں ورنہ بعد میں اداء کریں، ایسے ہی ہوائی جہاز وغیرہ میں نماز پڑھنے کا حکم یہ ہے کہ سفر کے بعد نماز ادا کرلی جائے؛ کیوں کہ فرض نماز کی ادائیگی کے لیے قیام ضروری ہے، اس لیے اگر تندرست آدمی بیٹھے بیٹھے نماز پڑھے تو نماز درست نہیں ہوتی ہے، اور ہوائی جہاز میں قیام ایسے ہی قبلہ کی طرف رخ اور سجدہ وغیرہ کرنا عام طور پر ممکن نہیں ہے؛ اس لیے سفر کے بعد فرض اور وتر کی قضاء کریں۔

خلاصہ: مذکورہ صورتوں کے مطابق اگر نماز ادا نہ کی جاسکتی ہو (مثلاً: قیام ہی ممکن نہ ہو، یا قیام تو ممکن ہو لیکن قبلہ رخ نہ ہو سکے، یا سجدہ نہ کیا جاسکتا ہو، یا کار اور بس کا ڈرائیور بس نہ روکے اور ہوائی جہاز پرواز کر رہا ہو) ادھر نماز کا وقت نکل رہا ہو تو آپ فی الحال ''تشبہ بالمصلین'' (نمازیوں کی مشابہت اختیار) کرتے ہوئے نماز پڑھ لیں اور جب آپ گاڑی سے اتر جائیں اس کے بعد آپ پر فرض نماز اور وتر کی قضا لازم ہوگی۔

علامہ ابن نجیم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب البحر الرائق میں لکھا ہے:

''وفي الخلاصة:وفتاوی قاضیخان وغیرهما:الأسیر في ید العدو إذا منعه الکافر عن الوضوء والصلاة یتیمم ویصلي بالإیماء،ثم یعید إذا خرج......فعلم منه أن العذر إن کان من قبل اللّٰه تعالی لاتجب الإعادة،وإن کان من قبل العبد وجبت الإعادة''[1]

(پچھلے صفحہ کا حاشیہ) على رصّ الصفوف والمقاربة بينها'':ج١،ص:٩٤،رقم:٨١٥)

إن كان ذلك الموضوع يصح السجود عليه كان سجودا وإلا فإيماء. (ابن عابدين،رد المحتار، كتاب الصلاة: باب صلاة المريض'':ج٢،ص:٥٦٨)

(١)ابن نجيم، البحر الرائق، ''كتاب الطهارة: باب التيمم'':ج١،ص:٢٤٨.

’’(من فرائضها) ...... (ومنها القيام) (في فرض) (لقادر عليه)، في الشامية تحته،(قوله:القادر عليه) فلو عجز عنه حقيقة وهو ظاهر أو حكما كما لو حصل له به ألم شديد أوخاف زيادة المرض وكالمسائل الآتية الخ‘‘(۱)

’’وفيه أيضاً:وكذا لو اجتمعوا في مكان ضيق ليس فيه إلا موضع يسع أن يصلي قائما فقط يصبر ويصلي قائماً بعد الوقت كعاجز عن القيام والوضو في الوقت ويغلب على ظنه القدرة بعده الخ‘‘(۲)

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد حسنین ارشد قاسمی
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند
(۲۲/۱۲/۱۴۴۲ھ)

الجواب صحيح:
محمد احسان غفرلہ، محمد عارف قاسمی
محمد عمران گنگوہی، محمد اسعد جلال قاسمی
مفتیان دارالعلوم وقف دیوبند

نماز میں ہاتھ باندھنے کی اصل کیا ہے اور اس کا آغاز کب سے ہوا؟

(۶۳) **سوال:** نماز میں ہاتھ باندھنے کا آغاز کب سے ہوا اور ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنے کی اصل کیا ہے۔ اس سلسلے میں ائمہ کا کیا مسلک ہے؟

فقط: والسلام
المستفتی: مولوی محمد عرفان انصاری، مظفرنگر

الجواب وبالله التوفيق: امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھ کر معروف طریقہ پر باندھنا سنت ہے، ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنے پر امام شافعیؒ وامام مالکؒ کا بھی یہی مسلک ہے۔ صرف فرق اتنا ہے کہ عند الشافعی و مالک ہاتھ ناف سے اوپر اور امام اعظمؒ کے نزدیک ناف سے نیچے باندھے جائیں۔ امام مالکؒ کا ایک قول ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھنے کا ہے، ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنے سے متعلق متعدد احادیث وارد ہوئی ہیں۔ جن سے ہاتھ باندھ کر نماز

---

(۱) ابن عابدين، رد المحتار، ’’كتاب الصلاة: باب صفة الصلاة، بحث القيام‘‘: ج۲،ص:۱۳۲.

(۲) ابن عابدين، رد المحتار، ’’كتاب الطهارة: باب التيمم‘‘: ج۱،ص:۳۹۶.

پڑھنا ثابت ہے۔[1] اور حضرت جبرئیل علیہ السلام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اولاً جو نماز سکھلائی ہاتھ باندھنا اسی وقت سے ثابت ہے۔[2]

الجواب صحیح: فقط: واللہ اعلم بالصواب

سید احمد علی سعید **کتبہ:** محمد احسان غفرلہ (۱۴۱۶/۱۱/۴ھ)

مفتی اعظم دار العلوم وقف دیوبند نائب مفتی دار العلوم وقف دیوبند

اگر کوئی شخص بیٹھ کر نماز پڑھے تو نماز درست ہوگی یا نہیں؟

(۶۴) **سوال:** قیام نماز میں فرض ہے اگر کوئی شخص بیٹھ کر نماز پڑھے تو نماز درست ہوگی یا نہیں؟

فقط: والسلام

المستفتی: حافظ عبد الاحد، دیوبند

الجواب وباللہ التوفیق: فرائض وواجبات اور فجر کی سنتوں میں قیام فرض ہے، دیگر سنتوں اور نوافل میں قیام فرض نہیں ہے۔ نیز اگر کوئی شدید تکلیف یا مجبوری ہو جس کی وجہ سے آدمی کھڑا نہ ہوسکتا ہو تو فرائض، واجبات اور سنت فجر میں قیام اس شخص سے ساقط ہو جاتا ہے۔[3] لہٰذا اگر نوافل بیٹھ کر بھی پڑھے جائیں تو درست ہو جاتے ہیں[4] البتہ کھڑے ہونے کی طاقت ہوتے ہوئے بھی بیٹھ کر نوافل سے آدھا ثواب ملتا ہے۔[5]

الجواب صحیح: فقط: واللہ اعلم بالصواب

خورشید عالم غفرلہ **کتبہ:** محمد احسان غفرلہ ۱۴۱۹/۵/۲۴ھ

مفتی دار العلوم وقف دیوبند نائب مفتی دار العلوم وقف دیوبند

---

(۱) أخرجه مالك، في المؤطأ، "كتاب الصلاة: باب وضع اليدين إحداهاعلى الآخر" يضع اليمنى على اليسرى. (ج۱،ص:۱۵۸،رقم:۴۶)

قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يؤمنا فيأخذ شماله بيمينه الخ. (أخرجه الترمذي في سننه، "أبواب الصلاة عن رسول الله صلى الله عليه وسلم، باب وضع اليمين على الشمال في الصلاة": ج۱،ص: ۵۹، رقم: ۲۵۲، مکتبہ بلال، دیوبند)

(۲) قال محمد ويضع بطن كفه الأيمن على رسغه الأيسر تحت السرة فيكون الرسغ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

کار اور بس میں نماز:

(۶۵) **سوال:** کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام وعلماء عظام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کار اور بس میں نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں؟ اگر بس نہ رکے اور قیام ممکن نہ ہو تو کیا بس میں بیٹھ کر نماز پڑھنا درست ہے؟

فقط: والسلام
المستفتی: راشد اعظم، گنٹور

الجواب وباللّٰہ التوفیق: فرض نماز کی ادائیگی کے لیے قیام ضروری ہے، اگر تنہا تندرست آدمی بیٹھے بیٹھے نماز پڑھے تو نماز درست نہ ہوگی، نیز گاڑی میں قبلہ رخ رہنا بھی ممکن نہیں ہے، لہٰذا گاڑی رکوا کر اتر کر نماز ادا کی جائے، اگر کسی نے چلتی کار، وین وغیرہ میں فرض نماز ادا کرلی تو نماز درست نہ ہوگی؛ بلکہ اعادہ لازم ہوگا۔

''بس'' کے بارے میں تفصیل یہ ہے کہ اگر شہر سے باہر لمبا سفر ہو اور بس ڈرائیور کہنے کے باوجود بس نہ روکے اور نماز کا وقت نکل رہا ہو، تو دیکھا جائے گا کہ اگر بس کے اندر قبلہ رُخ ہو کر قیام رکوع اور سجدے کے ساتھ نماز ادا کی جاسکتی ہے تو اس طرح نماز ادا کرے۔ (چنانچہ اگر بس قبلہ رخ

(پچھلے صفحہ کا حاشیہ) في وسط الكف. (يعقوب بن إبراهيم، كتاب الآثار برواية محمد، ''كتاب الصلاة: باب الصلوة قاعدًا والتعمد على إلى سترة الشيء أو يصلي'': ج۱، ص:۳۱۹، رقم:۱۲۰)

(۳) منها القيام في فرض وملحق به كنذر وسنة فجر في الأصح لقادر عليه. (الحصكفي، الدر المختار مع الرد المحتار، ''كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، بحث القيام'': ج۲، ص:۱۳۱)

(۴) ويتنفل مع قدرته على القيام قاعدا لامضطجعا. (الحصكفي، الدر المختار مع الدر المحتار، ''كتاب الصلاة: باب الوتر والنوافل، بحث المسائل الستة عشرة'': ج۲، ص:۴۸۳)

(۵) قال النبي صلى الله عليه وسلم: من صلى قاعدا فله نصف أجر القائم. (مشكوة المصابيح، ''كتاب الصلاة: باب القصد في العمل، الفصل الأول'': ج۱، ص:۱۱۰، رقم:۱۲۴۹)

وكذا في ابن عابدين، رد المحتار على الدر المختار، ''كتاب الصلاة: باب الوتر والنوافل، مبحث المسائل الستة عشرة'': ج۲، ص:۴۸۷.

چل رہی ہو یا مخالف سمت جارہی ہو اور سیٹوں کے درمیان فاصلہ ہو تو قیام، رکوع اور سجود کے ساتھ نماز ادا کی جاسکتی ہے۔ اور اگر بس میں مذکورہ صورتوں کے مطابق نماز ادا نہ کی جاسکتی ہو (مثلاً قیام ہی ممکن نہ ہو، یا قیام تو ممکن ہو لیکن قبلہ رخ نہ ہو سکے، یا سجدہ نہ کیا جاسکتا ہو، یا کار وغیرہ کا ڈرائیور گاڑی نہ روکے) اور نماز کا وقت نکل رہا ہو تو فی الحال ''تشبه بالمصلين'' (نمازیوں کی مشابہت اختیار) کرلے، پھر جب گاڑی سے اتر جائے تو فرض اور وتر کی قضا کرلے۔

''وفي الخلاصة: وفتاوىٰ قاضيخان وغيرهما: الأسير في يد العدو إذا منعه الكافر عن الوضوء والصلاة يتيمم ويصلي بالإيماء، ثم يعيد إذا خرج...... فعلم منه أن العذر إن كان من قبل الله تعالىٰ لا تجب الإعادة، وإن كان من قبل العبد وجبت الإعادة''(۱)

الجواب صحيح:	فقط: واللہ اعلم بالصواب
محمد احسان غفرلہ، محمد عارف قاسمی	**كتبه:** امانت علی قاسمی
محمد عمران گنگوہی، محمد اسعد جلال قاسمی	مفتی دار العلوم وقف دیوبند
مفتیان دار العلوم وقف دیوبند	(۲۵/۱/۱۴۴۲ھ)

کرسی پر بیٹھ کر نماز پڑھنے کی چند صورتیں:

(٦٦) **سوال:** کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: ہمارے یہاں

---

(۱) ابن نجيم، البحر الرائق، ''كتاب الطهارة: باب التيمم'': ج۱، ص: ۲۴۸، زکریا دیوبند.

قوله: وخوف فوت الوقت وقيل يتيمم لخوف فوت الوقت، قال الحلبي، والأحوط أنه يتيمم ويصلي به ويعيد ذكره السيد. (أحمد بن محمد، حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، ''كتاب الطهارة: باب التيمم'': ص: ۱۱۸، مکتبہ شیخ الہند دیوبند)

وكذا لو اجتمعوا في مكان ضيق ليس فيه إلا موضع يسع أن يصلي قائما فقط يصبر ويصلي قائما بعد الوقت كعاجز عن القيام والوضوء في الوقت ويغلب على ظنه القدرة بعده الخ. (ابن عابدين، رد المحتار، ''كتاب الطهارة: باب التيمم'': ج۱، ص: ۳۹٦، زکریا دیوبند)

شیموگہ میں کرسی پر نماز پڑھنے کا رواج دن بدن بڑھتا جارہا ہے اور اس کی مختلف صورتیں وجود میں آرہی ہیں سردست کرسی پر بیٹھنے کی تین صورتوں سے متعلق تفصیلی حکم دریافت کرنا ہے:

(۱) بعض لوگ کرسی پر نماز اس طرح پڑھتے ہیں کہ قیام کے وقت کھڑے رہتے ہیں اور رکوع میں جاتے وقت کرسی پر بیٹھ جاتے ہیں اور رکوع، سجدہ کرسی پر بیٹھ کر اشارہ سے کرتے ہیں۔

(۲) بعض لوگ قیام کے وقت کرسی پر بیٹھ جاتے ہیں اور رکوع، سجدہ کے وقت مکمل رکوع سجدہ کرتے ہیں کرسی پر اشارہ سے رکوع سجدہ نہیں کرتے ہیں۔

(۳) بعض لوگ مکمل نماز کرسی پر بیٹھ کر اشارہ سے پڑھتے ہیں قیام کے وقت بھی کرسی پر بیٹھے ہوتے ہیں۔ ان تینوں صورتوں کا تفصیلی حکم مطلوب ہے۔

فقط: والسلام

المستفتی: صفی اللہ، شیموگہ، کرناٹک

الجواب وباللہ التوفیق: کرسیوں پر نماز کے تعلق سے چند باتیں پیش نظر رہنا ضروری ہیں:

(۱) نماز میں قیام، رکوع اور سجدہ فرض ہے، اگر کوئی شخص قیام پر قادر ہو اور قیام نہ کرے تو فرض کے چھوٹ جانے کی وجہ سے اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ نماز کا اعادہ ضروری ہوگا۔

”منها القيام في فرض لقادر عليه و على السجود“[1]

”و الثانية من الفرائض القيام ولو صلى الفريضة قاعدا مع القدرة على القيام لا تجوز صلاته بخلاف النافلة على ما يأتي“[2]

(۲) اگر تھوڑی دیر قیام پر قادر ہو، مکمل قیام پر قادر نہ ہو تو جتنی دیر قیام پر قادر ہو اتنی دیر قیام کرنا ضروری ہے اس کے بغیر نماز نہیں ہوگی۔

(۳) اسی طرح اگر کوئی شخص رکوع سجدہ پر قادر ہو اور رکوع سجدہ نہ کرے تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔

---

(۱) ابن عابدين، رد المحتار، ”كتاب الصلاة: باب صفة الصلاة، بحث القيام“: ج۲، ص: ۱۳۲.

(۲) أيضاً: ج۲، ص: ۷۴.

”والخامسة السجدة وهي فريضة تتأدي بوضع الجبهة على الأرض أو ما يتصل بها بشرط الانخفاض الزائد على نهاية الركوع مع الخروج عن حد القيام“(۱)

(۴) اگر کوئی شخص قیام پر قادر ہے؛ لیکن سجدہ پر قادر نہیں ہے تو اس سے قیام ساقط ہو جاتا ہے۔

”وإن قدر المريض على القيام دون الركوع و السجود أي بحيث لوقام لا يقدر أن يركع ويسجد لم يلزمه القيام عندنا بل يجوز أن يؤمي قاعدا وهو أفضل“(۲)

(۵) اگر کوئی شخص بیٹھ کر رکوع سجدہ کر کے نماز پڑھ سکتا ہے تو اس کے لیے بیٹھ کر رکوع سجدہ کے ذریعہ نماز پڑھنا ضروری ہوگا، زمین پر سجدہ نہ کرتے ہوئے کرسی پر یا زمین پر اشارہ سے سجدہ کرنا جائز نہیں ہوگا۔

”وإن عجز عن القيام وقدر على القعود فإنه يصلى المكتوبة قاعدا بركوع وسجود لا يجزيه غير ذلك“(۳)

---

(۱) أيضاً: ج۲،ص:۱۱۱.

(۲) أيضاً: ج۲،ص:۸۱.

(۳) عالم بن العلاء الحنفی، التاتارخانية: ج۲،ص:۶۶.

وإن عجز عن القيام والركوع والسجود وقدر على القعود يصلي قاعدا بإيماء ويجعل السجود أخفض من الركوع، كذا في فتاوى قاضي خان. (جماعة من علماء الهند، الفتاویٰ الهندية، ”كتاب الصلاة: الباب الرابع عشر في صلاة المريض“: ج۱،ص:۱۹۶)

عن نافع أن عبد الله بن عمر كان يقول إذا لم يستطع المريض السجود أومأ برأسه إيماء إلى الأرض ولم يرفع إلى جبهته شيئاً. (أخرجه أنس بن مالك، في الموطأ، ”كتاب الصلاة، باب العمل في جامع الصلاة“: ج۱،ص:۲۱۸،رقم:۵۵۶)

وفي الحموي فإن ركع جالسا ينبغي أن تحاذى جبهته ركبتيه ليحصل الركوع اهـ. ولعل مراده إنحناء الظهر عملا بالحقيقة لا أنه يبالغ فيه حتى يكون قريبا من السجود. (أحمد بن محمد، حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح شرح نور الإيضاح، ”كتاب الصلاة: باب شروط الصلاة وأركانها“: ج۱،ص:۲۲۹)

(۶) اگر رکوع سجدہ پر قدرت نہیں اور زمین پر بیٹھ کر اشارہ سے نماز ادا کرسکتا ہے تو تشہد ہی کی حالت میں بیٹھنا ضروری نہیں؛ بلکہ جس ہیئت پر بھی نماز پڑھنا آسان ہو اس ہیئت کو اختیار کر کے بیٹھ کر نماز پڑھنی چاہیے۔

معلوم ہوا کہ عام حالات میں کرسی پر نماز پڑھنا یا معمولی عذر کی بنا پر کرسی پر نماز پڑھنا درست نہیں ہے، بلکہ اگر کوئی شخص رکوع سجدہ پر قادر نہیں ہے کمر کی تکلیف کی وجہ سے یا گھٹنے کی تکلیف کی وجہ سے، بیٹھ کر اشارہ سے نماز پڑھنے پر قادر نہیں ہے یا بیٹھنے کے بعد اٹھنے کی طاقت نہ ہونے کی وجہ سے یا ڈاکٹروں نے زمین پر بیٹھنے سے منع کیا ہے اور وہ عام حالات میں کرسی پر ہی بیٹھتا ہے تو اس کے لیے کرسی پر نماز ادا کرنے کی گنجائش ہوگی۔

مذکورہ تمہیدی گفتگو کے بعد آپ کے سوالات کے جوابات تحریر کئے جاتے ہیں۔

(۱) جو شخص رکوع سجدہ کرنے پر قادر نہ ہو اس سے قیام کی فرضیت ساقط ہوجاتی ہے؛ اس لیے کرسی پر نماز پڑھنے والے حضرات کے لیے قیام کی فرضیت ساقط ہوجاتی ہے ان کو مکمل نماز کرسی پر بیٹھ کر پڑھنی چاہیے، قیام کی ضرورت نہیں ہے؛ بلکہ ان کے قیام کرنے کی وجہ سے بسا اوقات صف کی ترتیب میں خلل واقع ہوتا ہے۔

(۲) جو شخص رکوع سجدہ پر قادر ہے؛ لیکن قیام پر قادر نہیں اس لیے وہ قیام کے وقت کرسی پر بیٹھتا ہے اور پھر رکوع سجدہ مکمل کرتا ہے اس کے لیے بہتر ہے کہ بیٹھ کر جس ہیئت پر سہولت ہو نماز پڑھے اور رکوع سجدہ کرے۔ قیام کی حالت میں کرسی پر بیٹھنا اور رکوع سجدہ کے وقت رکوع سجدہ کرنے سے اگرچہ نماز ہوجائے گی لیکن متوارث طریقہ کے خلاف ہونے کی وجہ سے نماز مکروہ ہوگی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ایک شخص کو بواسیر کی بیماری تھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کھڑے ہوکر نماز پڑھو اور اگر کھڑے ہوکر نماز نہیں پڑھ سکتے ہو تو بیٹھ کر نماز پڑھو؛ اس لیے بہتر ہے کہ وہ شخص زمین پر بیٹھ کر رکوع سجدہ سے نماز پڑھے۔

(۳) اگر کوئی شخص واقعی معذور ہے جس کا بیان اوپر آچکا ہے اور وہ مکمل نماز کرسی پر پڑھتا ہے

اور رکوع سجدہ اشارہ سے کرتا ہے تو اس کی نماز درست ہے۔

الجواب صحیح:
محمد احسان غفرلہ، محمد عارف قاسمی
محمد عمران گنگوہی، محمد اسعد جلال قاسمی،
محمد حسنین ارشد قاسمی
مفتیان دار العلوم وقف دیوبند

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: امانت علی قاسمی
مفتی دار العلوم وقف دیوبند
(۱۴۴۳/۳/۵ھ)

بغیر کسی عذر کے نماز میں قیام نہ کرنے کا حکم:

(۶۷) **سوال:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کیا سفر کے دوران بغیر کسی عذر کے بیٹھ کر نماز پڑھنے کی شریعت اجازت دیتی ہے؟ نیز کھڑے ہو کر ہی نماز پڑھنا کیوں ضروری ہے؟ مدلل جواب دے کر ممنون فرمائیں۔

فقط: والسلام
المستفتی: محمد قمر الہدیٰ، دہلی

الجواب وباللہ التوفیق: صورت مسئولہ میں بغیر کسی عذرِ شرعی کے جب تک آپ کے جسم میں کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کی طاقت وقوت ہے، آپ کے لیے بیٹھ کر نماز پڑھنا درست نہیں خواہ آپ سفر میں ہوں یا حضر میں، سواری پر سوار ہوں یا زمین پر۔ ہر صورت میں تندرستی کی حالت میں قیام کرنا لازم ہے؛ نیز کھڑے ہو کر نماز پڑھنا شریعت مطہرہ میں اس لیے ضروری ہے کہ نماز میں قیام کرنا ارکانِ نماز میں سے ہے اور اگر کوئی شخص نماز کے ارکانوں میں سے کوئی رکن چھوڑ دے یا چھوٹ جائے، تو اس صورت میں نماز ادا نہیں ہوتی ہے، بغیر عذر کے قیام کو ترک کرنے پر فرض ساقط نہیں ہوتا بلکہ بدستور اس کی ادائیگی ذمہ میں برقرار رہتی ہے، جیسا کہ علامہ ابن عابدین نے رد المحتار میں لکھا ہے:

”من فرائضها التي لا تصح بدونها التحريمة والخ ومنها القيام الخ في فرض و ملحق به الخ لقادر عليه“[1]

(۱) ابن عابدین، رد المحتار، ”كتاب الصلاة: باب صفة الصلاة، بحث القيام“: ج ۲، ص: ۱۲۸، ۱۳۱۔

''ومنها القيام وهو فرض في صلاة الفرض والوتر، هكذا في الجوهرة النيرة والسراج الوهاج''(۱)

''وأيضاً: الأصل في هذا أن المتروك ثلاثة أنواع: فرض و سنة، و واجب، ففي الأول أمكنه التدارك بالقضاء يقضى وإلا فسدت صلاته''(۲)

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد حسنین ارشد قاسمی
نائب مفتی دار العلوم وقف دیوبند
(۲۲/۱۲/۱۴۴۲ھ)

الجواب صحیح:
محمد احسان غفرلہ، محمد عارف قاسمی
محمد عمران گنگوہی، محمد اسعد جلال قاسمی
مفتیان دار العلوم وقف دیوبند

معذور شخص کا بیٹھ کر نماز ادا کرنا:

(۶۸) **سوال**: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: میرے والد صاحب کی کمر میں مسلسل درد رہتا ہے وہ کھڑے ہو کر نماز نہیں پڑھ سکتے ہیں، کیا اس بیماری کی وجہ سے وہ بیٹھ کر نماز ادا کر سکتے ہیں؟ اگر وہ بیٹھ کر نماز ادا کریں تو رکوع کیسے کریں گے؟ براہ کرم قرآن وحدیث کی روشنی میں مکمل ومدلل جواب دے کر ممنون فرمائیں۔

فقط: والسلام
المستفتی: محمد طیب، شاہجہاں پور

الجواب وباللہ التوفیق: صورت مسئولہ میں اگر آپ کے والد صاحب کی کمر میں درد ہے اور وہ کھڑے ہونے سے عاجز اور معذور ہیں تو وہ بیٹھ کر نماز ادا کر سکتے ہیں، اس لیے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ کھڑے ہو کر نماز پڑھا کرو اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو بیٹھ کر نماز پڑھا کرو اور اگر بیٹھ کر بھی نماز پڑھنے کی طاقت نہ ہو تو پہلو کے بل لیٹ کر پڑھ لو۔ جیسا کہ امام بخاریؒ

(۱) جماعة من علماء الهند، الفتاوىٰ الهندية، ''كتاب الصلاة: الباب الرابع في صفة الصلاة، الفصل الأول في فرائض الصلاة'': ج۱، ص:۱۲۶.

(۲) أيضًا: ''الباب الثاني عشر في سجود السهو'': ج۱، ص:۱۸۵.

نے ایک روایت نقل کی ہے:

''صل قائماً فإن لم تستطع فقاعداً فإن لم تستطع فعلی جنب''[1]

نیز بیٹھ کر نماز پڑھنے کی صورت میں رکوع کی کیفیت کے سلسلے میں فقہا نے لکھا ہے کہ: اتنا ہی جھکنا چاہئے کہ کوئی دیکھنے والا یہ تصور نہ کرے کہ یہ سجدہ کر رہا ہے، رکوع اور سجدہ میں واضح فرق ہونا چاہئے اس لیے رکوع میں پیشانی کو اتنا جھکائے کہ گھٹنوں کے مقابل کر دیا جائے تو رکوع ہو جائے گا جیسا کہ مراقی الفلاح میں ہے:

''وفي الحموي فإن ركع جالسا ينبغي أن تحاذی جبهته ركبتيه ليحصل الركوع، ولعل مراده إنحناء الظهر عملا بالحقيقة لا أنه يبالغ فيه حتى يكون قريبا من السجود''[2]

الجواب صحیح:	فقط: واللہ اعلم بالصواب
محمد احسان غفرلہ، محمد عارف قاسمی	**کتبہ**: محمد حسنین ارشد قاسمی
محمد عمران گنگوہی، محمد اسعد جلال قاسمی	نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند
مفتیان دارالعلوم وقف دیوبند	(۱۱/۴/۱۴۴۳ھ)

رکوع میں امام کو پالینے والے کی نماز کا حکم:

(٦٩) **سوال**: نماز کے اندر قیام فرض ہے، امام رکوع میں ہے تو ایک نمازی آیا تکبیر کہہ کر فوراً رکوع میں چلا گیا تو اس کی نماز ہوگئی ہے یا نہیں؟

زید کہتا ہے کہ قیام، رکوع کی تکبیر سے پہلے ہے اور عمر کہتا ہے کہ تکبیر تحریمہ کے بعد تین تسبیح کے

---

(۱) أخرجه البخاري، في صحيحه، ''كتاب الصلاة: باب إذا لم يطق قاعدا صلى على جنب'': ج۱، ص: ۱۵۰، رقم: ۱۰٦٦.

(۲) أحمد بن محمد، حاشية الطحطاوی علی مراقي الفلاح، ''كتاب الصلاة: باب شروط الصلاة وأركانها'': ج۱، ص: ۲۲۹.

بقدر قیام کے بعد رکوع میں جانا ہے تب نماز درست ہوگی اس میں کس کا قول درست ہے؟

فقط: والسلام
المستفتی: علیم احمد، مظفرنگر

الجواب وباللہ التوفیق: اس صورت میں مسئلہ یہ ہے کہ کھڑے ہوکر تکبیر تحریمہ کہی جائے اور پھر تکبیر کہہ کر رکوع میں امام کے ساتھ شریک ہوجائے، اس طرح کرنے سے قیام بھی مل گیا اور رکوع بھی مل جائے گا۔

اس صورت میں تکبیر تحریمہ کے بعد قیام کرنا مقدار تین تسبیح کے ضروری نہیں ہے۔ زید کا قول درست ہے۔[1]

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد عمران دیوبندی غفرلہ (۱۴۱۳/۸/۲۷ھ)
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:
سید احمد علی سعید
مفتی اعظم دارالعلوم وقف دیوبند

امام کے رکوع سے فارغ ہونے کے بعد مقتدی نے رکوع کیا؟

(۷۰) **سوال:** ایک شخص نماز میں امام کے ساتھ شروع سے شریک ہے، لیکن دوران نماز یہ واقعہ پیش آیا کہ مقتدی امام کے ساتھ رکوع نہ کرسکا؛ بلکہ امام کے رکوع سے فارغ ہونے کے بعد مقتدی نے رکوع کیا آیا مقتدی کی نماز درست ہوگی یا نہیں؟

فقط: والسلام
المستفتی: مکرم حسین، سہارنپور

---

(۱) فلو كبّر قائماً فركع ولم يقف صح: لأن ما أتى به من القيام إلى أن يبلغ الركوع يكفيه. (ابن عابدین، رد المحتار، "كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، بحث القيام": ج۲،ص:۱۳۱)

(فركع) أي وقرأ في هويّة قدر الفرض أو كان أخرس أو مقتدياً أو أخّر القرأة، قوله: (إلى أن يبلغ الركوع) أي يبلغ أقل الركوع بحيث تنال يداه ركبتيه وعبارته في الخزائن عن القنية: إلى أن يصير أقرب إلى الركوع. (أيضًا)

ولا يصير شارعاً بالتكبير إلا في حالة القيام أو فيما هو أقرب إليه من الركوع. (جماعة من علماء الهند، الفتاوىٰ الهندية، "كتاب الصلاة، باب في صفة الصلاة، الفصل الأول في فرائض الصلاة": ج۱،ص:۱۲۶، زکریا، دیوبند)

الجواب وباللہ التوفیق: اقتداء درست ہونے کے لیے ضروری ہے کہ ہر ہر رکن میں امام کی اقتداء ہو۔ مذکورہ صورت میں ایک رکن میں بالکل ہی اقتداء نہیں پائی گئی اس لیے نماز درست نہیں ہوئی وہ نماز دوبارہ پڑھنی ضروری ہے۔(۱)

فقط: واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد احسان غفرلہ

نائب مفتی دار العلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:

خورشید عالم غفرلہ

مفتی دار العلوم وقف دیوبند

بیٹھ کر نماز پڑھنے کی حالت میں رکوع کرتے ہوئے سرین اوپر اٹھائے یا نہیں؟

(۱۷) **سوال:** بیٹھ کر نماز پڑھنے میں رکوع کرتے ہوئے سرین اوپر اٹھائیں یا نہیں؟ اور رکوع سے اٹھتے ہوئے ہاتھوں کو رانوں سے علیحدہ کریں یا نہیں؟

فقط: والسلام

المستفتی: قاری محمد ذوالفقار، میرٹھ

الجواب وباللہ التوفیق: سرین نہ اٹھائے جائیں اور ہاتھ کو بھی علیحدہ نہ کیا جائے۔(۲)

فقط: واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد احسان غفرلہ (۱۷/۷/۱۴۳۱ھ)

نائب مفتی دار العلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:

سید احمد علی سعید

مفتی اعظم دار العلوم وقف دیوبند

---

(۱)وإن رفع المقتدي رأسه من السجدة الثانية قبل أن يضع الإمام جبهته على الأرض لايجوز وكان عليه إعادة تلك السجدة ولو لم يعد تفسد صلاته. (جماعة من علماء الهند، الفتاویٰ الهندية، ''كتاب الصلاة: الباب الخامس: في الإمامة، الفصل السادس فيما يتابع الإمام وفيما لايتابع'': ج۱، ص:۱۴۸، زكريا ديوبند)

بقي من المفسدات...... ومسابقة المؤتم بركن لم يشاركه فيه إمامه كأن ركع ورفع رأسه قبل إمامه ولم يعده معه أو بعده وسلم مع الإمام. (ابن عابدين، رد المحتار، ''كتاب الصلاة: باب مايفسد الصلاة وما يكره فيها'': مطلب في المشي في الصلاة، ج۲، ص:۳۹۱، ۳۹۲)

(۲)وإن تعذرا لا القيام أومأ قاعدا ويجعل سجوده أخفض من ركوعه لزوما ولا يرفع إلى وجهه شيئا يسجد عليه فإنه يكره تحريماً. قوله ويجعل سجوده أخفض إلخ، أشار إلى أنه يكفيه...... بقیہ حاشیہ آئندہ صفحہ پر......

امام سے پہلے رکوع یا سجدہ میں چلا گیا:

(۷۲)**سوال:** اگر مقتدی امام سے پہلے رکوع یا سجدہ میں چلا جائے تو اس کی نماز ہوگی یا نہیں؟ یا عدم سماع کی بنا پر امام سے پہلے سلام پھیر دیا تو اس کی نماز کا کیا حکم ہے؟

فقط: والسلام

المستفتی: محمد شاہد رحمانی، اررِیا، بہار

الجواب و باللّٰہ التوفیق: امام سے پہلے رکوع، سجدہ وغیرہ میں جانا مکروہ ہے؛ لیکن اگر اس کے بعد امام رکوع وسجدہ میں گیا اور دونوں کی شرکت اس رکن میں پائی گئی تو نماز درست ہوجائے گی اور اگر شرکت ہی نہیں پائی گئی تو مقتدی کی نماز فاسد ہوگی اور اس پر اعادہ لازم ہوگا۔

”لو رکع قبل الإمام فلحقه إمامه فیه صح رکوعه وکره تحریما وإلا لا یجزیه“[1]

عدم سماع کے عذر کی وجہ سے اگر مقتدی نے امام سے پہلے سلام پھیر دیا تو نماز بلا کراہت درست ہے۔

”ولو أتمه قبل إمامه فتکلم جاز وکره......قوله ولو أتمه الخ“

”أي لو أتم المؤتم التشهد بأن أسرع فیه وفرغ منه قبل إتمام إمامه فأتي بما یخرجه من الصلاة کسلام أو کلام أو قیام جاز: أي صحت صلاته (حصوله بعد تمام الأرکان، لأن الإمام وإن لم یکن أتم التشهد لکنه قعد قدره، لأن المفروض من القعدة قدر أسرع ما یکون من قراء ة التشهد وقد حصل، وإنما کره للمؤتم

......گذشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ...... أدنی الإنحناء عن الرکوع وأنه لا یلزمه تقریب جبهته من الأرض بأقصی ما یمکنه کما بسطه في البحر عن الزاهدي. (ابن عابدین، رد المحتار، ”کتاب الصلاۃ: باب صلاۃ المریض“: ج۲، ص: ۵۶۷، ۵۶۸، زکریا دیوبند)

وقال في المجتبی: کانت کیفیة الإیماء بالرکوع والسجود مشتبهاً علی أنه یکفی بعض الانحناء أم أقصی ما یمکن فظفرت علی الروایة فإنه ذکر شیخ الإسلام المومئ إذا خفض رأسه للرکوع شیئاً ثم للسجود شیئاً جاز. (أحمد بن محمد، حاشیة الطحطاوي علی مراقی الفلاح، ”کتاب الصلاۃ: باب صلاۃ المریض“: ص: ۴۳۲، مکتبہ شیخ الہند دیوبند)

(۱) ابن عابدین، رد المحتار، ”کتاب الصلاۃ: باب صفة الصلاۃ، مطلب في وقت إدراك فضیلة الافتتاح“: ج۲، ص: ۲۴۰.

ذلك لتركه متابعة الإمام بلا عذر به فلو به، كخوف حدث أو خروج وقت جمعة أو مرور مار بين يديه فلا كراهة''[۱]

الجواب صحیح: فقط: واللہ اعلم بالصواب

محمد احسان غفرلہ، محمد عارف قاسمی **کتبہ:** محمد عمران گنگوہی (۲۸/۵/۱۴۳۵ھ)

مفتیان دارالعلوم وقف دیوبند نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

روئی کے گدوں پر نماز پڑھنے وسجدہ کرنے کا حکم:

(۷۳) **سوال:** روئی کے گدوں پر نماز پڑھنا درست ہے؟ سجدہ بھی اسی پر کیا جاتا ہے؟

فقط: والسلام

المستفتی: محمد ارشد، بلندشہر

الجواب وباللہ التوفیق: روئی کے باریک گدے جس پر پیشانی ٹک جاتی ہے ایسے گدوں پر نماز، سجدہ وغیرہ سب درست ہے۔[۲]

الجواب صحیح: فقط: واللہ اعلم بالصواب

سید احمد علی سعید **کتبہ:** محمد عمران دیوبندی غفرلہ (۲۱/۸/۱۴۰۸ھ)

مفتی اعظم دارالعلوم وقف دیوبند نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

سجدہ میں صرف انگوٹھا زمین پر رکھنا

(۷۴) **سوال:** بعض مرتبہ نماز پڑھنے میں پیر کی انگلیاں زمین پر نہیں لگتی صرف انگوٹھا ہی زمین پر لگتا ہے، یہ سجدہ کی حالت میں ہوتا ہے، تو سجدہ ادا ہوگا یا نہیں؟

فقط: والسلام

المستفتی: عبدالحمید، میرٹھ

---

(۱) ابن عابدين، رد المحتار، ''كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، مطلب في وقت إدراك فضيلة الافتتاح'': ج۲، ص:۲۴۰.

(۲) ولو سجد على الحشيش أو التبن أو على القطن أو الطنفة أو الثلج إن استقرت جبهته وأنفه ويجد حجمه يجوز وإن لم تستقر، لا!. (جماعة من علماء الهند، الفتاویٰ الهندية، ''كتاب الصلاة، الباب الرابع في صفة الصلاة'': الفصل الأول، في فرائض الصلاة ومنها السجود'': ج۱، ص:۱۲۷)

الجواب وباللہ التوفیق: سجدے میں صرف پیر کا انگوٹھا زمین پر رکھے رہنے سے نماز ادا ہو جائے گی، صرف انگوٹھا رکھنا اور دوسری انگلیوں کو اٹھائے رکھنا خلاف سنت ہے؛ اس لیے مکروہ ہے، سنت یہ ہے کہ کہ دونوں قدموں کی انگلیاں زمین پر لگی رہیں اور انگلیوں کا رخ قبلہ کی جانب ہو۔

''لأن وضع اصبع واحدة منهما يكفي و أفاد أنه لو لم يضع شيئاً من القدمين لم يصح السجود''(۱)

الجواب صحیح:
خورشید عالم غفرلہ
مفتی دار العلوم وقف دیوبند

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد احسان غفرلہ (۱۹/۸/۱۴۱۸ھ)
نائب مفتی دار العلوم وقف دیوبند

ہٹ لون پر سجدہ کرنا:

(۷۵) **سوال:** کیا فرماتے ہیں علماء دین مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں:

موسم سرما میں مساجد میں عام طور پر صفوں کے نیچے ہٹ لون بچھائی جاتی ہے جس کی بنا پر سردی سے بچا جا سکتا ہے، وہ اتنی نرم نہیں ہوتی ہے کہ سجدہ میں اس پر سر نہ ٹکتا ہو؛ بلکہ آسانی سے سجدہ ہو جاتا ہے کیا اس پر نماز پڑھنا جائز ہے۔ مدلل جواب سے نوازیں؟

فقط: والسلام
المستفتی: عبد الغفار محلّہ خانقاہ، دیوبند

الجواب وباللہ التوفیق: مسجد میں بچھائے جانے والے فوم اور ہٹ لون اگر اتنے سخت ہوں کہ سجدہ کرتے وقت پیشانی زمین پر ٹک جاتی ہے۔ تو ایسے ہٹ لون پر یا فوم پر نماز پڑھنا

---

(۱) ابن عابدین، رد المحتار، ''كتاب الصلاة: باب صفة الصلاة: بحث الركوع والسجو'': ج ۲، ص: ۱۳۵۔
ولو سجد ولم يضع قدميه على الأرض لا يجوز، ولو وضع إحداهما جاز مع الكراهة إن كان بغير عذر ...... وضع القدم بوضع أصابعه وإن وضع أصبعاً واحدة. (جماعة من علماء الهند، الفتاویٰ الهندية، ''كتاب الصلاة: الباب الرابع، في صفة الصلاة، الفصل الأول في فرائض الصلاة، ومنها: السجود'': ج ۱، ص: ۱۲۸، مکتبہ: زکریا، دیوبند)

فی نفسہ جائز ہے۔

”من هنا يعلم الجواز على الطراحة القطن:فإن وجد الحجم جاز وإلا فلا“[۱]

الجواب صحیح:
محمد احسان غفرلہ، محمد عارف قاسمی
محمد عمران گنگوہی، محمد اسعد جلال قاسمی
مفتیان دارالعلوم وقف دیوبند

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: امانت علی قاسمی
مفتی دارالعلوم وقف دیوبند
(۱۷/۴/۱۴۴۱ھ)

نماز کا ایک سجدہ ترک کردیا:

(۷۶) **سوال:** اگر نماز کے دوسجدوں میں سے ایک کیا اور پھر سجدہ سہو بھی کرلیا تو نماز ہوگی یا نہیں؟

فقط: والسلام
المستفتی: محمد عثمان، مرادآبادی

الجواب وبالله التوفيق: راجح قول کے موافق چوں کہ دونوں سجدے نماز کے فرض ہیں اس لیے ایک سجدہ فرض چھوٹ گیا اور فرض کے چھوٹ جانے سے نماز کا اعادہ فرض ہوتا ہے پس سجدہ سہو اس کے لیے ناکافی ہے اور اعادہ اس نماز کا فرض ہے۔[۲]

الجواب صحیح:
سید احمد علی سعید
مفتی اعظم دارالعلوم وقف دیوبند

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد عمران دیوبندی غفرلہ (۲۷/۸/۱۴۱۴ھ)
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

---

(۱) ابن عابدين، رد المحتار، ”كتاب الصلاة: باب صفة الصلاة، مطلب في إطالة الركوع للجائي“: ج۲، ص:۲۰۶.

(۲) ومنها السجود والسجود الثاني فرض كالأول بإجماع الأمة كذا في الزاهدي. (جماعة من علماء الهند، الفتاوىٰ الهندية، ”كتاب الصلاة: الباب الرابع في صفة الصلاة، الفصل الأول في فرائض الصلاة، ومنها: السجود“: ج۱، ص:۱۲۷، زكريا)

وتكراره تعبد أي تكرار السجود أمر تعبدي أي لم يعقل معناه على قول أكثر المشايخ تحقيقاً للابتلاء وقيل ثني ترغيما للشيطان حيث لم يسجد مرة فنحن نسجد مرتين. (ابن عابدين، رد المحتار على الدر المختار، ”كتاب الصلاة: باب صفة الصلاة، بحث الركوع والسجود“: ج۲، ص:۱۳۵)

بیڈ پر نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں؟

(۷۷) **سوال:** بیڈ پر نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں؟

فقط: والسلام
المستفتی: شکیل احمد، دہلی

الجواب وباللّٰہ التوفیق: نماز پاک اور صاف جگہ پر پڑھی جائے اگر بیڈ پاک اور صاف ہو، تو اس پر نماز پڑھنا درست ہے، دوسرے یہ کہ جس گدے پر نماز پڑھی جائے وہ ایسا نرم نہ ہو کہ اس پر سر ٹک نہ سکے، اگر گدا ایسا سخت ہے کہ اس پر سجدہ کے وقت سر ٹک جاتا ہے، گدگدا پن نہیں رہتا، تو اس پر نماز درست ہے اور بہتر یہ ہے کہ زمین پر بغیر موٹے گدے کے نماز پڑھیں۔ (۱)

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد احسان غفرلہ (۲۲/۷/۱۴۳۱ھ)
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:
خورشید عالم غفرلہ
مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

جوتا پہن کر نماز پڑھنا:

(۷۸) **سوال:** کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام وعلماء عظام مسئلہ ذیل کے بارے میں: جوتا پہن کر نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں؟ کیا مسجد میں جوتا پہن کر نماز ہو جائے گی؟

فقط: والسلام
المستفتی: راشد اعظم، گنگور

---

(۱) ویفترض السجود علی مایجد الساجد حجمه بحیث لوبالغ لاتسفل رأسه أبلغ مما کان حال الوضع...... وتستقر علیه جبهته فیصح السجود. (أحمد بن محمد، حاشیة الطحطاوي علی مراقي الفلاح، ''کتاب الصلاة: باب شروط الصلاة''، ص: ۲۳۱، مکتبہ شیخ الہند، دیوبند)

ولو سجد علی الحشیش أو التبن أو علی القطن أو الطنفسة أو الثلج إن استقرت جبهته وأنفه ویجد حجمه یجوز وأن لم یستقر لا. (جماعة من علماء الهند، الفتاویٰ الهندیة، ''کتاب الصلاة: الباب الرابع: في صفة الصلاة، الفصل الأول في فرائض الصلاة، ومنها: السجود''، ج۱، ص: ۱۲۷، زکریا دیوبند)

الجواب وباللہ التوفیق: اگر جوتا پاک ہوتو ایسے جوتے کے ساتھ نماز پڑھنا جائز ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات صحابہؓ سے جوتا پہن کر نماز پڑھنا ثابت ہے، تاہم مسجد میں جوتے کے ساتھ نماز پڑھنا موجودہ ماحول میں درست نہیں ہے؛ اس لیے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں مسجد میں فرش نہیں تھا؛ بلکہ مسجد میں سنگ ریزے تھے؛ اس لیے وہاں پر آپ جوتے میں نماز پڑھتے تھے؛ لیکن آج کل مساجد میں فرش، ٹائکس اور عمدہ قالین بچھی ہوئی ہوتی ہے مسجد میں جوتا لے کر جانے میں مسجد کی تلویث کا اندیشہ ہے۔ نیز یہ آپسی نزاع کا باعث بن سکتا ہے؛ اس لیے کہ عام طور پر لوگ مسجد میں جوتا لے کر داخل نہیں ہوتے ؛ بلکہ ہمارے عرف میں مسجد میں جوتا پہن کر جانا اگر چہ جوتا پاک ہو احترام مسجد کے خلاف تصور کیا جاتا ہے اب اگر کوئی ایک آدمی جوتا پہن کر مسجد میں داخل ہوگا تو دوسرے لوگوں کو اعتراض ہوگا اور یہ نزاع کا باعث بنے گا؛ اس لیے مسجد میں جوتا پہن کر نماز نہیں پڑھنی چاہیے؛ ہاں! مسجد کے علاوہ کسی جگہ جوتے پہن کر نماز پڑھنے کی ضرورت ہوتو نماز پڑھ سکتے ہیں۔

”(قوله: وصلاته فيهما) أي في النعل والخف الطاهرين أفضل؛ مخالفةً لليهود،تتارخانية. وفي الحديث:صلوا في نعالكم،ولاتشبهوااباليهود رواه الطبراني كما في الجامع الصغير رامزًا لصحته. وأخذ منه جمع من الحنابلة أنه سنة،ولو كان يمشي بها في الشوارع؛لأنّ النبي صلى اللّٰه عليه وسلم وصحبه كانوا يمشون بها في طرق المدينة ثم يصلون بها. قلت:لكن إذا خشي تلويث فرش المسجد بها ينبغي عدمه وإن كانت طاهرةً. و أما المسجد النبوي فقد كان مفروشًا بالحصى في زمنه صلى اللّٰه عليه وسلم بخلافه في زماننا،ولعل ذلك محمل ما في عمدة المفتي من أن دخول المسجد متنعلًا من سوء الأدب تأمل“[۱]

”فروع:يكره اشتمال الصلاة على الصماء والاعتجار والتلثم والتنخم وكل عمل قليل بلا عذر“[۲]

---

(۱)ابن عابدين، رد المحتار، ”كتاب الصلاة: باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها“: مطلب في أحكام المساجد، فروع: يكره اشتمال الصماء والاعتجار، ج۲،ص:۴۲۹

(۲)أيضًا.

’’أخبرنا أبو مسلمة سعيد بن يزيد الأزدي، قال: سألت أنس بن مالك: أكان النبي صلى الله عليه وسلم يصلي في نعليه؟ قال: ’’نعم‘‘[۱] وقد علمت أن النعال غير المداس المعروف الآن في بلادنا، والصلاة في المداس ربما لا تصح؛ لأن القدم تبقى فيها معلّقة، ولا تقع على الأرض، فلا تتم السجدة. ثم في الشامي: أن الصلاة في النعلين مستحبة، وفي موضع آخر: أنها مكروهة تنزيهًا. قلتُ: بل هي مباح، وحقيقة الأمر عندي: أن موسى عليه الصلاة والسلام لما ذهب إلى الطور ﴿نُوْدِيَ يٰمُوْسٰىؕ إِنِّيْٓ أَنَا رَبُّكَ فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ﴾ (سورة طه: ۱۱، ۱۲) حمله اليهود على النهي مطلقًا، فلم يجوزوا الصلاة في النعلين بحال، وغلطوا فيه فأصلَحهُ الشرع وكشف عن حقيقته من أنها جائزة فيهما، وما زعموه باطل، ولذا ورد في بعض الروايات: خالفوا اليهود فعلم أن الأمر بالصلاة فيهما على ما في بعض الروايات، إنما هي لأجل تقرير مُخالفتهم، لا لأنها مطلوبة في نفسها‘‘[۲]

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: امانت علی قاسمی
مفتی دار العلوم وقف دیوبند
(۲۵/۱/۱۴۴۲ھ)

الجواب صحیح:
محمد احسان غفرلہ، محمد عارف قاسمی
محمد عمران گنگوہی، محمد اسعد جلال قاسمی
محمد حسنین ارشد قاسمی
مفتیان دار العلوم وقف دیوبند

ایک انچ موٹے فوم پر سجدہ کرنا:

(۷۹) **سوال**: کیا فرماتے ہیں علماء دین مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: ایک مسجد ہے جس میں اچھی خاصی تعداد نمازیوں کی ہے؛ لیکن بیشتر نمازی ضعیفی و پیرانہ سالی سے گزر رہے ہیں اس وقت ٹھنڈک بھی شباب پر ہے مسجد کا فرش پختہ ہے جس کے سبب مسجد میں کچھ

(۱) أخرجه البخاري، في صحيحه ’’كتاب الصلاة، باب الصلاة في النعال‘‘: ج۱، ص: ۵۶، رقم: ۳۸۶۔

(۲) الكشميرى، فيض الباري شرح صحيح البخاري، ’’كتاب الصلاة: باب الصلاة في النعال‘‘: ج ۲، ص: ۳۵، شیخ الہند دیوبند۔

زیادہ ہی ٹھنڈک رہتی ہے، ایسے حالات میں مصلیان مسجد نے فوم کا انتظام کیا ہے جو تقریباً ایک انچ موٹا ہے اور اسی پر پنج وقتہ نمازیں ادا ہو رہی ہیں بوقت نماز قیام وسجدے کی حالت میں بہت کم دبتا ہے، کیا ایسے فوم پر نماز ادا ہو جائے گی از روئے شرع کیا حکم ہے؟ عمومی طور پر اطراف کی تمام مساجد میں فوم کا استعمال ہو رہا ہے جائز و ناجائز کے تبصرے سے نمازیوں میں چہ می گوئیاں شروع ہو گئی ہیں؛ اس لیے آں حضرت سے مؤدبانہ درخواست ہے کہ مذکورہ بالا مسئلہ کے سلسلے میں قرآن وحدیث کی روشنی میں ایسے مدلل ومفصل جواب تحریر فرمائیں جس سے مسئلہ کی پوری طرح وضاحت ہو جائے اور نمازی حضرات بخوشی نماز ادا کرنے لگیں امید ہے کہ جواب شافی سے نوازیں گے۔

فقط: والسلام

المستفتی: محمد سلمان خورشید، بانکا، بہار

الجواب وباللہ التوفیق: مسجد میں بچھائے جانے والے فوم اور ہٹ لون اگر اتنے سخت ہوں کہ سجدہ کرتے وقت پیشانی اس پر ٹک جاتی ہو اور فوم بلا زور لگائے نہ دبتا ہو جس طرح کی روئی کا نیا اور ڈنلپ (dunlop) کا گدا دبتا ہے۔ تو ایسے ہٹ لون یا فوم پر نماز پڑھنا فی نفسہ جائز ہے، ہاں اگر فوم اتنا موٹا اور نرم ہو کہ بلا زور لگائے دب جاتا ہو تو اس پر سجدہ درست نہیں ہوگا اس صورت میں سجدے کی جگہ پر ایسے فوم کو نہ رکھا جائے؛ بلکہ سجدہ کسی گرم چادر وغیرہ پر کر لیا جائے۔

"من هنا يعلم الجواز على الطراحة القطن: فإن وجد الحجم جاز وإلا فلا"(۱)

فقط: واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: امانت علی قاسمی

مفتی دار العلوم وقف دیوبند

(۱۴۴۲/۵/۲۱ھ)

الجواب صحیح:

محمد احسان غفرلہ، محمد عارف قاسمی

محمد عمران گنگوہی، محمد اسعد جلال غفرلہ

مفتیان دار العلوم وقف دیوبند

---

(۱) ابن عابدين، رد المحتار، "كتاب الصلاة: باب صفة الصلاة، مطلب في إطالة الركوع للجائي": ج۲،ص:۲۰۶.

يجوز السجود على الحشيش والتبن والقطن والطنفسة إن وجد حجم الأرض وكذا الثلج الملبد فإن كان يغيب فيه وجهه ولا يجد الحجم لا. (ابن الهمام، فتح القدير، "كتاب الصلاة: باب صفة الصلاة": ج۱،ص:۳۱۱)

نرم قالین پر سجدہ کا حکم:

(۸۰) **سوال:** حضرت مفتی صاحب: مسئلہ دریافت کرنا ہے آج کل مساجد میں نرم اور ملائم گدا یا قالین بچھائے جاتے ہیں، کیا اس پر سجدہ کرنے سے نماز درست ہو جاتی ہے؟ کیا قرآن یا حدیث میں اس کا ثبوت موجود ہے؟ ''بینوا وتوجروا''

فقط: والسلام

المستفتی: ایس، ایم، رضی حیدر، بہار

الجواب وباللہ التوفیق: واضح رہے کہ گرمی یا سردی وغیرہ سے بچنے کے لیے قالین اور چٹائی، ایسے ہی ہلکے گدے کا استعمال مساجد میں آج کل عام ہو گیا ہے؛ اس لیے ان پر پڑھی گئی نمازیں درست ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے چٹائی پر نماز ادا کرنا اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا اپنے دامن پر سجدہ کرنا صحیح بخاری میں مذکور ہے۔ امام بخاری نے ایک روایت نقل کی ہے کہ ام المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کھجور کی چٹائی پر نماز پڑھتے تھے۔ ''عن میمونةؓ قالت: کان النبيُّ صلی اللہ علیه وسلم یُصَلِّي علی الخُمْرَة''[1]

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھتے تو ہم میں سے ہر آدمی گرمی سے بچنے کے لیے اپنے کپڑے کے دامن پر سجدہ کیا کرتا تھا۔

''کنا نُصلي مع النبيِّ صلی اللہ علیه وسلم، فیضعُ أحدُنا طَرَفَ الثوبِ، من شدةِ الحرِّ، في مکان السجودِ''[2]

الحاصل: ایسی چٹائی، قالین یا گدا جن پر سجدہ کرنے سے پیشانی کو زمین پر استقرار ہو (زمین پر پیشانی ٹک جائے) اس پر سجدہ کرنے سے نماز ادا ہو جائے گی۔

فقط: واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد حسنین ارشد قاسمی

نائب مفتی دار العلوم وقف دیوبند

(۱۱/۴/۱۴۴۳ھ)

الجواب صحیح:

محمد احسان غفرلہ، محمد عارف قاسمی

محمد عمران گنگوہی، محمد اسعد جلال قاسمی

مفتیان دار العلوم وقف دیوبند

(۱) أخرجه البخاري، في صحیحه، ''کتاب الصلاة: باب الصلاة علی الخمرة'': ...... بقیہ حاشیہ آئندہ صفحہ پر......

سجدہ کی حالت میں دونوں پیر اٹھانا:

(۸۱) **سوال:** سجدے کے اندر ایک مرتبہ دونوں پیر اٹھانا، پھر رکھنا، کیسا ہے؟

فقط: والسلام
المستفتی: ظہیر احمد، دیوبند

الجواب وباللہ التوفیق: سجدہ میں اس طرح پیر اٹھانا برا ہے، لیکن اگر سجدے میں پیروں کی انگلیاں تھوڑی دیر کے لیے بھی زمین پر رکھی گئیں، تو سجدہ ادا ہو جائے گا۔[1]

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد عمران دیوبندی غفرلہ (۲/۱۴: ۱۴۰۸ھ)
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:
سید احمد علی سعید
مفتی اعظم دارالعلوم وقف دیوبند

ایک سجدہ بھول کر نہ کرنے کا حکم:

(۸۲) **سوال:** پہلی رکعت میں ایک سجدہ بھولے سے چھوٹ گیا، دوسری رکعت میں تین سجدے کر لیے اور پھر آخر میں سجدہ سہو بھی کر لیا تو نماز ہوئی یا نہیں؟

فقط: والسلام
المستفتی: محمد یونس، مظفر نگر

......گذشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ......ج۱، ص: ۵۵، رقم: ۳۸۱.

(۲) أخرجه البخاري، في صحيحه، ''كتاب الصلاة: باب السجود على الثوب في شدة الحر'': ج۱، ص: ۵۶، رقم: ۳۸۵.

(۱) ولو سجد ولم يضع قدميه على الأرض لا يجوز ولو وضع إحداهما جاز مع الكراهة إن كان بغير عذر: كذا في شرح منية المصلي لابن أمير الحاج. (جماعة من علماء الهند، الفتاوىٰ الهندية، ''كتاب الصلاة: الباب الرابع في صفة الصلاة، الفصل الأول في فرائض الصلاة، ومنها: السجود'': ج۱، ص: ۱۲۸، مکتبہ زکریا دیوبند)

وأما وضع القدم على الأرض في الصلوٰة حال السجدة ففرض فلو وضع إحداهما دون الأخرىٰ تجوز صلاته. (أحمد بن محمد، حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، ''كتاب الصلاة'': ص: ۲۳۰، مکتبہ شیخ الہند دیوبند)

لأن أصبع واحدة منهما يكفي كما ذكره بعد، وأفاد أنه لو لم يضع شيئاً من القدمين لم يصح السجود. (ابن عابدين، رد المحتار، ''كتاب الصلاة: باب صفة الصلاة: بحث الركوع والسجود'': ج۲، ص: ۱۳۵، مکتبہ زکریا دیوبند)

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بھول کر سجدہ چھوٹ گیا تھا پھر دوسری رکعت میں وہ سجدہ کرلیا اور سجدۂ سہو بھی کیا تو نماز درست ہوگئی۔

الجواب صحیح:
خورشید عالم غفرلہ
مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد احسان غفرلہ (۱۴۲۰/۵/۹ھ)
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

قعدہ اخیرہ رکن ہے یا شرط ہے؟

(۸۳) **سوال:** کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں: قعدہ اخیرہ رکن ہے یا شرط یا فرض ہے؟

فقط: والسلام
المستفتی: انعام الٰہی، دیوبند

الجواب و باللّٰہ التوفیق: صحیح قول یہ ہے کہ قعدہ اخیرہ فرض ہے۔ شامی میں ہے:

”وفي الخزانة أنها فرض وليست بركن أصلي بل هي شرط للتحليل وجزم بأنها فرض“(۲)

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: سید احمد علی سعید (۱۴۱۴/۱۲/۱۴ھ)
مفتی اعظم دارالعلوم وقف دیوبند

(۱) حتی لونسي سجدة من الأولیٰ قضاها ولو بعد السلام قبل الكلام لكنه يتشهد ثم يسجد للسهو ثم يتشهد. (ابن عابدين، رد المحتار، ”كتاب الصلاة: باب صفة الصلاة“: مطلب: كل شفع من النفل صلاة، ج۲،ص:۱۵۶، زکریا دیوبند)

ومنها رعاية الترتيب في فعل مكروه فلو ترك سجدة من ركعة فتذكرها في أخر الصلوٰة سجدها وسجد للسهو لترك الترتيب فيه وليس عليه إعادة ما قبلها. (جماعة من علماء الهند، الفتاویٰ الهندية، ”كتاب الصلاة: الباب الثاني عشر في سجود السهو، واجبات الصلاة أنواع، ومنها: تعيين القرأة“: ج۱،ص:۱۸۶)

(۲) ابن عابدين، رد المحتار، ”كتاب الصلاة: باب صفة الصلاة، بحث القعود الأخير“: ج۲،ص:۱۳۶.

اختلف في القعدة الأخيرة قال بعضهم: هي ركن أصلي. وفي كشف البزدوي (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

گھر میں نماز پڑھنے کا طریقہ:

(۸۴) **سوال:** کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام مسئلہ ذیل کے بارے میں: لاک ڈاؤن میں گھر پر نماز ہورہی ہے؛ اس لیے معلوم یہ کرنا ہے کہ گھر میں نماز پڑھنے کا کیا طریقہ ہوگا؟

فقط: والسلام

المستفتی: محمد وصی اللہ، دربھنگہ

الجواب وباللہ التوفیق: مسجد میں جو اذان دی جاتی ہے وہ اذان کافی ہے، گھر میں اذان دینے کی ضرورت نہیں ہے صرف اقامت کہہ کر نماز پڑھی جائے۔ اگر چند افراد ہوں تو امام آگے کھڑا ہو اور باقی افراد پیچھے کھڑے ہوں جس طرح مسجد میں نماز ہوتی ہے، اور اگر امام اور ایک مقتدی ہو تو مقتدی امام کے دائیں طرف امام کے ساتھ کھڑا ہو، تھوڑا سا امام سے پیچھے رہے تاکہ بے خیالی میں کہیں امام سے آگے نہ بڑھ جائے۔ گھر میں نماز کی صورت میں خواتین بھی شریک ہوسکتی ہیں اور خواتین کی صف بالکل اخیر میں ہوگی، اگر گھر میں نماز پڑھنے والے صرف میاں بیوی ہوں تو بیوی

(پچھلے صفحہ کا حاشیہ) أنها واجبة لا فرض، لكن الواجب هنا في قوة الفرض في العمل كالوتر. وفي الخزانة أنها فرض وليست بركن أصلي بل هي شرط للتحليل وجزم بأنها فرض في الفتح والتبيين. وفي الينابيع أنه الصحيح، وأشار إلى الفرضية الإمام المحبوبي في مناسك الجامع الصغير ولذلك من حلف لا يصلي يحنث بالرفع من السجود دون توقف على القعدة، فهي فرض لا ركن إذ الركن هو الداخل في الماهية. وماهية الصلاة تتم بدون القعدة. (أيضًا)

وقال بعضهم: القعدة من الأركان الأصلية أيضا، وإليه مال عصام بن يوسف، ووجهه أنها فرض تنعدم الصلاة بانعدامها كسائر الأركان، والصحيح أنها ليست بركن أصلي؛ لأن اسم الصلاة ينطلق على المتركب من الأركان الأربعة بدون القعود، ولهذا يتوجه النهى عن الصلاة وقت طلوع الشمس ووقت غروبها ووقت الزوال، ولهذا لو حلف لا يصلى فقيد الركعة بالسجدة يحنث وإن لم توجد القعدة، ولو أتى بما دون الركعة لا يحنث، ولأن القعدة بنفسها غير صالحة للخدمة؛ لأنها من باب الاستراحة بخلاف سائر الأركان فتمكن الخلل في كونها ركنا أصليا، فلم تكن هي من الأركان الأصلية للصلاة وإن كانت من فروضها حتى لا تجوز الصلاة بدونها. (الكاساني، بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع، ”كتاب الصلاة: فصل أركان الصلاة ومنها: الانتقال من ركن إلى ركن“: ج۱، ص:۳۰۰)

امام کے مصلی کے پیچھے کھڑی ہوگی۔ اگر ایک مرد اور ایک عورت ہو، تو مرد امام کے ساتھ امام کے بغل میں کھڑا ہو اور عورت امام کے پیچھے کھڑی ہو۔

''وشمل حالة السفر والحضر والانفراد والجماعة. قال في مواهب الرحمن ونور الإيضاح ولو منفردا أداء أو قضاء سفرا أو حضرا؛ لكن لا يكره تركه لمصل في بيته في المصر؛ لأن أذان الحي يكفيه كما سيأتي. وفي الإمداد أنه يأتي به ندبا وسيأتي تمامه''[۱]

''(ويقف الواحد) ولو صبيا، أما الواحدة فتتأخر (محاذيا) أي مساويا (ليمين إمامه) على المذهب، ولا عبرة بالرأس بل بالقدم، فلو صغيرا فالأصح ما لم يتقدم أكثر قدم المؤتم لا تفسد، فلو وقف عن يساره كره (اتفاقا وكذا) يكره (خلفه على الأصح) لمخالفة السنة (والزائد) يقف (خلفه) فلو توسط اثنين كره تنزيها وتحريما لو أكثر، ولو قام واحد بجنب الإمام وخلفه صف كره إجماعًا''[۲]

فقط: واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: امانت علی قاسمی

مفتی دار العلوم وقف دیو بند

(۲۴/۱: ۱۴۴۱ھ)

الجواب صحیح:

محمد احسان غفرلہ، محمد عارف قاسمی

محمد اسعد جلال قاسمی، محمد عمران گنگوہی

مفتیان دار العلوم وقف دیو بند

زید نے عشاء کی نماز دو مسجدوں میں پڑھادی:

(۸۵) **سوال**: زید نے ایک مسجد میں جماعت کے ساتھ عشاء کی فرض نماز پڑھایا پھر دوسری مسجد میں جا کر عشاء کی فرض پڑھایا یہ نماز ہوگئی یا نہیں یا نفل ہوگئی ہے؟

فقط: والسلام

المستفتی: عبدالرزاق، مظفر نگر

(۱) ابن عابدین، رد المحتار، ''کتاب الصلاة: باب الأذان''، ج ۲، ص: ۴۹۔ ...... بقیہ حاشیہ آئندہ صفحہ پر......

الجواب وباللہ التوفیق: زید کی فرض نماز پہلے ادا ہوگئی تھی دوبارہ جو نماز پڑھی وہ نفلی ہوئی اس کے پیچھے لوگوں کی فرض نماز ادا نہیں ہوئی۔[1]

فقط: واللہ اعلم بالصواب

الجواب صحیح: خورشید عالم غفرلہ
مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

کتبہ: محمد احسان غفرلہ (۱۴۱۹/۶/۵ھ)
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

شوہر اور بیوی ایک ساتھ اپنی اپنی نماز پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

(۸۶) سوال: کیا شوہر اور بیوی دونوں ایک ساتھ اپنی اپنی نماز پڑھ سکتے ہیں؟

فقط: والسلام
المستفتی: محمد اقبال، جموں

الجواب و باللہ التوفیق: دونوں ایک ساتھ یعنی ایک جگہ برابر برابر کھڑے ہوں اور اپنی اپنی نمازیں الگ الگ پڑھیں یہ درست ہے اور اگر اتفاقاً جماعت کریں تو بیوی تھوڑا پیچھے ہٹ کر کھڑی ہو تو اس صورت میں بھی نماز درست ہے محاذات والی صورت یہاں نہیں ہے۔[2]

فقط: واللہ اعلم بالصواب

الجواب صحیح: محمد احسان غفرلہ، محمد عارف قاسمی، محمد عمران گنگوہی
مفتیان دارالعلوم وقف دیوبند

کتبہ: محمد اسعد جلال غفرلہ (۱۴۳۷/۲/۱۹ھ)
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

......گذشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ......(۲) ابن عابدین، رد المحتار، "كتاب الصلاة: باب الإمامة، مطلب هل الإسائة دون الكراهة أو أفحش منها": ج ۲، ص: ۳۰۹، زکریا دیوبند۔

(۱) ولا مفترض بمتنفل وبمفترض فرضاً آخر لأن اتحاد الصلاتين شرط عندنا. (الحصكفي، الدر المختار مع ردالمحتار، "كتاب الصلاة: باب الإمامة، مطلب الواجب كفاية هل يسقط بفعل الصبي وحده": ج ۲، ص: ۳۲۵)

ولا اقتداء المفترض بالمتنفل. (جماعة من علماء الهند، الفتاوىٰ الهندية: "كتاب الصلاة: الباب الخامس في الإمامة، الفصل الثالث في بيان من يصلح إماما": ج ۱، ص: ۱۴۳)

(۲) (قوله ليس في صلاتها) بأن صليا منفردين أو مقتديا أحدهما بإمام لم يقتد به الآخر. (ابن عابدين، رد المحتار، "كتاب الصلاة: باب الإمامة، مطلب في الكلام على الصف الأول": ج ۲، ص: ۳۱۷) ......بقیہ حاشیہ آئندہ صفحہ پر......

ثنا کے بعد رکوع کردیا:

(۸۷) **سوال:** ایک شخص چار رکعت والی فرض نماز میں پہلی رکعت میں ثناء پڑھنے کے بعد فوراً ہی سہواً رکوع میں چلا گیا (گویا سورۂ فاتحہ اور دوسری سورت چھوٹ گئی) آخر میں سجدہ سہو کرکے نماز پوری کرلی تو اعادہ واجب ہے یا نہیں؟

فقط: والسلام
المستفتی: محمد ابراہیم، گورکھ پور

الجواب وباللہ التوفیق: نماز میں قرأت کرنا فرض ہے، پہلی رکعت میں اس نے قرأت نہیں کی اس لیے ترک فرض کی وجہ سے اس کی نماز فاسد ہوگئی، اعادہ کرنا لازم ہے۔[1]

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد عمران دیوبندی غفرلہ (۱۴۱۳/۸/۲۷ھ)
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:
سید احمد علی سعید
مفتی اعظم دارالعلوم وقف دیوبند

......گذشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ......أن رسول الله صلى الله عليه وسلم خرج من بيته ليصلح بين الأنصار فرجع وقد صلى في المسجد بجماعة فدخل رسول الله صلى الله عليه وسلم في منزل بعض أهله فجمع أهله فصلى بهم جماعة. (ابن عابدين، رد المحتار على الدر المختار، ''كتاب الصلاة: باب الأذان، مطلب في المؤذن إذا كان غير محتسب في أذانه'': ج۲، ص:۶۴)

(۱) ومنها القراءة: وفرضها عند أبي حنيفة رحمه الله تعالىٰ يتأدى بآية واحدة وإن كانت قصيرة، كذا في المحيط. (جماعة من علماء الهند، الفتاوىٰ الهندية، ''كتاب الصلاة: الباب الرابع في صفة الصلاة، الفصل الأول في فرائض الصلاة، ومنها: القراءة'': ج۱، ص:۱۲۶، زکریا دیوبند)

وفي الولو الجية'' الأصل في هذا أن المتروك ثلاثة أنواع: فرض، وسنة، وواجب ففي الأول: أمكنه التدارك بالقضاء يقضي وإلا فسدت صلاته. (جماعة من علماء الهند، الفتاوىٰ الهندية، ''كتاب الصلاة: الباب الثاني عشر في سجود السهو'': ج۱، ص:۱۸۵، زکریا دیوبند)

وقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لا صلاة إلا بقرأة'' رواه مسلم من حديث أبي هريرة رضي الله عنه وعليه انعقد الإجماع...... (أحمد بن محمد، حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، ''كتاب الصلاة: باب شروط الصلوة'': ص:۲۲۵، مكتبہ شیخ الہند دیوبند)

ترکِ قرأت سے نماز کا حکم:

(۸۸) سوال: حضرت مفتی صاحب: عرض ہے کہ احقر ظہر کی نماز پڑھ رہا تھا پہلی رکعت میں ثناء پڑھنے کے بعد سورۃ الفاتحہ اور کوئی آیت یا سورت پڑھے بغیر رکوع میں چلا گیا چوتھی رکعت میں سلام سے قبل سجدہ سہو کرلیا، پوچھنا یہ ہے کہ ثناء کے بعد سورۂ فاتحہ اور کوئی آیت کے پڑھے بغیر نماز درست ہوگی یا نہیں؟ کیا سجدہ سہو کر لینا کافی نہیں ہے؟ براہ کرم مدلل جواب عنایت فرمائیں۔

فقط: والسلام
المستفتی: محمد شمس، علی نگر، بہار

الجواب وباللہ التوفیق: صورت مسئولہ میں ثنا کے بعد پہلی رکعت میں قرأت نہ کرنے کی وجہ سے فرض ترک ہوا ہے؛ اس لیے پہلی رکعت باطل ہوگئی اور پہلی رکعت باطل ہونے کی بنا پر پوری نماز میں فساد آ گیا اس لیے نماز کا لوٹانا واجب ہے، جیسا کہ قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿**فاقرءوا ما تيسر من القرآن**﴾ اس آیت میں بآسانی قرأت کرنے کا حکم ملتا ہے جب کہ احادیث مبارکہ میں سورۂ فاتحہ کے ساتھ سورت ملانے کا حکم دیا گیا ہے، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں ''**عن أبي سعيد الخدري رضي الله عنه قال: أمرنا أن نقرأ بفاتحة الكتاب وما تيسر**''[1]

اس حدیث پاک میں حکم دیا گیا ہے کہ سورۃ الفاتحہ کے ساتھ جو قرآن کریم میں آسان ہوا سے پڑھا کریں، امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے ایک روایت نقل کی ہے ''**لا صلاة إلا بقراءة**''[2]

فتاوی عالمگیری میں ہے:

---

(۱) أخرجه أبوداود، في صحيحه، ''كتاب الصلاة: باب من ترك القراءة في صلاته بفاتحة'': ج۱، ص: ۲۱۸، رقم: ۸۱۸، ومسند أحمد، ''مسند أبي هريرةؓ'': ج۱۲، ص: ۲۳۹، رقم: ۷۲۹۱.

(۲) أخرجه مسلم، في سننه، ''كتاب الصلاة: باب وجوب قراءة الفاتحة في كل ركعة'': ج۱، ص: ۱۷۰، رقم: ۳۹۶.

"ومنها القرءة وفرضها عند أبي حنيفة رحمة اللّٰه عليه يتأدى بآية واحدة وإن كانت قصيرة كذا في المحيط"[۱]

مذکورہ عبارتوں سے یہ بات واضح ہوگئی کہ ترک فرض (سورۂ فاتحہ اور قرأت) کی وجہ سے نماز کا اعادہ کرنا ضروری ہے سجدہ سہو کرنے سے بھی نماز درست نہیں ہوگی۔

الجواب صحیح:
محمد احسان غفرلہ، امانت علی قاسمی، محمد عارف قاسمی،
محمد اسعد جلال قاسمی، محمد عمران گنگوہی
مفتیان دارالعلوم وقف دیوبند

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد حسنین ارشد قاسمی
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند
(۱۲/۱۰/۱۴۴۲ھ)

مستورات کھیت میں کیسے نماز ادا کریں:

(۸۹) **سوال:** ہماری مستورات کھیت میں کام کرتی ہیں اور کھیت میں ہی نماز کا وقت آجاتا ہے تو وہ نماز کیسے ادا کریں؟

فقط: والسلام
المستفتی: عبدالرشید بٹ، کشمیر

الجواب وباللّٰہ التوفیق: نماز وہاں بھی فرض ہے اور بلا وجہ شرعی اس کو ترک کرنا گناہ ہے؛[۲] اس لیے پردہ کے اہتمام کے ساتھ کھیت میں ہی نماز اداء کریں اور کھیت میں نماز کا کوئی علاحدہ طریقہ نہیں ہے جس طرح گھر میں نماز پڑھتی ہیں اسی طرح کھیت میں نماز پڑھیں گی بس پردہ کا خیال رکھنا چاہئے۔[۳]

الجواب صحیح:
خورشید عالم غفرلہ
مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد احسان غفرلہ (۱۱/۷/۱۴۲۴ھ)
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

---

(۱) جماعة من علماء الهند، الفتاویٰ الهندية، "كتاب الصلاة: الباب الرابع في صفة الصلاة، الفصل الأول في فرائض الصلاة، ومنها القراءة": ج۱، ص:۱۲۶. ......بقیہ حاشیہ آئندہ صفحہ پر......

نیت کرنے میں غلطی ہو جائے تو کیا حکم ہے؟

(۹۰) سوال: مقتدی اگر امام کے پیچھے غلطی سے عشاء کی جگہ مغرب کی نیت کرے تو اس کی نماز درست ہوئی یا نہیں؟

فقط: والسلام
المستفتی: از ہرامام، آمبور

الجواب وباللہ التوفیق: اگر دل میں عشاء کی نماز ہے اور غلطی سے زبان سے مغرب کا لفظ نکل گیا تو عشاء کی نماز ادا ہو گئی، لیکن اگر جلدی میں نیت کی تعیین نہیں کر سکا اور زبان سے مغرب بول دیا تو نماز نہیں ہوگی، دوبارہ نماز پڑھنی ہوگی۔ (۱)

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد اسعد جلال قاسمی
نائب مفتی دار العلوم وقف دیوبند
(۱۴۴۲/۶/۱۴ھ)

الجواب صحیح:
محمد احسان غفرلہ، محمد عارف قاسمی، امانت علی قاسمی
محمد عمران گنگوہی، محمد حسنین ارشد قاسمی
مفتیان دار العلوم وقف دیوبند

......گذشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ...... (۲) ﴿فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ ۝ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ ۝﴾ (سورۃ الماعون: ۴، ۵)

من ترك الصلوٰة متعمداً فقد كفر جهاراً. (أخرجه الطبراني في المعجم الأوسط، ''من اسمه جعفر'': ج ۳، ص: ۳۴۳، رقم: ۳۳۴۸) (شاملہ)

(۳) ﴿وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهُ﴾ (سورۃ البقرہ: ۱۴۴)

عن جابر بن عبد الله قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: جعلت لي الأرض مسجداً وطهوراً أينما أدرك رجل من أمتي الصلاة صلى. (أخرجه النسائي، ''كتاب المساجد: الرخصة في ذلك'': ج ۱، ص: ۸۵، رقم: ۷۳۶)

(۱) لا يصح اقتداء مصلي الظهر بمصلي العصر. (جماعة من علماء الهند، الفتاوىٰ الهندية، ''كتاب الصلاة الباب الخامس: في الإمامة، الفصل الثالث في بيان من يصلح إماما'': ج ۱، ص: ۱۴۳)

(والمعتبر فيها عمل القلب اللازم للإرادة) فلا عبرة للذكر باللسان إن خالف القلب لأنه كلام لا نية إلا إذا عجز عن إحضاره لهموم أصابته فيكفيه اللسان مجتبى (وهو) أي عمل القلب (أن يعلم) عند الإرادة (بداهة) بلا تأمل (أي صلاة يصلي) فلو لم يعلم إلا بتأمل لم يجز. (ابن عابدين، رد المحتار، ''كتاب الصلاة باب شروط الصلاة، بحث النية'': ج ۲، ص: ۹۲)

عزم على الظهر وجرى على لسانه العصر يجزيه كذا في شرح مقدمة أبي الليث وهكذا في القنية. (جماعة من علماء الهند، الفتاوىٰ الهندية، ''كتاب الصلاة: الباب الثالث: في شروط الصلاة، ......بقیہ حاشیہ آئندہ صفحہ پر......

اللہ اکبر کی جگہ اللہ و کبر کہنا:

(۹۱)**سوال:** نماز میں امام صاحب تکبیر اللہ اکبر کو اللہ کبر، یا اللہ و کبر کہتے ہیں تو یہ کیسا ہے۔ سمجھایا لیکن نہیں مانتے، کیا کریں۔

فقط: والسلام
المستفتی: محمد زید، علی گڈھ

الجواب وباللہ التوفیق: اللہ اکبر میں اکبر کے الف کا تلفظ ضروری ہے، الف کو حذف کر دینا یا واو سے بدل کر پڑھنا غلط ہے۔ ممکن ہے کہ امام صاحب اللہ اکبر کہتے ہوں لیکن جلدی کہنے کی وجہ سے الف کی آواز پوری نہ آتی ہو، لیکن اگر واقعی امام صاحب سے ایسی غلطی ہوتی ہے تو ان کو یہ غلطی درست کر لینی ضروری ہے ایسی صورت میں فسادِ نماز کا خطرہ بھی ہے۔

''وکذا لو مد ألف أکبر أو بائہ لا یصیر شارعا؛ لأن اکبار جمع کبر، وھو الطبل وقیل إسم للشیطان، ولو مد ھاء ''اللہ'' فھو خطأ لغۃ، وکذا لو مد رائہ ومد لام ''اللہ'' صواب وجزم الھاء خطأ؛ لأنہ لم یجیئ إلا في ضرورۃ الشعر، وقد بحث الأکمل في العنایۃ في قولھم إنہ إذا مد الھمزۃ من ''اللہ'' تفسد ویکفر إن تعمدہ للشک بأن الھمزۃ یجوز أن تکون للتقریر فلا یکون ھناک لا کفر ولا فساد''[1]

......گذشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ...... الفصل الرابع في النیۃ'': ج۱،ص:۱۲۳)

قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم إذا اقیمت الصلوٰۃ فلا صلوٰۃ إلا المکتوبۃ التي أقیمت. (أخرجہ أحمد، في مسندہ، ''الجزء الرابع عشر'': ج۱۴،ص:۱۷۱، رقم:۸۶۲۳)

واستدل بقولہ: (التي أقیمت) بأن المأموم لا یصلي فرضا ولا نفلا خلف من یصلي فرضا آخر کالظھر مثلا خلف من یصلي العصر وإن جازت إعادۃ الفرض خلف من یصلي ذلک الفرض. (ابن حجر العسقلاني، فتح الباري شرح البخاري، ''کتاب الأذان: باب إذا أقمت الصلاۃ فلا صلاۃ'': ج۲،ص:۱۸۷)

(۱) ابن نجیم، البحر الرائق، ''کتاب الصلاۃ، آداب الصلاۃ'': ج۱،ص:۳۳۲؛ ابن الھمام، فتح القدیر، کتاب الصلاۃ، ''باب صفۃ الصلاۃ'': ج۱،ص:۳۰۳؛ وجماعۃ من علماء الھند، الفتاویٰ الھندیۃ، ''کتاب الصلاۃ: الباب الرابع في صفۃ الصلاۃ، الفصل الثالث في سنن الصلاۃ وآدابھا وکیفیتھما'': ج۱،ص:۱۳۰.

’’وفي المبسوط:ولو مد ألف الله لا يصير شارعا،وخيف عليه الكفر إن كان قاصدا، وكذا لو مد ألف أكبر، وكذا لو مد بائه لا يصير شارعا، لأن إكبار جمع كبر، فكان فيه إثبات الشركة .وقيل: إكبار اسم للشيطان .وقيل: إكبار جمع كبر وهو الطبل .فإن قلت: يجوز أن تشبع فتحة الباء، فصارت ألفا .قلت: هذا في ضرورة الشعر، ويجزم الراء في أكبر، وإن كان أصله الرفع بالخبرية، لأنه روي عن إبراهيم التكبير جزم والسلام جزم‘‘(۱)

الجواب صحیح: فقط: واللہ اعلم بالصواب

محمد عارف قاسمی، امانت علی قاسمی **کتبہ:** محمد اسعد جلال قاسمی

محمد عمران گنگوہی، محمد حسنین ارشد قاسمی نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

مفتیان دارالعلوم وقف دیوبند (۱/۱۱: ۱۴۴۳ھ)

کیا نماز کی نیت زبان سے بدعت ہے؟

(۹۲) **سوال:** (۱) کیا نماز کی نیت زبان سے کہنا بدعت ہے؟

(۲) جماعت کے ساتھ نماز ہو رہی ہو اور کوئی انسان دیر سے پہونچے اور جب تک جماعت میں شامل ہو تب تک امام صاحب رکوع میں جا چکے ہوں، بعد میں آنے والے کو یہ لگے کہ اس کی رکعت چھوٹ جائے گی، اور اسے یہ رکعت مل جائے اس وجہ سے وہ انسان اللہ اکبر کہتے ہوئے دونوں ہاتھ کان تک لے جا کر سیدھے رکوع میں شامل ہو جائے، نہ تو ناف کے نیچے ہاتھ باندھے نہ ہی قیام کرے جب کہ ایسا کرنے پر اس نے نماز کے فرائض چھوڑ دیئے تو کیا اس حالت میں اس کی نماز ہو جائے گی؟

فقط: والسلام

المستفتی: عادل خان، حیدرآباد

---

(۱) العيني،البناية شرح الهداية،’’كتاب الصلاة: التكبير قبل الركوع و بعد الرفع منه‘‘:ج۲،ص:۲۲۱.

الجواب وباللہ التوفیق: (۱) نیت دل کے ارادہ کا نام ہے، اگر نیت کر لی تو زبان سے کہنا ضروری نہیں ہے، البتہ زبان سے نیت کا ادا کرنا بھی جائز ہے، اس کو بدعت کہنا درست نہیں ہے جب کہ بعض فقہاءِ کرام نے زبان سے نیت کو مستحب قرار دیا ہے۔

(۲) صورت مسئولہ میں اگر حالت قیام میں اللہ اکبر کہا اور ہاتھ باندھے بغیر رکوع میں چلا گیا تو بھی اس کی نماز درست ہو جائے گی۔ ہاتھ کانوں تک اٹھانا، ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا اور اللہ اکبر کہنے کے بعد قیام میں کچھ دیر رہنا فرائض میں سے نہیں ہے۔ اللہ اکبر (تکبیر تحریمہ) کھڑے ہونے کی حالت میں کہے اور اس کے فوراً بعد رکوع میں چلا جائے تو اس کو قیام ورکوع پانے والا شمار کیا جائے گا۔ اس میں کسی فرض کا ترک کرنا لازم نہیں آیا اس لیے نماز درست ہو جائے گی۔

’’والمعتبر فيها عمل القلب اللازم للإرادة) فلا عبرة للذكر باللسان إن خالف القلب؛لأنه كلام لا نية إلا إذا عجز عن إحضاره لهموم أصابته فيكفيه اللسان، مجتبى (وهو) أي عمل القلب (أن يعلم) عند الإرادة (بداهة) بلا تأمل (أي صلاة يصلي) فلو لم يعلم إلا بتأمل لم يجز (والتلفظ) عند الإرادة (بها مستحب) هو المختار‘‘(۱)

’’النية إرادة الدخول في الصلاة والشرط أن يعلم بقلبه أي صلاة يصلي وأدناها ما لو سئل لأمكنه أن يجيب على البداهة وإن لم يقدر على أن يجيب إلا بتأمل لم تجز صلاته ولا عبرة للذكر باللسان، فإن فعله لتجتمع عزيمة قلبه فهو حسن، كذا في الكافي‘‘(۲)

’’فلو كبر قائماً فركع ولم يقف صح؛لأن ما أتي به من القيام إلى أن يبلغ حد الركوع يكفيه، قنية‘‘(۳)

---

(۱) ابن عابدين، رد المحتار، ’’كتاب الصلاة: باب شروط الصلاة، بحث النية‘‘: ج۲،ص:۹۱.

(۲) جماعة من علماء الهند، الفتاویٰ الهندية، ’’كتاب الصلاة: الباب الثالث في شروط الصلاة، الفصل الرابع في النية‘‘: ج۱،ص:۱۲۳.

(۳) ابن عابدين، رد المحتار، ’’كتاب الصلاة: باب صفة الصلاة‘‘: ج۲،ص:۱۳۱، مکتبۃ زکریا دیوبند.

''ولا يصير شارعاً بالتكبير إلا في حالة القيام الخ''[1]

الجواب صحیح:
محمد عارف قاسمی، امانت علی قاسمی
محمد عمران گنگوہی
مفتیان دارالعلوم وقف دیوبند

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد اسعد جلال قاسمی
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند
(۲/۲۱:۱۴۴۳ھ)

عورت نماز میں ہاتھ کہاں تک اٹھائے؟

(۹۳) **سوال:** کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں:

کیا عورت بھی مردوں کی طرح تکبیر تحریمہ کے وقت کانوں تک ہاتھ اٹھائے گی، یا عورت اور مرد کی نماز میں کچھ فرق ہے؟ نیز اگر فرق ہے تو اس فرق کی وجہ کیا ہے؟ بالدلیل تفصیل سے جواب دے کر مشکور فرمائیں۔

فقط: والسلام
المستفتی: محمد سجاد علی، ایم پی

الجواب وباللہ التوفیق: عورت اور مرد کی نمازوں میں کئی اعتبار سے فرق ہے حضرات فقہاء نے اس کی تفصیلات ذکر کی ہیں اور وہ تفصیلات اور فرق احادیث مبارکہ سے ماخوذ اور مستفاد ہے جس کا جواب درج ذیل ہے اس سے مرد وعورت کی نمازوں میں جو فرق ہے وہ واضح ہو جائے گا۔

مرد تکبیر تحریمہ کے وقت کانوں تک ہاتھ اٹھائیں گے جب کہ خواتین کے لیے سینہ تک ہاتھ اٹھانے کا حکم ہے، اور یہ حدیث سے ثابت ہے:

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے ارشاد فرمایا: اے وائل! جب تم نماز پڑھو تو اپنے دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھاؤ اور عورت اپنے دونوں ہاتھ اپنی چھاتی کے برابر اٹھائے۔

---

(۱) جماعة من علماء الهند، الفتاوىٰ الهندية، ''كتاب الصلاة: الباب الرابع في صفة الصلاة، الفصل الأول في فرائض الصلاة''، ج۱، ص:۱۲۶.

"عن وائل بن حجر، قال: جئت النبي صلى الله عليه وسلم ...... فقال لي رسول الله صلى الله عليه وسلم: يا وائل بن حجر، إذا صليت فاجعل يديك حذاء أذنيك، والمرأة تجعل يديها حذاء ثدييها"(۱)

"عن عبد ربه بن زيتون، قال: رأيت أم الدرداء ترفع يديها حذو منكبيها حين تفتتح الصلاة"(۲)

عبدربہ بن زیتون سے روایت ہے کہ میں نے حضرت ام درداء رضی اللہ عنہا کو دیکھا کہ نماز شروع کرتے ہوئے اپنے ہاتھوں کو کندھوں کے برابر اٹھاتی تھیں، علامہ ابن الہمامؒ نے بھی فتح القدیر میں لکھا ہے: تکبیر تحریمہ کے وقت عورت اپنے کندھوں کے برابر اپنے ہاتھ اٹھائے، یہ صحیح تر ہے کیوں کہ اس میں اس کی زیادہ پردہ پوشی ہے۔ "المرأة ترفع يديها حذاء منكبيها، وهو الصحيح؛ لأنه أستر لها"(۳)

ان روایات اور فتح القدیر کی عبارت سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ عورت کے لیے ہاتھوں کو کندھے اور سینہ تک اٹھانے کا حکم ہے؛ لہٰذا عورت اپنے ہاتھ اس طرح اٹھائے گی کہ ہاتھوں کی انگلیاں کندھوں تک اور ہتھیلیاں سینہ کے برابر آجائیں۔ فرق کی وجہ یہ ہے کہ اس طرح ہاتھ اٹھانے میں زیادہ ستر پوشی ہوتی ہے، جو عورت کے حق میں عین مطلوب ہے۔

دوسرا فرق عورت اور مرد کی نماز میں قیام کی حالت میں ہاتھ باندھنے کی ہیئت میں ہے کہ مرد کے لیے ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا مستحب ہے، اگرچہ حضرات فقہاء نے اس حوالے سے اختلاف بھی کیا ہے، تاہم عورتوں کے حوالہ سے تمام اہلِ علم کا اجماع ہے (اور اجماع مستقل دلیل شرعی ہے) کہ وہ قیام کے وقت اپنے ہاتھ سینہ پر رکھے گی۔ جیسا کہ کنز کی شرح میں لکھا ہے:

---

(۱) المعجم الكبير للطبراني، أم يحيىٰ بنت عبدالجبار بن وائل: ج۹، ص:۱۴۴، رقم: ۱۷۴۹۷؛ ومجمع الزوائد: ج۲، ص:۱۲۲، رقم: ۲۵۹۴.

(۲) مصنف ابن أبي شيبة، "كتاب الصلاة: باب في المرأة إذا افتتحت الصلاة إلى أين ترفع يديها": ج۲، ص:۴۲۱.

(۳) ابن الهمام، فتح القدير، "كتاب الصلاة: باب صفة الصلاة": ج۱، ص:۲۴۶.

''تضع المرأة يديها على صدرها''[1]

عورت اپنے ہاتھ سینہ پر رکھے گی۔

''و تضع المرأة يديها على صدرها''[2]

عورت اپنے ہاتھ سینہ پر رکھے گی۔

''وأما في حق النساء فاتفقوا على أن السنة لهن وضع اليدين على الصدر لأنها أستر لها''[3]

الحاصل: مذکورہ عبارتوں سے مردوں اور عورتوں کی نماز میں فرق واضح ہوجاتا ہے کہ تکبیر تحریمہ کے وقت خواتین سینہ تک ہاتھ اٹھائیں گی اور قیام کی حالت میں سینہ پر ہاتھ باندھیں گی۔

فقط: واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد حسنین ارشد قاسمی

نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

۲۸/۴/۱۴۴۳ھ

الجواب صحیح:

محمد احسان قاسمی، محمد عارف قاسمی، امانت علی قاسمی

محمد اسعد جلال قاسمی، محمد عمران گنگوہی

مفتیان دارالعلوم وقف دیوبند

عورتوں اور مردوں کی نماز میں فرق:

(۹۴) **سوال**: حضرات علماء کرام: سلام مسنون:

میرا ایک دوست ہے وہ اور اس کی پوری فیملی اہل حدیث سے تعلق رکھتی ہے، میرے دوست کا کہنا ہے کہ عورتوں اور مردوں کی نماز میں کوئی فرق نہیں ہے اس لیے کہ نماز کا حکم مردوں اور عورتوں دونوں کے لیے یکساں ہے تو دونوں کی نمازوں میں فرق کیسے ہوگا؟ لیکن میرا دل اس کی بات سے مطمئن نہیں ہے آپ لوگوں سے گزارش ہے کہ کوئی حدیث کی کتابوں سے حوالہ لکھ دیں تا کہ میرا دوست اس کو مان سکے، ''جزاكم الله خيراً''

فقط: والسلام

المستفتی: ابرار احمد، دہلی

---

(۱) مستخلص الحقائق شرح كنز الدقائق: ص: ۱۵۳۔ بقیہ حاشیہ آئندہ صفحہ پر......

الجواب وباللہ التوفیق: آپ کے دوست کا دعویٰ کہ مرد اور عورت کی نماز میں کوئی فرق نہیں ہے! بے اصل اور بے بنیاد ہے۔ حقیقت سے اس کا کوئی واسطہ نہیں ہے، حدیث کی کتابوں میں کئی ایسی روایتیں ہیں جو مرد اور عورت کی نماز میں فرق کو بیان کرتی ہیں کنزل العمال میں یزید بن ابو حبیب سے مرسلاً ایک روایت ہے جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مرد اور عورت کی نماز میں فرق کو بیان فرمایا ہے:

ایک مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نماز پڑھنے والی دو عورتوں کے پاس سے گزر ہوا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو فرمایا جب تم سجدہ کرو تو اپنے جسم کے بعض حصے کو زمین سے ملاؤ؛ کیوں کہ عورت سجدہ کرنے میں مرد کی طرح نہیں ہے۔

’’أن النبي مر على امرأتين تصليان فقال إذا سجدتما فضما بعض اللحم إلى الأرض فإن المرأة في ذلك ليست كالرجل‘‘(۱)

ایک اور روایت ہے:

’’عن ابن عمر رضي الله عنهما قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم فإذا سجدت الصقت بطنها في فخذيها كأستر ما يكون لها وأن الله ينظر إليها ويقول يا ملائكتي أشهدكم أني قد غفرت لها‘‘(۲)

حضرت ابن عمرؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں...... جب عورت سجدہ کرے گی تو اپنا پیٹ رانوں سے ملائے جتنا چھپانا ممکن ہو اپنے اعضاء کو چھپائے گی اور اللہ تعالیٰ ایسی عورت کی طرف دیکھ کر فرماتے ہیں اے میرے فرشتو! تم کو میں اس کی مغفرت پر گواہ بناتا ہوں۔

......گذشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ......(۲) فخر الدين عثمان بن علي، تبيين الحقائق شرح كنز الدقائق، ”كتاب الصلاة: باب صفة الصلاة“: ج۱،ص:۱۰۷.

(۳) السعاية: ج۲،ص:۱۵۶.

(۱) كنز العمال، ”كتاب الصلاة: الفصل الثاني في أركان الصلاة“: ج۷،ص:۴۶۲،رقم:۱۹۷۸۰، وجمع الجوامع: ج۱،ص:ج۱،ص:۲۴۴۶.

(۲) كنز العمال، ”كتاب الصلاة: الفصل الثاني، في أركان الصلاة“: ج۷،ص:۵۴۹،و جامع الأحاديث: ج۳،ص:۴۳.

مصنف ابن ابی شیبہ کی روایت ہے کہ:

"عن إبراهيم قال: إذا سجدت المرأة فلتلزق بطنها بفخذيها و لا ترفع عجيزتها ولا تجافي كما يجافي الرجل"[1]

حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ (مشہور تابعی) کہتے ہیں کہ عورت پیٹ کو دونوں رانوں سے ملائے اور سرین کو نہ اٹھائے اور مرد کی طرح کھل کر سجدہ نہ کرے۔

مذکورہ اثر سے معلوم ہوا کہ مرد اور عورت کی نماز میں فرق کا مسئلہ صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ کے زمانہ میں مشہور تھا اور صحابہؓ و تابعینؒ نماز میں مردوں کے لیے اعضاء کشادہ کرنے کے قائل تھے نہ کہ عورتوں کے لیے، ایسے ہی مذاہب اربعہ حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی، فقہاء اور حدیث کے شارحین کے اقوال تو اس سلسلے میں لاتعداد ہیں۔ مزید تفصیلات کتب احادیث میں دیکھی جاسکتی ہیں۔

خلاصہ: مرد اور عورت کی نماز میں فروق نصوص سے ثابت ہیں۔ جیسا کہ معجم الکبیر اور مجمع الزوائد میں منقول ہے:

حضرت وائل سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے وائل! جب تم نماز پڑھو تو اپنے دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھاؤ اور عورت اپنے دونوں ہاتھ اپنی چھاتی کے برابر اٹھائے۔

"عن وائل بن حجر، قال: جئت النبي صلى الله عليه وسلم...... فقال لي رسول الله صلى الله عليه وسلم: يا وائل بن حجر، إذا صليت فاجعل يديك حذاء أذنيك، والمرأة تجعل يديها حذاء ثدييها"[2]

فقط: واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد حسنین ارشد قاسمی

نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

۲/۵/۱۴۴۳ھ

الجواب صحیح:

محمد احسان قاسمی، محمد عارف قاسمی، امانت علی قاسمی

محمد اسعد جلال قاسمی، محمد عمران گنگوہی

مفتیان دارالعلوم وقف دیوبند

---

(۱) أخرجه ابن أبي شيبه، في مصنفه، باب: المرأة كيف تكون في سجودها: ج۱،ص:۲۴۲، رقم:۲۷۸۲.

(۲) المعجم الكبير للطبراني: ج۹،ص:۱۴۴، رقم:۱۷۴۹۷؛ ومجمع الزوائد: ج۹،ص:۶۲۴، رقم:۱۶۰۵.

عورت رکوع سے سجدہ میں کیسے جائے؟

(۹۵) **سوال:** کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام مسئلہ ذیل کے بارے میں: عورت رکوع سے سجدہ میں کیسے جائے؟ کیا وہ سیدھے سجدہ میں اپنا سر رکھدے گی یا پہلے زمین پر بیٹھے گی اور پھر سر کو سجدہ میں رکھے گی۔

فقط: والسلام
المستفتی: محمد صفوا، بندی پور

الجواب وبا اللہ التوفیق: پہلے بیٹھے گی اور اپنے دونوں پیر دائیں جانب نکال کر سجدہ میں جائے گی۔ [1]

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد اسعد جلال غفرلہ (۱۷/۵/۱۴۴۱ھ)
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:
محمد احسان غفرلہ، محمد عارف قاسمی
مفتیان دارالعلوم وقف دیوبند

☆☆☆

---

(۱) عن يزيد بن أبي حبيب أن رسول الله صلى الله عليه وسلم مر على إمرأتين تصليان فقال: إذا سجدتما فضما بعض اللحم إلى الأرض فإن المرأة ليست في ذلك كالرجل. (مراسيل أبي داؤد: ص: ۱۰۳؛ "باب من الصلاة" السنن الكبرىٰ للبيهقي: ج۲، ص: ۲۲۳) (شاملہ)

عن عبد الله بن عمر رضي الله عنه، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إذا جلست المرأة في الصلاة وضعت فخذها علىٰ فخذها الأخرىٰ فإذا سجدت الصقت بطنها في فخذها كأستر ما يكون لها فإن الله ينظر إليها ويقول: يا ملائكتي أشهد كم أني قد غفرت لها. (الكامل لإبن عدي: ج ۲، ص: ۵۰۱، رقم الترجمة: ۳۹۹، السنن الكبرىٰ للبيهقي: ج ۲، ص: ۲۲۳، "باب ما يستحب للمرأة الخ، جامع الأحاديث للسيوطي: ج ۳، ص: ۴۳، رقم: ۱۷۵۹)

فصل ثالث

نماز کے واجبات کا بیان

التحیات میں ''یا أیها النبي'' پڑھنا:

(۹۶)**سوال:** کسی کتاب میں لکھا ہوا دیکھا ہے کہ التحیات میں ''یا أیها النبي'' پڑھنے سے شرک کا ارتکاب ہو جاتا ہے، بکر نے شرک کے خوف سے ''یا أیها النبي'' کی جگہ ''السلام علی النبي'' پڑھنا شروع کر دیا، تو اس سے نماز میں کوئی فساد تو نہیں ہوا؟

فقط: والسلام

المستفتی: محمد شعیب، ہردوئی

الجواب وباللہ التوفیق: جو تشہد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے نماز میں وہی پڑھا جائے، کوئی نماز کی کتاب دیکھ لیں وہی معروف ہے اپنی طرف سے کوئی زیادتی یا کمی نہ کی جائے اور شرک کا جو احتمال سوال میں لکھا ہے وہ خالی وسوسہ ہے، ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ (۱)

فقط: واللہ اعلم بالصواب

الجواب صحیح:
خورشید عالم غفرلہ
مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

کتبہ: محمد احسان غفرلہ (۴/۱۴: ۱۴۱۸ھ)
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

رکوع میں کتنی دیر ٹھہرنے سے رکعت پانے والا شمار ہوگا؟

(۹۷)**سوال:** امام کے ساتھ رکوع میں آنے والا آدمی کتنی دیر امام کے ساتھ شریک رکوع

---

(۱) إذا جلس أحدکم فلیقل التحیات للّٰہ والصلوات والطیبات السلام علیك أیها النبي ورحمة اللّٰہ وبرکاته، السلام علینا وعلی عباد اللّٰہ الصالحین. فإنکم إذا قلتم ذلك أصاب کل عبد صالح في السماء والأرض أو بین السماء والأرض، أشهد أن لا إله إلا اللّٰہ وأشهد أن محمداً عبده ورسوله. (أخرجه أبو داود، في سننه، ''کتاب الصلاة، باب التشهد''، ج۱، ص: ۱۳۶، رقم: ۹۶۸، مکتبہ: نعیمیہ دیوبند)

رہے کہ اس کو رکعت مل جائے اس کی مقدار شرعی کیا ہے؟

فقط: والسلام
المستفتی: سید عقیل الرحمٰن، جہانگیر آباد

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر مقتدی امام کے ساتھ رکوع میں اتنی دیر تک شامل ہوگیا کہ کم از کم ایک بار ''سبحان ربي العظیم'' کہا جا سکے، تو اس مقتدی کو رکوع مل گیا اور رکعت بھی مل گئی؛ بلکہ اگر نفس شرکت بھی پائی گئی کہ مقتدی رکوع میں گیا اور امام رکوع میں تھا پھر فوراً امام اٹھ گیا، تو بھی رکعت پانے والا کہلائے گا اور اگر رکوع میں شرکت بالکل نہیں پائی گئی تو رکعت نہیں ملی۔ (۱)

الجواب صحیح:
خورشید عالم غفرلہ
مفتی دار العلوم وقف دیوبند

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد احسان غفرلہ (۳۰/۱/۱۴۱۸ھ)
نائب مفتی دار العلوم وقف دیوبند

سنتوں میں ضم سورت نہ ہونے سے کیا حکم ہوگا؟

(۹۸) سوال: نماز کی سنتوں کی چاروں رکعتوں میں سورہ فاتحہ کے ساتھ ضم سورت فرض ہے یا واجب ہے؟ اگر کسی شخص سے کسی ایک رکعت میں ضم سورت ترک ہو جائے تو اس کی نماز درست ہوگی یا اعادہ ضروری ہوگا؟

فقط: والسلام
المستفتی: سید وقار علی، سہارنپور

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سنتوں میں چاروں رکعتوں میں ضم سورت واجب

---

(۱) ومن انتهى إلى الإمام في ركوعه فكبر ووقف حتى رفع الإمام رأسه لا يصير مدركاً لتلك الركعة خلافاً لزفر هو يقول أدرك الإمام فيما له حكم القيام فصار كما لو أدركه في حقيقة القيام ولنا. أن الشرط هو المشاركة في أفعال الصلاة ولم يوجد لا في القيام ولا في الركوع. (المرغيناني، الهداية، ''كتاب الصلاة: باب إدراك الفريضة'': ج ۱، ص: ۱۵۳، مکتبہ: دار الکتاب دیوبند)

قال النبي صلى الله عليه وسلم إنما جعل الإمام ليؤتم به فإذا كبر فكبروا وإذا ركع فاركعوا وإذا رفع فارفعوا. (أخرجه الترمذي، في سننه، ''أبواب الصلاة، باب ما جاء إذا صلى الإمام قاعدًا فصلوا قعودًا'': ج ۱، ص: ۸۳)

ہے،[1] اگر کسی بھی رکعت میں چھوٹ جائے، تو ترک واجب کی وجہ سے سجدہ سہو لازم ہوگا، سجدہ سہو آخر میں کرلیا جائے، تو نماز صحیح اور درست ہو جائے گی اعادہ نہیں کرنا ہوگا[2] اور اگر سجدہ سہو نہیں کیا تو اعادہ نماز کا واجب ہوگا۔

فقط: واللہ اعلم بالصواب

الجواب صحیح:
خورشید عالم غفرلہ
مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

کتبہ: محمد احسان غفرلہ (۲۷/۱/۱۴۱۸ھ)
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

پہلی رکعت میں چھوٹی ہوئی سورت کیا تیسری رکعت میں پڑھ سکتا ہے؟

(۹۹) سوال: منفرد ظہر کی نماز میں پہلی رکعت میں سورت ملانا بھول گیا تو کیا دوسری رکعت میں دو سورت پڑھے یا دوسری اور تیسری رکعت میں سورت پڑھے۔

فقط: والسلام
المستفتی: محمد مطلوب عالم، متعلّم جامعہ ہذا

الجواب وباللہ التوفیق: ترک ضم سورت سے ترک واجب ہونے کی بنا پر سجدہ سہو لازم ہوگا بعد والی رکعت میں اس کی تلاوت کرنے سے سجدۂ سہو ساقط نہیں ہوگا؛ بلکہ سجدہ سہو بہر حال کرنا پڑے گا۔[3]

فقط: واللہ اعلم بالصواب

الجواب صحیح:
سید احمد علی سعید
مفتی اعظم وقف دارالعلوم دیوبند

کتبہ: محمد عمران دیوبندی غفرلہٗ (۲۹/۷/۱۴۳۷ھ)
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

---

(۱) تفسیر قوله علیه السلام: لا یصلي بعد صلاة مثلها یعني رکعتین بقرأة ورکعتین بغیر قراءة فیکون بیان فرضیة القراءة في رکعات النفل کلها. (المرغیناني، الهدایة، "کتاب الصلاة: باب النوافل": ج۱،ص:۱۴۹، مکتبہ: دارالکتاب دیوبند)

والقراءة واجبة في جمیع رکعات النفل وفي جمیع رکعات الوتر. (أیضًا: ص:۱۴۸، مکتبہ: دارالکتاب دیوبند)

وهذا الضم واجب في الأولیین من الفرض وفي جمیع رکعات النفل والوتر. (ابن نجیم، البحر الرائق، "کتاب الصلاة: باب صفة الصلاة": ج۱،ص:۵۱۶، مکتبہ: زکریا دیوبند) ......بقیہ حاشیہ آئندہ صفحہ پر......

فرض کی پہلی دو رکعتوں میں سورت ملانا فرض ہے یا واجب؟

(۱۰۰) **سوال:** فرض نمازوں میں پہلی دو رکعتوں میں دوسری سورت ملاتے ہیں، یہ فرض ہے یا واجب، اگر چھوٹ جائے، تو سجدہ سہو سے نماز ہو جائے گی یا پوری نماز کو لوٹانا واجب ہے۔

فقط: والسلام

المستفتی: محمد ثمیر الدین، ممبئی

الجواب وباللہ التوفیق: نماز میں مطلقاً قرأت فرض ہے اور سورہ فاتحہ یا سورت کا ملانا واجب ہے، اگر سورت ملانا بھول جائے، تو سجدہ سہو سے نماز درست ہو جائے گی اور اگر قرأت بالکل ہی نہ کی ہو، تو نماز دوبارہ پڑھنی فرض ہوگی۔ (۱)

فقط: واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد احسان غفرلہ (۲۲/۲: ۱۴۲۰ھ)

نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:

خورشید عالم غفرلہ

مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

امام صاحب قومہ وجلسہ میں اطمینان کے ساتھ ٹھہرتے ہیں نماز درست ہوگی یا نہیں؟

(۱۰۱) **سوال:** امام صاحب جمعہ کی نماز میں رکوع سے کھڑے ہوکر اور دونوں سجدوں کے

......گذشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ......(۲) ویلزمه (أي السهو) إذا ترك فعلا مسنونا كأنه أراد به فعلا واجبا إلا أنه أراد بتسميته سنة أن وجوبها بالسنة. (المرغيناني، الهداية، "كتاب الصلاة، باب سجود السهو": ج۱، ص:۱۵۷، مکتبہ: دارالکتاب دیوبند)

(۱) ولها واجباتٌ وفي قراء ة فاتحة الكتاب...... (و) في جميع ركعات النفل لأن كل شفع منه صلاة وكل الوتر. (ابن عابدين، الرد المحتار، "كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، مطلب كل شفع من النفل صلاة": ج۲، ص:۱۴۹؛ و والسهو يلزم إذا زاد في صلاة فعلا من جنسها ليس منها أوترك فعلاً مسنونا أوترك قراء ة فاتحة الكتاب اوالقنوت أو التشهد أو تكبيرات العيدين أو يجهر الإمام فيما يخافت أو خافت فيما يجهر. (عبدالغني الغنيمي الدمشقي، اللباب في شرح الكتاب، "باب سجود السهو": ج۱، ص:۹۶)

ضم سورة إلى الفاتحة في جميع ركعات النفل والوتر والأولين من الفرض ويكفي في أداء الواجب أقصر سورة أو مايماثلها كثلاث آيات قصار أو آية طويلةً والآيات القصار الثلاث. (عبدالرحمن الجزيري، الفقه على المذاهب الأربعة، "واجبات الصلاة": ج۱، ص:۱۷)

درمیان اتنا ٹھہرتے ہیں کہ ایک چھوٹی سورت آرام سے پڑھی جاسکتی ہے تو اس صورت میں نماز میں کوئی خلل آتا ہے یا نہیں؟

فقط: والسلام
المستفتی: سید خورشید احمد، میرٹھ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: صورت مسئول عنہا میں نماز بلا کراہت درست ہے، شبہ نہ کیا جائے؛ کیوں کہ تعدیل ارکان واجب ہے، نماز اطمنان سے ہی پڑھنی چاہیئے۔

’’وتعدیل الأرکان أي تسکین الجوارح قدر تسبیحة في الرکوع والسجود وکذا في الرفع منهما علی ما اختاره الکمال‘‘[۱] أي یجب التعدیل أیضاً في القومة من الرکوع والجلسة بین السجدتین‘‘[۲]

الجواب صحیح:
سید احمد علی سعید
مفتی اعظم دارالعلوم وقف دیوبند

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد احسان غفرلہ (۱۴۱۶/۱۰/۲ھ)
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

سلام پھیرتے وقت ’’سلام علیکم‘‘ کہنا:

(۱۰۲) **سوال:** کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام: ایک امام صاحب جب سلام پھیرتے ہیں تو ’’السلام علیکم‘‘ کے بجائے ’’سلام علیکم ورحمة اللّٰہ‘‘ کہتے ہیں ایسا کرنا کیسا ہے؟

فقط: والسلام
المستفتی: حاجی شکیل احمد، کھتولی

---

(۱) ابن عابدین، رد المحتار، ’’کتاب الصلاۃ: باب صفة الصلاۃ‘‘: مطلب کل شفع من النفل صلاۃ، ج۲، ص: ۱۵۷، زکریا دیوبند.

(۲) أیضًا.

ویجب الاطمئنان وهو التعدیل في الأرکان بتسکین الجوارح في الرکوع والسجود حتی تطمئن مفاصله في الصحیح. (أحمد بن محمد، حاشیة الطحطاوي علی مراقي الفلاح، ’’کتاب الصلاۃ: فصل في بیان واجب الصلاۃ‘‘: ص: ۲۴۹.

الجواب وباللہ التوفیق: سلام کو الف کے ساتھ ''السلام علیکم'' ہی پڑھنا چاہئے کہ یہی اصل ضابطے کے مطابق ہے اور اس کی عادت بنانی چاہئے اور اگر اتفاقاً ''سلام علیکم'' بھی پڑھ لیا جائے تب بھی نماز درست ہوگئی۔ (۱)

الجواب صحیح: فقط: واللہ اعلم بالصواب

سید احمد علی سعید — **کتبہ:** محمد عمران دیوبندی غفرلہ (۱۵/۷/۱۴۱۴ھ)

مفتی اعظم دارالعلوم وقف دیوبند — نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

نماز میں تعدیل ارکان واجب ہے یا سنت؟

(۱۰۳) **سوال:** کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام: نماز میں تعدیل ارکان واجب ہے یا سنت؟ ایک امام صاحب کا کہنا ہے کہ تعدیل ارکان سنت ہے اور امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول ہے، کیا اس امام کی بات درست ہے؟ یا غلط؟

فقط: والسلام

المستفتی: محمد اسرار، مدھوبنی

الجواب وباللہ التوفیق: صورت مسئولہ میں حنفی مسلک کے مفتی بہ قول کے مطابق تعدیل ارکان نماز میں واجب ہے سنت کا قول بھی اگر چہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے؛ لیکن فقہاء احناف کا اس پر فتویٰ نہیں ہے۔ مذکورہ امام صاحب نے جو قول بیان کیا وہ غیر مفتی بہ ہے۔ (۲)

الجواب صحیح: فقط: واللہ اعلم بالصواب

سید احمد علی سعید — **کتبہ:** محمد احسان غفرلہ (۴/۴/۱۴۴۶ھ)

مفتی اعظم دارالعلوم وقف دیوبند — نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

---

(۱) فإن نقص فقال: السلام عليكم أو سلام عليكم أساء بتركه السنة وصح فرضه. (أحمد بن محمد، حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، ''كتاب الصلاة، فصل في بيان سننها'' ص: ۲۷۴، شیخ الہند)

قال في البحر وهو على وجه الأكمل أن يقول السلام عليكم ورحمة الله مرتين، فإن قال السلام عليكم أو السلام أو سلام عليكم أو عليكم السلام أجزأه وكان تاركا للسنة. (ابن عابدین، ...... بقیہ حاشیہ آئندہ صفحہ پر......

جلسہ میں کتنی دیر ٹھہرنا ضروری ہے؟

(۱۰۴) **سوال:** کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام: جلسے میں ٹھہرنے کا وقفہ کتنا واجب ہے ایک ''سبحان اللہ'' کی مقدار کا یا زیادہ؟

فقط: والسلام
المستفتی: مولوی محمد جاوید، محی الدین پور

الجواب وباللہ التوفیق: ایک مرتبہ کے بقدر کافی ہے۔(۱)

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد احسان غفرلہ
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:
سید احمد علی سعید
مفتی اعظم دارالعلوم وقف دیوبند

......گذشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ...... رد المحتار، ''كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، مطلب في إدراك فضيلة الافتتاح'': ج ۲، ص: ۲۴۱)

(۲) ويجب الإطمينان وهو التعديل في الأركان بتسكين الجوارح في الركوع والسجود حتى تطمئن مفاصله في الصحيح. (أحمد بن محمد، حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، ''كتاب الصلاة: فصل في بيان واجب الصلاة'': ص: ۲۴۹، مکتبہ شیخ الہند دیوبند)

وتعديل الأركان هو تسكين الجوارح حتى تطمئن مفاصله وأدناه قدر تسبيحة. (جماعة من علماء الهند، الفتاوىٰ الهندية، ''كتاب الصلاة: الباب الرابع، في صفة الصلاة، الفصل الثاني في واجبات الصلاة'': ج ۱، ص: ۱۲۹، زکریا دیوبند)

ثم القومة والجلسة سنة عندهما وكذا الطمأنينة في تخريج الجرجاني وفي تخريج الكرخي واجبة حتى تجب سجدتا السهو بتركها عنده. (المرغيناني، الهداية، ''كتاب الصلاة: باب صفة الصلاة'': ج ۱، ص: ۱۰۷، ۱۰۸، دارالکتاب دیوبند)

(۱) سنتها رفع اليدين للتحريمة...... والقومة والجلسة...... وكذا الطمأنينة فيها قدر تسبيحة، كذا في شرح المنية لابن الحاج. (جماعة من علماء الهند، الفتاوىٰ الهندية، ''كتاب الصلاة: الباب الرابع، في صفة الصلاة، الفصل الثالث'': ج ۱، ص: ۱۳۰)

قوله وتسن الجلسة بين السجدتين، المراد بها الطمانينة في القومة وتفترض عند أبي يوسف، ومقدار الجلوس عندنا بين السجدتين مقدار تسبيحة وليس فيه ذكر مسنون، كما في السراج. (أحمد بن محمد، حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، ''كتاب الصلاة: فصل في بيان سننها'': ج ۱، ص: ۲۶۸، مکتبہ شیخ الہند دیوبند)

مصلی اگر ضم سورت یا سورت فاتحہ بھول جائے؟

(۱۰۵) **سوال:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں:
ایک شخص نے چار رکعت والی نماز میں پہلی دو رکعت میں سورت فاتحہ پڑھی؛ لیکن قرأت پڑھنا بھول گیا، یا ثناء کے بعد اس نے قرأت کی لیکن سورۂ فاتحہ پڑھنا بھول گیا، پوچھنا یہ ہے کہ ان صورتوں میں نماز سجدہ سہو کے بعد درست ہوگی یا نہیں؟ نیز سورتوں کی تلاوت فرض نماز میں ملانا ضروری ہے؟ از روئے شریعت رہنمائی فرمائیں۔

فقط: والسلام

المستفتی: محمد نورالاسلام، پوہدی بیلا، دربھنگہ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: علمائے احناف کے نزدیک مطلقاً قرأت کرنا فرض ہے اگر کسی شخص سورہ فاتحہ پڑھی اور قرأت کرنا یعنی کوئی سورت پڑھنا بھول گیا، اخیر رکعت میں ایک سلام کے بعد سجدہ سہو کر لیا یا اس نے ثناء پڑھنے کے بعد سورہ فاتحہ کے بجائے بھول سے قرأت (کوئی سورت یا آیات کریمہ پڑھ لی) کر لی اور اخیر رکعت میں سجدہ سہو کر لیا تو دونوں صورتوں میں نماز درست ہو جائے گی؛ البتہ اگر جان بوجھ کر کسی نے سورہ فاتحہ یا سورت نہ ملائی تو نماز نہیں ہوگی اس نماز کا اعادہ کرنا واجب ہے، امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے ایک روایت نقل کی ہے: ہمارے نبی جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا ہے کہ سورہ فاتحہ اور سورتوں میں جو بھی یاد ہو اس کو پڑھ لیا کریں۔

”عن أبي هريرة رضي الله عنه أمرنا نبينا صلى الله عليه وسلم أن نقرأ بفاتحة الكتاب وما تيسر“(۱)

نیز فرض نماز کی پہلی دو رکعتوں میں سورت کو ملایا جائے گا باقی رکعتوں میں صرف سورہ فاتحہ پڑھی جائے گی جیسا کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک روایت نقل کی ہے کہ:
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز ظہر کی پہلی دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ کے بعد سورت پڑھتے، پہلی میں طویل قرأت کرتے اور دوسری میں مختصر اور کسی آیت کو قصداً سنا بھی دیتے اور نماز عصر میں سورۂ

(۱) أخرجه أبو داود، في سننه ”كتاب الصلاة، باب من ترك القراءة في صلاته بفاتحة“: ج۱، ص: ۲۲۶، رقم: ۸۱۸.

فاتحہ اور دو سورتیں پڑھتے اور پہلی رکعت میں قرأت طویل فرماتے اور نماز فجر کی پہلی رکعت میں بھی قرأت فرماتے اور دوسری میں مختصر پڑھتے۔

''كان النبي صلى الله عليه وسلم يقرأ في الركعتين الأوليين من صلاة الظهر بفاتحة الكتاب وسورتين، يطول في الأولىٰ، ويقصر في الثانية، ويسمع الآية أحيانا، وكان يقرأ في العصر بفاتحة الكتاب وسورتين، وكان يطول في الأولىٰ، وكان يطول في الركعة الأولىٰ من صلاة الصبح، ويقصر في الثانية''(۱)

وفي الفقه على المذاهب الأربعة:

''ضم سورة إلى الفاتحة في جميع ركعات النفل والوتر والأوليين من الفرض ويكفى في أداء الواجب أقصر سورة أو ما يماثلها كثلاث آيات قصار أو آية طويلة والأيات القصار الثلاث''(۲)

فقط: واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد حسنین ارشد قاسمی

نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

(۱۲/۱۰/۱۴۴۲ھ)

الجواب صحیح:

محمد احسان غفرلہ، امانت علی قاسمی، محمد عارف قاسمی، محمد اسعد جلال قاسمی، محمد عمران گنگوہی

مفتیان دارالعلوم وقف دیوبند

نفل اور وتر کی تمام رکعتوں میں قرأت کا حکم:

(۱۰۶) **سوال**: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں:

نفل اور وتر وغیرہ کی تمام رکعتوں میں سورہ فاتحہ کے بعد کیا سورت ملانا ضروری ہے؟ اگر کوئی نمازی نہ ملائے تو اس کی نماز درست ہوگی یا نہیں؟ ''بینوا وتوجروا''

فقط: والسلام

المستفتی: محمد کامران، دہلی

---

(۱) أخرجه البخاري، في صحيحه، ''كتاب الأذان، باب القراء ة في الظهر'': ج۱، ص:۱۵۲، رقم:۷۵۹.

(۲) عبد الرحمن الجزيري، الفقه على المذاهب الأربعة، ''واجبات الصلاة (في حاشية)'': ج۱، ص:۲۵۹.

الجواب وباللہ التوفیق: واضح رہے کہ نفل اور وتر نماز کی تمام رکعتوں میں اور فرض نمازوں کی پہلی دو رکعتوں میں سورۃ فاتحہ پڑھنے کے بعد ضم سورت (سورت کا ملانا) واجب ہے، اگر جان بوجھ کر سورہ فاتحہ کے بعد سورت ملانا چھوڑ دے تو ترکِ واجب کی وجہ سے نماز کا اعادہ کرنا ضروری ہے؛ البتہ اگر بھول کر چھوٹ جائے اور نماز ختم ہونے سے قبل سجدہ سہو کرلے تو نماز ہوجائے گی۔

"ضم سورة إلى الفاتحة في جميع ركعات النفل والوتر والأوليين من الفرض ويكفي في أداء الواجب أقصر سورة أو ما يماثلها كثلاث آيات قصار أو آية طويلة والآيات القصار الثلاث"(۱)

"وفي أظهر الروايات لا يجب (سجود السهو)؛ لأن القراءة فيهما مشروعة من غير تقدير، والاقتصار على الفاتحه مسنون لا واجب"(۲)

الجواب صحیح:
محمد احسان غفرلہ، امانت علی قاسمی، محمد عارف قاسمی،
محمد اسعد جلال قاسمی، محمد عمران گنگوہی
مفتیان دار العلوم وقف دیوبند

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد حسنین ارشد قاسمی
نائب مفتی دار العلوم وقف دیوبند
(۱۰/ربیع الاول: ۱۴۴۳)

التحیات کا حکم:

(۱۰۷) **سوال:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: قعدہ اولیٰ یا اخیرہ میں التحیات پڑھنے کا شرعی حکم کیا ہے؟ ایسے ہی اگر کوئی شخص امام کے ساتھ قعدہ اولیٰ یا اخیرہ میں شامل ہو اسی اثنا میں امام سلام پھیر دے یا امام قعدہ اولیٰ میں ہو اور وہ تیسری رکعت کے لیے کھڑا ہو جائے تو التحیات پوری پڑھے گا؟ یا التحیات پڑھے بغیر امام کی اتباع کرے گا؟ اس صورت میں اس کی نماز ادا ہوگی یا نہیں؟ یا اس نماز کو لوٹانا ضروری ہے؟ براہ کرم شریعت کی روشنی میں رہنمائی فرمائیں؟

فقط: والسلام
المستفتی: محمد ذاکر حسین، دربھنگہ

---

(۱) عبدالرحمان الجزیری، الفقه على المذاهب الأربعة "واجبات الصلاة: (في حاشية)": ج۱، ص: ۲۵۹.

(۲) ابن عابدین، رد المحتار، "كتاب الصلاة: باب صفة الصلاة، مطلب كل شفع من النفل صلاة": ج۲، ص: ۱۵۰.

الجواب و باللہ التوفیق: واضح رہے کہ نماز کے ہر قعدہ میں التحیات پڑھنا واجب ہے خواہ نماز فرض ہو یا نفل اگر امام صاحب قعدہ اخیرہ میں سلام پھردیں یا قعدہ اولیٰ ہو اور تیسری رکعت کے لیے امام کھڑا ہو جائے اس صورت میں التحیات مکمل کر کے ہی تیسری رکعت یا بقیہ نماز کی تکمیل کے لیے کھڑا ہونا چاہئے؛ البتہ اگر التحیات پڑھے بغیر ہی کھڑا ہو گیا تو اس صورت میں کراہت کے ساتھ نماز ادا ہو جائے گی اعادہ کی ضرورت نہیں۔ جیسا کہ علامہ حصکفیؒ نے درمختار میں لکھا ہے:

”(بخلاف سلامه)أو قيامه لثالثة(قبل تمام المؤتم التشهد)فإنه لا يتابعه بل يتمه لوجوبه،ولو لم يتم جاز؛ولو سلم والمؤتم في أدعية التشهد تابعه لأنه سنة والناس عنه غافلون.(قوله:فإنه لا يتابعه إلخ) أي ولو خاف أن تفوته الركعة الثالثة مع الإمام كما صرح به في الظهيرية،وشمل بإطلاقه ما لو اقتدى به في أثناء التشهد الأول أو الأخير،فحين قعد قام إمامه أو سلم،ومقتضاه أنه يتم التشهد ثم يقوم ولم أره صريحا،ثم رأيته في الذخيرة ناقلا عن أبي الليث:المختار عندي أنه يتم التشهد وإن لم يفعل أجزأه. اهـ. ولله الحمد(قوله:لوجوبه)أي لوجوب التشهد كما في الخانية وغيرها، ومقتضاه سقوط وجوب المتابعة كما سنذكره وإلا لم ينتج المطلوب فافهم (قوله ولو لم يتم جاز) أي صح مع كراهة التحريم كما أفاده ح، ونازعه ط والرحمتي،وهو مفاد ما في شرح المنية حيث قال:والحاصل أن متابعة الإمام في الفرائض والواجبات من غير تأخير واجبة فإن عارضها واجب لا ينبغي أن يفوته بل يأتي به ثم يتابعه لأن الإتيان به لا يفوت المتابعة بالكلية وإنما يؤخرها، والمتابعة مع قطعه تفوته بالكلية،فكان تأخير أحد الواجبين مع الإتيان بهما أولىٰ من ترك أحدهما بالكلية“[1]

”إذا أدرك الإمام في التشهد وقام الإمام قبل أن يتم المقتدي أو سلم الإمام في

(۱)ابن عابدين،رد المحتار، ”كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، مطلب في إطالة الركوع للجائي“:ج۲، ص:۱۹۹،۲۰۰.

آخر الصلاة قبل أن يتم المقتدي التشهد فالمختار أن يتم التشهد. كذا في الغياثية وإن لم يتم أجزأه'' (۱)

''(والتشهدان) ويسجد للسهو بترك بعضه ككله وكذا في كل قعدة في الأصح إذ قد يتكرر عشراً. (قوله: والتشهدان) أي تشهد القعدة الأولى وتشهد الأخيرة'' (۲)

الجواب صحيح:
محمد احسان غفرلہ، امانت علی قاسمی، محمد عارف قاسمی،
محمد اسعد جلال قاسمی، محمد عمران گنگوہی
مفتیان دارالعلوم وقف دیوبند

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد حسنین ارشد قاسمی
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند
(۱۴/۵/۱۴۴۳ھ)

فرض کی پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ پڑھ کر رکوع کر دیا:

(۱۰۸) **سوال:** نماز فرض کی پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ پڑھ کر رکوع کر لیا اور نماز پوری کر لی مگر بعد میں سجدہ سہو بھی کر لیا تو نماز ہوگئی یا نہیں اور سجدہ سہو اس میں واجب ہوا یا نہیں؟

فقط: والسلام
المستفتی: حاجی حبیب الرحمٰن، نجیب آباد

الجواب و باللہ التوفیق: اس صورت میں سجدہ سہو لازم تھا وہ ادا کر لیا تو نماز درست ہوگئی، اگر سجدہ سہو نہ کیا جاتا تو نماز واجب الاعادہ ہوتی۔

''وهي قراءة الفاتحة وضم سورة في الأولين من الفرض وجميع النفل

---

(۱) جماعة من علماء الهند، الفتاویٰ الهندية، ''كتاب الصلاة، الباب الخامس في الإمامة، الفصل السادس فيما يتابع الإمام وفيما لايتابع'': ج۱، ص: ۱۴۷.

(۲) ابن عابدين، رد المحتار، ''كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، مطلب لاينبغي أن يعدل عن الدراية إذا وافقتها رواية'': ج۲، ص: ۱۵۷، ۱۵۸.

والوتر"(۱)

الجواب صحیح:
خورشید عالم غفرلہ
مفتی دار العلوم وقف دیوبند

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد احسان غفرلہ
نائب مفتی در العلوم وقف دیوبند
۱۴۱۸/۷/۱۶ھ

☆☆☆

(۱) ابن عابدين، رد المحتار، "كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، مطلب صلاة أديت مع الكراهة التحريم تجب إعادتها": ج۲،ص:۱۴۹، ۱۵۰، زکریا۔

فصل رابع:

نماز کی سنتوں کا بیان

آمین بالجہر کہنے پر امام کا نماز توڑنا:

(۱۰۹) **سوال:** مقتدی نے آمین بالجہر کیا، امام صاحب ان کی آواز سن کر نیت توڑ کر علاحدہ کھڑے ہو گئے، امام صاحب نے ایسا کس حدیث کے ثبوت سے کیا؟ امام صاحب کا یہ فعل جائز ہے یا ناجائز ہے؟

فقط: والسلام

المستفتی: ہدایت علی، فیروز آباد

الجواب وباللہ التوفیق: آمین بالجہر یا بالسر کا مسئلہ اعتقادی نہیں ہے؛ نیز اس میں اختلاف اولویت اور غیر اولویت کا ہے، بعض ائمہ بالجہر کہنے کو افضل کہتے ہیں، بعض آہستہ کہنے کو افضل کہتے ہیں۔ آمین بالجہر کہنے پر امام کا مذکورہ فعل مطلقاً ناجائز ہے۔ (۱)

فقط: واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: سید احمد علی سعید (۲۸/۳: ۱۴۰۸ھ)

مفتی اعظم دارالعلوم وقف دیوبند

قعدہ اخیرہ میں درود شریف اور دعاء پڑھنا کیسا ہے؟

سنت مؤکدہ یا غیر مؤکدہ:

(۱۱۰) **سوال:** کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام: قعدہ اخیرہ میں درود کے بعد دعاء

---

(۱) ویخفونها لما روينا من حديث ابن مسعود رضي الله عنه ولأنه دعاء فيكون مبناه على الإخفاء. (المرغيناني، الهداية، ''كتاب الصلاة: باب صفة الصلاة'': ج۱،ص:۱۰۵،مکتبہ: دار الكتاب، دیوبند)

اختلفوا في تأمين المأموم إذا كان الإمام في السرية وسمع المأموم تأمينه، منهم من قال: يقوله هو كما هو ظاهر الكتاب، منهم من قال: لا لأن ذلك الجهر لا عبرة به بعد الاتفاق على أنه ليست من القرآن. (ابن نجيم، البحر الرائق، ''كتاب الصلاة: فصل هو في اللغة في مابين الشيئين: ج۱،ص:۵۴۸،مکتبہ: زکریا دیوبند)

پڑھنا سنت مؤکدہ ہے یا غیر مؤکدہ؟ اور درود پورا پڑھنا سنت مؤکدہ ہے یا کسی مقدار تک؟

فقط: والسلام
المستفتی: محمد یوسف، دیوبند

الجواب وباللّٰہ التوفیق: "اللھم صلی علی محمد وعلی آل محمد" تک بھی پڑھنا سنت ہے اور پورا درود شریف اور اس کے بعد کی دعاء مستحب ہے، پڑھنے پر ثواب ہے اور نہ پڑھنے پر گناہ نہیں ہے۔ (۱)

الجواب صحیح: فقط: واللہ اعلم بالصواب
سید احمد علی سعید **کتبہ:** محمد عمران دیوبندی (۲۹/۸/۱۴۰۷ھ)
مفتی اعظم دارالعلوم وقف دیوبند نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

سجدہ کرتے وقت پہلے ہاتھ رکھنا پھر گھٹنے رکھنا:

(۱۱۱) **سوال:** کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام: نماز میں سجدے کے وقت پہلے ہاتھ رکھتے ہیں پھر گھٹنے رکھتے ہیں جو کمزوری یا بڑھاپے کی وجہ سے ہوتا ہے کیا اس طرح سجدہ ادا کر سکتے ہیں؟

فقط: والسلام
المستفتی: بشیر احمد، گنگوہ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر کوئی عذر نہ ہو، تو سجدے میں جاتے ہوئے، پہلے گھٹنے

---

(۱) وسننها...... والصلاة على النبي صلى الله عليه وسلم أو هو قول عامة السلف والخلف والدعاء. (ابن نجيم، البحر الرائق، "كتاب الصلاة: باب صفة الصلاة": ج۱، ص: ۵۳۰، مکتبہ: زکریا دیوبند)

فإذا أتم التشهد إلى قوله عبده ورسوله يصلي على النبي صلى الله عليه وسلم وهي سنة في الصلوٰة عندنا وعند الجمهور. (إبراهيم الحلبي، غنية المستملي: ص: ۲۹۰، مکتبہ: دار الکتاب دیوبند)

وإذا فرغ من قراءة التشهد ينظر بفكره إن علم أنه إن زاد عليه يثقل على القوم لا يزيد الدعوات المأثورة، وفي تخصيصه الدعوات إشارة إلى أنه يزيد الصلوٰة على ما قدمناه إلا أنه يقتصر فيها على قوله: "اللهم صل على محمد وعلى آل محمد" لأنه هو المفروض عند الشافعي، وبه تتأدى السنة عندنا فلا يزيد إلى تمامها إن كان يثقل عليهم. (إبراهيم الحلبي، غنية المستملي: ص: ۳۵۴، مکتبہ: دار الکتاب دیوبند)

رکھے، پھر دونوں ہاتھ رکھے، یہ سنت طریقہ ہے، بلا عذر اس کے خلاف کرنا مکروہ ہے؛ البتہ اگر کوئی عذر ہو جیسے بڑھاپا یا بدن بھاری ہو اور پہلے گھٹنے رکھنے میں تکلیف ہو، تو اس صورت میں، پہلے ہاتھ رکھنے میں مضائقہ نہیں ہے۔ جیسا کہ مرقی الفلاح میں لکھا ہے:

''ثم كبر كل مصل خاراً للسجود.... ثم وضع ركبتيه ثم يديه إن لم يكن به عذر يمنعه من هذه الصفة''(۱)

الجواب صحیح:	فقط: واللہ اعلم بالصواب
خورشید عالم غفرلہ	**کتبہ:** محمد احسان غفرلہ (۱۰/۸/۱۴۱۸ھ)
مفتی دارالعلوم وقف دیوبند	نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

بروز جمعہ فجر میں سورہ ''الٓم سجدہ'' وسورہ ''دھر'' پڑھنا:

(۱۱۲) **سوال:** جمعہ کے روز امام صاحب فجر کی پہلی رکعت میں سورہ ''الٓم سجدہ'' اور دوسری رکعت میں سورہ ''دھر'' پڑھتے ہیں اور ہمیشہ ایسا ہی کرتے ہیں، لوگوں نے منع کیا کہ اتنی طویل نماز نہ کریں، تو مانتے نہیں اور کہتے ہیں کہ یہ ہی مسنون ہے، کیا یہ درست ہے؟ اور کیا واقعی اس طرح مسنون ہے؟

فقط: والسلام
المستفتی: حاجی شریف احمد، شاملی

---

(۱) حسن بن عمار، مراقي الفلاح شرح نور الإيضاح، ''كتاب الصلاة: فصل في كيفية تركيب الصلاة'': ج۱، ص:۱۰۵.

عن وائل بن حجر -رضي الله عنه- قال رأيت النبي صلى الله عليه وسلم إذا سجد وضع ركبتيه قبل يديه وإذا نهض رفع يديه قبل ركبتيه. (أخرجه أبوداود، في سننه، ''كتاب الصلاة: باب كيف يضع ركبتيه قبل يديه'': ج۱، ص:۲۲۲، رقم:۸۳۸)

أخرجه الترمذي، في سننه، ''أبواب الصلاة، باب ما جاء في وضع اليدين قبل الركبتين في السجود'': ج۱، ص:۶۱، رقم: ۲۶۸؛ وأخرجه ابن ماجه، في سننه، ''كتاب الصلاة: أبواب إقامة الصلوات والسنة فيها، السجود'': ج۱، ص:۲۸۶، رقم:۸۸۲.

عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إذا سجد أحدكم فلا يبرك كما يبرك البعير وليضع يديه قبل ركبتيه. (أحمد بن حنبل، في مسنده، ''مسند أبي هريرةؓ'': ج۵، ص:۵۱۵، رقم:۸۹۵۵)

الجواب وباللہ التوفیق: واقعی طور پر جمعہ کے دن نماز فجر میں مذکورہ سورتیں مسنون ومستحب ہیں، مگر اس پر دوام ثابت نہیں ہے؛ اس لیے امام صاحب کو چاہیے کہ اس پر دوام نہ کرے؛ بلکہ گاہے گاہے اس کو چھوڑ کر دوسری سورتوں کو بھی پڑھے۔

درمختار میں ہے ''**ويكره التعيين كالسجدة وهل أتى الإنسان لفجر كل جمعة بل يندب قراء تهما أحياناً**''[۱] اس سے معلوم ہوا کہ کبھی کبھی ان مذکورہ سورتوں کا پڑھنا مستحب ہے۔[۲]

فقط: واللہ اعلم بالصواب

الجواب صحیح:
خورشید عالم غفرلہ
مفتی دار العلوم وقف دیوبند

کتبہ: محمد احسان غفرلہ (۸/۱۶؍۱۴۱۸ھ)
نائب مفتی دار العلوم وقف دیوبند

سجدہ میں جاتے وقت پہلے ہاتھ رکھنا:

(۱۱۳) **سوال:** کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام: ہماری مسجد کے امام کے پیر میں درد رہتا ہے جب وہ سجدے میں جاتے ہیں، تو زمین پر پہلے ہاتھ رکھ دیتے ہیں، تو ان کی امامت کیسی ہے؟

فقط: والسلام
المستفتی: رحیم الدین، دیوبند

الجواب وباللہ التوفیق: امام صاحب کے لیے عذر کی وجہ سے ایسا کرنا مکروہ نہیں ہے، البتہ اگر عذر نہ ہو تو پہلے ہاتھ رکھنا مکروہ ہوگا۔

---

(۱) ابن عابدين، رد المحتار، ''كتاب الصلاة: باب صفة الصلاة، فصل في القراء ة، مطلب: السنة تكون سنة عين وسنة كفاية'': ج۲،ص:۲۶۵،۲۶۶.

(۲) عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: يقرأ في الجمعة في صلوٰة الفجر ألم تنزيل (السجدة) وهل أتى على الإنسان. (أخرجه البخاري في صحيحه، ''كتاب الجمعة: باب ما يقرأ في صلاة الفجر يوم الجمعة'': ج۱،ص:۱۲۲،رقم:۸۹۱)

''ثم وضع ركبتيه ثم يديه إن لم يكن به عذر من هذه الصفة''[1]

الجواب صحیح: فقط: واللہ اعلم بالصواب

خورشید عالم غفرلہ — **کتبہ:** محمد احسان غفرلہ (۸/۱۶ :۱۴۱۸ھ)

مفتی دار العلوم وقف دیوبند — نائب مفتی دار العلوم وقف دیوبند

''سمع الله لمن حمده'' کے بعد صلی اللہ علیہ وسلم:

(۱۱۴) **سوال:** کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام: ایک امام صاحب چار رکعت والی فرض نماز کی اول دو رکعت میں حسب قاعدہ ''سمع الله لمن حمده'' کہتا ہے اور دوسری دو رکعتوں میں صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس میں ملا دیتا ہے۔ یہ کیسا ہے؟

فقط: والسلام

المستفتی: محمد عثمان، دہلی

الجواب وبالله التوفيق: تکبیر تحریمہ فرض وشرط ہے اور دیگر تکبیرات مسنون ہیں صورت مسئولہ میں نماز تو ادا ہوگئی، لیکن ''سمع الله لمن حمده'' کہنا ہی مسنون ہے۔[2]

الجواب صحیح: فقط: واللہ اعلم بالصواب

خورشید عالم غفرلہ — **کتبہ:** محمد احسان غفرلہ (۳/۶ :۱۴۲۰ھ)

مفتی دار العلوم وقف دیوبند — نائب مفتی دار العلوم وقف دیوبند

---

(۱) حسن بن عمار، مراقي الفلاح شرح نور الإيضاح، ''كتاب الصلاة: فصل في كيفية تركيب الصلاة'': ص: ۱۵۴.

عن وائل بن حجر رضي الله عنه قال رأيت النبي صلى الله عليه وسلم إذا اسجد وضع ركبتيه قبل يديه وإذا نهض رفع يديه قبل ركبتيه. (أخرجه أبوداود، في سننه، ''كتاب الصلاة: باب كيف يضع ركبتيه قبل يديه'': ج ۱، ص: ۲۲۲، رقم: ۸۳۸؛ وأخرجه الترمذي، في سننه، ''أبواب الصلاة: باب ماجاء في وضع ركبتين قبل اليدين'': ج ۲، ص: ۵۶، رقم: ۲۶۸؛ وأخرجه ابن ماجه، في سننه، ''كتاب الصلاة: أبواب إقامة الصلاة والسنة فيها، السجود'': ج ۱، ص: ۶۳، رقم: ۸۸۲.

ومن سنن الانتقال أن يكبر مع الانحطاط ولا يرفع يديه؛ لما تقدم، ومنها أن يضع ركبتيه على الأرض ثم يديه وهذا عندنا، ولنا عين هذا الحديث؛ لأن الجمل يضع يديه أولا وروي عن عمر (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

تعوذ وتسمیہ سنت مؤکدہ ہے یا غیر مؤکدہ؟

(۱۱۵) **سوال:** کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام: نماز کو شروع کرنے کے بعد سورہ فاتحہ سے پہلے تعوذ وتسمیہ کا پڑھنا سنت مؤکدہ ہے یا غیر مؤکدہ؟

فقط: والسلام
المستفتی: محمد سکندر، جودھپور

الجواب وباللہ التوفیق: نماز شروع کرنے کے بعد سورہ فاتحہ سے پہلے ثناء کے بعد تعوذ وتسمیہ سنت ہے؛ لیکن یہ سنت مؤکدہ ہے یا غیر مؤکدہ اس کی صراحت مجھے نہیں ملی؛ البتہ فقہاء کی تعبیرات سے معلوم ہوتا ہے کہ بسم اللہ پڑھنا سنت مؤکدہ ہے؛ اس لیے کہ بہت سے فقہاء نے اسے واجب قرار دیا ہے اگرچہ ترجیح سنت کو دی ہے؛ لیکن واجب کا قول اس کے سنت مؤکدہ ہونے کی طرف مشیر ہے۔

”عن ابن عباس رضي الله عنه، قال: كان النبي صلى الله عليه وسلم يفتتح صلاته ببسم الله الرحمن الرحيم“(۲)

(پچھلے صفحہ کا حاشیہ) وابن مسعود رضي الله عنهما مثل قولنا. (الكاساني، بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع، ”كتاب الصلاة: فصل في سنن حكم التكبير أيام التشريق“: ج۲، ص:۱۴۵)

(۲) فرائض الصلاة ستة التحريمة لقوله تعالىٰ: ﴿وربك فكبر﴾ (المدثر:۳) والمراد تكبيرة الافتتاح. (ابن الهمام، فتح القدير، ”كتاب الصلاة: باب صفة الصلاة“: ج۱، ص:۸۰)

وإذا اطمأن راكعا رفع رأسه وقال: سمع الله لمن حمده ولم يرفع يديه فيحتاج فيه إلى بيان المفروض والمسنون. أما المفروض فقد ذكرناه وهو الانتقال من الركوع إلى السجود لما بينا أنه وسيلة إلى الركن، فأما رفع الرأس وعوده إلى القيام فهو تعديل الانتقال وأنه ليس بفرض عند أبي حنيفة ومحمد بل هو واجب أو سنة عندهما وعند أبي يوسف والشافعي فرض على ما مر.

وروي عن أبي حنيفة مثل قولهما، احتجوا بما روي عن عائشة رضي الله عنها أنها قالت: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم ”إذا رفع رأسه من الركوع قال: سمع الله لمن حمده ربنا لك الحمد“ وغالب أحواله كان هو الإمام، وكذا روي أبو هريرة رضي الله عنه؛ ولأن الإمام منفرد في حق نفسه والمنفرد يجمع بين هذين الذكرين فكذا الإمام، ولأن التسميع تحريض على التحميد فلا ينبغي أن يأمر غيره بالبر وينسي نفسه كي لا يدخل تحت قوله تعالى: ﴿أتأمرون الناس بالبر وتنسون أنفسكم وأنتم تتلون الكتاب﴾ (البقرة:۴۴) (الكاساني، بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع، ”كتاب الصلاة: باب صفة الصلاة“: ج۱، ص:۲۰۹) (شاملہ)

(۲) أخرجه الترمذي، في سننه، ”أبواب الصلوٰة: باب من رأي الجهر ببسم الله الرحمٰن الرحيم“: ج۱، ص: ۵۷، کتب خانہ اشرفی دیوبند.

’’وکما تعوذ سمی سراً في أول کل رکعة وذکر في ’’المصفی‘‘أن الفتوی علی قول أبي یوسف أنه یسمي في أول کل رکعة ویخفیها‘‘(۱)

’’فتجب في ابتداء الذبح، و في ابتداء الفاتحة في کل رکعة قیل هو قول الأکثر؛لکن الأصح أنها سنة،قال العلامة ظفر أحمد العثماني:نقلا عن الشرنبلالي و تسن التسمیة أول رکعة قبل الفاتحة لأنه صلی اللّٰه علیه وسلم کان یفتتح صلاته ببسم اللّٰه الرحمن الرحیم‘‘(۲)

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: امانت علی قاسمی
مفتی دار العلوم وقف دیوبند
(۶/۱۸ /۱۴۴۲ھ)

الجواب صحیح:
محمد احسان غفرلہ، محمد عارف قاسمی
محمد اسعد جلال قاسمی، محمد عمران گنگوہی،
محمد حسنین ارشد قاسمی
مفتیان دار العلوم وقف دیوبند

قعدہ اخیرہ میں درود شریف فرض ہے یا واجب؟

(۱۱۶) **سوال:** کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام: قعدہ اخیرہ میں درود شریف واجب ہے یا فرض ہے، اور امام اور منفرد کے لیے حکم علاحدہ ہے یا دونوں کے لیے ایک ہی حکم ہے؟

فقط: والسلام
المستفتی: آفتاب عالم، دیوبند

الجواب وباللّٰہ التوفیق: قعدہ اخیرہ میں درود شریف سنت ہے، اگر درود نہ پڑھے

(۱) ابن عابدین، رد المحتار، ’’کتاب الصلاۃ:باب صفة الصلاۃ‘‘: مطلب لفظ الفتویٰ آکدو أبلغ ،ج۲،ص:۲۹۱، ۲۹۲،زکریا دیوبند؛وابن نجیم،البحر الرائق، ’’والثناء والتعوذ والتسمیة والتأمین سراً‘‘:ج۱،ص:۵۲۸،زکریا دیوبند

(۲) ابن عابدین،رد المحتار، ’’مقدمة الکتاب:عنوان،تقدیم المؤلف حول البسملة والحمد له‘‘:ج۱،ص:۶۲.

تب بھی نماز ادا ہو جائے گی؛ البتہ سنت کا ترک لازم آئے گا، امام کی اقتدا اور منفرداً نماز پڑھنے میں حکم برابر ہے۔ (۱)

الجواب صحیح: فقط: واللہ اعلم بالصواب

خورشید عالم غفرلہ **کتبہ:** محمد احسان غفرلہ (۱۴۱۹/۱۱/۶ھ)

مفتی دارالعلوم وقف دیوبند نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

امام قرأت وتسبیحات میں جلدی کرے تو مقتدی کیا کرے؟

(۱۱۷) **سوال:** اگر امام اس قدر جلدی کرے کہ بیچارہ مقتدی ثناء تک پوری نہ کر سکے اور رکوع سجود میں تین تسبیح پڑھنے کی بھی مہلت نہ مل سکے تو مقتدی کے لیے کیا حکم ہے؟

فقط: والسلام

المستفتی: انیس احمد، بہار

الجواب وباللہ التوفیق: امام کو چاہئے کہ اتنی جلدی نہ کرے کہ مقتدیوں کو پریشانی ہو بلکہ تعدیل ارکان (نماز کے ارکان کو اطمینان سے ادا کرنے) پر عمل کرے سنت یہ ہے کہ اس قدر اطمنان سے رکوع وسجدہ کی تسبیحات پڑھے کہ مقتدیوں کے لیے بھی پڑھنا آسان ہو، تاہم اگر امام اتنی جلدی قرأت شروع کردے کہ مقتدی ثناء مکمل نہ کرسکے تو اگر ایک آدھ جملہ ثناء کا باقی رہے تو مقتدی کو چاہئے کہ جلد اس کو پورا کرکے امام کی قرأت سننے میں مشغول ہو جائے اور اگر پوری ثناء یا اکثر حصہ باقی رہے تو اس کو چھوڑ کر امام کی قرأت کے سننے میں مشغول ہو جائے۔ (۲)

---

(۱) وسنة في الصلاة ومستحبة في كل أوقات الإمكان (قوله سنة في الصلاة) أي في قعود اخير مطلقاً وكذا في قعود أول في النوافل غير الرواتب تأمل، وفي صلوٰة الجنازة. (ابن عابدين، رد المحتار، "كتاب الصلاة: باب صفة الصلاة، مطلب هل نفع الصلاة عائد للمصلي أم له وللمصلي عليه": ج۲،ص:۲۳۰،۲۳۱)

ترك السنة لا يوجب فساداً ولا سهوا بل إساء ة لو عامداً غير مستخف......فلو غير عامد فلا إساء ة ايضاً بل تندب إعادة الصلوٰة كما قد مناه في أول بحث الواجبات، (ابن عابدين، رد المحتار، "كتاب الصلاة: واجبات الصلاة، مطلب في قولهم الإساء ة دون الكراهة": ج۲،ص:۱۷۰)

(۲) يركع ويتابع الإمام ويترك الثناء......لأن الواجب على المسبوق متابعة الإمام في ما أدركه ولا يجوز له أن ينفرد عنه قبل أن يتم صلوته. (إبراهيم الحلبي، الحلبي الكبيري: ص:۲۶۶)

رکوع وسجدے میں بھی ایسا ہی ہے کہ امام کے ساتھ ہی رکوع سجدے سے اٹھ جائے اگر تسبیح شروع کردی ہے تو اس کو جلد پورا کرے اور نہیں شروع کی تو امام کے ساتھ اٹھ جائے دیر نہ کرے کہ امام کی متابعت واجب ہے اور تسبیح رکوع وسجود سنت ہے۔ (۱)

الجواب صحیح: فقط: واللہ اعلم بالصواب

سید احمد علی سعید **کتبہ:** محمد عمران دیوبندی غفرلہ (۱۴۱۴/۲/۲۸ھ)

مفتی اعظم دار العلوم وقف دیوبند نائب مفتی دار العلوم وقف دیوبند

الفاظ کی زیادتی کے ساتھ تشہد پڑھنا:

(۱۱۸) **سوال:** نماز کی حالت میں تشہد میں التحیات کے ساتھ "الزاکیات" اور "الطاہرات" جیسے الفاظ کا اضافہ کرسکتے ہیں یا نہیں۔ ایسا کرنے سے نماز ہو جاتی ہے یا نہیں؟ نیز دورد شریف میں لفظ "سیدنا" کا اضافہ کرنا کیسا ہے؟

فقط: والسلام

المستفتی: محمد فرقان کاظمی، مظفر نگر

الجواب وباللہ التوفیق: حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم سے مختلف قسم کے تشہد منقول ہیں، جن میں قدرے الفاظ کا فرق ہے کسی جگہ پر کچھ الفاظ زیادہ بھی ذکر کئے گئے ہیں۔ ہمارے یہاں جو تشہد نماز میں پڑھا جاتا ہے وہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے۔ یہ احناف کے نزدیک افضل ہے، اس کے علاوہ دوسرے تشہد جن میں الفاظ زیادہ ہیں، ان کو بھی پڑھا جاسکتا ہے جس کو جو پسند آئے اس کو اختیار کرے مضائقہ نہیں ہے۔ اور ایسے ہی درود شریف میں لفظ سیدنا پڑھنا بھی منقول ہے۔ اس کو بھی پڑھ سکتے ہیں۔ (۲)

الجواب صحیح: فقط: واللہ اعلم بالصواب

سید احمد علی سعید **کتبہ:** محمد عمران دیوبندی غفرلہ (۱۴۱۴/۲/۵ھ)

مفتی اعظم دار العلوم وقف دیوبند نائب مفتی دار العلوم وقف دیوبند

---

(۱) حديث بن مسعود عنه عليه السلام أنه قال إذا ركع أحدكم فليقل ثلث مرات سبحان ربي العظيم وذلك أدناه وإذا سجد فليقل سبحان ربي الأعلى ثلث مرات وذلك أدناه (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

رکوع وسجدہ میں جاکر تکبیر مکمل کرنا:

(۱۱۹) **سوال:** بہت سے امام صاحبان جب حالت قیام سے رکوع میں آتے ہیں تو اللہ اکبر کی آواز مکمل رکوع میں پہنچنے کے بعد ختم کرتے ہیں جب کہ یہ مقام دوسری تسبیح کہنے کا ہے، اسی طرح جب سجدہ میں جاتے ہیں تو اللہ اکبر کی آواز ناک اور پیشانی زمین پر رکھنے کے بعد ختم کرتے ہیں جب کہ یہ مقام بھی دوسری تسبیح کہنے کا ہے زیادہ تر مقتدیوں کی بھی یہی عادت ہے؟

فقط: والسلام
المستفتی: مقبول احمد، دہلی

الجواب وباللہ التوفیق: حالت قیام سے رکوع میں آتے وقت، رکوع میں جاتے جاتے تکبیر مکمل ہونی چاہئے۔ اسی طرح ہر رکن سے دوسرے رکن کی طرف منتقل ہوتے ہوئے تکبیرات کہی جائیں، سجدے میں جاتے ہوئے بھی سجدہ میں سر رکھنے پر تکبیر پوری ہو جانی چاہئے لیکن اگر پیشانی ٹکنے پر آواز مکمل ہوئی، تو بھی نماز میں کوئی خلل واقع نہیں ہوا۔ (۱)

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد احسان غفرلہٗ
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:
خورشید عالم غفرلہ
مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

(پچھلے صفحہ کا حاشیہ) والمراد أدنی مایتم به تحقق السنة. (إبراهيم الحلبي، الحلبي الكبيري: ص: ۲۴۶)

(۲) واحترز بتشهد ابن مسعود عن غيره ليخرج تشهد عمر رضي الله عنه، وهو: التحيات لله الزاكيات لله الطيبات الصلوات لله السلام عليك أيها النبي ورحمة الله وبركاته السلام علينا وعلى عباد الله الصالحين أشهد أن لا إله إلا الله وأشهد أن محمدا عبده ورسوله. رواه مالك في الموطأ وعمل به إلا أنه زاد عليه (وحده لاشريك له) الثابت في تشهد عائشة المروي في الموطأ أيضا وبه علم تشهدها وخرج تشهد ابن عباس رضي الله عنهما المروي في مسلم وغيره مرفوعاً: التحيات المباركات الصلوات الطيبات لله السلام عليك أيها النبي ورحمة الله وبركاته السلام علينا وعلى عباد الله الصالحين أشهد أن لا إله إلا الله وأشهد أن محمدا رسول الله إلا أن في رواية الترمذي سلام عليك بالتنكير وبهذا أخذ الشافعي وقال: إنه أكمل التشهد ورجح مشايخنا تشهد ابن مسعود بوجوه عشرة ذكرها الشارح وغيره أحسنها: أن حديثه اتفق عليه الأئمة الستة في كتبهم لفظا ومعنى، واتفق المحدثون على أنه أصح أحاديث التشهد بخلاف غيره حتى قال الترمذي إن أكثر أهل العلم عليه من الصحابة والتابعين وممن عمل به (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

نماز میں سجدہ تلاوت والی سورتیں نہ پڑھنا:

(۱۲۰) **سوال:** کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام: آج کل سجدہ تلاوت والی سورتیں نمازوں میں نہ پڑھنے کا رواج ہورہا کیا یہ صحیح ہے، اگر کوئی نماز میں سجدہ والی آیت پڑھتا ہے تو کیا نماز سے پہلے مطلع کرنا ضروری ہے اور جو لوگ نماز کے باہر آیت سجدہ سنتے ہیں کیا ان پر بھی سجدہ ضروری ہے؟

فقط: والسلام
المستفتی: محمد نفیس، بجنور

الجواب وباللہ التوفیق: فجر اور ظہر میں سورۂ حجرات سے سورۂ بروج کے ختم تک عصر اور عشاء میں سورۂ طارق سے سورۂ ''لم یکن تلك''، اور مغرب میں سورۂ ''زلزال'' سے سورۂ ناس تک کی سورتیں اکثر وبیشتر پڑھنا مسنون ہے۔[۱] ان کے علاوہ بھی درست ہے سجدہ تلاوت والی سورتوں کو بالکل نہ پڑھنا انہیں چھوڑے رکھنا درست نہیں، کبھی کبھی وہ سورتیں بھی پڑھنی چاہئیں سجدوں والی سورتیں پڑھی جائیں تو سجدہ تلاوت پر پہلے مطلع کرنا ضروری نہیں تاہم امام کو ایسی صورت اختیار کر لینی چاہئے کہ مقتدی حضرات کو مغالطہ نہ ہو جو لوگ نماز سے باہر ہوں اور امام سے آیت سجدہ سن لیں ان پر بھی سجدہ تلاوت واجب ہے نماز میں شریک ہوکر سجدہ تلاوت میں شرکت ہوگئی تو بہتر ہے، ورنہ بعد میں علاحدہ سجدہ کریں۔[۲]

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد احسان غفرلہ (۴/۵/۱۴۲۰ھ)
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:
خورشید عالم غفرلہ
مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

(پچھلے صفحہ کا حاشیہ) أبوبكر الصديق رضي اللّٰه عنه وكان يعلمه الناس على المنبر كالقرآن، ثم وقع لبعض الشارحين أنه قال والأخذ بتشهد ابن مسعود أولى فيفيد أن الخلاف في الأولوية حتى لو تشهد بغيره كان آتيا بالواجب. (ابن نجیم، البحر الرائق، ''کتاب الصلاة: باب صفة الصلاة'': ج۱، ص:۵۶۷، زکریا دیوبند)

(۱) ولو ترك التسميع حتى استوى قائماً لا يأتي به كما لو لم يكبر حالة الانحطاط حتى ركع أو سجد تركه ويجب أن يحفظ هذا ويراعى كل شيء في محله وهو صريح في أن القومة ليس فيها ذكر مسنون. (ابن نجیم، البحر الرائق، ''کتاب الصلاة: باب صفة الصلاة'': ج۱، ص:۵۳۹)

(۱) (قوله إلا بالمسنون) وهو القراء ة من طوال المفصل في الفجر والظهر، وأوساطه في العصر والعشاء، وقصاره في المغرب. (ابن عابدین، رد المحتار، ''کتاب الصلاة: باب صفة الصلاة، مطلب قراء ة البسملة بين الفاتحة والسورة حسن'': ج۲، ص:۱۹۴؛ وأحمد بن محمد، حاشية الطحطاوي (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

سجدہ میں ہاتھوں کی انگلیوں کا کھلا ہوا رکھنا:

(۱۲۱) **سوال:** کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام: سجدہ کی حالت میں نمازی کے ہاتھوں کی انگلیوں کا کھلا ہونا کیسا ہے؟

فقط: والسلام
المستفتی: نثار احمد، چمپارن

الجواب وباللہ التوفیق: حالت سجدہ میں انگلیوں کو ملا کر رکھنا مسنون ہے، انگلیوں کو بہت کھول کر رکھنا خلاف سنت ہے۔(۱)

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد احسان غفرلہ (۱۴۱۶/۸/۴ھ)
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:
سید احمد علی سعید
مفتی اعظم دارالعلوم وقف دیوبند

نماز کی تکبیرات کا حکم:

(۱۲۲) **سوال:** کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام: نماز میں تکبیرات کہنا کیسا ہے

(پچھلے صفحہ کا حاشیہ) علی مراقي الفلاح، ”کتاب الصلاة: فصل في سننها“: ج۱، ص:۹۸)

(۲) وإذا تلا الإمام آية السجدة سجدها وسجد المأموم معه سواء سمعها منه أم لا، وسواء كان في صلاة الجهر أو المخافتة إلا أنه يستحب أن لا يقرأها في صلاة المخافتة، ولو سمعها من الإمام أجنبي ليس معهم في الصلاة ولم يدخل معهم في الصلاة لزمه السجود، كذا في الجوهرة النيرة، وهو الصحيح، كذا في الهداية، سمع من إمام فدخل معه قبل أن يسجد سجد معه، وإن دخل في صلاة الإمام بعدما سجدها الإمام لايسجدها، وهذا إذا أدركه في آخر تلك الركعة، أما لو أدركه في الركعة الأخرى يسجدها بعد الفراغ، كذا في الكافي، وهكذا في النهاية. (جماعة من علماء الهند، الفتاویٰ الهندية، ”كتاب الصلوة، الباب الثالث عشر في سجود التلاوة“: ج۱، ص:۱۹۳)

(۱) (قوله ضاما أصابع يديه) أي ملصقا جنبات بعضها ببعض قهستاني وغيره، ولا يندب الضم إلا هنا ولا التفريج إلا في الركوع كما في الزيلعي وغيره (قوله لتتوجه للقبلة) فإنه لو فرجها يبقى الإبهام والخنصر غير متوجهين، وهذا التعليل عزاه في هامش الخزائن إلى الشمني وغيره. (ابن عابدين، رد المحتار، ”كتاب الصلاة: باب صفة الصلاة، مطلب في إطالة الركوع للجائي“: ج۲، ص:۲۰۳)

(وجهه بين كفيه ضاما أصابع يديه) فإن الأصابع تترك على العادة فيما عدا الركوع والسجود. (عبد الرحمن بن محمد، مجمع الأنهر، ”كتاب الصلاة: صفة الشروع في الصلاة“: ج۱، ص:۹۷)

اگر تکبیر چھوٹ جائے تو نماز فاسد ہو جاتی ہے یا نہیں؟

فقط: والسلام
المستفتی: ولی اللہ صاحب، بمبئی

الجواب وباللہ التوفیق: نماز میں تکبیر تحریمہ فرض ہے اگر تکبیر تحریمہ نہ کہے تو نماز نہیں رہتی باقی دیگر تکبیرات مسنون ہیں جن کا چھوڑنا خلاف سنت ہے؛ البتہ اگر کوئی تکبیر چھوٹ گئی تو نماز فاسد نہیں ہوتی۔(۱)

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد احسان غفرلہ (۲۶/۶/۱۴۲۰ھ)
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:
خورشید عالم غفرلہ
مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

نماز میں ہاتھ کہاں باندھنا مسنون ہے؟

(۱۲۳)**سوال:** کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام: نماز کی نیت باندھنے کے بعد ہاتھ ناف کے اوپر باندھنا کیا یہ صحیح حدیث سے ثابت ہے، نماز میں ہاتھ باندھنے کا مسنون طریقہ کیا ہے؟

فقط: والسلام
المستفتی: خورشید حسن، دیوبند

الجواب وباللہ التوفیق: اصح قول کے مطابق مسنون یہ ہے کہ نماز میں ہاتھ ناف کے نیچے باندھے جائیں اور عورت اپنا ہاتھ سینہ کے اوپر باندھے۔ ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا روایات سے ثابت ہے ذیل میں چند احادیث ذکر کی جاتی ہے۔

---

(۱) ویکبر مع الانحطاط، کذا في الهداية، قال الطحطاوي. وهو الصحيح کذا في معراج الدراية فيكون ابتداء تكبيره عند أول الخرور والفراغ عند الاستواء للركوع كذا في المحيط. (جماعة من علماء الهند، الفتاویٰ الهندية، ''کتاب الصلاة: الباب الرابع في صفة الصلاة، الفصل الثالث: في سنن الصلاة وآدابها وكيفيتهما'': ج۱،ص:۱۳۱)

(ويكره) أن يأتي بالأذكار المشروعة في الانتقالات بعد تمام الانتقال......بأن يكبر للركوع بعد الانتهاء إلى حد الركوع ويقول سمع الله لمن حمده بعد تمام القيام. (إبراهيم الحلبي، الحلبي الكبيري:ص:۳۵۷)

’’وكونه تحت السرة للرجال لقول علي رضي الله عنه: من السنة وضعهما تحت السرة‘‘(۱)

’’ورأي بعضهم أن يضعهما تحت السرة‘‘(۲)

’’قال: موسىٰ بن عمير عن علقمة بن وائل بن حجر عن أبيه، قال: رأيت النبي صلى الله عليه وسلم وضع يمينه على شماله في الصلاة تحت السرة‘‘(۳)

’’عن أبي وائل عن أبي هريرة أخذ الأكف على الأكف في الصلاة تحت السرة‘‘(۴)

’’عن أنس رضي الله عنه قال ثلاث من أخلاق النبوة: تعجيل الإفطار وتأخير السجود ووضع اليد اليمنى على اليسرىٰ في الصلوٰة تحت السرة‘‘(۵)

’’عن أبي جحيفة أن عليا قال السنة وضع الكف على الكف في الصلاة تحت السرة‘‘(۶)

فقط: واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد احسان غفرلہ (۱/۱۱/۱۴۲۵ھ)
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:
خورشید عالم غفرلہ
مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

تشہد میں انگلی کب اٹھائے؟

(۱۲۴) **سوال**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: تشہد میں انگلی کب اٹھانا چاہئے، سنت طریقہ کیا ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

فقط: والسلام
المستفتی: محمد شاہنواز، گوپالی

---

(۱) ابن عابدين، رد المحتار، ’’كتاب الصلاة: باب صفة الصلاة، مطلب في التبليغ خلف الإمام‘‘: ج۲، ص:۱۷۲.

(۲) أخرجه الترمذي، في سننه، ’’أبواب الصلاة: باب ماجاء في وضع اليمين على الشمال في الصلاة‘‘: ج۱، ص:۵۹، رقم:۲۵۲.

(۳) أخرجه ابن أبي شيبه، في مصنفه: ج۱، ص:۱۳۹.

(۴) أخرجه أبي داود، في سننه، ’’كتاب الصلاة: باب وضع اليمنى على اليسرى في الصلاة‘‘: ج۱، ص:۱۱۰، رقم:۷۵۸.

(۵) فخرالدين العثمان المارديني، الجوهر النقي: ج۲، ص:۱۳۲

(۶) أخرجه أبوداود، في سننه، ’’كتاب الصلاة: باب وضع اليمنى على اليسرى في الصلاة‘‘: ج۱، ص:۱۱۰، رقم:۷۵۶

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ’’أشهد أن لا إله‘‘ پر انگلی اٹھائی جائے اور ’’إلا اللّٰه‘‘ پر گرائی جائے۔

’’وصفتها أن يحلق من يده اليمنىٰ عند الشهادة الإبهام والوسطىٰ ويقبض البنصر والخنصر ويشير بالمسبحة أو يعقد ثلاثة وخمسين بأن يقبض الوسطىٰ والخنصر، ويضع رأس إبهامه علىٰ حرف مفصل الوسطىٰ الأوسط ويرفع الأصبع عند النفي ويضعها عند الإثبات‘‘(۱)

’’وفي الشرنبلالية عن البرهان: الصحيح أنه يشير بمسبحة وحدها، يرفعها عند النفي ويضعها عند الإثبات‘‘(۲)

الجواب صحیح:
خورشید عالم غفرلہ
مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد احسان غفرلہ (۲۴/۷/۱۴۲۶ھ)
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

رفع یدین کا کیا حکم ہے؟

(۱۲۵) **سوال:** کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام: رکوع میں جاتے اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع یدین کا کیا حکم ہے؟ اہل حدیث رفع یدین پر بڑا زور دیتے ہیں؟

فقط: والسلام
المستفتی: دینی بکڈپو، گنور

الجواب وباللّٰہ التوفیق: شروع زمانہ میں نماز کی ہر نقل وحرکت کے ساتھ رفع یدین کا معمول تھا حتی کہ صحابہ کرامؓ سلام پھیرتے وقت بھی رفع یدین کرتے تھے؛ لیکن بعد میں بتدریج ہر نقل وحرکت کے وقت رفع یدین سے منع کر دیا گیا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر حضرت عمر، حضرت علی اور حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہم وغیرہ صحابہ کرام سے نماز میں تکبیر تحریمہ کے

---

(۱) ابن عابدین، رد المحتار، ’’كتاب الصلاة: باب صفة الصلاة‘‘: مطلب في إطالة الركوع للجائي، ج ۲، ص: ۲۱۷.
(۲) أيضاً:

علاوہ دیگر مواقع پر رفع یدین نہ کرنے کا ثبوت صحیح اور معتبر روایات سے ہے؛ اس لیے حنفیہ کے نزدیک وہ روایات قابل ترجیح ہیں جن میں ترک رفع یدین کا ثبوت ہے؛ لہٰذا تکبیر تحریمہ کے علاوہ دیگر مواقع پر رفع یدین کرنا خلاف سنت ہوگا۔ حضرت ابراہیم نخعیؒ نے حضرت وائل ابن حجرؓ کی رفع یدین والی حدیث کے بارے میں فرمایا اگر حضرت وائلؓ نے آپ کو ایک مرتبہ رفع یدین کرتے ہوئے دیکھا ہے تو حضرت عبداللہ ابن مسعود نے آپ کو پچاس مرتبہ رفع یدین نہ کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

”عن المغيرة قال قلت لإبراهيم حديث وائل أنه رأي النبي صلى الله عليه وسلم يرفع يديه إذا افتتح الصلوٰة وإذا ركع وإذا رفع رأسه من الركوع فقال إن كان وائل رآه مرة يفعل ذلك فقد رآه عبد الله خميس مرة لا يفعل ذلك“[1]

”عن علقمة عن عبد الله ابن مسعود رضي الله قال صليت خلف النبي صلى الله عليه وسلم وأبي بكر وعمر فلم يرفعوأيديهم إلا عند افتتاح الصلوٰة“[2]

”عن إبراهيم عن الأسود قال رأيت عمر بن الخطاب يرفع يديه في أول تكبيرة ثم لا يعود قال ورأيت إبراهيم والشعبي يفعلان ذلك“[3]

”عن عاصم بن كليب الجرمى عن أبيه قال رأيت على بن طالب رضي الله عنه رفع يديه في التكبيرة الأولىٰ من الصلوٰة والمكتوبة ولم يرفعهما فيما سوىٰ ذلك“[4]

”ولا يسن مؤكداً رفع يديه إلا فى سبع مواطن كما ورد......تكبيرة افتتاح وقنوت، در مختار وفي الشامي الوارد هو قوله صلى الله عليه وسلم لا ترفع الأيدى إلا في سبع مواطن تكبيرة الافتتاح وتكبيرة القنوت وتكبيرات العيدين الخ

(۱) أخرجه أبو جعفر الطحاوي، في شرح معاني الآثار، ”كتاب الصلاة: باب التكبير للركوع والتكبير للسجود“ ج۱،ص:۱۳۲،رقم:۱۳۵۱.

(۲) أخرجه البيهقي، في سننه: ج۲،ص:۷۹.

(۳) أخرجه أبوجعفر أحمد بن محمد، في شرح معاني الآثار، ”كتاب الصلوة: باب التكبير للركوع والتكبير للسجود“: ج۱،ص:۱۳۳،رقم:۱۳۶۴.

(۴) الموطأ لإمام محمد: ص:۹۲.

قال في فتح القدير والحديث غريب بهذا اللفظ"[۱]

فلا يرفع يديه عند الركوع إلا عند الرفع منه لحديث أبي داود عن البراء قال رأيت رسول الله صلى الله عليه حين افتتح الصلوٰة ثم لم يرفعهما حتى انصرف"[۲]

"عن جابر بن سمرة رضي الله عنه قال خرج علينا رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال مال أراكم رافعي أيديكم كأنها أذناب خيل شمس اسكنوا في الصلوٰة"[۳]

"ويرفع يديه مع التكبير حتى يحاذي بإبهاميه شحمة أذنيه"[۴]

"عن أنس أن النبي صلى الله عليه وسم كان إذا كبر رفع يديه حذاء أذنيه"[۵]

"قال كان النبي صلى الله عليه وسلم إذا كبر لافتتاح الصلوٰة رفع يديه حتى إبهاماه قريباً من شحمتي أذنيه ثم لايعود، ومثل ذلك أحاديث كثيرة"[۶]

الجواب صحيح: فقط: واللہ اعلم بالصواب

خورشید عالم غفرلہ **کتبہ:** محمد عارف قاسمی (۱۴۲۱/۸/۱۵ھ)

مفتی دارالعلوم وقف دیوبند نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

---

(۱) ابن عابدين، "كتاب الصلوة: باب صفة الصلوة، مطلب في إطالة الركوع للجائي": ج ۲، ص: ۲۱۴، زکریا دیوبند.

(۲) ابن نجيم، البحر الرائق، "كتاب الصلوة: باب صفة الصلوة": ج۱، ص: ۵۶۳.

(۳) أخرجه مسلم، في صحيحه، "باب الدهر بالسكون في الصلوة": ج۱، ص: ۱۸۱، رقم: ۴۳۰.

(۴) المرغيناني، الهداية، "كتاب الصلوة: باب صفة الصلوة": ج۱، ص: ۱۰۰.

(۵) أيضًا:

(۶) أخرجه أبو جعفر الطحاوي، في شرح معاني الآثار، "كتاب الصلوة: باب التكبير للركوع والتكبير للسجود" ج۱، ص: ۱۳۲، رقم: ۱۳۴۶.

عن المغيرة قال: قلت لإبراهيم حديث واعمل أنه رأى النبي صلى الله عليه وسلم يرفع يديه وإذا افتتح الصلاة وإذا ركع وإذا رفع رأسه من الركوع فقال: إن كان وائل رآه مرة يفعل ذلك فقد رآه عبدالله خمسين مرةً لايفعل ذلك. (أخرجه أبوجعفر الطحاوي، في شرح معاني الآثار، "كتاب الصلوة: باب التكبير للركوع والتكبير للسجود": ج۱، ص: ۱۳۲، رقم: ۱۳۵۱)

مقتدیوں کو آمین کیسے کہنا چاہئے؟

(۱۲۶) **سوال**: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام: آمین بالجہر کا کیا حکم ہے مقتدیوں کو بلند آواز سے آمین کہنی چاہئے یا آہستہ سے؟

فقط: والسلام
المستفتی: راشد، دہلی

الجواب وباللہ التوفیق: نماز میں سورہ فاتحہ کے بعد آمین کہنا بالاتفاق مسنون ہے اور اس پر بھی اتفاق ہے کہ سری وانفرادی نمازوں میں آمین آہستہ کہی جائے گی، حنفیہ کے نزدیک جہری نمازوں میں بھی آہستہ آمین کہنا افضل ہے جس کی تائید متعدد نصوص شرعیہ سے ہوتی ہے۔ لفظ آمین ایک دعاء ہے، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ حضرت عطاءؒ کے حوالہ سے نقل فرماتے ہیں ''الآمین دعاء''[1] مجمع البحار میں ہے ''معناه استجب لي''[2]

اور دعاء مانگنے میں اصل اور افضل آہستہ دعاء مانگنا ہے۔ ﴿أدعوا ربكم تضرعا وخفية﴾[3]

حضرت زکریا علیہ السلام نے بھی آہستہ دعاء کی تھی ﴿اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ نِدَآءً خَفِيًّا﴾[4]

''عن علقمة بن وائل عن أبيه أن النبي صلى الله عليه وسلم قرأ غير المغضوب عليهم ولا الضالين فقال آمين خفض بها صوته''[5]

''عن أبي هريرة رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال إذا قال الإمام ''ولا الضالين'' فقولوا آمين'' فإن الإمام يقولها، رواه أحمد، والنسائي والدارمي وإسناده صحيح''[6]

اس روایت میں ''فإن الإمام يقولها'' سے پتہ چلتا ہے کہ ''آمین'' آہستہ کہے گا ورنہ اس

(۱) أخرجه البخاري، في صحيحه، ''كتاب الصلاة: باب جهر الإمام بالتأمين'': ج۱، ص: ۱۰۷.

(۲) جمال الدين، محمد طاهر بن على، مجمع البحار: ج۱، ص: ۱۰۵.

(۳) سورة الاعراف: ۵۵.

(۴) سوره مريم: ۳.

(۵) أخرجه الترمذي، في سننه، ''أبواب الصلوة، باب ما جاء في التأمين'': ج۲، ص: ۵۷، رقم: ۲۴۸.

(۶) أو جز المسالك، ''كتاب الصلوة: التأمين خلف الإمام'': ج۱، ص: ۲۵۲.

جملہ کی کوئی ضرورت نہ تھی۔

”عن أبي وائل قال لم يكن عمر وعلي يجهران ببسم الله الرحمن الرحيم ولا التعوذ ولا آمين“(۱)

”عن أبي وائل قال كان علي وعبد الله لا يجهران......بالتأمين“(۲)

مذکورہ بالا احادیث مبارکہ اور آثار صحابہؓ سے معلوم ہوا ہے کہ نماز میں ”آمین“ آہستہ کہی جائے گی۔

امام طبریؒ فرماتے ہیں: ”إن أكثر الصحابة والتابعين رضي الله عنهم كانوا يخفون بها“(۳)

” عن عبد الرحمن بن أبي ليلى قال: قال عمر بن الخطاب رضي الله عنه يخفى الإمام أربعاً التعوذ وبسم الله الرحمن الرحيم وآمين وربنا لك الحمد“(۴)

”قال شيخ الإسلام أبو بكر المرغيناني وإذا قال الإمام ولاالضالين قال آمين،ويقولها المؤتم قال ويخفونها“(۵)

”قال الشيخ بدر الدين العيني أي يخفى الإمام والقوم جميعاً لفظه آمين“(۶)

”وسننها......والتأمين وكونهن سراً“(۷)

”وإذا فرغ من الفاتحة قال آمين والسنة فيه الإخفاء ويخفى الإمام والمأموم“(۸)

فقط: واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد عارف قاسمی (۱۴۲۱/۸/۱۵ھ)
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:
خورشید عالم غفرلہ
مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

(۱) أخرجه أبوجعفر الطحاوي، في شرح معاني الآثار: ”كتاب الصلاة“ ج۱،ص:۹۹.

(۲) المعجم الكبير: رقم:۹۲۰۷، مکتبۃ العلوم والحکم.(شاملہ)

(۳) أبوظفر العثماني، إعلاء السنن: ج۲،ص:۲۲۳

(۴) اندلسي، المحلى بالآثار: ج۲،ص:۲۸۰(شاملہ)

(۵) ابن الهمام، فتح القدير مع الهداية، ”كتاب الصلاة: باب صفة الصلاة“: ج۱،ص:۳۰۱

(۶) العيني، العناية شرح الهداية، ”كتاب الصلاة: باب صفة الصلاة“: ج۱،ص:۲۱۵

(۷) ابن عابدين،رد المحتار، ”كتاب الصلاة: مطلب سنن الصلاة“: ج۲،ص:۱۷۲

(۸) الفتاوىٰ التاتار خانية، ”كتاب الصلاة: الفصل الثالث كيفية الصلاة“: ج۲،ص:۱۶۷، زکریا دیوبند.

نماز میں تسمیہ کی شرعی حیثیت:

(۱۲۷) **سوال:** حضرات علمائے دین ومفتیان عظام! عرض ہے کہ کیا نماز میں ثناء کے بعد سورۃ فاتحہ سے قبل ''بسم اللّٰہ'' پڑھنا ضروری ہے؟ ''بسم اللّٰہ'' پڑھنے کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ نیز سورہ فاتحہ کے بعد ضم سورۃ سے قبل بھی ''بسم اللّٰہ'' پڑھنا ضروری ہے؟ از روئے شریعت رہنمائی فرمائیں۔

فقط: والسلام

المستفتی: محمد عبداللہ راہی، جے این یو، دہلی

الجواب وباللّٰہ التوفیق: صورت مسئولہ میں ثناء کے بعد سورۃ فاتحہ سے قبل ''بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم'' پڑھنا ضروری (واجب) نہیں ہے۔ ''بسم اللّٰہ'' کی شرعی حیثیت کے متعلق فقہاء نے لکھا ہے کہ سورۃ فاتحہ سے قبل ''بسم اللّٰہ'' پڑھنا سنت ہے۔

اور سورۃ فاتحہ کے بعد اور ضم سورہ سے قبل ''بسم اللّٰہ'' پڑھنے کو فقہاء نے بہتر اور مستحسن لکھا ہے؛ اس لیے اگر کسی سے ''بسم اللّٰہ'' چھوٹ جائے تو نماز درست ہو جاتی ہے۔

''عن ابن عباس رضي اللّٰه عنه، قال: كان النبي صلى اللّٰه عليه وسلم يفتتح صلاته'' (بسم اللّٰه الرحمن الرحيم)[1]

''قوله (وما صححه الزاهدي من وجوبها) يعني في أول الفاتحة وقد صححه الزيلعي أيضا.

قوله (ضعفه في البحر ...... من أنها سنة لا واجب فلا يجب بتركها شيء.

قال في النهر والحق أنهما قولان مرجحان إلا أن المتون على الأول. أهـ أقول أي إن الأول مرجح من حيث الرواية، والثاني: من حيث الدراية''[2]

(۱) أخرجه الترمذي، في سننه، ''أبواب الصلاة عن الرسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم باب: من رأى الجهر ببسم اللّٰه الرحمن الرحيم'': ج ۲، ص: ۱۴، رقم: ۲۴۵۔

(۲) ابن عابدين، رد المحتار، ''كتاب الصلاة: باب صفة الصلاة، مطلب قراء ة البسملة بين الفاتحة والسورة حسن'': ج ۲، ص: ۱۹۳۔

”(ثم يسمى سرا) كما تقدم (ويسمى) كل من يقرأ في صلاته (في كل ركعة) سواء صلى فرضا أو نفلا (قبل الفاتحة) بأن يقول ”بسم الله الرحمن الرحيم“ وأما في الوضوء والذبيحة فلا يتقيد بخصوص البسملة بل كل ذكر له يكفي (فقط) فلا تسن التسمية بين الفاتحة والسورة ولا كراهة فيها وإن فعلها اتفاقا للسورة سواء جهر أو خافت بالسورة وغلط من قال لايسمى إلا في الركعة الأولى“[۱]

”فائدة يسن لمن قرأ سورة تامة أن يتعوذ ويسمى قبلها واختلف فيما إذا قرأ آية والأكثر على أنه يتعوذ فقط ذكره المؤلف في شرحه من باب الجمعة ثم أعلم أنه لا فرق في الإتيان بالبسملة بين الصلاة الجهرية والسرية وفي حاشية المؤلف على الدرر واتفقوا على عدم الكراهة في ذكرها بين الفاتحة والسورة بل هو حسن سواء كانت الصلاة سرية أو جهرية“[۲]

”إن سمى بين الفاتحة والسورة كان حسناً عند أبي حنيفة رحمه الله“[۳]

فقط: واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد حسنین ارشد قاسمی

نائب مفتی دار العلوم وقف دیوبند

(۲۵/۱۲/۱۴۴۲ھ)

الجواب صحیح:

محمد احسان غفرلہ، امانت علی، محمد عارف قاسمی

محمد اسعد جلال قاسمی، محمد عمران گنگوہی

مفتیان دار العلوم وقف دیوبند

رکوع میں کتنی مرتبہ تسبیح مسنون ہے؟

(۱۲۸) **سوال**: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: رکوع

---

(۱) حسن بن عمار، مراقي الفلاح شرح نور الإيضاح، ”كتاب الصلاة: فصل في كيفية تركيب الصلاة“: ج۱،ص:۱۰۴.

(۲) أحمد بن محمد، حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، فصل في بيان سننها“: ج۱،ص:۲۶۰.

(۳) ابن نجيم، البحر الرائق، ”كتاب الصلاة: باب صفة الصلاة، فصل إذا أراد الدخول في الصلاة كبر“: ج۱، ص:۵۴۵.

اور سجدہ میں کتنی بار تسبیح پڑھنی چاہئے؟ کیا تسبیح کی مقدار کے سلسلہ میں کتب فقہ میں کوئی شرعی رہنمائی موجود ہے؟ رکوع میں شامل ہونے والا کتنی بار تسبیح پڑھے کہ اس کو رکوع میں شامل مانا جائے؟ ایسے ہی امام کتنی بار تسبیحات پڑھے؟ ''بینوا وتوجروا''

فقط: والسلام

المستفتی: محمد اقبال خان، مراد آباد

الجواب وباللہ التوفیق: رکوع وسجدہ میں کم از کم تین مرتبہ تسبیح پڑھنا مسنون ہے، ایک مرتبہ پڑھنے سے بھی رکوع اور سجدہ ادا ہو جاتا ہے اور اگر نہ بھی پڑھے تب بھی رکوع وسجدہ ادا ہو جائے گا اور وہ رکعت میں شامل ہونے والا کہلائے گا؛ البتہ ایسا کرنا مکروہ ہے۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کی ہے کہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی رکوع کرے اور اپنے رکوع میں تین مرتبہ ''سبحان ربي العظیم'' کہے اور جب سجدہ کرے تو تین مرتبہ ''سبحان ربي الأعلی'' کہے تو اس کا رکوع پورا ہو گیا اور یہ ادنیٰ درجہ ہے۔ جیسا کہ ابوداؤد شریف کی روایت ہے:

''عن عبد اللّٰہ بن مسعود رضي اللّٰہ عنه، قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم: إذا رکع أحدکم فلیقل ثلاث مرات: سبحان ربي العظیم، وذلك أدناہ، وإذا سجد فلیقل: سبحان ربي الأعلی ثلاثا، وذلك أدناہ''(۱)

''ویقول في رکوعه سبحان ربي العظیم ثلاثا وذلك أدناہ فلوترك التسبیح أصلا أو أتی به مرة واحدة یجوز ویکرہ''(۲)

''إن أدنیٰ تسبیحات الرکوع والسجود الثلاث وأن الأوسط خمس مرات والأکمل سبع مرات الخ''(۳)

---

(۱) أخرجه أبو داود، في سننه، ''کتاب الصلاة: باب کیف یضع رکبتیه قبل یدیه'': ج ۱، ص: ۳۲۴، رقم: ۸۸۶.

(۲) جماعة من علماء الهند، الفتاویٰ الهندیة، ''کتاب الصلاة: الباب الرابع في صفة الصلاة، الفصل الثالث في سنن الصلاة وآدابها'': ج ۱، ص: ۱۳۱.

(۳) إبراهیم الحلبي، غنیة المستملي، مسائل تتعلق بالرکوع: ج ۲، ص: ۱۰۹، مکتبہ دار العلوم دیوبند.

”والزيادة مستحبة بعد أن يختم على وتر خمس أو سبع أو تسع ما لم يكن إماماً فلا يطول الخ“(۱)

”ونقل في الحيلة عن عبد الله بن المبارك وإسحاق وإبراهيم والثورى أنه يستحب للإمام أن يسبح خمس تسبحات ليدرك من خلفه الثلث الخ“(۲)

”واعلم أن التطويل المكروه وهو الزيادة على قدر أدنىٰ السنة عند ملل القوم حتى أن رضوا بالزيادة لا يكره وكذا إذا ملوا من قدر أدنىٰ السنة، لا يكره الخ“(۳)

”أما الإمام فلا يزيد على الثلاث إلا أن يرضى الجماعة الخ“(۴)

حلبی کبیری اور درمختار وغیرہ کا خلاصہ یہ ہے کہ: سنت کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ تین مرتبہ تسبیحات پڑھی جائیں، اوسط درجہ پانچ مرتبہ، اور اکمل درجہ سات مرتبہ پڑھی جائیں یا اس سے زائد ایسے ہی امام کو چاہئے کہ مقتدی کی رعایت کرتے ہوئے ادنیٰ درجہ پر عمل کرے۔

فقط: واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد حسنین ارشد قاسمی (۲۱/۴/۱۴۴۳ھ)

نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:

محمد احسان غفرلہ، امانت علی، محمد عارف قاسمی

محمد اسعد جلال قاسمی، محمد عمران گنگوہی

مفتیان دارالعلوم وقف دیوبند

تشہد میں انگلی سے اشارہ کرنا ثابت ہے یا نہیں؟

(۱۲۹) **سوال**: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام: تشہد میں انگلی سے اشارہ کرنا ثابت ہے یا نہیں؟

فقط: والسلام

المستفتی: علی اکبر، غازی آباد

---

(۱) ابن عابدين، رد المحتار،”كتاب الصلاة: باب صفة الصلاة، قراءة البسملة بين الفاتحة والسورة حسن“: ج ۲، ص: ۱۹۸.

(۲) ابن عابدين، رد المحتار،”كتاب الصلاة: باب صفة الصلاة، مطلب في إطاعة الركوع للجائي“: ج ۲، ص: ۱۹۹.

(۳) إبراهيم الحلبي، حلبي كبيري،”كتاب الصلاة: باب صفة الصلاة“: ص: ۲۸۲، اشرفیہ دیوبند، رحیمیہ دیوبند: ص: ۳۰۸.

(۴) صغیری مطبع مجتبائی دهلی: ص: ۱۵۳.

الجواب وباللہ التوفیق: احناف رفع سبابہ عند التشہد کی سنیت کے قائل ہیں۔ اور یہ ثابت من الشریعہ ہے۔

"الصحيح أنه يشير بمسبحته وحدها يرفعها عند النفي ويضعها عند الإثبات.... الثاني بسط الأصابع إلى حين الشهادة،فيعقد عندها ويرفع السبابة عند النفي ويضعها عند الإثبات،وهذا ما اعتمد المتأخرون لثبوته عن النبي صلى الله عليه وسلم بالأحاديث الصحيحة ولصحة نقله عن أئمتنا الثلاثة"[1]

الجواب صحیح: فقط: واللہ اعلم بالصواب

سید احمد علی سعید **کتبہ:** محمد احسان غفرلہ (۱۴۱۵/۹/۲۷ھ)

مفتی اعظم دارالعلوم وقف دیوبند نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

قعدہ میں شہادت کی انگلی اٹھانے کا مسئلہ:

(۱۳۰) **سوال:** معزز مفتی صاحب! نماز میں قعدہ اولی وقعدہ اخیرہ (تشہد) میں دونوں دونوں ہاتھوں کی انگلیاں سیدھی ہوتی ہیں، کچھ لوگ "اشهد ان لااله" پر شہادت کی انگلی اٹھاتے ہیں اور باقی انگلیاں اپنی جگہ پر رہتی ہیں۔ اور کچھ لوگ شہادت کی انگلی اٹھاتے ہیں اور باقی تین انگلیاں اور انگوٹھا کی مٹھی باندھ لیتے ہیں۔ سنت طریقہ کیا ہے؟

فقط: والسلام
المستفتی: محمد ہلال، بنی گنج

---

(۱) ابن عابدين، رد المحتار، "باب صفة الصلاة، مطلب مهم في عقد الأصابع عند التشهد": ج۲،ص:۲۱۸، زکریا.

كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا قعد يدعو وضع يده اليمنى على فخذه اليمنى ويده اليسرى على فخذه اليسرى وأشار بإصبعه السبابة ووضع إبهامه على إصبعه الوسطى ويضم كفه اليسرى ركبته" (أخرجه مسلم، في صحيحه، "كتاب المساجد ومواضع الصلاة، "باب صفة الجلوس في الصلاة": ج۱،ص:۲۱۶، رقم:۵۷۹)

عن مالك بن نمير النخراعي عن أبيه قال رأيت النبي صلى الله عليه وسلم واضعاً ذراعه اليمنى على فخذه اليمنى رافعاً أصبعه السبابة قدحناها شيئاً. (أخرجه أبوداود، في سننه، "كتاب الصلاة: تفريع أبواب الركوع والسجود، باب الإشارة في التشهد": ج۱،ص:۱۴۲، رقم:۹۹۱)

الجواب وباللہ التوفیق: قعدہ اولیٰ واخیرہ میں شہادت سے پہلے، آخر کی دو چھوٹی انگلیوں کو بند کرلیا جائے، بیچ والی انگلی اور انگوٹھے سے حلقہ بنالیا جائے اور ''لا الہ'' پر شہادت کی انگلی اٹھائی جائے اور ''الا اللہ'' پر گرادی جائے اور انگلیوں کا حلقہ سلام تک باقی رکھا جائے۔ یہ سنت طریقہ ہے، سنن ابی داؤد وسنن ابن ماجہ میں یہ موجود ہے۔ اعلاء السنن میں تفصیلی بحث موجود ہے:

''حدثنا مسدد، حدثنا بشر بن المفضل، عن عاصم بن كليب، عن أبيه عن وائل بن حُجر قال: قلت: لأنظرن إلى صلاة رسول الله صلى الله عليه وسلم كيف يُصلي، قال: فقام رسول الله صلى الله عليه وسلم، فاستقبل القبلة، فكبر فرفع يديه حتى حاذتا أذنيه، ثم أخذ شماله بيمينه، فلما أراد أن يركع رفعهما مثل ذلك، ثم وضع يديه على ركبتيه، فلما رفع رأسه من الركوع رفعهما مثل ذلك، فلمَّا سجدَ وضع رأسه بذلك المنزل من بين يديه، ثم جلس فافترش رجله اليسرى ووضع يده اليسرى على فخذه اليسرى، وحد مرفقه الأيمن على فخذه اليمنى، وقبض ثنتين وحلق حلقة، ورأيته يقول: هكذا، وحلق بشر الإبهام والوسطى، وأشار بالسبابة''[1]

''عن عاصم بن كليب الجرمي عن أبيه، عن جده، قال: دخلت على النبي صلى الله عليه وسلم وهو يصلي وقد وضع يده اليسرى على فخذه اليسرى ووضع يده اليمنى على فخذه اليمنى وقبض أصابعه وبسط السبابة، وهو يقول: يَا مقلب القلوب، ثبت قلبي على دينك''[2]

''الصحيح أنه يشير بمسبحته وحدها، يرفعها عند النفي ويضعها عند الإثبات وفي الشامية: الثاني بسط الأصابع إلى حين الشهادة فيعقد عندها ويرفع السبابة عند النفي ويضعها عند الإثبات، وهذا ما اعتمده المتأخرون لثبوته عن النبي صلى الله عليه وسلم بالأحاديث الصحيحة ولصحة نقله عن أئمتنا الثلاثة الخ''[3]

---

(۱) أخرجه أبو داود، في سننه، ''كتاب الصلاة: باب رفع اليدين'': ج۱، ص:۱۰۴، رقم:۷۲۶

(۲) أخرجه الترمذي، في سننه، ''أبواب الدعوات: باب'': ج۲، ص:۱۷۵، رقم:۳۵۸۷.

(۳) ابن عابدين، رد المحتار، ''كتاب الصلاة: باب صفة الصلاة، مطلب في إطالة الركوع للجائي'': ج۲، ص:۲۱۸.

”یرفعها الخ وعند الشافعية يرفعها لذا بلغ الهمزة من قوله إلا الله، ويكون قصده بها التوحيد والإخلاص عند كلمة الإثبات والدليل للجانبين في المطولات. قوله:وأشرنا إلى أنه لا يعقد شيئا من أصابعه وقيل الخ، صنيعه يقتضي ضعف العقد وليس كذلك إذ قد صرح في النهر بترجيحه وأنه قول كثير من مشايخنا، قال: وعليه الفتوى كما في عامة الفتاوى وكيفيته أن يعقد الخنصر والتي تليها محلقا بالوسطى والإبهام“(۱)

”أصابعه أي بسط أصابعه في إطلاق البسط إيماء إلى أنه لايشير بالسبابة عندالشهادتين عاقدا الخنصر والتي تليها محلقا الوسطى والإبهام وعدم الاشارة خلاف الرواية والدراية ففي مسلم كان النبي ﷺ يشير بأصبعه التي تلى الإبهام قال محمد ونحن نصنع بصنعه ﷺ وفي المجتبى لما اتفقت الروايات وعلم عن أصحابنا جميعا كونها سنة وكذا عن الكوفيين والمدنيين وكثرت الأخباروالآثار كان العمل بها أولى وهو الأصح ثم قال الحلواني: يقيم الأصابع عندالنفي ويضعه عندالإثبات، واختلف في وضع اليد اليمنى فعن أبي يوسف أنه يعقد الخنصر والبنصر ويحلق الوسطى والإبهام وفي درر البحار المفتى به عندنا أنه يشير باسطا أصابعه كلها وجاء في الأخبار وضع اليمنى على صورة عقد ثلاثة وخمسين أيضا فتح وعيني وغيره“(۲)

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد اسعد جلال قاسمی
نائب مفتی دار العلوم وقف دیوبند
(۱/۴/ ۱۴۴۳ھ)

الجواب صحیح:
محمد احسان غفرلہ، محمد عمران قاسمی،
امانت علی قاسمی، محمد عارف قاسمی،
محمد حسنین ارشد قاسمی
مفتیان دار العلوم وقف دیوبند

---

(۱) أحمد بن محمد، حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، ”كتاب الصلاة، فصل في بيان سننها“: ج۱، ص:۲۷۰.
(۲) أبو البركات عبدالله بن أحمد النسفي، كنزالدقائق، ”كتاب الصلاة: كيفية أداء الصلاة، حاشية: ص:۲۶.

سجدہ کا سنت طریقہ کیا ہے؟

(۱۳۱) **سوال:** ہمارے امام صاحب سجدہ کرتے وقت دونوں ہاتھ مونڈھوں کے محاذات میں رکھتے ہیں سنت طریقہ کیا ہے؟

فقط: والسلام
المستفتی: حافظ زاہد حسن، مظفر نگر

الجواب وباللہ التوفیق: صورت مسئولہ میں ہاتھوں کو سجدہ میں اس طرح رکھنا کہ دونوں انگوٹھے کانوں کی لو کے برابر رہیں سنت ہے، امام کو چاہئے کہ اس پر عمل کرے اس کے خلاف کرنا شرعاً خلاف سنت ہے؛ البتہ نماز درست ہو جاتی ہے۔[۱]

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد احسان غفرلہ (۲۰/۶/۱۴۱۶ھ)
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:
سید احمد علی سعید
مفتی اعظم دارالعلوم وقف دیوبند

سجدہ میں پاؤں مشرق کی طرف ہو جائے تو نماز درست ہوگی یا نہیں؟

(۱۳۲) **سوال:** نماز پڑھتے ہوئے سجدے میں پیروں کی انگلیاں جو قبلہ رخ ہونی چاہئیں اگر وہ دوسرے رخ مشرق وغیرہ کی طرف ہو جائیں تو کیا حکم ہے؟

فقط: والسلام
المستفتی: محمد کمال الدین، میرٹھ

---

(۱) قالوا إذا أراد السجود يضع أولا ما كان أقرب إلى الأرض فيضع ركبتيه أولا ثم يديه ثم أنفه ثم جبهته. وإذا أراد الرفع يرفع أولا جبهته ثم أنفه ثم يديه ثم ركبتيه قالوا هذا إذا كان حافيا أما إذا كان متخففا فلا يمكنه وضع الركبتين أولا فيضع اليدين قبل الركبتين ويقدم اليمنى على اليسرى كذا في التبيين ويضع يديه في السجود حذاء أذنيه ويوجه أصابعه نحو القبلة وكذا أصابع رجليه ويعتمد على راحتيه ويبدي ضبعيه عن جنبيه ولا يفترش ذراعيه، كذا فى الخلاصة ويجافي بطنه عن فخذيه كذا في الهداية. (جماعة من علماء الهند، الفتاویٰ الهندية، ''كتاب الصلاة، الباب الرابع في صفة الصلاة، الفصل الثالث في سنن الصلاة وأدابها'': ج۱، ص:۱۳۲)

الجواب و باللہ التوفیق: نماز تو درست ہو جائے گی؛ مگر بلا عذر ایسا نہیں چاہئے، کیوں کہ مسنون یہ ہے کہ پاؤں کی انگلیوں کا رخ قبلہ کی طرف ہو۔

”عن البراء قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا ركع بسط ظهره وإذا سجد وجه أصابعه قبل القبلة فتفلج“(۱)

فقط: واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد احسان غفرلہ (۱۴۲۶/۲/۱۷ھ)
نائب مفتی دار العلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:
خورشید عالم غفرلہ
مفتی دار العلوم وقف دیوبند

مردوں کو ہاتھ کہاں باندھنے چاہئیں؟

(۱۳۳)**سوال:** احناف کے نزدیک مردوں کو ہاتھ کہاں باندھنے چاہئیں، ناف کے اوپر یا ناف کے نیچے؟

فقط: والسلام
المستفتی: محمد شاہنواز، گوپالی

الجواب و باللہ التوفیق: سنت یہ ہے کہ ناف کے نیچے ہاتھ باندھے جائیں۔(۲)

”عن أبي جحيفة أن عليا رضي الله عنه قال السنة وضع الكف على الكف

---

(۱) السنن الكبرى للبيهقي، ”باب يضم أصابع يديه في السجود“: ج۲،ص:۱۶۲، رقم: ۲۶۹. (شاملہ)

(ويستقبل بأطراف أصابع رجليه القبلة، ويكره إن لم يفعل) ذلك، (قوله ويكره إن لم يفعل ذلك) كذا في التجنيس لصاحب الهداية. وقال الرملي في حاشية البحر: ظاهره أنه سنة، وبه صرح في زاد الفقير اهـ. (ابن عابدين، رد المحتار، ”كتاب الصلاة: باب صفة الصلاة، مطلب في إطالة الركوع للجائي“: ج۲،ص:۲۱۰؛ و جماعة من علماء الهند، الفتاوىٰ الهندية، ”الباب الربع في صفة الصلاة، الفصل الثالث في سنن الصلاة“: ج۱،ص:۱۳۲؛ وأحمد بن محمد، حاشية الطحطاوي على المراقي، ”كتاب الصلاة: فصل في بيان سننها“: ج۱، ص:۲۶۷؛ وعثمان بن علي، تبيين الحقائق، ”كتاب الصلاة: فصل الشروع في الصلاة“: ج۱،ص:۱۲۰)

(۲) ووضع يمينه على يساره وكونه تحت السرة للرجال لقوله على رضي الله عنه من السنة وضعهما تحت السرة. (ابن عابدين، رد المحتار، ”كتاب الصلاة: باب صفة الصلاة، مطلب في التبليغ خلف الإمام“: ج۲، ص:۱۷۲،۱۷۳)

في الصلاة تحت السرة"[1]

"عن علقمة بن وائل بن حجر عن أبيه قال رأيت النبي صلى الله عليه وسلم وضع يمينه علىٰ شماله في الصلاة تحت السرة"[2]

"عن أنس رضي الله عنه قال ثلاث من أخلاق النبوة تعجيل الإفطار وتاخير السحور ووضع اليد اليمنىٰ على اليسرى في الصلوة تحت السرة"[3]

"قال ويعتمد اليمنىٰ على اليسرى تحت السرة لقوله عليه السلام إن من السنة وضع اليمين على الشمال تحت السرة...... وقال لأن الوضع تحت السرة أقرب إلى التعظيم"[4]

الجواب صحيح: فقط: واللہ اعلم بالصواب

خورشید عالم غفرلہ **کتبہ:** محمد احسان غفرلہ (۲۴/۷/۱۴۲۶ھ)

مفتی دارالعلوم وقف دیوبند نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

سجدہ میں "ربّنا لك الحمد" پڑھ دیا:

(۱۳۴) **سوال:** زید نماز کے دوران سجدہ میں جاتے وقت کہا "سمع الله لمن حمده" اور سجدہ میں کہا "ربنا لك الحمد" اور سجدہ کی تسبیح بھی پڑھی کیا زید کی نماز ہوگئی یا کچھ فرق واقع ہوا؟ مدلل مفصل جواب سے نوازیں۔

فقط: والسلام

المستفتی: محمد ظریف احمد صدیقی، میرٹھ

الجواب وباللہ التوفیق: نماز اس صورت میں درست ہوگئی ہے سجدہ سہو یا اعادہ کی

(۱) أخرجه أبي داود، في سننه، "كتاب الصلاة: أبواب تفريع الستفتاح الصلاة، باب وضع اليمنى على اليسرى في الصلاة": ج۱،ص:۱۱۲،رقم:۷۵۶.

(۲) أخرجه ابن أبي شيبة، في مصنفه: ج۱،ص:۱۳۹

(۳) فخر الدين العثمان المارديني، الجوهرة النقي: ج۲،ص:۱۳۲.

(۴) العيني، الهداية، "كتاب الصلاة: باب صفة الصلاة": ج۱،ص:۱۰۲، دار الكتاب.

ضرورت نہیں۔ اس لیے کہ تسبیحات کو الگ الگ مواقع پر پڑھنا مستحب ہے واجب نہیں ہے۔ (۱)

فقط: واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد عمران دیوبندی غفرلہ (۱۴۱۴/۸/۲۸ھ)
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:
سید احمد علی سعید
مفتی اعظم دارالعلوم وقف دیوبند

ثناء پڑھنا بھول گیا:

(۱۳۵) **سوال:** کیا فرماتے ہیں علمائے کرام: ایک شخص نماز کے شروع میں ثنا پڑھنا بھول گیا نماز ہوگی یا نہیں؟

فقط: والسلام
المستفتی: سردار حسین، مظفرنگر

الجواب وباللہ التوفیق: ثناء پڑھنا سنت ہے اگر بھول گیا تو نماز صحیح ہوگئی اعادہ کی ضرورت نہیں ہے۔ (۲)

فقط: واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد احسان غفرلہ (۱۴۱۹/۸/۱۲ھ)
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:
خورشید عالم غفرلہ
مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

---

(۱) سننها رفع اليدين للتحريمة ...... وتكبير الركوع وتسبيحه ثلاثا وأخذ ركبتيه بيديه وتفريج أصابعه وتكبير السجود والرفع وكذا الرفع نفسه وتسبيحه ثلاثا. (جماعة من علماء الهند، الفتاویٰ الهندية، ''كتاب الصلاة: الباب الرابع في صفة الصلاة، الفصل الثالث في سنن الصلاة وآدابها وكيفيتهما'': ج۱،ص:۱۳۰)

كذا في الدر المختار للحصكفي مع رد المحتار، ''كتاب الصلاة: باب صفة الصلاة، مطلب في التبليغ خلف الإمام'': ج۲،ص:۱۷۳.

(۲) سننها رفع اليدين للتحريمة ...... والثناء والتعوذ والتسمية والتأمين سراً. (جماعة من علماء الهند، الفتاویٰ الهندية، ''كتاب الصلاة: الباب الرابع في صفة الصلاة، الفصل الثالث، في سنن الصلاة وآدابها وكيفيتهما'': ج۱،ص:۱۳۰)

وفي الولواجية، الأصل في هذا أن المتروك ثلاثة أنواع؛ فرض وسنة، وواجب وفي الثاني، لا تفسد لأن قيامها بأركانها وقد وجدت ولا يجبر بسجدتي في السهو. (جماعة من علماء الهند، الفتاویٰ الهندية، ''كتاب الصلاة: الباب الثاني عشر في سجود السهو'': ج۱،ص:۱۸۵، زكريا ديوبند)

ثناء پڑھنے کا طریقہ:

(۱۳۶) **سوال:** کیا فرماتے ہیں علماء دین وشرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ کے بارے میں: ثنا جو نماز میں بعد تکبیر تحریمہ کے فوراً پڑھی جاتی ہے ہر نماز پڑھنے والا سب سے پہلے ثنا پڑھتا ہے ہر ایک آدمی کو ''**سبحانك اللّٰه**'' پڑھتے دیکھا گیا ہے، یعنی کاف لام زبر کلًا ہو گیا ایک صاحب جو مولوی تو نہیں ہیں لیکن امامت کرتے ہیں ان کا کہنا ہے کہ ''**سبحانك**'' الگ پڑھنا چاہئے اور ''**اللهم وبحمدك**'' الگ یعنی سبحان کا (ک) لام میں نہیں ملانا چاہئے اس طریقہ سے ان کے مطلب میں فرق آجاتا ہے۔

جناب سے استدعا ہے کہ اس بارے میں صحیح فیصلہ سے نوازیں تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ ''**سبحانك اللّٰه**'' پڑھنا ہے یا ''**سبحان كلهم**'' یعنی کاف کو لام میں ملانا ہے؟

فقط: والسلام

المستفتی: خلیق احمد قریشی، سہارنپور

الجواب وبالله التوفيق: عام طور پر ''**سبحانك اللهم**'' پڑھا جاتا ہے جو جائز اور درست ہے اور دونوں الگ الگ کر کے پڑھا جائے ''**سبحانك اللهم**'' پڑھا جائے یہ بھی صحیح اور درست ہے مطلب دونوں صورتوں میں ایک ہی ہوگا (یعنی اے اللہ ہم تیری پاکی بیان کرتے ہیں) جو شخص دونوں صورتوں میں فرق مطلب بیان کرتا ہے وہ اس کی لاعلمی کی بات ہے۔[1]

فقط: واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد عمران دیوبندی غفرلہ (۲۴/۱۰/۱۴۱۳ھ)
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:
سید احمد علی سعید
مفتی اعظم دارالعلوم وقف دیوبند

☆☆☆

(۱) ثم يقول: سبحانك اللهم وبحمدك وتبارك اسمك وتعالىٰ جدك ولا إله غيرك كذا في الهداية، إماما كان أو مقتديا أو منفردا. (جماعة من علماء الهند، الفتاوىٰ الهندية، ''كتاب الصلاة: الباب الربع في صفة الصلاة، الفصل الثالث في سنن الصلاة وآدابها'': ج۱، ص: ۱۳۰)

عن أنس رضي الله عنه أن النبي عليه الصلاة والسلام كان إذا افتتح الصلاة كبر وقرأ: سبحانك اللهم وبحمدك إلى آخره ولم يزد على هذا. (ابن الهمام، فتح القدير، ''كتاب الصلاة: باب صفة الصلاة'': ج۱، ص: ۲۸۹)

فصل خامس

نماز کے آداب و مستحبات کا بیان

قعدہ میں بوقت تشہد مٹھی بند رکھیں یا کھلی؟

(۱۳۷)**سوال:** کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام: وقتِ شہادت انگلی اٹھا کر جب رکھتے ہیں تو مٹھی کھلی رہنی چاہیے یا بند رہنی چاہیے؟ ''بینوا وتوجروا''

فقط: والسلام

المستفتی: محمود عالم قاسمی، مراد آباد

الجواب وباللہ التوفیق: تشہد میں اثبات کے وقت انگلی اٹھانے کے لیے جو انگلی کا حلقہ بنتا ہے آخر تک اس کا باقی رکھنا افضل ہے اس کو کھولنے کا تذکرہ ہمیں کتب فقہ میں نہیں ملتا؛ لیکن اگر کوئی حلقہ کھول دے تو اس کو مطعون نہ کرنا چاہیے؛ اس لیے کہ یہ صرف افضلیت کی بات ہے۔[1]

فقط: واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد احسان غفرلہ (۴/۸: ۱۴۱۸ھ)

نائب مفتی دار العلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:

خورشید عالم غفرلہ

مفتی دار العلوم وقف دیوبند

---

(۱)وعن أبن عمر قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا جلس في الصلاة وضع يديه على ركبتيه ورفع أصبعه اليمنى التي تلى الإبهام، فدعا بها ويده اليسرى على ركبتيه باسطها عليها، وفي لفظٍ: كان إذا جلس في الصلاة وضع كفه اليمنى على فخذه اليمنى وقبض أصابعه كلها وأشار بأصبعه التي تلي الإبهام ووضع كفه اليسرى على فخذه اليسرى، رواهما أحمد، ومسلم، والنسائي. (محمد بن علي الشوكاني، نيل الأوطار، ''كتاب الصلاة: باب الإشارة بالسبابة وصفة وضع اليدين'': ج۲،ص:۳۲۸، رقم:۷۷۹)(شاملہ)

وفي المحيط إنها سنة يرفعها عند النفي ويضعها عند الإثبات وهو قول أبي حنيفةؒ ومحمدؒ وكثرت به الآثار والأخبار فالعمل به أولىٰ، فهو صريح في أن المفتي به هو الإشارة بالمسبحة مع عقد الأصابع على الكيفيه المذكورة لا مع بسطها فإنه لا إشاره مع البسط عندنا. (ابن عابدين، رد المحتار، 'كتاب الصلاة: باب صفة الصلاة، مطلب في إطالة الركوع للجائي'': ج۲،ص:۲۱۷)

مکبّر کا حکم:

(۱۳۸)**سوال:** کیا فرماتے ہیں علماء دین وشرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں:
(۱) نماز میں مکبر کا مقرر کرنا کس درجہ میں آتا ہے فرض، واجب، سنت یا مستحب؟
(۲) اگر مصلیان کی تعداد کم ہو اور امام صاحب کی آواز بآسانی پہنچ سکتی ہو تو اس صورت میں مکبر مقرر کرنا کیسا ہے؟
(۳) مکبر کیسے شخص کو مقرر کرنا چاہیے؟

فقط: والسلام
المستفتی: محمد اسرائیل، محی الدین پور

الجواب وباللہ التوفیق: (۱) اگر امام کی آواز مقتدیوں تک نہ پہنچ سکتی ہو، تو مکبر مقرر کرنا مستحب ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض الوفات میں جب آپ کی آواز کمزور ہوگئی تھی تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ کی آواز کو لوگوں تک پہنچایا تھا اس لیے یہ عمل بہتر ہے۔
(۲) اگر خود بخود امام کی آواز پہنچ رہی ہو، تو وہاں مکبر مقرر کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔
(۳) جو شخص نماز میں ہو اور اس نے نماز میں تکبیر تحریمہ کے ساتھ تکبیر کی نیت کی ہو اسی کو مکبر ہونا چاہیے خارجِ نماز کوئی شخص مکبر نہیں بن سکتا ہے، اسی طرح اگر کوئی شخص صرف بات پہو چانے کی نیت کرے خود اپنی تکبیر تحریمہ کی نیت نہ کرے تو نہ اس کی نماز ہوگی اور نہ ہی اس کی تکبیر کی اقتدا کرنے والوں کی نماز ہوگی۔

"إعلم أن الإمام إذا كبر للافتتاح فلابد لصحة صلاته من قصده بالتكبير الإحرام، و إلا فلا صلاة له إذا قصد الإعلام فقط، فإن جمع بين الأمرين بأن قصد الإحرام و الإعلان للإعلام فذلك هو المطلوب منه شرعا، و كذلك المبلغ إذا قصد التبليغ فقط خالياعن قصد الإحرام فلا صلاة له، ولا لمن يصلي بتبليغه في هذه الحالة لأنه اقتدى بمن لم يدخل في الصلاة، فإن قصد بتكبيره الإحرام مع التبليغ للمصلين

فذلك هو المقصود منه شرعا، كذا في فتاوىٰ الشيخ محمد بن محمد الغزي''(۱)

الجواب صحیح: محمد احسان قاسمی، محمد عارف قاسمی، محمد اسعد جلال قاسمی، محمد عمران گنگوہی، مفتیان دارالعلوم وقف دیوبند

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: امانت علی قاسمی
مفتی دارالعلوم وقف دیوبند
(۱۲/۲۵: ۱۴۴۰ھ)

دونوں سجدوں کے درمیان کی دعاء:

(۱۳۹) **سوال:** کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام مسئلہ ذیل کے بارے میں: میں دونوں سجدوں کے درمیان دعا پڑھتا ہوں ''**اللهم اغفرلي وارحمني واجبرني**''، اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرتے ہوئے۔ تو دونوں سجدوں کے درمیان اس دعا کو پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

فقط: والسلام
المستفتی: محمد شاہ عالم، بارہ بنکی

الجواب وبالله التوفيق: دونوں سجدوں کے درمیان دعاء پڑھنا منقول ہے؛ البتہ باجماعت فرض نماز میں تخفیف کا حکم ہے؛ اس لیے جماعت کی نماز میں مناسب نہیں، ہاں نوافل میں یا تنہا فرض نماز پڑھنے کی صورت میں اس کی اجازت ہے، اسی طرح اگر مقتدی ایسے ہوں جن کو اس سے گرانی نہ ہو، تو پھر باجماعت نمازوں میں بھی پڑھنے میں کوئی حرج نہیں۔(۲)

الجواب صحیح: محمد احسان غفرلہ، محمد عارف قاسمی، محمد عمران گنگوہی، مفتیان دارالعلوم وقف دیوبند

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد اسعد جلال غفرلہ
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند
(۱۱/۲۶: ۱۴۳۸ھ)

---

(۱) ابن عابدين، رد المحتار، ''كتاب الصلاة: باب صفة الصلاة، مطلب في التبليغ خلف الإمام'': ج ۲، ص: ۱۷۱، مکتبہ: زکریا دیوبند

لكن إذا كان بقرب الإمام يسمع التكبيرات منه فأما إذا كان يبعد منه يسمع من المكبّرين يأتي بجميع ما يسمع. (جماعة من علماء الهند، الفتاوىٰ الهندية، ''كتاب الصلاة: الباب السابع عشر في صلاة العيدين'': ج ۱، ص: ۲۱۲)

ولقوله......يقتدى به أبو بكر رضي الله عنه وقال كان النبي صلى الله عليه وسلم ...... بقیہ حاشیہ آئندہ صفحہ پر......

حالتِ نماز میں آستین اتارے یا نماز پوری کرلے؟

(۱۴۰) **سوال:** کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام مسئلہ ذیل کے بارے میں: ایک شخص وضو کرنے کے بعد جلدی کی وجہ سے نماز میں شامل ہوگیا اور کہنیاں کھلی رہ گئیں تو وہ شخص نماز کی حالت میں آستین اتارے یا کہنیاں کھلی رہنے دے کیا حکم ہے؟

فقط: والسلام
المستفتی: عبدالعظیم، ہریدوار

الجواب وباللہ التوفیق: افضل یہ ہے کہ عمل قلیل سے اپنی آستین اتارے ایسی صورت اختیار نہ کرے کہ عمل کثیر ہوجائے اس کی صورت یہ ہے کہ کچھ رکوع میں کچھ قومہ میں کچھ جلسہ میں دونوں آستین اتارے۔

شامی میں ہے ”مثله ما لو شمر للوضوء ثم عجل لإدراك الركعة مع الإمام وإذا دخل في الصلوٰة كذلك وقلنا بالكراهة فهل الأفضل إرخاء كميه فيها بعمل قليل أو تركهما لم أره، والأظهر الأول بدليل قوله الآتي ولو سقطت قلنسوته فإعادتها أفضل تامل هذا وقيد الكراهة في الخلاصة والمنية بأن يكون رافعاً كميه إلى المرفقين وظاهره أنه لا يكره إلىٰ ما دونها“(۱)

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد احسان غفرلہ (۱۴۱۹/۶/۷ھ)
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:
خورشید عالم غفرلہ
مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

......گذشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ......يصلي بالناس وكان أبو بكر مبلغاً. (العيني، البناية، ”كتاب الصلاة: باب الإمامة“: ج ۲، ص: ۳۶۱، مکتبہ: نعیمیہ دیوبند)

(۲) وعن ابن عباس رضي الله عنه أن النبي صلى الله عليه وسلم كان يقول بين السجدتين ”اللهم اغفرلي وارحمني وعافني واهدني وارزقني. (أخرجه أبوداود، في سننه، ”كتاب الصلوٰة: باب الدعاء بين السجدتين“: ج ۱، ص: ۱۲۳، رقم: ۸۵۰)

هكذا أخرجه الترمذي، في سننه، ”أبواب الصلاة: باب ما يقول بين السجدتين“: ج ۱، ص: ۶۳، رقم: ۲۸۴، مکتبہ: نعیمیہ دیوبند.

(۱) ابن عابدين، رد المحتار، ”كتاب الصلاة: باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها، مطلب في الكراهة التحريمية والتنزيهية“: ج ۲، ص: ۴۰۶.

آمین بالجہر پر لڑائی جھگڑا کرنا:

(۱۴۱) **سوال:** ہمارے گاؤں میں ایک شخص اہل حدیث ہے وہ سب ہم حنفیوں سے لڑتا ہے اور یہ کہتا ہے کہ سب آمین بالجہر کریں ہر روز مسجد میں بھی ہنگامہ رہتا ہے اس کا کیا حکم ہے؟

فقط: والسلام

المستفتی: محمد یعقوب، دیوبند

الجواب وباللہ التوفیق: ہمارے امام اعظم ابوحنیفہؒ کے نزدیک آمین سراً کہی جائے گی جہراً نہیں، وہ شخص اگر اہل حدیث ہے تو اس کو خود ہی اپنے مذہب پر عمل کر لینا چاہئے دوسروں کو بہکاتا اور جھگڑتا ہے تو اس کو سختی کے ساتھ منع کر دینا چاہئے۔ (۱)

فقط: واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد عمران دیوبندی غفرلہ
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند
(۲۸/۶/۱۴۰۶ھ)

الجواب صحیح:
سیّد احمد علی سعید
مفتی اعظم دارالعلوم وقف دیوبند

---

(۱) عن علقمة بن وائل، عن أبيه، أن النبيّ صلى الله عليه وسلم قرأ (غير المغضوب عليهم ولاالضالين)، فقال: آمين وخفض بها صوته. (أخرجه الترمذي، في سننه،''أبوب الصلاة، باب ماجاء في التأمين'': ج۱، ص:۵۸، رقم:۲۴۸)

عن أبي هريرة رضي الله عنه، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: إذا قال الإمام غير المغضوب عليهم ولاالضّالين، فقولوا: آمين. (أخرجه البخاري، في صحيحه، ''كتاب الصلاة: جهرالمأموم بالتأمين'': ج۱، ص: ۱۰۸، رقم:۱۵۶)

عن أبي هريرة رضي الله عنه، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: إذا قال الإمام (ولاالضالين)، فقولوا: آمين، فإن الإمام، يقولها. (رواه أحمد والنسائي والدارمي وإسناده صحيح،''أوجز المسالك: التأمين خلف الإمام'': ج۱، ص:۲۵۲)

حدثنا بندارنا يحيىٰ بن سعيد وعبد الرحمن بن مهدي قالا: ناشعبة عن سلمة بن كهيل عن حجر بن عنبس عن علقمة بن وائل عن أبيه عن النبي صلى الله عليه وسلم قرأ غير المغضوب عليهم ولاالضّآلين، وقال آمين، وخفض بها صوته. (أخرجه الترمذي، في سننه، ''أبواب الصلاة، باب ماجاء في التأمين'': ج۱، ص:۵۸، رقم:۲۴۸)

مکبّر کا تکبیر کے بعد آگے پیچھے ہٹنا:

(۱۴۲) **سوال:** کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان عظام مسئلہ ذیل کے بارے میں:
تکبیر کہتے وقت مکبر کا دائیں یا بائیں ہٹنا یا چلنا کیسا ہے؟ اگر صف کو سیدھی کرنے کے لیے مکبر ادھر ادھر ہو جائے تو کوئی حرج تو نہیں ہے؟

فقط: والسلام
المستفتی: محمد اکرم کیرانہ، مظفر نگر

الجواب وباللہ التوفیق: صفوں کے سیدھا کرنے اور خالی جگہوں کو پر کرنے کی تعلیم احادیث میں موجود ہے اور یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت رہی ہے، اس لیے صف کو سیدھا کرنے یا خالی جگہ کو پر کرنے کے لیے مکبر کا آگے یا پیچھے ہٹنا جائز و درست ہے۔ (۱)

فقط: واللہ اعلم بالصواب　　　**الجواب صحیح:**

کتبہ: محمد عمران دیوبندی غفرلہ (۶/۷/۱۴۱۲ھ)　　سید احمد علی سعید
نائب مفتی درالعلوم وقف دیوبند　　مفتی اعظم دارالعلوم وقف دیوبند

ہاتھ چھوڑ کر رکوع کی تکبیر کے ساتھ رکوع کرنا:

(۱۴۳) **سوال:** کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان عظام مسئلہ ذیل کے بارے میں:
سوال یہ ہے کہ ہاتھ باندھ کر رکوع کے لیے تکبیر کہنی چاہئے یا چھوڑ کر ایک مولوی صاحب نے کہا کہ

---

(۱) سووا صفوفكم. (أخرجه مسلم، في صحيحه، "كتاب الصلاة: باب: تسوية الصفوف وإقامتها وفضل الأول فالأول منها": ج۱، ص:۱۸۲، رقم:۴۳۳)

اتموا الصف المقدم ثم الذي يليه فما كان من نقص فليكن في الصف المؤخر. (أخرجه أحمد بن حنبل، في مسنده: ج۲۱، ص:۱۱۴، رقم:۱۳۴۰)

ألا تصفون كما تصف الملائكة عند ربهم جل وعز؟ قلنا: وكيف تصف الملائكة عند ربهم؟ قال: يتمون الصفوف المقدمة ويتراصون في الصف. (أخرجه أبوداؤد، في سننه، "كتاب الصلاة: تفريع أبواب الصفوف، باب: تسوية الصفوف": ج۱، ص:۱۰۶، رقم:۶۶۱)

وينبغي للقوم إذا قاموا إلى الصلاة أن يتراصوا ويسدوا الخلل ويسووا بين مناكبهم في الصفوف، ولا بأس أن يأمرهم الإمام بذلك: لقوله عليه الصلاة والسلام: (سووا صفوفكم؛ فإن تسوية الصف من تمام الصلاة). (فخر الدين عثمان بن علي، تبيين الحقائق، "كتاب الصلاة": ج۲، ص:۱۲۶)

قرأت ختم ہوتے ہی ہاتھ چھوڑ کر اللہ اکبر کہہ کر رکوع میں جانا درست ہے۔ کیا یہ قول درست ہے؟

فقط: والسلام
المستفتی: شریف احمد، کشمیر

الجواب وباللّٰہ التوفیق: صورت مسئول عنہا میں قراءۃ کے ختم ہونے پر ہاتھ چھوڑ کر رکوع کی تکبیر کہتے ہوئے رکوع میں جانا چاہئے پس مولوی صاحب کا قول درست ہے۔ (۱)

فقط: واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد عمران دیوبندی غفرلہ (۱۴۱۱/۲/۲۴ھ)
نائب مفتی درالعلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:
سید احمد علی سعید
مفتی اعظم دارالعلوم وقف دیوبند

امام کا بلند آواز سے پڑھنا:

(۱۴۴) **سوال:** کیا فرماتے ہیں علماء عظام مسئلہ ذیل کے بارے میں:
مقتدیوں تک آواز پہونچانے کے لیے بلند آواز سے پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

فقط: والسلام
المستفتی: جعفر حسین، سہارنپور

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مقتدیوں تک آواز پہونچانے کے لیے بلند آواز سے

---

(۱) (ثم) كما فرغ (يكبر) مع الانحطاط (للركوع) (ابن عابدين، رد المحتار، "كتاب الصلاة: باب صفة الصلاة، مطلب قراءة البسملة بين الفاتحة والسورة حسن"، ج۲، ص:۱۹۶)

أفاد أن السنة كون ابتداء التكبير عند الخرور وانتهائه عند استواء الظهر وقيل إنه يكبر قائماً والأول هو الصحيح كما في المضمرات وتمامه في القهستاني. (أيضًا:)

ويكبر مع الانحطاط، كذا في الهداية قال الطحطاوي: وهو الصحيح كذا في معراج الدراية، فيكون ابتداء تكبيره عند أول الخرور والفراغ عند الاستواء للركوع كذا في المحيط. (جماعة من علماء الهند، الفتاوىٰ الهندية، "كتاب الصلاة: الباب الرابع في صفة الصلاة، الفصل الثالث في سنن الصلوة وآدابها وكيفيتها": ج۱، ص:۱۳۱، ط: دار الكتب العلمية، بيروت)

پڑھنا نہ صرف جائز ہے بلکہ ضروری ہے۔(۱)

الجواب صحیح: فقط: واللہ اعلم بالصواب

سید احمد علی سعید **کتبہ:** محمد عمران دیوبندی غفرلہ (۱۵/۳/۱۴۱۱ھ)

مفتی اعظم دارالعلوم وقف دیوبند نائب مفتی درالعلوم وقف دیوبند

نمازوں کے سجدوں میں دنیاوی دعا کرنا:

(۱۴۵) **سوال:** کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام: فرائض ونوافل وغیرہ کے سجدوں میں دنیاوی دعائیں مانگنا کیسا ہے؟

فقط: والسلام

المستفتی: محمد نعیم انصاری، دیوبند

الجواب وباللہ التوفیق: نوافل کے سجدہ میں دعا کرنا درست ہے، تاہم نوافل میں صرف وہی دعائیں کر سکتے ہیں جو قرآن وحدیث سے منقول ہوں اور انہیں الفاظ کے ساتھ کی جائیں۔

”عن أبي هريرة رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال أقرب ما يكون العبد من ربه وهو ساجد فأكثروا الدعاء“(۲)

”وأما السجود فاجتهدوا في الدعاء فقمن أن يستجاب لكم“(۳)

الجواب صحیح: فقط: واللہ اعلم بالصواب

خورشید عالم غفرلہ **کتبہ:** محمد احسان غفرلہ (۱۲/۷/۱۴۲۲ھ)

مفتی دارالعلوم وقف دیوبند نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

---

(۱) اقتداء الناس بالنبي صلى الله عليه وسلم في مرض موته وهو قاعد وهم قيام وهو آخر أحواله، فتعين العمل به بناءً على أنه عليه الصلاة والسلام كان إماماً وأبوبكر مبلغاً للناس تكبيره، وبه استدل على جواز رفع المؤذنين أصواتهم في الجمعة وغيرهما. (ابن نجيم، البحر الرائق، ”كتاب الصلاة: باب صفة الصلاة“: ج۱، ص:۳۶۴)

(۲) أخرجه مسلم، في صحيحه، ”كتاب الصلاة: باب ما يقال في الركوع والسجو“: ج۱، ص:۱۹۱، رقم:۴۸۲.

(۳) أخرجه مسلم، في صحيحه، ”كتاب الصلاة: باب النهي عن قراءة القرآن في الركوع والسجود“: ج۱، ص:۱۹۱، رقم:۴۷۹.

سورہ فاتحہ اور ضم سورت کے درمیان بسم اللہ پڑھنے کا حکم:

(۱۴۶)**سوال:** حضرت مفتی صاحب: مسئلہ دریافت کرنا ہے کہ اگر نماز میں سورۃ الفاتحہ کے بعد کوئی سورت شروع کرنے سے قبل کسی نے ''بسم اللّٰہ'' نہیں پڑھی، تو نماز ادا ہوئی یا نہیں؟ یا اعادہ کرنے کی ضرورت ہے؟ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ ''بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم'' اگر نہ پڑھی جائے تو نماز درست نہیں ہوگی کیا یہ قول صحیح ہے؟ مدلل جواب دے کر ممنون فرمائیں۔

فقط: والسلام
المستفتی: محمد کریم اللہ، دہلی

الجواب وباللّٰہ التوفیق: صورت مسئولہ میں ''بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم'' پڑھنا نہ فرض ہے اور نہ ہی واجب، بلکہ دونوں سورتوں کے درمیان ''بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم'' پڑھنا بہتر ہے، خواہ سورۃ الفاتحہ اور سورت کی تلاوت جہراً (بآواز بلند) ہو یا سراً (آہستہ آواز سے) ہو، اگر کوئی ''بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم'' نہ پڑھ سکے تو اس سے نماز میں کوئی کراہت لازم نہیں آتی ہے، نماز ادا ہو جاتی ہے، اعادہ کی ضرورت نہیں۔ جیسا کہ حاشیہ الطحطاوی میں لکھا ہے:

''فلا تسن التسمية بين الفاتحة والسورة ولا كراهة فيها وإن فعلها اتفاقاً للسورة سواء جهر أو خافت بالسورة''(۱)

علامہ ابن نجیمؒ البحر الرائق اور علامہ ابن عابدین رد المحتار میں بیان کرتے ہیں:

''إن سمى بين الفاتحة و السورة كان حسناً عند أبي حنيفة''(۲)

''إن سمى بين الفاتحة والسورة المقروء ة سراً أو جهراً كان حسناً عند أبي حنيفة الخ''(۳)

---

(۱) احمد بن محمد، حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، ''كتاب الصلاة، فصل في كيفية ترتيب أفعال الصلاة'': ج۱، ص:۲۸۲۔

(۲) ابن نجيم، البحر الرائق، ''كتاب الصلاة: فصل وإذا أراد الدخول في الصلاة كبر'': ج۱، ص:۳۱۲۔

(۳) ابن عابدين، رد المحتار، ''كتاب الصلاة: فروع قرأ بالفارسية أو التوراة'': ج۲، ص:۱۸۹۔

”عن أنس بن مالك، قال: صلى معاوية بالمدينة صلاة فجهر فيها بالقراءة، فقرأ فيها بسم الله الرحمن الرحيم لأم القرآن ولم يقرأ بسم الله الرحمن الرحيم للسورة التي بعدها حتى قضى تلك القراءة، فلما سلم ناداه من سمع ذلك من المهاجرين، والأنصار من كل مكان: يا معاوية أسرقت الصلاة، أم نسيت؟ فلما صلى بعد ذلك قرأ بسم الله الرحمن الرحيم للسورة التي بعد أم القرآن، وكبر حين يهوى ساجداً“(۱)

الجواب صحیح:
محمد احسان غفرلہ، امانت علی، محمد عارف قاسمی
محمد اسعد جلال قاسمی، محمد عمران گنگوہی
مفتیان دارالعلوم وقف دیوبند

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد حسنین ارشد قاسمی
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند
(۲۵/۴/۱۴۴۳ھ)

تکبیر تحریمہ سے قبل بسم اللہ پڑھنا:

(۱۴۷) **سوال:** نماز کے لیے کھڑے ہوتے وقت نیت اور اللہ اکبر سے پہلے بسم اللہ پڑھنا کیسا ہے بعض اس کو بدعت بتلاتے ہیں؟ اور بعض **انی وجهت وجهی للذی فطر السموات والارض الخ** آیت کریمہ پڑھتے ہیں؟

فقط: والسلام
المستفتی: محمد یٰسین، الہ آبادی

الجواب وبالله التوفيق: بسم اللہ یا مذکورہ آیت ضروری اور شرعی سمجھ کر یا سنت سمجھ کر نہیں پڑھنا چاہئے نہ ہی اس پر دائمی عمل ہونا چاہئے حکم شرعی سمجھے بغیر اتفاقاً اگر کوئی پڑھ لے تو کوئی حرج نہیں ہے۔(۲)

الجواب صحیح:
خورشید عالم غفرلہ
مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد احسان غفرلہ (۱۴/۶/۱۴۲۸ھ)
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

---

(۱) أخرجه الحاكم، في مستدرك: ج ۱، ص: ۲۳۳، رقم: ۸۸۱. ...... بقیہ حاشیہ آئندہ صفحہ پر......

وقت قیام پیروں کے درمیان کا فاصلہ کتنا ہو؟

(۱۴۸) **سوال**: وقت قیام دونوں پاؤں کے بیچ میں کتنی جگہ کھلی رکھنی چاہیے، زید کہتا ہے کہ قریب ڈیڑھ بالشت فاصلہ ہونا چاہیے یہ ہی سنت ہے، بکر کہتا ہے کہ چار انگلی کے برابر فاصلہ ہونا چاہیے یہ ہی سنت ہے؟

فقط: والسلام
المستفتی: محمود عالم، مراد آباد

الجواب وبالله التوفيق: نماز میں قیام کی حالت میں دونوں کے درمیان چار انگشت کے بقدر جگہ رکھنا افضل ہے اور یہ خشوع کے زیادہ قریب ہے شامی میں ہے ''لأنه أقرب إلى

...... گذشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ......(۲) ولهذا صرح في الذخيرة والمجتبى بأنه إن سمى بين الفاتحة والسورة المقروئة سرا أو جهرا كان حسنا عند أبي حنيفة ورجحه المحقق ابن الهمام وتلميذه الحلبي......وقال في شرح المنية إنه الأحوط، لأن الأحاديث الصحيحة تدل على مواظبته عليه الصلاة والسلام عليها، جعله في الوهبانية قول الأكثرين أي بناء على قول الحلواني إن أكثر المشايخ على أنها من الفاتحة، فإذا كانت منها تجب مثلها لكن لم يسلم كونه قول الأكثر (قوله ضعفه فى البحر) حيث قال في سجود السهو: إن هذا كله مخالف لظاهر المذهب المذكور في المتون والشروح والفتاوى من أنها سنة لا واجب فلا يجب بتركها شيء. (ابن عابدين، رد المحتار، ''كتاب الصلاة: باب صفة الصلاة، مطلب قراء ة البسملة بين الفاتحة والسورة حسن'': ج۲،ص:۱۹۲،۱۹۳)

ثم يسمى سرا كما تقدم ويسمى كل من يقرأ في صلاته في كل ركعة سواء صلى فرضا أو نفلا قبل الفاتحة بأن يقول بسم الله الرحمن الرحيم وأما في الوضوء والذبيحة فلا يتقيد بخصوص البسملة بل كل ذكر له يكفي فقط فلا تسن التسمية بين الفاتحة والسورة ولا كراهة فيها وإن فعلها اتفاقا للسورة سواء جهر أو خافت بالسورة وغلط من قال لا يسمى إلا في الركعة الأولى. (حسن بن عمار، مراقي الفلاح، ''كتاب الصلاة: فصل في كيفية تركيب الصلاة'': ص:۱۳۷)

فائدة: يسن لمن قرأ سورة تامة أن يتعوذ ويسمى قبلها واختلف فيما إذا قرأ آية والأكثر على أنه يتعوذ فقط ذكره المؤلف في شرحه من باب الجمعة ثم أعلم أنه لا فرق فى الإتيان بالبسملة بين الصلاة الجهرية والسرية وفي حاشية المؤلف على الدرر واتفقوا على عدم الكراهة في ذكرها بين الفاتحة والسورة بل هو حسن سواء كانت الصلاة سرية أو جهرية. (أحمد بن محمد، حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، ''كتاب الصلاة: فصل في كيفية تركيب الصلاة'': ص:۱۷۴)

الخشوع"(۱) یہ افضلیت عام حالات میں ہے اگر کسی کو اس سے زیادہ فاصلہ رکھنے میں سکون ملے کہ کوئی موٹے جسم کا لحیم شحیم ہو تو اس کے لیے وہی افضل ہے، جس میں اس کو سکون حاصل ہو اور خشوع وخضوع پایا جا سکے۔(۲)

فقط: واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد احسان غفرلہ (۲۶/۱۱/۱۴۱۵ھ)

نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:

سید احمد علی سعید

مفتی اعظم دارالعلوم وقف دیوبند

شہادت کی انگلی اٹھانے کے بعد مٹھی کھولنا کیسا ہے؟

(۱۴۹) **سوال:** وقت شہادت انگشت اٹھتی ہے اس کے بعد مٹھی کھول دینی چاہئے، زید کا کہنا ہے کہ مٹھی بند رکھنا سنت ہے، بکر کا کہنا ہے کہ مٹھی کھول دینی چاہئے یہ دونوں باتیں کس کس کے نزدیک ہیں؟

فقط: والسلام

المستفتی: محمود عالم، مراد آباد

---

(۱) ابن عابدين، رد المحتار، "كتاب الصلاة: باب صفة الصلاة، بحث القيام": ج۲،ص:۱۳۱.

(۲) عن أبي عبيدة قال: مر ابن مسعود برجل صاف بين قدميه، فقال: أما هذا فقد أخطأ السنة، لو راوح بهما كان أحب إلي. (أخرجه عبد الرزاق الصنعاني في مصنفه، "كتاب الصلاة": ج۲،ص:۲۶۵،رقم:۳۳۰۶)

عن عيينة بن عبد الرحمن، قال: كنت مع أبي في المسجد، فرأى رجلاً صافاً بين قدميه، فقال: الزق إحداهما بالأخرى، لقد رأيت في هذا المسجد ثمانية عشر من أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم، ما رأيت أحداً منهم فعل هذا قط. (أخرجه مصنف ابن أبي شيبة، في مصنفه من كان راوح بين قدميه في الصلاة: ج۲،ص:۱۰۹،رقم:۷۰۶۳)

وقال الكمال: وينبغي أن يكون بين رجليه حالة القيام قدر أربع أصابع. (فخر الدين بن عثمان،تبيين الحقائق شرح كنز الدقائق وحاشية الشلبي، "كتاب الصلاة: باب صفة الصلاة": ج۱،ص:۱۱۴)

ويسن تفريج القدمين في القيام قدر أربع أصابع؛ لأنه أقرب إلى الخشوع. (حسن بن عمار،مراقي الفلاح شرح نور الإيضاح، "كتاب الصلاة": ص:۹۸)

وينبغي أن يكون بينهما مقدار أربع أصابع اليد؛ لأنه أقرب إلى الخشوع، هكذا روي عن أبي نصر الدبوسي إنه كان يفعله، كذا في الكبرى. (ابن عابدين، رد المحتار، "كتاب الصلاة: باب صفة الصلاة، بحث القيام": ج۲،ص:۱۳۱)

ويكره أن يلصق إحدى قدميه بالأخرى في حال قيامه؛ لما روي الأثرم، ......بقیہ حاشیہ آئندہ صفحہ پر......

الجواب وباللہ التوفیق: تشہد میں اثبات کے وقت انگلی اٹھانے کے بعد انگلیوں کا حلقہ بنایا جاتا ہے۔ آخر نماز تک اس کا باقی رکھنا افضل ہے اس کو کھولنے کا تذکرہ کسی کتاب میں نظر سے نہیں گذرا۔ شامی میں ہے ''أي حین الشهادة فیعقد عندها الخ''[1] لیکن اگر کوئی حلقہ کھول دے تو اس کو مطعون نہ کیا جائے اس لیے کہ یہ صرف افضلیت کی بات ہے۔

الجواب صحیح: فقط: واللہ اعلم بالصواب

سید احمد علی سعید **کتبہ:** محمد احسان غفرلہ (۱۴۱۵/۱۱/۲۶ھ)

مفتی اعظم دار العلوم وقف دیوبند نائب مفتی دار العلوم وقف دیوبند

تکبیر تحریمہ میں ہاتھ کہاں تک اٹھائیں؟

(۱۵۰) **سوال:** تکبیر تحریمہ میں ہاتھ کہاں تک اٹھائے جائیں زید کا کہنا ہے کہ مونڈھوں تک اٹھانا سنت ہے، بکر کا کہنا ہے کہ کانوں کے نرم گوشوں کو چھونا چاہئے نیز یہ بھی بتلائیں کہ عورتوں کو کہاں تک ہاتھ اٹھانے چاہئے؟ اور مردوں کو کہاں تک؟

فقط: والسلام

المستفتی: بدر عالم، سیتامڑھی

الجواب وباللہ التوفیق: تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھ اس طرح اٹھائیں کہ انگوٹھوں کے سرے کانوں کی لو سے ملے ہوئے ہوں اور عورت اس طرح اٹھائے کہ انگلیوں کے سرے کندھوں کے برابر ہوں، شامی میں ہے۔

''**ورفع یدیه ماسًا بإبهامیه شحمتي أذنیه هو المراد بالمحاذة**'' عورت کے متعلق

......گذشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ...... عن عیینة بن عبد الرحمن، قال: كنت مع أبي في المسجد، فرأى رجلاً يصلي، قد صف بين قدميه، وألزق إحداهما بالأخرى، فقال أبي: لقد أدركت في هذا المسجد ثمانية عشر رجلاً من أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم ما رأيت أحداً منهم فعل هذا قط. وكان ابن عمر لا يفرج بين قدميه ولا يمس إحداهما بالأخرى، ولكن بين ذلك، لا يقارب ولا يباعد. (ابن قدامة، المغني: ج۲، ص:۹)

(۱) ابن عابدین، رد المحتار، ''کتاب الصلاة: باب صفة الصلاة، مطلب في إطالة الركوع للجائي''، ج۲، ص:۲۱۸.

عن عبد الله بن الزبير أنه ذكر أن النبي صلى الله عليه وسلم كان يشير بأصبعه إذا دعا ولا يحركها. (أخرجه أبو داود، في سننه، ''كتاب الصلاة: تفريع أبواب الركوع والسجود باب: ......بقیہ حاشیہ آئندہ صفحہ پر......

''والمرأة ترفع بحيث يكون رؤوس أصابعها حذاء منكبيها''(۱)

الجواب صحیح: فقط: واللہ اعلم بالصواب

سید احمد علی سعید **کتبہ:** محمد احسان غفرلہ (۱۴۱۵/۱۱/۲۶ھ)

مفتی اعظم دارالعلوم وقف دیوبند نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

نماز میں ثناء پڑھنا سنت ہے یا مستحب؟

(۱۵۱) **سوال:** نماز میں ثنا کا پڑھنا سنت مؤکدہ ہے ایک مفتی کہتے ہیں کہ مستحب ہے فقہاء احناف کی طرف سے آپ مدلل تحریر فرمائیں؟

فقط: والسلام

المستفتی: محمد ابراہیم، سنت کبیر نگر

الجواب وباللہ التوفیق: نماز میں ثنا پڑھنا سنت غیر مؤکدہ ہے اور سنت غیر مؤکدہ کو لفظ مستحب سے بھی تعبیر کیا جا سکتا ہے، لہٰذا ان صاحب کے مستحب کہنے میں مضائقہ نہیں ہے۔(۲)

الجواب صحیح: فقط: واللہ اعلم بالصواب

سید احمد علی سعید **کتبہ:** محمد احسان غفرلہ (۱۴۱۵/۱۲/۱۲ھ)

مفتی اعظم دارالعلوم وقف دیوبند نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

......گذشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ...... الإشارة في التشهد'': ج۱،ص:۱۴۲،رقم:۹۹۰)

قال الطحطاوي في حاشية على مراقي الفلاح: قوله، وتسن الإشارة، أي من غير تحريك فإنه مكروه عندنا. (ظفر أحمد العثماني، إعلاء السنن: ج۳،ص:۱۱۲)

(۱) ابن عابدين، رد المحتار، ''كتاب الصلاة: باب صفة الصلاة، مطلب في حديث ''الأذان جزم'': ج۱،ص: ۴۸۲،۴۸۳.

وكيفيتها إذا أراد الدخول في الصلوة، كبر ورفع يديه حذاء أذنيه حتى يحاذي بإبهاميه شحمتي أذنيه وبرؤوس الأصابع فروع أذنيه، كذا في التبين. (جماعة من علماء الهند، الفتاوىٰ الهندية، ''كتاب الصلاة: الباب الرابع في صفة الصلاة، الفصل الثالث، في سنن الصلاة وآدابها وكيفيتها'': ج۱،ص:۱۳۰،زکریا دیوبند)

(۲) وأما سننها فكثيرة إلى أن قال ثم يقول: سبحانك اللهم وبحمدك وتبارك اسمك وتعالىٰ جدك ولا إله غيرك سواء كا إماماً أو مقتديا أو منفرداً. (الكاساني، بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع، ''كتاب الصلاة: فصل في سننها'': ج۱،ص:۴۶۴،۴۷۱،زکریا دیوبند)...... بقیہ حاشیہ آئندہ صفحہ پر......

عصر وعشاء کی شروع کی چار سنتوں کا حکم کیا ہے؟

(۱۵۲)**سوال:** عصر کی فرض سے پہلے چار سنت غیر مؤکدہ ہیں اور فرض عشاء سے پہلے بھی چار سنت غیر مؤکدہ ہیں اگر کوئی امام یا غیر امام قصداً نہیں پڑھتا تو کراہت ہوگی یا نہیں، کچھ لوگ نہ پڑھنے والوں سے زبردستی کر کے پڑھواتے ہیں، یہ کیسا ہے؟

فقط: والسلام

المستفتی: محمد سجاد علی، میرٹھ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: نماز عصر وعشاء سے قبل چار رکعت پڑھنا مستحب ہے جس کو سنت غیر مؤکدہ بھی کہا جاتا ہے ’’**ویستحب أربع قبل العصر وقبل العشاء**‘‘[۱] اور مستحب کا حکم یہ ہے کہ پڑھے تو ثواب ہوگا نہ پڑھے تو کوئی عقاب نہیں مصلی کو اختیار ہے، لہٰذا جو نہ پڑھے اس کو مطعون نہ کیا جائے۔[۲]

فقط: واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد احسان غفرلہ (۱۴۱۵/۱۲/۱۲ھ)

نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:

سید احمد علی سعید

مفتی اعظم دارالعلوم وقف دیوبند

☆☆☆

......گذشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ......وسننها رفع اليدين للتحريمة ونشر أصابعه وجهر الإمام بالتكبير والثناء التعوذ التسمية الخ. (جماعة من علماء الهند، الفتاوىٰ الهندية، ’’كتاب الصلاة: الباب الرابع في صفة الصلاة، الفصل الثالث في سنن الصلاة وآدابها وكيفيتهما‘‘: ج۱،ص:۱۳۰، زکریا دیوبند)

(۱) ابن عابدين، رد المحتار، ’’كتاب الصلاة: باب الوتر والنوافل، مطلب في السنن والنوافل‘‘: ج۲،ص:۴۵۲.

(۲) ندب الأربع قبل العصر والعشاء، وبعدها. (جماعة من علماء الهند، الفتاوىٰ الهندية، ’’كتاب الصلاة: الباب التاسع في النوافل‘‘: ج۱،ص:۱۷۲، زکریا دیوبند)

وندب أي استحب أربع ركعات قبل صلاة العصر لقوله عليه السلام: من صلى أربع ركعات قبل العصر لم تمسه النار......وندب أربع قبل العشاء لما روي عن عائشة رضي الله عنها أنه عليه السلام كان يصلي قبل العشاء أربعاً. (أحمد بن محمد، حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، ’’كتاب الصلاة: فصل في بيان النوافل‘‘: ص:۳۹۰، اشرفیہ دیوبند)

فصل سادس

نماز کے بعد اذکار کا بیان

نماز کے بعد دعاء میں منہ پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کلمہ طیبہ پڑھنا:

(۱۵۳) **سوال:** کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام: نماز کے بعد دعاء میں منہ پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کلمہ طیبہ پڑھنا اوراس کوضروری سمجھنا کیسا ہے؟

فقط: والسلام
المستفتی: خلیل احمد، ہریدوار

الجواب وباللہ التوفیق: دعا سے فارغ ہونے پر بہت سے کلمات احادیث میں منقول ہیں، ان کو پڑھ لیا جائے، اس میں کلمہ طیبہ بھی ہے اور ''سبحان ربك رب العزت عما يصفون، وسلام على المرسلين، والحمد لله رب العلمين'' ہے[1] اور ''برحمتك يا أرحم الراحمين'' بھی ہے، ان میں سے کسی کو ایسا لازم اور ضروری نہ سمجھنا چاہیے کہ اس کے سوا دوسرے کو ناجائز سمجھنے لگے؛ اس لیے جیسا بھی موقع اور اتفاق ہو، اس پر عمل کرلیا جائے اوران مذکورہ کلمات میں جو بھی یاد آجائے دعا کے ختم پر پڑھ لیا جائے، خواہ کلمہ طیبہ ہی ہو یا اور کوئی مذکورہ جملہ ہو۔[2]

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد عمران دیوبندی غفرلہ (۲۲/۵/۱۴۱۵ھ)
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:
سید احمد علی سعید
مفتی اعظم دارالعلوم وقف دیوبند

---

(۱) سورة الصافات: ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲.

(۲) آداب الدعاء مسح وجهه بيديه بعد فراغه. (ملا علي قاري، مرقاة المفاتيح، ''كتاب الدعوات، الفصل الثاني'': ج۵ص: ۱۲۶، رقم: ۲۲۴۳)

وعن السائب بن يزيد رضي الله عنه عن أبيه (أن النبي صلى الله عليه وسلم كان إذا دعا رفع يديه مسح وجهه بيديه روى البيهقي، الأحاديث الثلاثة في ''الدعوات الكبير. (ملا علي قاري، مرقاة المفاتيح، ''كتاب الدعوات: الفصل الثالث'': ج۵ص: ۱۳۲، رقم: ۲۲۵۵) (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

بعد نماز دعاء میں کلمہ طیبہ پڑھنا کیسا ہے؟

(۱۵۴) **سوال:** کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام: بعد نماز دعاء میں کلمہ طیبہ پڑھنا کیسا ہے؟ بعض لوگ اس کو ناجائز کہتے ہیں۔ ''بینوا وتوجروا''

فقط: والسلام
المستفتی: محمد ارشاد، سہارنپور

الجواب وباللہ التوفیق: کلمہ پڑھنا باعث ثواب اور باعث خیر وبرکت ہے، اور استحکام ایمان کی دلیل بھی ہے؛ نماز کے بعد دعا کے لیے متعدد اذکار ہیں، لیکن نماز کے بعد کلمہ پڑھنے کو لازم سمجھنا نہ ذات اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے اور نہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور نہ اکابر علماء سے ہے؛ اس لیے اگر ایسا کرلیا تو امر مباح ہے؛ لیکن ایسا کرنے کو لازم اور ضروری سمجھنا مناسب نہیں، اس کا خیال رکھیں۔ (۱)

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد عمران دیوبندی غفرلہ (۲۱/۴/۱۴۱۵ھ)
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:
سید احمد علی سعید
مفتی اعظم دارالعلوم وقف دیوبند

(پچھلے صفحہ کا حاشیہ) عن فضالة بن عبيد، قال: بينا رسول الله صلى الله عليه وسلم قاعد إذ دخل رجل فصلى فقال: اللهم اغفر لي وارحمني، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: عجلت أيها المصلي، إذا صليت فقعدت فاحمد الله بما هو أهله، وصل علي ثم أدعه. قال: ثم صلى رجل آخر بعد ذلك فحمد الله وصلى على النبي صلى الله عليه وسلم فقال له النبي صلى الله عليه وسلم: أيها المصلي أدع تجب. قال أبو عيسىٰ: وهذا حديث حسن، وقد رواه حيوة بن شريح، عن أبي هاني، وأبو هانئ اسمه: حميد بن هاني، وأبو علي الجنبي اسمه: عمرو بن مالك. (أخرجه الترمذي، في سننه، "أبواب الدعوات عن رسول الله صلى الله عليه وسلم، باب،": ج۲، ص: ۱۷۹، رقم: ۳۴۷۶)

الرابعة: يستحب للداعي أن يقول آخر دعائه كما قال أهل الجنة: وآخر دعواهم أن الحمد لله رب العالمين. (أبو عبد الله محمد بن أحمد القرطبي، الجامع لأحكام القرآن، ''سورة يونس: ۱۱'': ج۳، ص: ۴۸)

فصل في آداب الدعاء ...... وتقديم على صالح ...... والثناء على الله تعالىٰ والصلاة على نبيه أولا وآخرا. (تحفة الذاكرين للشوكاني على الحصن الحصين: ص: ۴۶، مکتبہ: طیبہ مدینہ منورہ)

(۱) عن ابن مسعود أنه أخرج جماعةً من المسجد يهللون ويصلون على النبي (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

تسبیح فاطمی کے وقت امام کا رخ پھیرنا:

(۱۵۵) سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مفتیان عظام: نماز فجر اور نماز عصر میں جو تسبیح فاطمی میں رخ بدل کر امام بیٹھتا ہے یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے یا نہیں؟

فقط: والسلام

المستفتی: محمد انصار، راجستھان

الجواب وباللہ التوفیق: اس میں دائیں بائیں یا مقتدیوں کی طرف منہ کر کے بیٹھنا سب صورتیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں۔[۱] جیسا بھی امام کو آسان ہو بیٹھ جایا کرے۔[۲]

”یستحب للإمام التحول لیمین القبلة یعني یسار المصلي لتنفل أو ورد وخیره في المنیة بین تحویله یمیناً وشمالاً وأماما وخلفا وذهابه لبیته واستقباله الناس بوجهه“[۳]

الجواب صحیح: فقط: واللہ اعلم بالصواب

سید احمد علی سعید **کتبہ:** محمد عمران دیوبندی غفرلہ (۱۲/۲۴:۱۴۱۳)

مفتی اعظم دار العلوم وقف دیوبند نائب مفتی دار العلوم وقف دیوبند

(پچھلے صفحہ کا حاشیہ) صلی اللہ علیه وسلم جهراً وقال لهم ”ما أراكم إلا مبتدعین“. (ابن عابدین، رد المحتار، ”کتاب الحظر والإباحة“ باب الإستبراء وغیره“: فصل في البیع، ج۹،ص:۵۷۰)

عن أبي الزبیر رضي اللہ عنه قال: کان ابن الزبیر یقول: في دبر کل صلاة حین یسلم (لا إله إلا اللہ وحده لا شریك له، له الملك وله الحمد وهو علی کل شيء قدیر، لا حول ولا قوة إلا باللہ، لا إله إلا اللہ، ولا نعبد إلا إیاه له النعمة وله الفضل، وله الثناء الحسن، لا إله إلا اللہ مخلصین له الدین ولو کره الکافرون) وقال: (کان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم یهلل بهن دبر کل صلاة). (أخرجه مسلم، في سننه، ”کتاب المساجد ومواضع الصلاة: باب استجاب الذکر بعد الصلاة وبیان صفته“: ج۱،ص:۲۱۸،رقم:۵۹۴)

(۱) عن أنس بن مالك، قال: أخَّرَ رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم الصلاة ذات لیلة إلی شطر اللیل، ثم خرج علینا، فلما صلی أقبل علینا بوجهه، فقال: إن الناس قد صلوا ورقدوا، وإنکم لن تزالوا في صلاة ما انتظرتم الصلاة، (أخرجه البخاري، في صحیحه، ”کتاب الأذان: باب یستقبل الإمام الناس إذ سلّم“: ج۱،ص:۱۱۷، رقم:۸۴۷)

(۲) و یستحب أن یستقبل بعده أي بعد التطوع وعقب الفرض إن لم یکن بعده نافلة یستقبل الناس إن شاء إن لم یکن في مقابلة مصل لما في الصحیحین کان النبي صلی اللہ علیه وسلم (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

نماز کے بعد انگلیوں کو چومنا اور آنکھوں پر پھیرنا:

(۱۵۶) **سوال:** ہماری مسجد کے امام صاحب ہر نماز کے بعد ہاتھوں کی انگلیاں چومتے ہیں پھر آنکھوں سے لگاتے ہیں ان کا یہ عمل کیسا ہے؟ کہتے ہیں کہ میں درود شریف پڑھتا ہوں اور اس کی تعظیم کے لیے چومتا ہوں اسی طرح کچھ پڑھ کر انگوٹھے پر دم کر کے آنکھوں پر پھیرتے ہیں۔

فقط: والسلام

المستفتی: محمد یٰسین، ہاپوڑ

الجواب وباللہ التوفیق: درود شریف کی تعظیم اولیٰ ہے، تعظیم اس کے پڑھنے ہی میں ہے، جو کہ خلوص قلب سے پڑھا جاتا ہے[1] امام صاحب کا طریقہ نو ایجاد اور بدعت ہی میں شمار ہوگا،[2] البتہ بعض لوگ عمل کے طور پر ایسا کرتے ہیں ﴿فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۝١٣٧﴾ یا ''یا نور'' ۱۱؍مرتبہ پڑھ کر انگلی اور انگوٹھے پر دم کر کے آنکھوں پر پھیرتے ہیں، آنکھوں کی روشنی وحفاظت کے لیے یہ عمل پڑھا جاتا ہے فرض رکعات کا سلام پھیر کر اور یہ عمل جائز ہے۔[3]

فقط: واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: سید احمد علی سعید (۱۲/۱۳: ۱۴۱۳ھ)

مفتی اعظم دارالعلوم وقف دیوبند

(پچھلے صفحہ کا حاشیہ) إذا صلى أقبل علينا بوجهه وإن شاء الإمام انحرف عن يساره وجعل القبلة عن يمينه وإن شاء انحرف عن يمينه وجعل القبلة عن يساره وهذا أولىٰ لما في مسلم: كنا إذا صلينا خلف رسول الله أحببنا أن نكون عن يمينه حتى يقبل علينا بوجهه. (حسن بن عمار، مراقي الفلاح شرح نور الإيضاح، ''كتاب الصلاة: فصل في الأذكار الواردة بعد الفرض'': ص: ۱۱۷)

(۳) ابن عابدين، رد المحتار، ''كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، مطلب فيما لو زاد على العدد في التسبيح عقب الصلاة'': ج ۲، ص: ۲۴۸، مکتبہ: زکریا دیوبند۔

(۱) ﴿إِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ۚ يٰٓأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۝﴾ (سورة الأحزاب: ۵۶)

(۲) مسح العينين بباطن أنملتي السبابتين بعد تقبيلهما عند سماع قول المؤذن أشهد أن محمدا رسول الله، مع قوله: أشهد أن محمدا عبده ورسوله، رضيت بالله ربا، وبالإسلام دينا، وبمحمد صلى الله عليه وسلم نبيا، ذكره الديلمي في الفردوس من حديث أبي بكر الصديق رضي الله عنه أنه لما سمع قول المؤذن أشهد أن محمد رسول الله قال هذا، وقبل باطن الأنملتين السبابتين ومسح عينيه، فقال (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

فرض کے بعد دعاء کئے بغیر مسجد سے چلے جانا:

(۱۵۷) **سوال:** کیا فرماتے ہیں علماء کرام مفتیان عظام: عصر کی نماز یا فجر کی نماز میں امام کے سلام پھیرتے ہی بعض لوگ امام کی دعاء سے پہلے ہی چلے جاتے ہیں یہ عمل کیسا ہے؟

فقط: والسلام
المستفتی: محمد اسرائیل، ہردوئی

الجواب وباللہ التوفیق: فرض نماز کے بعد کا وقت خاص طور پر دعاؤں کی قبولیت کا وقت ہے؛ اس لیے فرض نماز کے بعد دعاء کرنی چاہیے؛ لیکن دعاء ضروری نہیں ہے؛ اس لیے اگر کوئی دعا کئے بغیر اٹھ کر چلا جائے، تو اس پر اعتراض ولعن وطعن نہ کیا جائے؛ تاہم دعاء مانگے بغیر چلے جانے کی عادت بنالینا اچھا نہیں ہے۔[۱]

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد احسان غفرلہ (۶/۵/۱۴۱۸ھ)
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:
خورشید عالم غفرلہ
مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

(پچھلے صفحہ کا حاشیہ) صلى الله عليه وسلم: من فعل مثل ما فعل خليلي فقد حلت عليه شفاعتي، ولا يصح. وكذا ما أورده أبو العباس أحمد ابن أبي بكر الرداد اليماني المتصوف في كتابه ”موجبات الرحمة وعزائم المغفرة“ بسند فيه مجاهيل مع انقطاعه. (شمس الدين أبو الخير محمد بن عبد الرحمن، المقاصد الحسنه، ”حرف الميم“: ج۱، ص:۶۰۵)

(۳) ﴿فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللّٰهُ ج وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴾ فقال نافع بصرت عيني بالدم على هذه الآية وقد قدم. (ابن كثير، تفسير ابن كثير ”البقرة: ۱۳۷“ ج۱، ص:۳۳۴)

(۱) عن أنس رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم أنه قال: ما من عبد بسط كفيه في دبر كل صلاة ثم يقول: اللهم إلهي وإله إبراهيم وإسحاق ويعقوب وإله جبريل وميكائيل وإسرافيل أسألك أن تستجيب دعوتي فإني مضطر وتعصمني في ديني فإني مبتلى وتنالني برحمتك فإني مذنب وتنفي عني الفقر فإني متمسكن إلا كان حقا على الله عز وجل أن لا يرد يديه خائبتين. (محمد عبد الرحمن، تحفة الأحوذي، ”كتاب الصلاة: باب مايقول الرجل إذا سلم من الصلاة“: ج۱، ص:۱۷۱)

قال الطيبي: وفيه أن من أصر على أمر مندوب، وجعله عزما، ولم يعمل بالرخصة فقد أصاب منه الشيطان من الإضلال فكيف من أصر على بدعة أو منكر؟ وجاء في حديث ابن مسعود: ”إن الله -عز وجل- يحب أن تؤتى رخصه كما يحب أن تؤتى عزائمه“ اهـ. (ملا علي قاري، مرقاة المفاتيح شرح مشكوة المصابيح، ”كتاب الصلاة: باب الدعاء في التشهد“: ج۳، ص:۲۶، رقم:۹۴۶)

جماعت کے بعد دعائے ثانیہ درست ہے یا نہیں؟

(۱۵۸)**سوال:** جماعت کے بعد دعاء ثانیہ جائز ہے یا نہیں؟ جیسا کہ بعض جگہ رواج ہے کہ سنتوں سے فارغ ہوکر امام دعاء ثانیہ کراتے ہیں جو امام ایسا کرتا ہے اس کی امامت کا کیا حکم ہے؟

فقط: والسلام
المستفتی: ظفر احمد، کشمیر

الجواب وباللہ التوفیق: کسی بھی نماز کے بعد دعاء باعث قبولیت ہے؛ لیکن سنن یا خطبہ عید کے بعد اس طرح دعا ثابت نہیں، اس لیے اس کا التزام کرنا اور نہ کرنے والے کو ملامت کرنا درست نہیں ہے، ہاں اگر اتفاقاً کوئی دعاء کرے خواہ سب مل کر کریں اور اس کو لازم یا شرعاً ضروری نہ سمجھیں تو اس میں بھی مضائقہ نہیں الحاصل التزام درست نہیں ہے۔(۱)

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد احسان غفرلہ (۱۴۱۸:۵/۵ھ)
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:
خورشید عالم غفرلہ
مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

---

(۱)لأن الشارع إذا لم يعين عليه شيئاً تيسيراً عليه كره له أن يعين. (ابن عابدين، رد المحتار،''كتاب الصلاة: باب صفة الصلاة:مطلب : السنة تكون سنة عين وسنة كفاية'':ج۲،ص:۲۶۵،زکریا دیوبند)

ورحم الله طائفة من المبتدعة في بعض أقطار الهند حيث واظبوا على أن الإمام ومن معه يقومون بعد المكتوبة بعد قرائتهم اللهم أنت السلام ومنك السلام الخ ثم إذا فرغوا من فعل السنن والنوافل يدعوا الإمام عقب الفاتحة جهراً بدعاء مرةً ثانية والمقتدون يؤمنون على ذلك وقد جرى العمل منهم بذلك على سبيل الالتزام والدوام حتى أن بعض العوام اعتقدوا أن الدعاء بعد السنن والنوافل باجتماع الإمام والمأمومين ضروري واجب حتى أنهم إذا وجدوا من الإمام تاخيراً لأجل اشتغاله بطويل السنن والنوافل اعترضوا عليه قائلين:نحن منتظرون للدعاء ثانياً وهو يطيل صلاته وحتى أن متولي المساجد يجبرون الإمام الموظف على ترويج هذا الدعاء المذكور بعد السنن والنوافل على سبيل الالتزام،ومن لم يرض بذلك يعزلونه عن الإمامة ويطعنونه ولا يصلون خلف من لا يصنع بمثل صنيعهم،وأيم الله! أن هذا أمر محدث في الدين......وأيضاً ففي ذلك من الحرج ما لايخفى وأيضاً فقد منا أن المندوب ينقلب مكروهاً إذا رفع عن رتبته لأن التيمن مستحب في كل شيء من أمور العبادات لكن لما خشي ابن مسعود أن يعتقدوا وجوبه أشار إلى كراهته فكيف بمن أصر على بدعة أو منكر؟......كان ذلك بدعة في الدين محرمة. (ظفر أحمد العثماني، إعلاء السنن:ج۳،ص:۲۰۵)

فرض نماز کے بعد کی مسنون دعاء:

(۱۵۹) **سوال:** کیا فرماتے ہیں علماء کرام مفتیان عظام: فرض نماز کے سلام کے بعد ''اللھم أنت السلام الخ'' پڑھنا ہی مسنون ہے یا اس کی جگہ اور کوئی دعاء بھی پڑھی جا سکتی ہے؟ ایک شخص کہتا ہے کہ ''اللھم أنت السلام الخ'' سے ہی سنت ادا ہوگی دوسری دعاء سے سنت ادا نہ ہوگی؟

فقط: والسلام

المستفتی: مولوی محمد عابد، ہریدوار

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بے شک فرائض کے بعد ''اللّٰھم أنت السلام الخ'' والی دعاء مسنون ہے؛ اس لیے اکثر اسی کو پڑھا جاتا ہے، لیکن دوسری دعاء یا درود شریف پڑھنے سے؛ بلکہ اس قدر خاموش بیٹھنے سے بھی سنت ادا ہو جاتی ہے، لہٰذا کسی دوسری دعاء کو خلاف سنت کہنا صحیح نہیں ہے۔[۱]

فقط: واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد احسان غفرلہ (۱۴۱۸/۱/۳۰ھ)

نائب مفتی دار العلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:

خورشید عالم غفرلہ

مفتی دار العلوم وقف دیوبند

---

(۱) عن ثوبان رضي الله عنه قال: كان رسول الله صلى الله عليه إذا انصرف من صلاته استغفر ثلاثا وقال: اللهم أنت السلام ومنك السلام تبارك ذو الجلال والإكرام، قال الوليد: فقلت للأوزاعي: كيف الاستغفار؟ قال تقول استغفر الله، استغفر الله. (أخرجه مسلم، في صحيحه، ''كتاب المساجد ومواضع الصلاة: باب استحباب الذكر بعد الصلاة وبيان صفته'': ج۱، ص: ۲۱۸، رقم: ۵۹۱)

عن كعب بن عجرة عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: معقباتٌ لا يخيب قائلهن، أو فاعلهن، دبر كل صلاة مكتوبة ثلاثٌ وثلاثون تسبيحة، ثلاث وثلاثون تحميدة وأربعٌ وثلاثون تكبيرة. (أخرجه مسلم في صحيحه، ''كتاب المساجد ومواضع الصلاة: باب استحباب الذكر بعد الصلاة وبيان صفته'': ج۱، ص: ۲۱۸، رقم: ۵۹۶)

عن أبي هريرة رضي الله عنه عن رسول الله صلى الله عليه وسلم من سبح الله في دبر كل صلاة ثلاث وثلاثين وحمد الله ثلاث وثلاثين وكبر الله ثلاث وثلاثين فتلك تسعة وتسعون، وقال تمام المأة لا إله إلا الله وحده لا شريك له له الملك وله الحمد وهو على كل شيء قدير غفرت خطاياه وإن كانت مثل زبد البحر. (أخرجه مسلم في صحيحه، ''كتاب المساجد ومواضع الصلاة: باب استحباب الذكر بعد الصلاة وبيان صفته'': ج۱، ص: ۲۱۸، رقم: ۵۹۷)

تسبیح فاطمی کے وقت مقتدیوں کا آگے پیچھے ہونا:

(۱۶۰)**سوال:** عصر اور فجر کی نماز کے بعد امام صاحب مقتدیوں کی طرف منہ کر کے بیٹھ جاتے ہیں اور تسبیح فاطمی پڑھتے ہیں اور کچھ مقتدیوں میں سے صف سے آگے پیچھے نکل کر بیٹھ جاتے ہیں، کچھ لوگ کہتے ہیں کہ صف سے آگے پیچھے نکل کر بیٹھنا منافقوں کا عمل ہے ان کا یہ کہنا درست ہے یا غلط ہے؟

فقط: والسلام
المستفتی: محمد لقمان کاظمی، راجو پوری

الجواب وباللہ التوفیق: صورت مسئولہ میں نماز پوری ہو جانے کے بعد اتفاقاً دو چار آدمیوں کا صف سے الگ یا تھوڑا ہٹ کر تسبیح پڑھنے والوں کو منافق کہنا درست نہیں تسبیح کے دوران صف سے تھوڑا آگے پیچھے ہو جانے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔[1]

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد احسان غفرلہ (۱۱/۱/۱۴۱۸ھ)
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:
خورشید عالم غفرلہ
مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

---

(۱)عن أنس بن مالك،قال:أخَّرَ رسول الله صلى الله عليه وسلم الصلاة ذات ليلة إلى شطر الليل،ثم خرج علينا،فلما صلى أقبل علينا بوجهه،فقال:إن الناس قد صلوا ورقدوا، وإنكم لن تزالوا في صلاة ما انتظرتم الصلاة، (أخرجه البخاري،في صحيحه، "كتاب الأذان، باب يستقبل الإمام الناس إذ سلّم": ج۱،ص:۱۱۷،رقم:۸۴۷:)

يستحب للإمام التحول ليمين القبلة يعني يسار المصلي لتنفل أو وردٍ. وخيره في المنية بين تحويله يمينا وشمالا وأماما وخلفا وذهابه لبيته، واستقباله الناس بوجهه. (ابن عابدين،در المحتار، "كتاب الصلاة: باب صفة الصلاة، مطلب فيما لو زاد على العدد في التسبيح عقب الصلاة": ج۲،ص:۲۴۸)

و يستحب أن يستقبل بعده أي بعد التطوع وعقب الفرض إن لم يكن بعده نافلة يستقبل الناس إن شاء أن لم يكن في مقابلة مصل لما في الصحيحين كان النبي صلى الله عليه وسلم إذا صلى أقبل علينا بوجهه وإن شاء الإمام انحرف عن يساره وجعل القبلة عن يمينه وإن شاء انحرف عن يمينه وجعل القبلة عن يساره وهذا أولىٰ لما في مسلم: كنا إذا صلينا خلف رسول الله أحببنا أن نكون عن يمينه حتى يقبل علينا بوجهه. (حسن بن عمار،مراقي الفلاح شرح نور الإيضاح، "كتاب الصلاة: فصل في الأذكار الواردة بعد الفرض": ص:۱۱۷)

کیا مقتدی پر امام کی اقتداء دعا میں بھی ضروری ہے؟

(۱۶۱) **سوال:** کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام: مقتدی پر امام کی اقتداء کب تک ہے، صرف نماز میں یا دعا میں بھی؟ بہت سے لوگ دعا میں بھی امام کی اقتداء کو ضروری سمجھتے ہیں اس لیے جب امام دعا شروع کرے تو ہاتھ اٹھاتے ہیں اور جب امام دعا ختم کرتے ہیں تو مقتدی بھی دعا ختم کرتے ہیں، ایسا کرنا درست ہے یا نہیں؟

فقط: والسلام

المستفتی: عبد الکریم، امام مسجد قیام پور

الجواب وباللہ التوفیق: نماز کی اقتداء تکبیر تحریمہ سے شروع ہو کر سلام تک ہے۔ سلام کے بعد امام اور اقتداء کا تعلق ختم ہو جاتا ہے، دعا میں اقتداء ضروری نہیں ہے، نماز کے بعد دعا کرنا احادیث سے ثابت ہے اور یہ وقت دعا کی قبولیت کا ہے، اس لیے دعا کا اہتمام ہونا چاہئے اور جب سب ہی لوگ کریں گے تو اجتماعی صورت پیدا ہو جائے گی، اس میں کوئی مضائقہ نہیں؛ لیکن یہ نماز والی اقتداء نہیں ہے نہ ہی اس کو لازم سمجھنا درست ہے۔[1]

"عن معاذ بن جبل أن رسول الله صلى الله عليه وسلم أخذ بيده وقال يا معاذ والله أني لأحبك فقال: أوصيك يا معاذ لا تدعن في دبر كل صلاة تقول: اللهم أعني على ذكرك وشكرك وحسن عبادتك"[2]

فقط: واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: امانت علی قاسمی

نائب مفتی دار العلوم وقف دیوبند

(۶/۱۶: ۱۴۴۳ھ)

الجواب صحیح:

محمد احسان قاسمی، محمد عارف قاسمی، محمد عمران گنگوہی

محمد اسعد جلال قاسمی، محمد حسنین ارشد قاسمی

مفتیان دار العلوم وقف دیوبند

---

(۱) عن علي رضي الله عنه: عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: مفتاح الصلاة الطهور وتحريمها التكبير وتحليلها التسليم، قال أبو عيسىٰ هذا الحديث أصح شيء في هذا الباب. (أخرجه الترمذي في سننه، "أبواب الطهارة عن رسول الله صلى الله عليه وسلم، باب ما جاء أن مفتاح الصلاة الطهور": ج۱ص:۵، رقم:۳) (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

جہری نمازوں میں کتنی دیر دعا کرے؟

(۱۶۲)**سوال:** کیا فرماتے ہیں علماء کرام مفتیان عظام: جہری فرض نمازوں میں امام کتنی دیر دعا کرے؟

فقط: والسلام

المستفتی: عبدالکریم، امام مسجد قیام پور

الجواب وباللہ التوفیق: جس طرح نماز میں امام کو چاہئے کہ مقتدیوں کے حالات کے پیش نظر ہلکی نماز پڑھائے اسی طرح دعا میں بھی مقتدیوں کے حالات کو سامنے رکھے اور درمیانی طریقہ کار اختیار کرے نہ بہت وقت دعا میں لگائے اور نہ بہت ہی کم۔ جن نمازوں کے بعد سنتیں ہیں ان میں سلام کے بعد مختصر دعا کر کے سنتوں میں مشغول ہو جانا چاہئے؛ البتہ سنتوں کے بعد انفرادی طور پر دیر تک دعا مانگنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔(۱)

فقط: واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد عمران دیوبندی غفرلہ (۲/۳/۱۴۰۸ھ)
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:
سید احمد علی سعید
مفتی اعظم دارالعلوم وقف دیوبند

سنن ونوافل کے بعد اجتماعی دعا کرنا:

(۱۶۳)**سوال:** کیا فرماتے ہیں علماء کرام مفتیان عظام: بہت سی مساجد میں نوافل وسنن

(پچھلے صفحہ کا حاشیہ) عن المغيرة بن شعبة رضي الله عنهما أن النبي صلى الله عليه وسلم كان يقول:في دبر كل صلاة مكتوبة: لا إله إلا الله وحده لا شريك له، له الملك، وله الحمد، وهو على كل شيء قدير. (أخرجه البخاري،في صحيحه،"كتاب الأذان: باب الذكر بعد الصلاة": ج۱،ص:۱۱۶،رقم:۸۴۴)

(۲) أخرجه أبو داود في سننه،"كتاب الصلاة، باب في الاستغفار": ج۱،ص:۲۱۳،رقم:۱۵۵۲.

(۱)فإن كان بعدها أى بعد المكتوبة تطوع يقوم إلى التطوع بلا فصل إلا مقدار ما يقول: اللهم أنت السلام ومنك السلام تباركت يا ذ الجلال والإكرام، ويكره تاخير السنة عن حال أداء الفريضة بأكثر من نحو ذلك القدر، وقد يوفق بأن تحمل الكراهة على كراهة التنزيه، ومراد الحلواني عدم الإسائة ولو فعل لا بأس به ولا تسقط السنة بذلك حتى إذا صلاها بعد الأوراد تقع سنة موداة لا على وجه السنة، فالحاصل: أن المستحب فى حق الكل وصل السنة بالمكتوبة من غير تاخير إلا أن الاستحباب في حق الإمام أشد حتى يؤدي تاخيره إلى كراهة لحديث عائشة بخلاف المقتدي، (والمنفرد الخ). (إبراهيم الحلبي،غنية المستملي:ص:۳۴۱-۳۴۴،مکتبہ:الاشرفیہ دیوبند)

کے بعد امام ومقتدی اجتماعی دعا کرتے ہیں، یہ کیسا ہے؟

فقط: والسلام
المستفتی: محمد اشفاق، دیوبند

الجواب وباللہ التوفیق: فرائض کے بعد دعاء سے فارغ ہو کر مقتدیوں کو متفرق ہو جانا چاہئے، سنن ونوافل کے بعد اجتماعی دعا کا التزام ثابت نہیں ہے، کیوں کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اکثر وبیشتر سنتیں گھر جا کر اداء فرماتے تھے؛ لہٰذا سنن ونوافل کے بعد اجتماعی دعا سے اجتناب کیا جائے۔

''قیل لرسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم أي الدعاء أسمع؟ قال جوف اللیل الآخر ودبر الصلوٰت المکتوبة[۱]، قال: کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یطیل القرأة في الرکعتین بعد المغرب حتی یتفرق أھل المسجد''[۲]

الجواب صحیح:	فقط: واللہ اعلم بالصواب
خورشید عالم غفرلہ	**کتبہ:** محمد عارف قاسمی (۱۲/۴/۱۴۲۰ھ)
مفتی دارالعلوم وقف دیوبند	نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

دعا کے وقت ہاتھ کیسے رکھے جائیں؟

(۱۶۴) **سوال:** کیا فرماتے ہیں علماء کرام مفتیان عظام: نماز کے بعد دعا مانگنے کے وقت ہاتھ کھلے رکھے جائیں یا ملا کر رکھے جائیں بغل کھلی رکھیں یا بند رکھیں ایسے ہی کہنیاں پہلو سے علیحدہ رکھیں یا ملا کر رکھیں؟

فقط: والسلام
المستفتی: نعیم الدین، بجنور

---

(۱) أخرجه الترمذي، في سننه، أبواب الدعوات، باب،: ج۱،ص: ۲۸۰،رقم: ۳۴۹۹.

(۲) أخرجه أبوداود في سننه، ''کتاب الصلاة: باب تفریع أبواب التطوع ورکعات السنة، باب رکعتي المغرب أین تصلیان'': ج۱،ص: ۱۸۴،رقم: ۱۳۰۱.

الجواب وباللہ التوفیق: دعا کے آداب میں سے یہ ہے کہ دونوں ہاتھ سینہ تک اٹھائیں اور دونوں ہاتھوں کے درمیان قدرے فاصلہ رکھیں۔(۱)

فقط: واللہ اعلم بالصواب

الجواب صحیح:

کتبہ: محمد احسان غفرلہ (۱۷/۱۱/۱۴۱۸ھ)

خورشید عالم غفرلہ

نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

فجر وعصر کے بعد امام کا رخ پھیر کر بیٹھنا:

(۱۶۵) **سوال:** کیا فرماتے ہیں علماء کرام مفتیان کرام: نماز فجر وعصر میں امام قبلہ سے رخ بدل کر بیٹھتا ہے، تو اس میں سنت طریقہ کیا ہے؟

فقط: والسلام

المستفتی: محمد اسحاق، مرادنگر

الجواب وباللہ التوفیق: تینوں صورتیں (دائیں بائیں اور پشت قبلہ رخ کر کے بیٹھنا) جائز ہیں، البتہ دائیں بائیں رخ کرنا اولیٰ ہے۔(۲)

فقط: واللہ اعلم بالصواب

الجواب صحیح:

کتبہ: محمد احسان غفرلہ (۲/۲۸: ۱۴۲۰ھ)

خورشید عالم غفرلہ

نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

---

(۱) عن ابن عباس رضي اللّٰہ عنہ قال: المسألة أن ترفع یدیك حذو منکبیك أو نحوهما. (أخرجه أبوداود، في سننه، "کتاب الصلاة، باب الدعاء": ج۱، ص:۲۰۹، رقم:۱۴۸۹)

عن عمر بن الخطاب رضي اللّٰہ عنہ قال: کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم إذا رفع یدیه في الدعاء لم یحطهما حتی یمسح بهما وجهه. (أخرجه الترمذي في سننه، "أبواب الدعوات عن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم، باب ما جاء في رفع الیدین عند الدعاء": ج۲، ص:۴۶۳، رقم:۳۳۸۶)

فیبسط یدیه حذاء صدره نحو السماء لأنها قبله ویکون بینهما فرجة. (ابن عابدین، رد المحتار، "کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، مطلب في إطالة الرکوع للجائي": ج۲، ص:۲۱۵)

(۲) عن أنس بن مالك، قال: أخَّرَ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم الصلاة ذات لیلة إلی شطر اللیل، ثم خرج علینا، فلما صلی أقبل علینا بوجهه، فقال: إن الناس قد صلوا ورقدوا، (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

نماز کے بعد امام کا مقتدیوں کی طرف رخ کرنے کا حکم:

(۱۶۶) **سوال:** حضرت مفتی صاحب! سلام مسنون: مسئلہ دریافت کرنا ہے کہ عصر اور فجر کی نماز کے بعد امام کا مقتدیوں کی طرف رخ کر کے بیٹھنا کیسا ہے؟ دائیں طرف بیٹھنا چاہئے یا بائیں طرف یا مقتدیوں کی طرف؟ براہ کرم اس کی رہنمائی فرمائیں۔

فقط: والسلام

المستفتی: محمد جاوید علی، مرادنگر، یوپی

الجواب و باللہ التوفیق: صورت مسئولہ میں عصر اور فجر کی نماز کے بعد رخ پھیر کر بیٹھنا جائز ہے اور یہ حدیث سے ثابت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز پڑھ لیتے تھے تو اپنا رخِ انور مقتدیوں کی طرف کرلیا کرتے تھے۔ تاہم دائیں طرف رخ کر کے بیٹھنا اولیٰ اور افضل ہے مگر اس پر مداومت نہ کی جائے کبھی دائیں طرف اور کبھی بائیں طرف مڑ کر امام کو بیٹھنا چاہئے تاکہ عوام دائیں رخ کر کے بیٹھنے کو ضروری نہ سمجھ لیں ایسے ہی اگر کوئی مقتدی نماز نہ پڑھ رہا ہو تو اس صورت میں مقتدیوں کی طرف رخ کر کے بیٹھنا بھی جائز ہے۔

”عن سمرة بن جندب، قال: كان النبي صلى الله عليه وسلم إذا صلى صلاة

(پچھلے صفحہ کا حاشیہ) وإنكم لن تزالوا في صلاة ما انتظرتم الصلاة، (أخرجه البخاري في صحيحه، ”كتاب الأذان: باب يستقبل الإمام الناس إذ اسلم“: ج۱،ص:۱۱۷، رقم:۸۴۷)

يستحب للإمام التحول ليمين القبلة يعني يسار المصلي لتنفل أو ورد. وخيره في المنية بين تحويله يميناً وشمالاً وأمامًا وخلفاً وذهابه لبيته، واستقباله الناس بوجهه. (الحصكفي، الدر المختار، ”كتاب الصلاة: باب صفة الصلاة، مطلب فيما زاد على العدد في التسبيح عقب الصلاة“: ج۲،ص:۲۴۸)

و يستحب ”أن يستقبل بعده“ أي بعد التطوع وعقب الفرض إن لم يكن بعده نافلة يستقبل ”الناس“ إن شاء إن لم يكن في مقابلة مصل لما في الصحيحين كان النبي صلى الله عليه وسلم إذا صلى أقبل علينا بوجهه وإن شاء الإمام انحرف عن يساره وجعل القبلة عن يمينه وإن شاء انحرف عن يمينه وجعل القبلة عن يساره وهذا أولىٰ لما في مسلم: كنا إذا صلينا خلف رسول الله أحببنا أن نكون عن يمينه حتى يقبل علينا بوجهه. (حسن بن عمار، مراقي الفلاح شرح نور الإيضاح، ”كتاب الصلاة: فصل في الأذكار الواردة بعد الفرض“: ج۱،ص:۱۱۷)

أقبل علينا بوجهه"[۱]

"عن البراء قال: كنا إذا صلّينا خلف رسول الله صلى الله عليه وسلم أحببنا أن نكون عن يمينه؛ يقبل علينا بوجهه. قال: فسمعته يقول: "ربّ قني عذابك يوم تبعث أو تجمع عبادك"[۲]

"وعقب الفرض إن لم يكن بعده نافلة يستقبل (الناس) إن شاء إن لم يكن في مقابلة مصل؛ لما في الصحيحين كان النبي صلى الله عليه وسلم إذا صلى أقبل علينا بوجهه، وإن شاء الإمام انحرف عن يساره جعل القبلة عن يمينه وإن شاء انحرف عن يمينه وجعل القبلة عن يساره، وهذا أولىٰ؛ لما في مسلم: كنا إذا صلّينا خلف رسول الله صلى الله عليه وسلم أحببنا أن نكون عن يمينه حتى يقبل علينا بوجهه......الخ"[۳]

"و يستحب أن يستقبل بعده أي بعد التطوع وعقب الفرض إن لم يكن بعده نافلة يستقبل الناس إن شاء إن لم يكن في مقابلة مصل لما في الصحيحين كان النبي صلى الله عليه وسلم إذا صلى أقبل علينا بوجهه وإن شاء الإمام انحرف عن يساره وجعل القبلة عن يمينه وإن شاء انحرف عن يمينه وجعل القبلة عن يساره وهذا أولىٰ لما في مسلم: كنا إذا صلينا خلف رسول الله أحببنا أن نكون عن يمينه حتى يقبل علينا بوجهه"[۴]

فقط: واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد حسنین ارشد قاسمی

نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

(۱۷/۷/۱۴۴۳ھ)

الجواب صحیح:

محمد احسان قاسمی، محمد عارف قاسمی، امانت علی قاسمی

محمد اسعد جلال قاسمی، محمد عمران گنگوہی

مفتیان دارالعلوم وقف دیوبند

(۱) عن أنس بن مالك، قال: أخّرَ رسول الله صلى الله عليه وسلم الصلاة ذات ليلة إلى شطر الليل، ثم خرج علينا، فلما صلى أقبل علينا بوجهه، فقال: إن الناس قد صلوا ورقدوا، وإنكم لن تزالوا في صلاة ما انتظرتم الصلاة، (أخرجه البخاري، في صحيحه، "كتاب الأذان: باب يستقبل الإمام الناس إذ ا سلم": ج۱، ص: ۱۱۷، رقم: ۸۴۷) (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

کس نماز کے بعد دعا طویل اور کس نماز کے بعد مختصر ہونی چاہئے؟

(۱۶۷)**سوال:** کیا فرماتے ہیں علماء کرام مفتیان عظام: کس نماز کے بعد دعا طویل اور کس نماز کے بعد مختصر ہونی چاہیے؟

فقط: والسلام
المستفتی: مولانا اکرام احمد، کاس گنج، ایٹہ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: فجر اور عصر کی نماز کے بعد چوں کہ نفل وسنت نماز نہیں ہے اس لیے کمزور، بیمار اور کام کاج والے مصلیوں کی رعایت کر کے قدرے طویل دعا کی گنجائش ہے اور ظہر، مغرب، عشاء جن نمازوں کے بعد سنت ونوافل ہیں ان میں معمولی درجہ کی دعاء مانگنی چاہیے۔
اور چوں کہ نماز جمعہ کے بعد بھی سنتیں ہیں، لہٰذا مختصر دعا کرنی چاہیے فیض الباري شرح بخاري میں اسی طرح منقول ہے۔(۱)

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد احسان غفرلہ (۱۲/۸/۱۴۱۸ھ)
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:
خورشید عالم غفرلہ
مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

(پچھلے صفحہ کا حاشیہ) (۲) أخرجه مسلم، في صحيحه، ''كتاب الصلاة: باب استحباب يمين الإمام'': ج۱،ص: ۲۴۷، رقم: ۷۰۹.

(۳) حسن بن عمار، مراقي الفلاح مع الطحطاوی، ''كتاب الصلاة، فصل في الأذكار الواردة بعد الفرض'': ص: ۱۱۷.

(۴) أيضاً: ص: ۱۱۸.

(۱) وفي الحجة الإمام إذا فرغ من الظهر والمغرب والعشاء يشرع في السنة ولا يشتغل بأدعية طويلة، كذا في التتارخانية. (جماعة من علماء الهند، الفتاویٰ الهندية، ''كتاب الصلاة: الباب الرابع في صفة الصلاة، الفصل الثالث: في سنن الصلاة وآدابها وكيفيتها'': ج۱،ص: ۱۳۵)

وإذا سلم الإمام ففي الفجر والعصر يقعد في مكانه ليشتغل بالدعاء؛ لأنه لا تطوع بعدهما. أيضاً: فأما في صلاة الظهر والعشاء والمغرب يكره له المكث قاعدا؛ لأنه مندوب إلى التنفل بعد هذه الصلوات. (السرخسي، المبسوط، ''كتاب الصلاة: باب افتتاح الصلاة'': ج۱،ص: ۳۸)

وأنه يكره تاخير السنة إلا بقدر اللهم أنت السلام الخ. (الحصكفي، الدر المختار، ''كتاب الحظر والإباحة: باب الاستبراء وغيره، فصل في البيع'': ج۹،ص: ۶۰۷)

فرض نماز کے بعد اجتماعی دعا کرنا:

(۱۶۸) **سوال:** کیا فرماتے ہیں علماء دین مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: فرض نماز کے فورا بعد مطلقا دعا کرنا یا اجتماعی دعا کرنا کیسا ہے؟ اگر کوئی شخص بالکل دعا کرنے سے منع کرے، تو اس کا کیا حکم ہے؟

فقط: والسلام
المستفتی: محمد جاوید، محی الدین پور

الجواب وباللہ التوفیق: فرض نمازوں کے بعد دعا کی روایات میں تاکید وترغیب آئی ہے؛ اس لیے فرض نمازوں کے بعد دعا کا اہتمام ہونا چاہیے اور جب سب لوگ اس کا اہتمام کریں گے، تو اجتماعی دعا کی ہیئت ہوجائے گی، تاہم امام کے ساتھ دعا کو لازم وضروری سمجھنا درست نہیں ہے اس لیے کہ اقتداء سلام پر ختم ہوجاتی ہے۔ دعا نماز کا حصہ نہیں ہے؛ اس لیے اس پر اصرار کرنا درست نہیں ہے، جو صاحب نماز کے بعد مطلقا دعا سے منع کرتے ہیں وہ غلط ہے؛ اس لیے کہ نماز کے بعد دعا حدیث سے ثابت ہے۔

”عن معاذ بن جبل: أن رسول الله صلى الله عليه وسلم أخذ بيده وقال: ”يا معاذ والله إني لأحبك“ فقال: ”أوصيك يا معاذ لا تدعن في دبر كل صلاة تقول: اللهم أعني على ذكرك وشكرك وحسن عبادتك“ وأوصى بذلك معاذ الصنابحي، وأوصى به الصنابحي أبا عبد الرحمن“

”حدثنا محمد بن سلمة المرادي، حدثنا ابن وهب، عن الليث بن سعد، أن حنين بن أبي حكيم حدثه، عن علي بن رباح اللخمي، عن عقبة بن عامر قال: أمرني رسول الله صلى الله عليه وسلم أن أقرأ بالمعوذات دبر كل صلاة“[1]

”حدثنا محمد بن يوسف، قال: حدثنا سفيان، عن عبد الملك بن عمير، عن وراد كاتب المغيرة بن شعبة، قال: أملى علي المغيرة بن شعبة في كتاب إلى معاوية:

---

(۱) أخرجه أبو داود في سننه، ”كتاب الصلاة: باب في الاستغفار“: ج۱، ص: ۲۱۳، رقم: ۱۵۲۲، ۱۵۲۳.

أن النبي صلى الله عليه وسلم كان يقول في دبر كل صلاة مكتوبة: لا إله إلا الله وحده لا شريك له، له الملك، وله الحمد، وهو على كل شيء قدير، اللهم لا مانع لما أعطيت، ولا معطي لما منعت، ولا ينفع ذا الجد منك الجد، وقال شعبة: عن عبد الملك بن عمير، بهذا، وعن الحكم، عن القاسم بن مخيمرة، عن وراد، بهذا، وقال الحسن: ''الجد: غني''(۱)

''حدثنا عبيد الله بن معاذ، قال: حدثنا أبي، حدثنا عبد العزيز بن أبي سلمة، عن عمه الماجشون بن أبي سلمة، عن عبد الرحمن الأعرج، عن عبيد الله بن أبي رافع عن علي بن أبي طالبٍ قال: كان النبي صلى الله عليه وسلم إذا سلم من الصلاة قال: ''اللهم اغفر لي ما قدمت وما أخرت، وما أسررت وما أعلنت''(۲)

الجواب صحيح: فقط: واللہ اعلم بالصواب

محمد احسان قاسمی، محمد عارف قاسمی **کتبہ:** امانت علی قاسمی (۲/۱۲: ۱۴۴۱ھ)

مفتیان دارالعلوم وقف دیوبند مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

فرض نماز کے بعد متصلاً کلمہ طیبہ پڑھنا:

(۱۶۹) **سوال:** کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کچھ لوگ فرض نماز کے متصلاً بعد سلام پھیرنے کے باوجود کلمہ پڑھتے ہیں ان کا پڑھنا کیسا ہے؟

فقط: والسلام

المستفتی: حافظ محمود الحسن، کٹیہار

---

(۱) أخرجه البخاري في صحيحه، ''كتاب الأذان: باب الذكر بعد الصلاة''، ج۱،ص:۱۱۶، رقم:۸۴۴.

(۲) أخرجه أبو داود في سننه، ''كتاب الصلاة: باب ما يقول الرجل إذا سلم''، ج۱،ص:۲۱۲، رقم:۱۵۰۹.

أخرجه النسائي في سننه، ''كتاب الصلاة: الحديث على قول رب أعني علىٰ ذكرك وشكرك وحسن عبادتك دبر الصلوات''، ج۱،ص:۸۰، رقم:۹۸۵۷)

أخرجه البخاري، في صحيحه، ''كتاب الأذان: باب الذكر بعد الصلاة''، ج۱،ص:۱۱۶، رقم:۸۴۴.

أخرجه أبو داود، في سننه، ''كتاب الصلاة: باب مايقول الرجل إذا سلم''، ج۱،ص:۲۱۲، رقم:۱۵۰۹.

الجواب وباللہ التوفیق: مذکورہ طریقہ پر ایک رسم بنالی گئی ہے جس کو لازم سمجھا جاتا ہے کہ نماز کا سلام پھیرتے ہی تمام مقتدی کلمہ طیبہ زور زور سے پڑھتے ہیں اگر کوئی نہ پڑھے تو اس کو لعن طعن کرتے ہیں؛ اس لیے ایسا التزام بدعت ہوتا ہے؛ کیوں کہ کلمہ طیبہ کا کسی بھی وقت پڑھنا افضل ہے کسی خاص وقت میں اس کو لازم سمجھنا اس کو بدعت بنا دیتا ہے[1] ایسی رسمی بدعات سے ہر مسلمان کو پرہیز لازم ہے جب کہ اس میں نقصان بھی ہے کہ مسبوقین کی نماز میں اس سے خلل پیدا ہوگا اور جس سے نمازیوں کی نماز میں خلل واقع ہو جائے وہ جائز نہیں ہے۔[2]

الجواب صحیح: فقط: واللہ اعلم بالصواب

سید احمد علی سعید **کتبہ:** محمد عمران دیوبندی غفرلہ (۱۸/۱/۱۴۱۵ھ)

مفتی اعظم دار العلوم وقف دیوبند نائب مفتی دار العلوم وقف دیوبند

نماز جمعہ کے بعد مخصوص طریقہ پر درود پڑھنا:

(۱۷۰) **سوال:** اہل بدعت کا اصرار ہے کہ نماز جمعہ کے بعد دعا کے اندر خاتمہ درود مخصوص طریقہ سے پڑھا جائے کیا کسی مصلحت کی بناء پر اس کی اجازت ہے؟ اور اگر نہ پڑھنے میں فتنہ کا اندیشہ ہو تو کیا حکم ہے اور کیا جب ﴿إن اللہ وملائکتہ﴾ والی آیت پڑھی جائے تو درود پڑھنا لازم اور ضروری ہے؟

فقط: والسلام

المستفتی: سلطان احمد، مدھوبنی

الجواب وباللہ التوفیق: اگر کسی مصلحت کے تحت کبھی مخصوص طریقہ پر پڑھ لیا جائے تو حرج نہیں؛ لیکن اس کو لازم سمجھنا اور اس پر دوام اور استمرار درست نہیں؛ اس لیے غیر لازم چیز

---

(۱) ومنها وضع الحدود والتزام الكيفيات والهيئات المعينة والتزام العبادات المعينة في أوقات معينة لم يوجد لها ذلك التعيين في الشريعة. (الشاطبي، الاعتصام، ''الباب الأول في تعريف البدع'': ج۱، ص:۷۲)

(۲) لما صح عن ابن مسعود رضي الله عنه أنه أخرج جماعة من المسجد يهللون ويصلون على النبي صلى الله عليه وسلم جهراً وقال ما أراكم إلا مبتدعين. (ابن عابدين، رد المحتار، ''كتاب الحظر والإباحة: باب الاستبراء، فصل في البيع'': ج۹، ص:۵۷۰)

کولازم سمجھنا شرعاً جائز نہیں [۱] آیت کریمہ (مذکورہ فی السوال) کے سنتے ہی درود فرض نہیں ہے۔ [۲]

فقط: واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد احسان غفرلہ (۱۹/۷/۱۴۱۶ھ)
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:
سید احمد علی سعید
مفتی اعظم دارالعلوم وقف دیوبند

نماز کے بعد درس قرآن اور وعظ ونصیحت کی مجلس لگانا:

(۱۷۱) **سوال**: ہماری مسجد میں بعد نماز عشاء قرآن کا درس ہوتا ہے کیا نماز کے بعد اس طرح درسِ قرآن یا ذکر واذکار کی محفل یا مجلس لگانا شریعت سے ثابت ہے؟ یا کوئی دلیل قرآن وحدیث سے اس سلسلے میں ملتی ہے جس میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے بعد صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے خطاب کیا ہو؟ ہماری رہنمائی فرمائیں۔

فقط: والسلام

المستفتی: محمد غفران، چمپارن، بہار

الجواب و بالله التوفيق: مسجد میں درسِ قرآن یا درسِ حدیث دینے میں کوئی حرج نہیں ہے؛ بلکہ نیکی اور ثواب کا ذریعہ ہے؛ البتہ درس کی اطلاع وقت سے قبل ہی دے دی جائے تاکہ جو لوگ درس میں شریک نہ ہونا چاہیں وہ اپنی نماز مکمل کر کے گھر جاسکیں، ایسے ہی نمازی حضرات بھی فرض نماز کی ادائیگی کے بعد سنن ونوافل ایک طرف ہو کر ادا کریں تاکہ درس کے سبب ان کو سنن ونوافل کی ادائیگی میں کسی دقت اور دشواری کا سامنا نہ کرنا پڑے بہر حال نماز کے بعد درسِ قرآن یا درسِ حدیث اور ذکر واذکار میں مشغول ہونے میں کوئی حرج نہیں ہے، یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

---

(۱) لأن الشارع إذا لم يعين عليه شيئاً تيسيرًا عليه كره له أن يعين. (ابن عابدين، رد الحتار، ''كتاب الصلاة: باب صفة الصلاة''، ج۲، ص: ۲۶۵، زکریا دیوبند)

(۲) ولو قرأ القرآن فمر على إسم النبي صلى الله عليه وسلم وأصحابه فقراءة القرآن على تاليفه ونظمه أفضل من الصلوٰة على النبي صلى الله عليه وسلم وأصحابه في ذلك الوقت فإن فرغ ففعل فهو أفضل وإن لم يفعل فلا شيء عليه كذا في الملتقط. (جماعة من علماء الهند، الفتاویٰ الهندية، ''كتاب الكراهية: الباب الرابع في الصلاة والتسبيح''، ج۵، ص: ۳۶۴)

سے ثابت بھی ہے، جیسا کہ امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ کی ایک روایت نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں صبح کی نماز پڑھائی اور اس کے بعد ہماری طرف متوجہ ہوکر ایک مؤثر اور عمدہ نصیحت فرمائی۔

''صلى بنا رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم صلاة الصبح ثم أقبل علينا بوجهه فوعظنا موعظة بليغة''(۱)

''وفي حاشية الحموي عن الإمام الشعراني:أجمع العلماء سلفًا وخلفًا على استحباب ذكر الجماعة في المساجد وغيرها،إلا أن يشوش جهرهم على نائم أو مصل أو قارئ الخ''(۲)

الجواب صحیح:
محمد احسان قاسمی، محمد عارف قاسمی، امانت علی قاسمی
محمد اسعد جلال قاسمی، محمد عمران گنگوہی
مفتیان دار العلوم وقف دیوبند

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد حسنین ارشد قاسمی
نائب مفتی دار العلوم وقف دیوبند
(۱۷/۷/۱۴۴۳ھ)

نماز کے بعد قبلہ رخ دعا مانگنا بہتر ہے یا کسی بھی رخ دعا مانگ سکتے ہیں؟

(۱۷۲) **سوال:** کیا فرماتے ہیں علماء کرام مفتیان عظام: نماز کے بعد یا دوسرے اوقات میں قبلہ کی طرف رخ کیے ہوئے دعا مانگنا بہتر ہے یا نہیں؟ یا کسی بھی طرف رخ کر کے دعا مانگ سکتے ہیں؟

فقط: والسلام
المستفتی: محمد امیر الدین، گورکھپور

الجواب وباللہ التوفیق: عشاء، فجر، مغرب کی نماز کے بعد تسبیحات معروف نہیں

(۱) أخرجه ابن ماجه في سننه،''باب اتباع سنة الخلفاء الراشدين المهديين'':ج۱،ص:۱۷،رقم:۴۴.

(۲) ابن عابدين، رد المحتار، ''كتاب الصلاة: باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها، مطلب في رفع الصوت بالذكر'':ج۱،ص:۶۶۰.

اور قبلہ رخ ہی دعا کرنا ثابت ہے۔ دیگر نمازوں میں دائیں بائیں مڑ کر دعا کرنا ثابت ہے۔ (۱)

الجواب صحیح: فقط: واللہ اعلم بالصواب

سید احمد علی سعید **کتبہ:** محمد احسان غفرلہ (۱۱/۱/۷/۱۴۱ھ)

مفتی اعظم دارالعلوم وقف دیوبند نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

وظیفہ فرض کے بعد پڑھے یا سنت کے بعد؟

(۱۷۳) **سوال:** احقر فرض نمازوں کے بعد ''**نصر من اللّٰه وفتح قريب**'' وغیرہ وظیفہ پڑھتا ہے، تو پڑھتا رہوں یا ترک کردوں اور بعد فرض پڑھوں یا بعد سنت پڑھوں؟

فقط: والسلام

المستفتی: ایم مبارک حسین خان، بمبئی

الجواب وبالله التوفيق: فرض نماز کے بعد آپ جو عمل ''**نصر من اللّٰه وفتح قريب**'' وغیرہ پڑھتے ہیں اس کا پڑھنا درست اور جائز ہے؛ لیکن مناسب یہ ہے کہ سنتوں کے بعد

(۱) عن سمرة بن جندب رضي الله عنه قال: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا صلى صلاةً أقبل علينا بوجهه، رواه البخاري، عن البراء قال: كنا إذا صلينا خلف رسول الله صلى الله عليه وسلم أحببنا أن نكون عن يمينه؛ يقبل علينا بوجهه، قال: فسمعته يقول: رب قني عذابك يوم تبعث أو تجمع عبادك، رواه مسلم.
(أخرجه مسلم في صحيحه، ''كتاب الصلاة، باب استحباب يمين الإمام'': ج۱، ص:۲۴۷، رقم:۷۰۹)

عن أنس بن مالك، قال: أخَّرَ رسول الله صلى الله عليه وسلم الصلاة ذات ليلة إلى شطر الليل، ثم خرج علينا، فلما صلى أقبل علينا بوجهه، فقال: إن الناس قد صلوا ورقدوا، وإنكم لن تزالوا في صلاة ما انتظرتم الصلاة،
(أخرجه البخاري في صحيحه، ''كتاب الأذان: باب يستقبل الإمام الناس إذا سلم'': ج۱، ص:۱۱۷، رقم:۸۴۷)

وعقب الفرض إن لم يكن بعده نافلة يستقبل الناس إن شاء إن لم يكن في مقابلة مصل؛ لما في الصحيحين كان النبي صلى الله عليه وسلم إذا صلى أقبل علينا بوجهه، وإن شاء الإمام انحرف عن يساره جعل القبلة عن يمينه وإن شاء انحرف عن يمينه وجعل القبلة عن يساره، وهذا أولىٰ؛ لما في مسلم: كنا إذا صلينا خلف رسول الله صلى الله عليه وسلم أحببنا أن نكون عن يمينه حتى يقبل علينا بوجهه الخ.
(أحمد بن محمد، حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، ''كتاب الصلاة، فصل في صفة الأذكار''، ص: ۳۱۴)

پڑھیں، عذر معقول کے بغیر فرض اور سنت میں زیادہ فصل مناسب نہیں۔ (۱)

فقط: واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد عمران دیوبندی غفرلہ (۹/۲/۱۴۱۲ھ)

نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:

سید احمد علی سعید

مفتی اعظم دارالعلوم وقف دیوبند

نماز کے بعد بآواز بلند دعاء مانگنا جس سے مسبوق کی نماز میں خلل واقع ہو:

(۱۷۴) **سوال**: بہت سی جگہ امام نماز کے بعد زور زور سے دعا مانگتا ہے اور نمازی آمین کہتے ہیں جس سے مسبوق حضرات کو تشویش ہوتی ہے اور ان سے نماز میں غلطی بھی ہو جاتی ہے کیا اس طرح دعا مانگنا شرعاً جائز ہے یا قابل ترک ہے؟

فقط: والسلام

المستفتی: محمد صغیر عالم قاسمی، نیا گاؤں، مظفر نگر

---

(۱) الأولیٰ أن لا یقرأ الأوراد قبل السنة، ولو فعل لابأس به. (ابن الهمام، فتح القدير، "كتاب الصلاة: باب النوافل": ج۱، ص:۴۴۱)

فروع: قراءة الأوراد بين الفرض والسنة لابأس بها، قاله الحلواني : ولو قام في مصلاه إن شاء قرأ جالسا وإن شاء قرأ قائما، وفي شرح الشهيد القيام إلى السنة متصلا بالفرض مسنون، وفي الثاني كان النبي عليه السلام، إذا سلم يمكث قدر ما يقول اللّٰهم أنت السلام ومنك السلام تباركت يا ذالجلال والإكرام، ولو تكلم بعد السنة قبل الفريضة هل تسقط السنة، قيل: تسقط، وقيل: لا (تسقط)، ولكن ثوابه أفضل من ثوابه قبل التكلم. (العيني، البناية، "كتاب الصلاة، عدد ركعات التطوع": ج ۲، ص: ۵۲۰؛ وابن نجيم، البحر الرائق، "كتاب الصلاة، الصلاة المسنونة كل يوم": ج۲، ص:۵۲)

فصل (الأذكار الواردة بعد الفرض) القيام إلى السنة متصلا بالفرض مسنون وعن شمس الأئمة الحلواني لابأس بقراءة الأوراد بين الفريضة والسنة. (الشرنبلالي، نورالإيضاح، "كتاب الصلاة: فصل: الأذكار الواردة بعد الفرض": ج۱، ص:۳۱۲؛ و حسن بن عمار، مراقي الفلاح، ج۱، ص:۱۱۸)

لكنه إن كانت الصلاة مما بعدها سنة فالسنة وصلها بالفرض ورجح كراهة الفصل بينها وبين الفرض بالأذكار والأوراد والأدعية ومقابل ما رجح أنه لابأس بأن يقرأ بينهما الأوراد كما في شرح المنظومة لابن الشحنة. (علي حيدر، درر الحكام، "كتاب الصلاة: فصل في الإمامة": ج۱، ص:۸۰) (شاملہ)

الجواب وباللّٰہ التوفیق: آہستہ اور پست آواز سے دعا مانگنا افضل ہے[1] مقتدی دعا یاد کرلیں یا دعائیہ جملہ ختم ہونے پر مقتدی آمین کہہ سکیں اس غرض سے ذرا آواز سے دعا مانگنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔[2] وہ بھی اس شرط سے کہ نمازیوں کا حرج نہ ہو؛ ورنہ تو اس طرح دعا مانگنا کہ نمازیوں کو تشویش ہو ان کی نماز میں خلل واقع ہو اس طرح دعا مانگنا جائز نہیں ہے، اس سے امام بھی گناہگار ہوگا جو لوگ امام کو اس طرح دعاء مانگنے پر مجبور کریں گے وہ بھی گناہگار ہوں۔[3]

فقط: واللہ اعلم بالصواب

الجواب صحیح:
خورشید عالم غفرلہ
مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

کتبہ: محمد احسان غفرلہ (۱۵/۶/۱۴۱۹ھ)
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

---

(۱) ﴿ادعوا ربكم تضرعا وخفية إنه لايحب المعتدين﴾ (سورۃ الاعراف: ۵۵)، تضرعا يعني ادعوا ربكم تذللا واستكانة، وهو إظهار الذل في النفس والخشوع، يقال: ضرع فلان لفلان إذا أذل له وخشع، وقال الزجاج: تضرعا يعني تملقا وحقيقته أن ندعوه خاضعين خاشعين متعبدين بالدعاء له تعالى وخفية يعني سرا في أنفسكم وهو ضد العلانية والأدب في الدعاء أن يكون خفيا لهذه الآية، قال الحسن: بين دعوة السرودعوة العلانية سبعون ضعفا ولقد كان المسلمون يجتهدون في الدعاء ولا يسمع لهم صوت إن كان إلا همسا بينهم وبين ربهم وذلك أنه تعالىٰ يقول ادعوا ربكم تضرعا وخفية وأن الله تعالىٰ ذكر عبدا صالحا رضي فعله فقال تعالىٰ: إذ نادى ربه بداء خفيا (ق) وعن أبي موسى الأشعري رضي الله عنه قال: كنا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم فجعل الناس يجهرون بالتكبير فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: أيها الناس إربعوا على أنفسكم إنكم لاتدعون أصم ولا غائبا، إنكم تدعون سميعا بصيرا وهو معكم والذي تدعونه أقرب إلى أحدكم من عنق راحلته. (تفسير الخازن، سورة الأعراف، ۵۵، ج۲،ص:۲۱۰)

واختار مشايخنا بما وراء النهر الإخفاء في دعاء القنوت في حق الإمام والقوم جميعا لقوله تعالىٰ ﴿ادعوا ربكم تضرعا وخفية﴾ (الأعراف: ۵۵)، وقول النبي صلى الله عليه وسلم خير الدعاء الخفي. (الكاساني، بدائع الصنائع، ”كتاب الصلاة: فصل صلاة العيدين“: ج۱،ص:۲۷۴؛ ابن نجيم، البحر الرائق، ”كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل“: ج۲،ص:۴۶)

(۲) إذا دعانا بالدعاء المأثور جهراً ومعه القوم أيضاً ليتعلموا الدعاء لا بأس به. (جماعة من علماء الهند، الفتاوىٰ الهندية، ”كتاب الكراهية: الباب الرابع في الصلاة والتسبيح وقراء ة القرآن“: ج۵،ص:۳۹۳)

(۳) ﴿ادعوا ربكم تضرعا وخفية إنه لايحب المعتدين﴾ (سورة الاعراف: ۵۵)، تضرعا يعني ادعوا ربكم تذللا واستكانة، وهو إظهار الذل في النفس والخشوع، يقال: ضرع فلان لفلان إذا أذل له وخشع، وقال الزجاج: تضرعا يعني تملقا وحقيقته أن ندعوه خاضعين خاشعين متعبدين بالدعاء ......

بقیہ حاشیہ آئندہ صفحہ پر......

دعا بالجہر افضل ہے یا بالسر:

(۱۷۵) **سوال:** فجر اور عصر میں ہمارے یہاں دعاء بالجہر کرتے ہیں اور ظہر، مغرب اور عشاء میں دعاء بالسر کرتے ہیں اور جمعہ اور عیدین اور متبرک راتوں میں دعاء بالجہر کرتے ہیں اور عیدین میں خطبۂ مسنونہ کے بعد دعاء افضل ہے یا نماز کے بعد امام صاحب کے لیے دعاء بالجہر افضل ہے یا دعاء بالسر؟

فقط: والسلام

المستفتی: انیس احمد، ناگل، سہارن پور

الجواب وباللہ التوفیق: نمازوں میں جو جماعت کے ساتھ ادا کی جائیں ان میں افضل یہ ہے کہ نماز کے بعد دعا بالسر کی جائے[1] دعاء بالجہر نہ کی جائے اور کبھی اتفاق سے ایسا ہو بھی جائے تو ممانعت نہیں ہے جائز ہے؛ البتہ دعاء بالجہر کو لازم کر لینا بدعت ہے جو قابل ترک ہے اور اس سے مسبوقین کی نماز میں خلل پیدا ہوگا۔

عیدین کی نماز کے بعد دعاء سے فراغت کر لی جائے کہ بعد نماز ہی آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دعاء منقول ہے اور بعد خطبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اور صحابۂ کرامؓ سے دعاء منقول نہیں

......گذشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ......له تعالى وخفية يعني سرا في أنفسكم وهو ضد العلانية والأدب في الدعاء أن يكون خفيا لهذه الآية قال الحسن بين دعوة السرودعوة العلانية سبعون ضعفا ولقد كان المسلمون يجتهدون في الدعاء ولا يسمع لهم صوت إن كان إلا همسا بينهم وبين ربهم وذلك أنه تعالىٰ يقول: ادعوا ربكم تضرعا وخفية وأن الله تعالىٰ ذكر عبدا صالحا رضي فعله فقال تعالىٰ: إذ نادى ربه نداء خفيا (ق) وعن أبي موسى الأشعري رضي الله عنه قال: كنا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم فجعل الناس يجهرون بالتكبير فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم أيها الناس أربعوا على أنفسكم إنكم لاتدعون أصم ولا غائبا، إنكم تدعون سميعا بصيرا وهو معكم والذي تدعونه أقرب إلى أحدكم من عنق راحلته. (تفسير الخازن، سورة الأعراف، ۵۵، ج۲، ص: ۲۱۰)

واختار مشايخنا بما وراء النهر الإخفاء في دعاء القنوت في حق الإمام والقوم جميعا لقوله تعالى ﴿ادعوا ربكم تضرعا وخفية﴾ (الأعراف: ۵۵)، وقول النبي صلى الله عليه وسلم خير الدعاء الخفي. (الكاساني، بدائع الصنائع، ''كتاب الصلاة، فصل صلاة العيدين'': ج ۱، ص: ۲۷۴؛ و ابن نجيم، البحر الرائق، ''كتاب الصلاة: باب الوتر والنوافل'': ج۲، ص: ۴۶)

ہے۔(۱) لہٰذا ایسا کرنا احداث فی الدین اور بدعت ہوگا جس سے پرہیز کرنا ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے۔(۲)

الجواب صحیح: فقط: واللہ اعلم بالصواب

سید احمد علی سعید **کتبہ:** محمد عمران دیوبندی غفرلہ (۱۴۱۴/۲/۲۸ھ)

مفتی اعظم دار العلوم وقف دیوبند نائب مفتی دار العلوم وقف دیوبند

امام سلام کے بعد فوراً دعا کرے یا آیۃ الکرسی پڑھنے کے بعد:

(۱۷۶) **سوال:** کیا فرماتے ہیں علماء کرام مفتیان عظام: کیا امام بائیں طرف سلام پھیرتے ہی فوراً دعا کریں یا آیۃ الکرسی وغیرہ پڑھ کر دعا کریں؟

فقط: والسلام

المستفتی: محمد نسیم الدین شاہد، جھارکھنڈ

الجواب وباللہ التوفیق: فوراً دعا کرنا بھی درست ہے اور اگر آیۃ الکرسی یا کوئی دعا پڑھ لی جائے تو بھی درست ہے اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔(۳)

الجواب صحیح: فقط: واللہ اعلم بالصواب

سید احمد علی سعید **کتبہ:** محمد احسان غفرلہ (۱۴۱۶/۶/۲۶ھ)

مفتی اعظم دار العلوم وقف دیوبند نائب مفتی دار العلوم وقف دیوبند

---

(۱) عن أبي أمامة قال: قيل يارسول الله أي الدعاء أسمع قال جوف الليل ودبر الصلوات المكتوبة، رواه الترمذي. (مشكوة المصابيح، "كتاب الصلاة: باب التحريض على قيام الليل، الفصل الثاني": ص:۸۹، رقم:۹۶۸)

عن معاذ بن جبل، رضي الله عنه قال: لقيتُ النبيّ صلى الله عليه وسلم، فقال لي: يا معاذ، إني أحبك، فلا تدع أن تقول في دبر كل صلاة: اللّهم أعني على ذكرك وشكرك وحسن عبادتك. (ملا علي قاري، مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، "كتاب الصلاة: باب الدعاء في التشهد": ج۳، ص:۲۸، رقم:۹۴۹)

(۲) من أحدث في أمرنا هذا ماليس منه فهو رد. (أخرجه مسلم في صحيحه، "كتاب الأقضية: باب نقض الأحكام الباطلة": ج۲، ص:۷۷، رقم:۱۷۱۸)

(۳) وأما ماورد من الأحاديث في الأذكار عقيب الصلاة فلا دلالة فيه على الإتيان بها قبل السنة، بل يحمل على الإتيان بها بعدها؛ لأن السنة من لواحق الفريضة وتوابعها ومكملاتها ...... بقیہ حاشیہ آئندہ صفحہ پر......

دعا کے شروع میں مقتدیوں میں کسی کا زور سے آمین کہنا اور ختم پر کلمہ پڑھنا:

(۱۷۷)سوال: فرض نماز کے بعد سلام پھیر کر امام جب دعا کے لیے ہاتھ اٹھاتا ہے تو مقتدیوں میں سے کوئی بھی زور سے آمین کہہ دیتا ہے تاکہ سب مقتدیوں کو معلوم ہو جائے کہ دعا شروع ہوگئی ہے اور اس طرح جب دعا ختم ہوتی ہے تو زور سے ''لا إله إلا الله'' کہتا ہے تاکہ مقتدیوں کو معلوم ہو جائے کہ دعا ختم ہوگئی ہے؟ ایسا کہنا شرعاً درست ہے یا نہیں؟

فقط: والسلام

المستفتی: محمد امیر الدین، گورکھپور

الجواب وباللّٰہ التوفیق: امام کے سلام پھیرنے پر ہی اقتداء ختم ہو جاتی ہے اور اب سب کو اپنی اپنی دعا کرنی ہوتی ہے جہاں ایسا ہوتا ہے وہاں لوگ خود دعا نہیں کرتے ہیں؛ بلکہ امام کے انتظار میں رہتے ہیں جب امام دعاء کے لیے ہاتھ اٹھاتا ہے تو مقتدی حضرات کو اطلاع دینے کے لیے مؤذن بلند آواز سے آمین کہتا ہے اس پر سب مقتدی دعا کے لیے ہاتھ اٹھاتے ہیں اور امام کے دعا ختم کرنے پر مقتدی حضرات کو اطلاع دینے کے لیے مؤذن لا الہ الا اللہ کہتا ہے بظاہر اس سے دعا کا التزام لازم آتا ہے جو مناسب نہیں ہے۔(۱)

فقط: واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد احسان غفرلہ (۱۰/۲/۷/۱۴۱ھ)

نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:

سید احمد علی سعید

مفتی اعظم دارالعلوم وقف دیوبند

......گذشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ......فلم تكن أجنبية عنها،فما يفعل بعدها يطلق عليه أنه عقيب الفريضة.

وقول عائشة بمقدار لايفيد أنه كان يقول ذلك بعينه،بل كان يقعد بقدر مايسعه ونحوه من القول تقريبا،فلا ينافي مافي الصحيحين من أنه صلى الله عليه وسلم كان يقول في دبر كل صلاة مكتوبة،لا إله إلا الله وحده لاشريك له،له الملك وله الحمد وهو على كل شيء قدير،اللّهم لامانع لما أعطيت ولا معطي لما منعت ولا ينفع ذا الجد منك الجد،وتمامه في شرح المنية،وكذا في الفتح. (ابن عابدين،رد المحتار،''كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، مطلب هل يفارقه الملكان''،ج۲،ص:۲۴۶؛وابن الهمام،فتح القدير، ''كتاب الصلاة: باب النوافل''،ج۱،ص:۴۳۹)

(۱)البدعة أصلها: ماأحدث على غير مثال سابق. (ابن حجر العسقلاني،فتح الباري،......بقیہ حاشیہ آئندہ صفحہ پر......

نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا مسنون ہے یا نہیں:

(۱۷۸) **سوال:** کیا فرماتے ہیں علماء کرام مفتیان عظام: نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعاء کرنا مسنون ہے یا نہیں؟ اس کا ثبوت کسی حدیث سے ملتا ہے یا نہیں؟

فقط: والسلام
المستفتی: محمد شعیب رضا، دیوبند

الجواب وباللّٰہ التوفیق: نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعاء کرنا مسنون اور احادیث سے ثابت ہے۔

’’حدثنا محمد بن أبي یحییٰ: قال رأیت عبد اللّٰہ بن الزبیر ورأی رجلا رافعاً یدیہ بدعوات قبل أن یفرغ من صلاتہ فلما فرغ منھا قال: إن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ لم یکن یرفع یدیہ حتی یفرغ من صلاتہ‘‘(۱)

’’ما من عبد مؤمن یبسط کفیہ في دبر کل صلوۃ ثم یقول: اللّٰھم إلٰھي وإلٰہ إبراھیم......إلا کان حقا علی اللّٰہ أن لا یرد یدیہ خائبتین‘‘(۲)

الجواب صحیح:
سید احمد علی سعید
مفتی اعظم دارالعلوم وقف دیوبند

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد احسان غفرلہ (۲۹/۴/۱۴۱۷ھ)
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

......گذشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ...... ’’کتاب الصلاۃ، باب فضل من قام رمضان‘‘: ج۴، ص: ۲۵۳)

عن عائشۃ قالت قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم من أحدث في أمرنا ھذا مالیس منہ فھو رد، متفق علیہ. (مشکوٰۃ المصابیح، ’’کتاب الإیمان: الفصل الأول: باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ‘‘: ج۱، ص: ۲۷، رقم: ۱۴۰، یاسر ندیم دیوبند)

عن أبي ھریرۃ عن النبي صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال إذا أمن القارئ فأمنوا فإن الملائکۃ تؤمن فمن وافق تأمینہ تأمین الملائکۃ غفرلہ ما تقدم من ذنبہ. (أخرجہ البخاري في صحیحہ، ’’کتاب الدعوات: باب التأمین‘‘: ج۲، ص: ۹۴۷، رقم: ۶۴۰۲)

(۱) المعجم الکبیر للطبراني، محمد بن أبي یحییٰ الأسلمي، عن ابن الزبیر‘‘: ج۱۳، ص: ۱۲۹، رقم: ۳۲۴. (شاملہ)

(۲) علاء الدین الھندي، کنز العمال، ’’کتاب الأذکار: قسم الأقوال، الفرع الثاني أدعیۃ بعد الصلاۃ‘‘: ج۲، ص: ۶۰، رقم: ۳۴۷۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت۔ ......بقیہ حاشیہ آئندہ صفحہ پر......

سر پر ہاتھ رکھ کر ”یا قوی“ پڑھنا:

(۱۷۹) **سوال:** کیا فرماتے ہیں علماء کرام مفتیان عظام: نماز کے بعد سر پر ہاتھ رکھ کر یا قوی یا کوئی اور دعا پڑھنا کیسا ہے؟

فقط: والسلام
المستفتی: محمد اطہر، میرٹھ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: کوئی بھی دعاء حسب ضرورت پڑھ سکتے ہیں کوئی وجہ ممانعت نہیں ہے۔[1]

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد احسان غفرلہ (۱۴۲۴/۶/۲۷ھ)
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:
خورشید عالم غفرلہ
مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

تسبیح فاطمی کا ثواب کیا ہے؟

(۱۸۰) **سوال:** کیا فرماتے ہیں علماء کرام مفتیان عظام: تسبیح فاطمی فجر وعصر کی طرح ہر نماز کے بعد پڑھنا کیسا ہے؟ اور اس کا کتنا ثواب ہے۔

فقط: والسلام
المستفتی: محمد اشفاق، مظفرنگر

الجواب وباللّٰہ التوفیق: فجر وعصر میں تو تسبیح فاطمی منقول ومعمول ہے۔ پانچوں نمازوں کے بعد اگر کوئی پڑھے تو اس پر بھی ثواب ہے شرط یہ ہے کہ اس کو لازم نہ سمجھا جائے۔

......گذشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ......عن المطلب عن النبي صلى الله عليه وسلم قال الصلوٰة مثنى مثنىٰ أن تشهد في كل ركعتين وأن تباءس وتمسكن وتقنع بيديك وتقول اللّٰهم اللّٰهم فمن لم يفعل ذلك فهي خداج. (أخرجه أبو داود في صحيحه، ”كتاب الصلاة: باب في صلاة النهار“: ج۱،ص:۱۸۳،رقم:۱۲۹۸،مکتبہ اتحاد، دیوبند.

(۱) عن أنس رضي الله عنه قال: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا قضى صلاته مسح جبهته بيده اليمنى ثم قال اشهد أن لا إله الله الرحمن الرحيم. الهم اذهب عني اللهم والحزن. (أخرجه الطبراني، جامع أبواب القول إدبار الصلاة“: ج۱،ص:۲۱۰)

''عن كعب بن عجرة عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال معقبات لا يخيب قائلهن، أو فاعلهن، دبر كل صلاة مكتوبة ثلاث وثلاثون تسبيحة وثلاث وثلاثون تحميدة وأربع وثلثون تكبيرة''(۱)

فقط: واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد احسان غفرلہ (۱۷/۳/۱۴۲۵ھ)

نائب مفتی دار العلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:

خورشید عالم غفرلہ

مفتی دار العلوم وقف دیوبند

نماز جمعہ کے بعد دعا سے قبل چندہ کرنا:

(۱۸۱) **سوال**: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مفتیان عظام: ابھی کچھ دنوں سے مسجدوں میں جمعہ کی نماز کے بعد سلام پھیرتے ہی امام صاحب دعا کرانے کے بجائے چندہ کراتے ہیں اس کے بعد دعا کراتے ہیں جب کہ کچھ آدمیوں کا دعا کے بغیر بھی جانے کا اندیشہ ہے؟ امام صاحب کا یہ عمل درست ہے یا نہیں؟

فقط: والسلام

المستفتی: محمد فیضیاب، غازی آباد

الجواب وباللہ التوفیق: فرض نماز کے فوراً بعد دعا ثابت ہے اور یہ وقت دعا کی قبولیت میں خاص اثر رکھتا ہے، چندہ کی وجہ سے اس فضیلت کو گنوانا درست نہیں، چندہ دعا کے بعد کرنا چاہئے ہاں اتفاقاً ایسا کبھی ہو جائے تو حرج نہیں۔

''قيل لرسول الله صلى الله عليه وسلم: أي الدعاء أسمع قال جوف الليل الآخر ودبر الصلوات المكتوبات''(۲)

---

(۱) أخرجه مسلم في صحيحه، ''كتاب الصلاة: باب استحباب الذكر بعد الصلاة وبيان صفتة'': ج ۱، ص: ۲۱۸، رقم: ۵۹٦.

وأما ماورد من الأحاديث في الأذكار عقيب الصلاة فلا دلالة فيه على الإتيان بها قبل السنة، بل يحمل على الإتيان بها بعدها؛ لأن السنة من لواحق الفريضة وتوابعها ومكملاتها فلم تكن أجنبية عنها، فما يفعل بعدها يطلق عليه أنه عقيب الفريضة. (ابن عابدين، رد المحتار، ''كتاب الصلاة: باب صفة الصلاة، مطلب هل يفارقه الملكان'': ج ۲، ص: ۲۴٦)

(۲) أخرجه الترمذي، في سننه، ''أبواب الدعوات عن رسول الله صلى الله عليه وسلم، باب'': ج ۲، ص: ۲۷۹، رقم: ۳۴۹۹.

''حدثنا محمد بن أبي يحي قال رأيت عبد الله بن الزبير ورأي رجلاً رافعاً يديه بدعوات قبل أن يفرغ من صلاته فلما فرغ منها، قال: إن رسول الله صلى الله عليه وسلم لم يكن يرفع يديه حتى يفرغ من صلاته''(۱)

فقط: واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد اسعد جلال غفرلہ (۱۴۳۶/۲/۲۴ھ)

نائب مفتی دار العلوم وقف دیوبند

الجواب صحیح:

محمد احسان غفرلہ، محمد عمران گنگوہی

مفتیان دار العلوم وقف دیوبند

نماز کے بعد دعا کرنے کا حکم:

(۱۸۲) **سوال:** حضرات علمائے کرام سلام مسنون:

عرض ہے کہ میں یونیورسٹی کا ایک طالب علم ہوں الحمدللہ نماز پابندی سے ادا کر رہا ہوں میرا ایک دوست ہے جب میں نماز کے بعد دعا کرتا ہوں تو اس کا کہنا ہے کہ نماز کے بعد دعاء نہیں کرنی چاہئے وہ دعاء کرنے سے منع کرتا ہے؟ جب کہ میں خود اور میرا پورا خاندان دیوبندی علماء کو ماننے والے ہیں؟ از راہ کرم حقیقت اور سچائی کیا ہے؟ رہنمائی فرمائیں۔

فقط: والسلام

المستفتی: محمد جنید عادل، دہلی

الجواب وباللہ التوفیق: فرض نماز کے بعد دعاء کرنا قرآن وحدیث سے ثابت ہے اور یہ دعاء کی قبولیت کا وقت ہے جس کا تقاضا ہے کہ ہر فرض نماز پڑھنے والا فرض نماز پڑھ کر دعا کرے اور اس وقت یہ دعا کرنا درست ہے اور اکابر علماء کا معمول بھی ہے، البتہ جماعت ہو جانے کے بعد امام اور مقتدی کے درمیان اقتداء کا تعلق ختم ہو جاتا ہے، اس لیے انفرادی طور پر بھی دعاء کی جا سکتی ہے؛ لیکن دعاء کرنے میں اگر اجتماعی ہیئت بن جائے تو اس میں کوئی خرابی نہیں ہے۔ تاہم اس کا معمول نہ بنایا جائے۔

''قال اللہ تعالیٰ: ﴿فَإِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ﴾''(۲)

(۱) الطبراني، المعجم الكبير، محمد بن أبي يحيىٰ الأسلمي عن ابن الزبير: ج ۱۳، ص: ۱۲۹، رقم: ۳۲۴. (شاملہ)

(۲) سورة الم نشرح: ۷.

''وقال قتادة فإذا فرغت من صلاتك فانصب إلىٰ ربك في الدعاء''[۱]

''عن معاذ بن جبل أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم أخذ بيده وقال يا معاذ واللّٰه إني لأحبك فقال: أوصيك يامعاذ لاتدعن في دبر كل صلاة تقول: ''اللهم أعني على ذكرك وشكرك وحسن عبادتك''[۲]

''وعن علي بن أبي طالب رضي اللّٰه عنه قال كان النبي صلى اللّٰه عليه وسلم إذا سلم من الصلاة قال اللهم اغفرلي ما قدمت وما أخرت وما أسررت وما أعلنت وما أسرفت وما أنت أعلم به مني، أنت المقدم وأنت المؤخر لا إله إلا أنت''[۳]

فقط: واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد حسنین ارشد قاسمی

نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند

(۲۳/۴/۱۴۴۳ھ)

الجواب صحیح:

محمد احسان قاسمی، محمد عارف قاسمی، امانت علی قاسمی

محمد اسعد جلال قاسمی، محمد عمران گنگوہی

مفتیان دارالعلوم وقف دیوبند

دعا میں ہاتھ اٹھانے کا حکم:

(۱۸۳)**سوال**: حضرات علمائے کرام: مسئلہ پوچھنا ہے کہ نماز کے بعد یا کسی بھی وقت جو دعا کی جاتی ہے اس میں ہاتھ کہاں تک اٹھایا جائے؟ نیز دونوں ہاتھوں کو آپس میں ملا کر رکھنا چاہیئے یا دونوں ہاتھوں کے درمیان فاصلہ بھی رہے گا؟ شرعی رہنمائی فرمائیں۔

فقط: والسلام

المستفتی: محمد صلاح الدین، بھوپال

الجواب وباللّٰہ التوفیق: واضح رہے کہ آدابِ دعاء یہ ہے کہ بوقت دعا دونوں زانوں پر بیٹھے اور دونوں ہاتھوں کو سینے کے بالمقابل اٹھا کر دونوں ہاتھوں کے درمیان کچھ فاصلہ رکھے (دونوں

---

(۱)أبوبكر الجصاص، أحكام القرآن، ''سورة القدر:۳''،ج۳،ص:۸۱۳.

(۲)أخرجه أبوداود في سننه، ''كتاب الصلاة: باب في الاستغفار''،ج۱،ص:۲۱۳،رقم:۱۵۲۲.

(۳)أخرجه أبوداود في سننه، ''كتاب الصلاة: باب ما يقول الرجل إذا سلم''ج۱،ص:۲۱۲،رقم:۱۵۰۹.

ہاتھوں کو ملانا خلاف اولیٰ ہے) اور ہتھیلی کے اندرونی حصے سے دعاء مانگے اور دعا کے بعد اپنے چہرے پر دونوں ہاتھوں کو دعا کی قبولیت اور یقین کے ساتھ پھیر لے؛ اس لیے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے، ''اللہ سے مانگو تو قبولیت کے یقین سے مانگو اور یہ بھی یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ غافل اور لاپرواہ دل کی دعا قبول نہیں کرتا ہے''؛ جیسا کہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت نقل کی ہے:

''عن أبي هريرة رضي الله عنه، قال: قال رسول الله عليه وسلم: أدعوا الله وأنتم موقنون بالإجابة واعلموا أن الله لا يستجيب دعاء من قلب غافل لاه''.[1]

''عن أنس بن مالك رضي الله عنه، قال: رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم يدعو هكذا بباطن كفيه وظاهرهما''.[2]

''والأفضل في الدعاء أن يبسط كفيه ويكون بينهما فرجة، وإن قلت ...... والمستحب أن يرفع يديه عند الدعاء بحذاء صدره، كذا في القنية. مسح الوجه باليدين إذا فرغ من الدعاء ...... كثير من مشايخنا رحمهم الله تعالىٰ اعتبروا ذلك وهو الصحيح وبه ورد الخبر إلخ''.[3]

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: محمد حسنین ارشد قاسمی
نائب مفتی دارالعلوم وقف دیوبند
(۲۶/۴/۱۴۴۳ھ)

الجواب صحيح:
محمد احسان قاسمی، محمد عارف قاسمی، امانت علی قاسمی
محمد اسعد جلال قاسمی، محمد عمران گنگوہی
مفتیان دارالعلوم وقف دیوبند

☆☆☆

(۱) أخرجه الترمذي، في سننه، ''أبواب الدعوات عن رسول الله صلى الله عليه وسلم، باب'': ج۲، ص:۱۸۰، رقم:۳۴۷۹.

(۲) أخرجه أبوداود في سننه، ''كتاب الصلاة: باب الدعاء'': ج۱، ص:۲۰۹، رقم:۱۴۸۷.

(۳) جماعة من علماء الهند، الفتاوىٰ الهندية، ''كتاب الكراهية: الباب الرابع في الصلاة والتسبيح الخ'': ج۵، ص:۱۸۰.

استدراک فتاویٰ جلد اول:

یزید فاسق ہے یا نہیں؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے:

یزید بن معاویہ کے بارے میں علماء دیوبند کا کیا عقیدہ ہے؟ فتاوی دار العلوم وقف کی پہلی جلد: ص: ۲۳۲/ پر لکھا ہے کہ علمائے دیوبند یزید کے بارے میں خاموشی اختیار کرتے ہیں جب کہ ہم نے پڑھا ہے کہ یزید متفق علیہ طور پر فاسق ہے۔ علمائے دیوبند میں حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحبؒ وغیرہ کا موقف فسق یزید کے سلسلے میں مصرح ہے، پھر فتاوی میں خاموشی کا قول کیوں اختیار کیا گیا؟ یزید کے تعلق سے اکابر علمائے دیوبند کا فیصلہ کن موقف کیا ہے؟ امید کہ تفصیل سے جواب مرحمت فرمائیں گے۔

فقط: والسلام

المستفتی: مولوی محمد ایوب، دہلی

الجواب و باللہ التوفیق: یزید کے تعلق سے دو قسم کے سوالات عام طور پر پوچھے جاتے ہیں ایک یزید پر لعن طعن کرنے کا اور دوسرے یزید کے فسق کا، یزید کے لعن طعن کے سلسلے میں علمائے دیوبند کا موقف توقف کا ہے اس لیے کہ اگر کوئی شخص واقعی مستحق لعن ہے تو بھی اس پر لعن طعن کرنا ہمارے لیے ضروری نہیں ہے۔ فتاوی دار العلوم وقف دیوبند میں یزید کے بارے میں مطلقاً علمائے دیوبند کا موقف معلوم کیا گیا ہے اس پر یزید کے لعن، طعن کرنے کے مفہوم کو سامنے رکھ کر توقف کا جواب دیا گیا ہے اور لعن طعن سے توقف کرنا یہ علمائے دیوبند اور اہل سنت والجماعت کا موقف ہے؛ اس لیے کہ جس کے کفر کا یقین ہو اس پر لعن طعن کرنا درست ہے اور جس کے کفر پر یقینی دلائل نہ ہوں اور اس پر لعن کی صراحت نصوص میں نہ ہو اس پر لعن طعن کرنے سے پرہیز کرنا چاہیے۔

بذل المجہود کے حاشیہ میں حضرت مولانا زکریا صاحب کاندھلویؒ لکھتے ہیں:

''هل يجوز لعن يزيد حكى القاضي ثناء الله في مكتوباته أن للعلماء فيه ثلاثة مذاهب: الأول المنع، كما قال الإمام أبو حنيفة في الفقه الأكبر''[1]

حضرت گنگوہیؒ سے بھی جو توقف کا قول منقول ہے وہ لعن طعن کرنے کے سلسلے میں ہے: چناں چہ فتاوی رشیدیہ میں لکھتے ہیں:

''پس بدون تحقیق اس امر کے لعن طعن جائز نہیں؛ لہٰذا وہ فریق علماء کا بوجہ حدیث منع لعن مسلم کے لعن سے منع کرتے ہیں اور یہ مسئلہ بھی حق ہے پس جواز لعن وعدم جواز لعن کا مدار تاریخ پر ہے اور ہم مقلدین کو احتیاط سکوت میں ہے؛ کیوں کہ اگر لعن جائز ہے تو لعن نہ کرنے میں کوئی حرج نہیں؛ لعن نہ فرض ہے نہ واجب نہ سنت نہ مستحب محض مباح ہے اور جو وہ محل نہیں تو خود مبتلا ہونا معصیت کا اچھا نہیں''۔ فقط واللہ اعلم بالصواب[2]

یزید پر لعنت کے سلسلے میں حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ امداد الفتاوی میں لکھتے ہیں:

''یزید کے باب میں علماء قدیماً وحدیثاً مختلف رہے ہیں، بعض نے تو اس کو مغفور کہا ہے اور بعضوں نے اس کو ملعون کہا ہے۔ مگر تحقیق یہ ہے کہ چوں کہ معنی لعنت کے ہیں خدا کی رحمت سے دور ہونا اور یہ ایک امر غیبی ہے جب تک شارع بیان نہ فرمادے کہ فلاں قسم کے لوگ یا فلاں شخص خدا کی رحمت سے دور ہے؛ کیوں کر معلوم ہوسکتا ہے اور تتبع کلام شارع سے معلوم ہوا کہ نوع ظالمین و قاتلین مسلم پر تو لعنت وارد ہوئی ہے۔

''كما قال تعالىٰ: أَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ، وقال : مَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَاءُ هٗ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيْهَا وَ غَضَبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ لَعَنَهٗ وَأَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا. ''

پس اس کی تو ہم کو بھی اجازت ہے اور یہ علم اللہ تعالی کو ہے کہ کون اس نوع میں داخل ہے اور کون خارج اور خاص کر یزید کے باب میں کوئی اجازت منصوصہ ہے نہیں پس بلا دلیل اگر دعوی کریں کہ وہ خدا کی رحمت سے دور ہے اس میں خطر عظیم ہے؛ البتہ اگر نص ہوتی تو مثل فرعون وہامان

---

(۱) خليل أحمد، سهارنپور، هامش بذل المجهود، ''كتاب الأدب: باب اللعن'': ج۱، ص: ۱۴۸.

(۲) رشید احمد گنگوہی، فتاوی رشیدیہ، ''ایمان وکفر کے مسائل، یزید پر لعنت کرنا'': ص: ۸۴، جسیم بک ڈپو دہلی.

وقارون وغیرہم کے لعنت جائز ہوتی۔

”وإذا ليس فليس“[۱]

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں: ہمیں یزید پر لعنت کرنے نہ کرنے سے بحیثیت مسئلہ کوئی تعرض نہیں، تاہم یہ ضرور ہے کہ مستحق لعنت اشد قسم کا فاسق ہی ہوسکتا ہے: اس لیے یہ استحقاق لعنت کا مسئلہ درحقیقت یزید کے فسق کی ایک مستقل دلیل ہے پس جو دلائل آگے آرہے ہیں وہ لعنت کی ترغیب دینے کے لیے نہیں ہے؛ بلکہ اس کے فسق کے اثبات کے سلسلے میں ہیں۔[۲]

حضرت مولانا یوسف بنوری رحمہ اللہ ”معارف السنن“ میں لکھتے ہیں:

”ويزيد لا ريب في كونه فاسقاً ولعلماء السلف في يزيد وقتله الإمام الحسين خلاف في اللعن والتوقف. قال ابن الصلاح: فى يزيد ثلاث فرق: فرقة تحبه، وفرقة تسبه، وفرقة متوسطة لا تتولاه ولا تلعنه. قال: وهذه الفرقة هي المصيبة الخ“[۳]

علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ فتاوی شامی میں تحریر فرماتے ہیں:

”حقيقة اللعن المشهودة هي الطرد عن الرحمة، وهي لا تكون الا لكافر، ولذا لم تجز على معين بدليل وإن كان فاسقا مشهورا كيزيد على المعتمد، بخلاف نحو إبليس وأبي لهب وأبي جهل فيجوز، وبخلاف غير المعين كالظالمين والكاذبين فيجوز أيضا“[۴]

شرح العقائد اور اس کی عربی شرح نبراس میں ہے:

”إنما اختلفوا في يزيد بن معاوية حتى ذكر في الخلاصة و غيرها أنه لاينبغي اللعن عليه و لا الحجاج (وقال صاحب النبراس تحت قوله:) واعلم أنه كثر

---

(۱) حضرت تھانویؒ، امداد الفتاوی مبوب، ”کتاب العقائد والکلام“: تحقیق لعن یزید، ج ۵، ص: ۴۲۵۔

(۲) حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ، شہید کربلا اور یزید: ص: ۱۴۰۔

(۳) الكشميري، معارف السنن، شرح سنن الترمذی: ج ۶، ص: ۸۔

(۴) ابن عابدين، رد المحتار، ”كتاب الصلاة: باب الرجعة، مطلب في حكم لعن العصاة“: ج ۵، ص: ۴۹۔

الاختلاف في هذا المقام والذي حققه المحققون هو أن اللعن ثلاثة أقسام:أحدها: اللعن بالوصف العام الوارد في الشرع نحو لعن الله الكفار و اليهود و هذا جائز.... ثانيها: اللعن على الشخص المعين الذي صح موته على الكفر باخبار الشارع كفرعون و أبي جهل و ابليس وهو جائز. ثالثها:على شخص لم يعلم موته على الكفر و هو لايجوز سواء كان حيّا أو ميتا و كان بحسب الظاهر مؤمنا أو كافرا لجواز أن يوفق الله سبحانه الكافر للاسلام (هذا ما قرره المحققون......) وبهذا ظهر أن استدلالهم على لعن يزيد بالنصوص العامة غير صحيح و أن معنى اللعن فيها هو ذم الفعل لا تجويز لعن كل شخص بفعله فاحفظ هذا التحقيق، ولاتكن من الذين لايراعون قواعد الشرع و يحكمون بأن من نهى عن لعن يزيد فهو من الخوارج. نعم قبح أفعاله مشهور و حب أهل البيت واجب لكن النهى عن لعنه ليس للقصور في حبهم بل لقواعد الشرع''(۱)

اس طرح کی عبارتیں کتب اہل سنت والجماعت میں کثرت سے موجود ہیں؛ اس لیے احوط قول یہی ہے کہ یزید پر لعن وطعن کے سلسلے میں توقف کیا جائے۔ جہاں تک یزید کے عادل اور فاسق ہونے کا مسئلہ ہے اس سلسلے میں بھی اہل علم کا اختلاف ہے بعض لوگ اسے فاسق نہیں مانتے ہیں اور ان کے پاس بھی دلائل ہیں تاہم اہل سنت والجماعت کی اکثریت، اسی طرح اکابر علماء دیوبند کا عمومی رخ یزید کے فاسق ہونے کے سلسلے میں ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ نے یزید کے فاسق ہونے پر اتفاق نقل کیا ہے۔ حجۃ الاسلام والمسلمین حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی نور اللہ مرقدہٗ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ، حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ، حضرت حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ، علامہ انور شاہ کشمیریؒ، علامہ یوسف بنوری رحمہم اللہ اسی طرح بہت سے اکابر علماء دیوبند نے یزید کے فسق کی تصریح کی ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ حجۃ اللہ البالغہ میں یزید کے فسق پر اتفاق نقل کرتے ہوئے

(۱)محمد عبد العزيز الفرهاري، النبراس، شرح شرح العقائد النسفية،ص:۵۲۹،۵۳۲.

لکھتے ہیں:

''ومن القرون الفاضلة اتفاقا من هو منافق أو فاسق ومنها الحجاج. ويزيد بن معاوية. ومختار. وغلمة من قريش الذين يهلكون الناس وغيرهم ممن بين النبي صلى الله عليه وسلم سوء حالهم''(۱)

شاہ عبدالعزیز دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

پس انکار کیا امام حسین علیہ السلام نے یزید کی بیعت سے؛ کیوں کہ وہ فاسق، شرابی وظالم تھا۔ اور امام حسین مکہ تشریف لے گئے۔(۲)

حضرت قاسم العلوم مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس موضوع پر شہادت حسین اور کردار یزید کے نام سے ایک رسالہ لکھا ہے۔ یہ رسالہ فارسی زبان میں ہے، پروفیسر انوار الحسن خان شیرکوٹی نے اس کا ترجمہ کیا ہے، اس رسالہ میں حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور یزید کے حالات پر تفصیلی اور علمی گفتگو کی ہے اور حضرت امیر معاویہؓ کا دفاع کرتے ہوئے فسق یزید کی تصریح کی ہے اور یہ لکھا ہے کہ حضرت امیر معاویہؓ کو اس کے فسق کا علم نہیں تھا اور جنگ میں اس کی بہادری مسلم تھی، پھر یزید کے فسق کا زیادہ ظہور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بعد ہوا تھا۔ چناں چہ لکھتے ہیں:

''اسی طرح امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے یزید پلید کو ولی عہد بنانے میں بھی کوئی خدشہ موجب انکار نہ نکلا۔ آگے تحریر فرماتے ہیں: جس وقت کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے یزید پلید کو اپنا ولی عہد بنایا تھا تو وہ علانیہ فاسق نہ تھا اگر اس نے کچھ کیا ہوگا تو در پردہ کیا ہوگا کہ حضرت امیر معاویہ کو اس کی خبر نہ ہوگی علاوہ ازیں جہاد میں یزید کا حسن تدبر جیسا کہ اس سے دیکھا گیا مشہور ہے۔ آگے تحریر فرماتے ہیں: ہاں ان کے انتقال کے بعد یزید نے پر پرزے نکالنے شروع کیے اور دل کو خواہش نفس اور ہاتھ کو جام شراب پر لے گیا فسق کھلم کھلا کرنے لگا اور نماز چھوڑ دی بعض سابقہ تمہیدوں کی بنا پر معزول

(۱) شاه ولي الله محدث الدهلوي، حجة الله البالغة: ج۲، ص: ۳۳۳.

(۲) شاه عبد العزيز الدهلوي، سر الشهادتين: ص: ۱۲.

کر دینے کے قابل ہو گیا۔ (۱)

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ فرماتے ہیں:

یزید فاسق تھا اور فاسق کی ولایت مختلف فیہ ہے دوسرے صحابہؓ نے جائز سمجھا حضرت امام نے ناجائز سمجھا اور گو اکراہ میں انقیاد جائز تھا مگر واجب نہ تھا اور متمسک بالحق ہونے کے سبب یہ مظلوم تھے اور مقتول مظلوم شہید ہوتا ہے، شہادت غزوہ کے ساتھ مخصوص نہیں بس ہم اسی بنائے مظلومیت پر ان کو شہید مانیں گے باقی یزید کو اس قتال میں اس لیے معذور نہیں کہہ سکتے کہ وہ مجتہد سے اپنی تقلید کیوں کراتا بالخصوص جب کہ حضرت امام آخر میں فرمانے بھی لگے تھے کہ میں کچھ نہیں کہتا اس کو تو عداوت ہی تھی، چناں چہ امام حسینؓ کے قتل کی بنا یہی تھی اور مسلط کی اطاعت کا جواز الگ بات ہے مگر مسلط ہونا کب جائز ہے خصوصاً نااہل کو اس پر خود واجب تھا کہ معزول ہو جاتا پھر اہل حل وعقد کسی کو خلیفہ بناتے۔ (۲)

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب رحمۃ اللہ علیہ نے اس موضوع پر شہید کربلا اور یزید کے عنوان سے کتاب لکھی ہے یہ کتاب درحقیقت محمود عباس کی کتاب خلافت معاویہ ویزید کے رد میں لکھی گئی ہے، محمود عباس نے یزید کو خلیفہ برحق اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو خروج کنندہ اور باغی ثابت کیا ہے اس کے جواب میں حضرت حکیم الاسلامؒ نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا برحق ہونا اور یزید کا فاسق ہونا ثابت کیا ہے، کتاب کے آغاز میں خطیب الاسلام حضرت مولانا محمد سالم قاسمی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ یہ کتاب جماعت علماء دیوبند کے متفقہ مسلک حق کی ترجمانی ہے، اس کتاب میں حضرت حکیم الاسلام رحمۃ اللہ علیہ یزید کے فسق کی صراحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

یزید کا ذاتی فسق وفجور بھی کچھ کم نہ تھا دیانات میں اس کا قصور اور فتور حافظ ابن کثیر، فقیہ الہراس وغیرہ نے نہایت صفائی سے نقل کیا ہے جو کسی موقع پر آئے گا؛ لیکن جس فسق نے اسے مبغوض خلائق بنایا وہ اس کا اجتماعی رنگ کا فسق تھا جس نے امت میں فتور پیدا کر دیا ذاتی فسق سے

(۱) حضرت نانوتویؒ، شہادت امام حسین وکردار یزید: ص: ۷۹۔

(۲) أشرف علي التهانويؒ، إمداد الفتاویٰ، مسائل شتی، رفع شبه در شهادت إمام حسینؓ: ج ۴، ص: ۴۶۳۔

تو محض ذات تباہ ہو جاتی ہے؛ لیکن اجتماعی فسق سے امت اور اجتماعیت تباہ ہو کر رہ جاتی ہے؛ اس لیے علماء اور فقہاء نے زیادہ یزید کے اسی فسق کا ذکر کیا ہے اور اس پر احکام مرتب کیے ہیں پھر اس میں بھی قبیح ترین جس نے امت میں اس کی طرف ذہنی اشتغال پیدا کر دیا وہ قتل حسین جو اس کی امارت کا شاہ کار ہے۔[۱]

ایک دوسری جگہ تحریر فرماتے ہیں:

اختلاف اگر ہے تو یزید کی تکفیر میں ہے تفسیق نہیں اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ جب کہ یزید کے کفر کے قائل ہو گئے تو فسق کے بطریق اولیٰ تسلیم کیے جائیں گے، اس لیے یزید کے فسق پر اتفاق علماء کے ساتھ امام مجتہد کی مہر بھی لگ جاتی ہے۔[۲]

مولانا رشید احمد گنگوہی فرماتے ہیں:

بعض ائمہ نے جو یزید کی نسبت کفر سے کف لسان کیا ہے وہ احتیاط ہے؛ کیوں کہ قتل حسین کو حلال جاننا کفر ہے تو مگر تحقیق سے یہ ثابت نہیں کہ یزید قتل حسین کو حلال جانتا تھا؛ لہٰذا کافر کہنے سے احتیاط رکھے مگر فاسق بے شک تھا۔[۳]

شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ نے ایک تفصیلی مقالہ اس عنوان پر لکھا ہے جو 1958 کے ماہانہ رحیق لاہور میں شائع ہوا اس مقالہ میں حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے اس سوال کا جواب دیا ہے جس میں ان سے پوچھا گیا تھا کہ حضرت امیر معاویہؓ نے یزید کو اپنا ولی عہد بنایا تھا یا نہیں اور بنایا تو کیوں؟ اس جواب میں حضرت مدنیؒ، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل ومناقب پر تفصیلی کلام کیا ہے، جس سے میں ضمنی طور پر یہ ثابت ہوتا ہے کہ یزید کے فسق وفجور کی اطلاع حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو نہیں تھی۔ چناں چہ آپ تحریر فرماتے ہیں:

کیوں نہ کہا جائے کہ خود حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایسا نہیں کیا؛ بلکہ خود یزید اور اس کے اعوان نے اس کے لیے کوشش کی (یہ لوگ متقی نہ تھے اور ملوکیت پسند تھے) عام مسلمان اور بالخصوص

(۱) حکیم الاسلام، شہید کربلا اور یزید: ص: ۱۲۶۔

(۲) أیضاً: ص: ۱۸۹۔

(۳) رشید احمد گنگوہی، فتاویٰ رشیدیہ، "کتاب الکفر والإیمان": یزید کو کافر کہنا: ص: ۶۳۔

اہل حجاز اس کے خلاف تھے۔ آگے تحریر فرماتے ہیں: تاریخ شاہد ہے کہ معارک عظیمہ میں یزید نے کارہائے نمایاں انجام دیے تھے اس کے فسق و فجور کا علانیہ ظہور ان (حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ) کے سامنے نہ ہوا تھا اور خفیہ جو بداعمالیاں وہ کرتا تھا اس کی ان کو اطلاع نہ تھی ایک وہ شخص جو کہ فقیہ فی الاسلام ہے حسب دعوات مستجابہ ہادی اور مہدی ہے کیا وہ کسی مجاہر بالفسق والعصیان کو عالم اسلامی کی رقاب اور اموال وغیرہ کا ذمہ دار کر سکتا ہے۔[1]

خلاصہ: یہ ہے کہ لعن طعن میں اختلاف ہے اور دونوں طرف دلائل ہیں، حضرات علمائے دیوبند نے لعن طعن سے توقف کو راجح قرار دیا ہے جہاں تک یزید کے فاسق ہونے نہ ہونے کا معاملہ ہے اس میں بھی اختلاف ہے اور بعض حضرات اہل علم یزید کو فاسق نہیں مانتے ہیں جب کہ راجح فاسق ہونا ہے اور اکابر علماء دیوبند کا مسلک یہی معلوم ہوتا ہے۔

فقط: واللہ اعلم بالصواب
کتبہ: امانت علی قاسمی
مفتی دارالعلوم وقف دیوبند
(۲۰/۷/۱۴۴۳ھ)

الجواب صحیح:
محمد احسان قاسمی، محمد عارف قاسمی
محمد اسعد جلال قاسمی، محمد حسنین ارشد قاسمی
مفتیان دارالعلوم وقف دیوبند

(۱) مضمون حضرت مولانا حسین احمد مدنی، رحیق لاہور، جون: ۱۹۵۸ء